اقبال اور قرآن

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان

اقبال اور قرآن

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان

اقبال اکادمی پاکستان

۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۱ء تک اقبالیات پر شائع ہونے والی بہترین کتاب
جس پر پہلا قومی صدارتی اقبال ایوارڈ دیا گیا۔

جملہ حقوق محفوظ

ناشر
پروفیسر ڈاکٹر بصیرہ عنبرین
ناظم
اقبال اکادمی پاکستان
حکومت پاکستان
قومی ورثہ وثقافت ڈویژن
چھٹی منزل، ایوانِ اقبال، ایجرٹن روڈ، لاہور
Tel: [+92-42] 36314510, 99203573
Fax: [+92-42] 36314496
Email: info@iap.gov.pk
Website: www.allamaiqbal.com

ISBN 978-969-416-564-6

طبع اوّل: ۱۹۷۷ء، طبع دوم: ۱۹۸۸ء، طبع سوم: ۱۹۹۴ء، طبع چہارم: ۱۹۹۸ء،
طبع پنجم: ۲۰۰۳ء، طبع ششم: ۲۰۰۶ء، طبع ہفتم: ۲۰۰۷ء، طبع ہشتم: ۲۰۱۰ء، طبع نہم: ۲۰۱۶ء

طبع دہم	:	۲۰۲۱ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	-/۱۴۲۵ روپے
مطبع	:	ایچ ڈبلیو بی کمپنی، لاہور

محلِ فروخت: ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور، فون نمبر ۳۷۳۵۷۲۱۴

آبروے ما زِ نام مصطفیٰ است

(صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

اُنؐ کے نام

جن کے صدقے میں یہ کائنات پیدا کی گئی،

اقبال کو ایسا دل حاصل ہوا

اور

راقم الحروف کو ایسی سعادت نصیب ہوئی!

مندرجات

قولِ سدید (پیش لفظ) ۷

تَبْصِرَۃً وَ ذِکْریٰ

قرآن سے شغف ۱۱
قومی انحطاط کے اسباب ۱۸
حدیثِ دیگراں ۲۱
قرآن اور دیگر مسائل ۳۰

لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْب

اسرار و رموز ۴۳
اسرارِ خودی ۴۵
رموزِ بےخودی ۶۳
پیامِ مشرق ۹۵
بانگِ درا ۱۶۱
زبورِ عجم ۲۳۳
جاوید نامہ ۳۰۹
بالِ جبریل ۳۹۹

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق! ۵۲۳
مثنوی مسافر ۵۵۱
ضربِ کلیم ۵۶۷
ارمغانِ حجاز (فارسی) ۶۶۳
ارمغانِ حجاز (اُردو نظمیں) ۷۲۷
تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ۷۴۳
پہلا خطبہ: علم اور مذہبی مشاہدات ۷۴۷
دوسرا خطبہ: مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار ۷۵۵
تیسرا خطبہ: ذاتِ الٰہیہ کا تصور اور حقیقتِ دعا ۷۶۲
چوتھا خطبہ: خودی، جبر وقدر، حیات بعد الموت ۷۷۲
پانچواں خطبہ: اسلامی ثقافت کی روح ۷۸۲
چھٹا خطبہ: الاجتہاد فی الاسلام ۷۸۹
ساتواں خطبہ: کیا مذہب کا امکان ہے؟ ۷۹۳

قولِ سدید

بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۳۶ء میں راقم الحروف علی گڑھ سے فارغ ہوکر چند ماہ کے بعد ناگ پور یونی ورسٹی کے ایک کالج میں اردو کا استاد مقرر ہوا اور قریب تین سال کے بعد اس یونی ورسٹی میں صدر شعبۂ اردو بھی بنا دیا گیا۔

طالب علمی کے زمانے میں محترم حمید جالندھری (جو بعد میں دارالمعلمین کابل میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں اور میرے لیے حقیقی بھائی سے کم نہیں) میرے ہم سبق تھے۔ اس کی وجہ سے مجھے علامہ اقبال سے شغف پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ جب میں ناگ پور یونی ورسٹی میں صدر شعبۂ اردو بنایا گیا تو میں نے میٹرک سے لے کر ایم اے تک ہر کلاس میں علامہ اقبال کے کلام کو داخل نصاب کرا دیا اور یہی سعادت مجھے شروع میں کراچی میں اور بعد میں سندھ یونی ورسٹی میں بھی حاصل رہی۔ اب عمر کی آخری منزل میں اللہ پاک کے خصوصی انعام کی وجہ سے مجھے قرآن سے متعلق یہ کام عنایت ہوا جو میں نے بحمد اللہ چند ماہ میں مکمل کر لیا۔ کاش یہ کام اس کی بارگاہ میں منظور و مقبول ہو کر میرے لیے ذریعۂ مغفرت بن جائے۔

میرے کام کی تقسیم یہ ہے کہ ''تبصرہ و ذکریٰ'' کے ذیل میں قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے خیالات، نظریات اور واقعات درج کر دیے گئے ہیں اور ''لکل عبد منیب'' کے تحت ان کے ہر مجموعۂ کلام کے قرآنی مضامین کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان سے لیا گیا ہے اور بعض مقامات پر خود بھی کر دیا ہے۔

آخر میں معذرت خواہ ہوں کہ متعدد مقامات پر ''ہم مضمون'' اشعار کی ''ہم مضمون''

آیات کو دہرانا پڑا ہے۔ بہت سی آیات ایسی بھی ہیں جن کی ''ہم مضمون'' احادیث[۱] بھی مل سکتی تھیں لیکن ان کو مجبوراً چھوڑنا پڑا کیونکہ میرا موضوع صرف قرآن تک محدود تھا۔

۲۹ر نومبر ۱۹۷۶ء احقر: غلام مصطفٰے خان

❁❁❁

اس کتاب میں شیخ غلام علی لاہور کے مطبوعہ کلیاتِ اقبال، فارسی ۱۹۷۵ء اور کلیاتِ اقبال، اُردو ۱۹۷۳ء کے صفحات درج ہیں۔ [ناشر]

۱۔ ''اقبال اور حدیث'' مضمون معارفِ اقبال (کراچی ۱۹۷۸ء) میں عرض کر دیا گیا ہے۔

تَبْصِرَةً وَ ذِكْرٰى

قرآن سے شغف

علامہ اقبال ایک مکتوب مورخہ ۱۹/ جنوری ۱۹۱۵ء میں لکھتے ہیں:

''شخصی عنصر'' سے مراد وہ اشعار ہیں جن میں مصنف کے ذاتی حالات واکتسابِ فیض کا اشارہ یا ذکر ہے۔ میں نے یہ لفظ خود ہی وضع کیا تھا۔ اردو زبان میں مروّج نہیں ہے۔ انگریزی میں اس کو اصطلاح Personal Element سے واضح کرتے ہیں۔[1]

علامہ اقبال کے اس قول کی روشنی میں رموزِ بے خودی کے یہ اشعار (بحضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیکھیے:

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی — جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی
اے زمیں از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسۂ بامت بلند
شش جہت روشن زتابِ رُوئے تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقرِ تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی — بندگاں را خواجگی آموختی!

تا مرا افتاد بر رویت نظر — از اب و اُم گشتۂ محبوب تر
عشق در من آتشے افروخت است — فرصتش بادا کہ جانم سوخت است
نالۂ مانندِ نے سامانِ من — آں چراغِ خانۂ ویرانِ من
از غمِ پنہاں نگفتن مشکل است — بادہ در مینا نہفتن مشکل است

[ص۱۶۶]

اس کے بعد آج کے مسلمانوں کی حالت بیان کی ہے، پھر کہتے ہیں:

داستانے گفتم از یارانِ نجد — نکہتے آوردم از بُستان نجد

محفل از شمع نوا افروختم قوم را رمزِ حیات آموختم

[ص۱۶۷]

گر دلم آئینۂ بے جوہر است ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است

اے فروغت صبح اعصار و دہور چشمِ تو بینندۂ ما فِي الصُّدُور

پردۂ ناموس فکرم چاک کُن ایں خیاباں را ز خارم پاک کُن

تنگ کن رختِ حیات اندر برم اہلِ ملّت رانگہدار از شرم

سبز کشتِ ما بسامانم مکُن بہرہ گیر از ابر نیسانم مکُن

خشک گرداں بادہ در انگورِ من زہر ریز اندر مئے کافورِ من

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا بے نصیب از بوسۂ پاکُن مرا

گر دُرِ اسرارِ قرآں سفتہ ام با مسلماناں اگر حق گفتہ ام

اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است یک دعایت مزد گفتارم بس است

عرض کن پیشِ خدائے عزّ وجلّ عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل

[ص۱۶۸]

آخر کے اشعار میں کس قدر خلوص ہے کہ اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز مجھے قیامت میں رسوا کیا جائے اور اپنی پابوسی سے بھی محروم کر دیا جائے[۲] اللہ اللہ! کس قدر اخلاص ہے کہ اہل اللہ کے یہاں بھی اس نوعیت کا اخلاص کمیاب ہے۔

پھر اپنے پدر بزرگوار کے احسان کو یاد کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے مجھے آپؐ کا نام معلوم ہوا اور اسی وقت سے ایک آرزو پیدا ہوئی:

از پدر تا نامِ تو آموختم آتشِ ایں آرزو افروختم

[ص۱۶۸]

سالہا بودم گرفتارِ شکے از دماغِ خشکِ من لاینفکے

[ص۱۶۹]

زندگی را از عمل ساماں نبود پس مرا ایں آرزو شایاں نبود
شرم از اظہارِ او آید مرا شفقتِ تو جرأت افزاید مرا
ہست شانِ رحمت گیتی نواز آرزو دارم کہ میرم در حجاز
[ص۱۶۹]

ان اشعار میں اقبال اپنی ''گرفتاریِ شک'' (فلسفہ دانی) کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دوسرے حالات بھی بیان کرتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ امتیازی شان یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سراپا ادب بن کر حجاز میں مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ یہی ان کی اصل آرزو ہے اور یہی ان کی حیاتِ جاودانی کا راز ہے۔

عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور قرآن مجید ہی سے علّامہ اقبال کے شخصی عناصر (Personal Elements) کی تعمیر ہوئی ہے اور اس اجمال کی تفصیل ان اقوال و احوال میں پیش کی جاتی ہے جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، لیکن شروع میں قرآن سے متعلق علامہ کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمالیجیے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن
[ص۱۲۳]

نقشِ قرآں تادریں عالم نشست نقشہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ایں کتابے نیست چیزے دیگر است!
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثلِ حق پنہان وہم پیداست ایں زندہ و پائندہ و گو یاست ایں
اندرو تقدیر ہائے غرب و شرق سرعتِ اندیشہ پیدا کن چُو برق
با مسلماں گفت، جاں بر کف بنہ ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ[۳]

ز قرآں پیشِ خود آئینہ آویز دگرگوں گشتۂ از خویش بگریز
ترازوئے بنہ کردارِ خود را قیامت ہائے پیشیں را بر انگیز[۴]

اس قرآن کی بدولت ایک مسلمان کی شان کیا ہو سکتی ہے:

مسلماں لایموت از رکعتِ اوست   دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست
قیامت ہا کہ در قدِ قامَت اُوست   نداند کُشتۂ ایں عصرِ بے سوز[۵]

اب وہ اقوال و احوال پیش کیے جاتے ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے علامہ اقبال کی ابتدائی زندگی کے دو واقعے اس طرح بیان کیے ہیں:

سفرِ کابل کی واپسی میں قندھار کا ریگستانی میدان طے ہو چکا تھا اور سندھ و بلوچستان کے پہاڑوں پر ہماری موٹریں دوڑ رہی تھیں۔ شام کا وقت تھا۔ ہم دونوں ایک ہی موٹر میں بیٹھے تھے۔ روحانیات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اربابِ دل کا تذکرہ تھا کہ موصوف نے بڑے تأثر کے ساتھ اپنی زندگی کے دو واقعے بیان کیے۔ میرے خیال میں یہ دونوں واقعے ان کی زندگی کے سارے کارناموں کی اصل بنیاد تھے۔ فرمایا: جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد مرحوم اپنے اوراد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھ کو دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو وہ میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا: ''کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا''۔

میں نے دو چار دفعہ بتانے کا تقاضا کیا تو فرمایا: ''جب امتحان دے لوگے، تب''۔

جب امتحان دے چکا اور لاہور سے گھر آیا تو فرمایا: ''جب پاس ہو جاؤ گے''۔

جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا: ''بتاؤں گا''۔

ایک دن صبح کو حسبِ دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا: ''بیٹا، کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم ہی پر اُتر رہا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے''۔

ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اُن کا یہ فقرہ میرے دل میں اُتر گیا اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ یہ تھا وہ تخم جو اقبال کے دل میں بویا گیا اور جس کی تن آور شاخیں پہنائے عالم میں ان کے (موزوں نالوں) کلام کی شکل میں پھیلی ہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ باپ نے ایک دن بیٹے سے کہا کہ:

''میں نے تمھارے پڑھانے میں جو محنت کی ہے تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں''۔

لائق بیٹے نے بڑے شوق سے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

باپ نے کہا: کسی موقع پر بتاؤں گا۔''

چنانچہ انھوں نے ایک دفعہ کہا کہ ”میری محنت کا معاوضہ یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کرنا“۔ بات ختم ہوگئی۔ ڈاکٹر اقبال کہتے تھے کہ اس کے بعد میں نے لاہور میں کام شروع کیا۔ ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا اور نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا۔ لوگوں نے نظموں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سُنا، اور سامعین میں ولولہ پیدا ہونے لگا۔ اُنھی دنوں میں میرے والد مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لیے لاہور سے آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ والد بزرگوار، آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟ باپ نے بسترِ مرگ پر شہادت دی: ”جانِ من، تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا“۔

کون انکار کرسکتا ہے کہ اقبال نے ساری عمر جو پیغام ہم کو سنایا وہ انھی دو متنوں کی شرح تھی۔“[۶]

یہ بیان مولانا سید سلیمان ندوی کا ہے اور عباداللہ فاروقی لکھتے ہیں:

علامہ اقبال اپنے مشہور و معروف خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صوفیۂ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب (قرآنِ حکیم) کا نزول ویسا ہی نہ ہوجائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے —— علامہ موصوف نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ یہ صوفی بزرگ کون تھے لیکن یہ قول معاً ان کی اپنی زندگی کے ایک واقعے کی یاد دلاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اقبال سیالکوٹ میں ابھی زیرِ تعلیم تھے تو وہ صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک دن اسی دوران میں اُن کے والدِ محترم ان کے پاس آئے اور فرمایا: ”جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمھارے قلب پر اُسی طرح اترتا ہے جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزا نہیں۔

اس واقعے کو اور مذکورۃ الصدر قول کے مفہوم کو علامہ نے بالِ جبریل میں اس طرح ادا کیا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف[۷]

اور علامہ اقبال فرماتے تھے:

جب میں ایف اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کبھی منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آ کر پوچھتے ہیں: ”کیا پڑھتے تھے؟

مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آ گیا۔ چھ مہینے ہوگئے اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟

نہایت نرمی سے فرمایا: ''میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟'' اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا: ''کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے''۔

بات ختم ہوگئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن بیٹھ گئے اور فرمایا: ''بیٹا، قرآن کریم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر نازل ہوتا ہے''۔

میں حیران تھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ ....فرمایا: ''یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآن کریم حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کسی پر نازل ہی نہیں ہو سکتا؟''

میں پھر حیران ہوا تو فرمایا: ''انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے، اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پیش کر دیا گیا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کی منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ 'محمدؐ' مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ 'محمدؐ' موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے۔ یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا کہ قرآن کریم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔[۸]

رئیس الاطباء حکیم محمد حسن صاحب قرشی لکھتے ہیں:

''قرآنِ حکیم سے ان کو بے حد شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآنِ حکیم پڑھتے ہوئے وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ آواز بیٹھ جانے کا اُنھیں سب سے زیادہ قلق یہ تھا کہ وہ قرآن حکیم بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کبھی کسی نے قرآنِ حکیم کو خوش الحانی سے پڑھا تو آنسو جاری ہو گئے اور ان پر لرزش و اہتزاز کی کیفیت طاری ہو گئی۔

آپ کلامِ پاک خاص دل سوزی اور شغف کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ پڑھتے جاتے اور روتے جاتے۔ حتیٰ کہ اوراقِ مصحف تر بتر ہو جاتے اور ان کو دھوپ میں سکھایا جاتا۔ آپ کی تلاوت کا خاص قرآنِ پاک اسلامیہ کالج لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس روایت کا عینی ثبوت فراہم کرتا ہے۔

مرزا جلال الدین بیرسٹر فرماتے ہیں:

مطالبِ قرآنی پر ان کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلامِ پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران میں جب بہ آواز بلند پڑھتے تو وہ آیاتِ قرآنی پر فکر کرتے اور ان سے متاثر ہو کر رو پڑتے۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں ایک خاص کشش تھی۔ جب وہ قرآن پاک بہ آواز بلند پڑھتے تو سننے والوں کا دل پگھل جاتا۔

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ اقبال نے اپنے پیام میں قرآن کو پڑھنے اور اس سے نورِ ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک خط میں اکبر الہ آبادی کو لکھا تھا:

''واعظِ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں، اس مطالعے سے اپنا اطمینانِ خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے''۔

مختلف بزرگوں نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ علاّمہ کی بھی یہی رائے تھی۔ نیاز الدین خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب، محمدیؐ نسبت پیدا کرے۔ اس نسبتِ محمدیہؐ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوصِ دل کے ساتھ محض قراءت کافی ہے۔[9]

علامہ اقبال کے ملازم علی بخش کا بیان ہے:

صبح کی نماز اور قرآن خوانی مدت سے ان کا معمول تھا۔ قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ آواز ایسی شیریں تھی کہ ان کی زبان سے قرآن سُن کر پتھروں کے دل پانی ہو جاتے تھے۔ بیماری کے زمانے میں قرآن پڑھنا چھوٹ گیا تھا۔ نماز بھی کم پڑھتے تھے۔ موت سے کچھ عرصہ پیش تر مجھ سے کہنے لگے: علی بخش! میرا جی چاہتا ہے کہ آج نماز پڑھوں۔

میں نے کہا: آپ پلنگ پر بیٹھ جایئے میں آپ کو وہیں بیٹھے بیٹھے وضو کرا دیتا ہوں ـــــ وضو کر چکے تو میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! میں نے مہر صاحب کو بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے!

کہنے لگے: ہاں مجبوری کی حالت میں یہ بھی جائز ہے۔ جن دنوں ہم بھاٹی دروازے میں رہتے تھے، ایک دفعہ پورے دو مہینے بڑی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے رہے۔ ان دنوں ان کا عجب حال تھا۔ قرآن اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ جی چاہتا تھا بس سارے کام کاج چھوڑ کر اُنھی کے پاس بیٹھا رہوں۔ اس زمانے میں کھانا پینا بھی چھوٹ گیا تھا۔ صرف شام کو تھوڑا سا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ خدا جانے اس میں کیا رمز تھی۔[10]

قومی انحطاط کے اسباب

علاّمہ اقبال کے قرآنی شغف کے واقعات بہت سبق آموز ہیں اور ان کا جی کُڑھتا تھا کہ قوم نے اس نعمت سے صحیح فائدہ حاصل نہیں کیا۔ وہ قوم کے انحطاط کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً ۳/اپریل ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

میں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کی گذشتہ دماغی تاریخ اور موجودہ حالت پر بہت غور کیا ہے جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ان دونوں قوموں کے اطباّ کو اپنے مریض کا اصلی مرض اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان کا اصلی مرض قوائے حیات کی ناتوانی اور ضعف ہے اور یہ ضعف زیادہ تر ایک خاص قسم کے لٹریچر کا نتیجہ ہے جو ایشیا کی بعض قوموں کی بدنصیبی سے ان میں پیدا ہو گیا۔ جس نقطۂ خیال سے یہ قومیں زندگی پر نگاہ ڈالتی ہیں وہ نقطۂ خیال صدیوں سے مضعف مگر حسین و جمیل ادبیات سے محکم ہو چکا ہے، اور اب حالاتِ حاضرہ اس امر کے مقتضی ہیں کہ اس نقطۂ خیال میں اصلاح کی جائے۔[۱۱]

پھر ۱۰/جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس ہے مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاطِ ملیّ نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے، اور انحطاط کا سب سے بڑا جادُو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربی تصوّر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔[۱۲]

پھر ۱۹/جولائی ۱۹۱۶ء کو لکھتے ہیں:

تصوّف کا سب سے پہلا شاعر عراقیؔ ہے جس نے لمعات میں فصوص الحکم محی الدین ابن عربی کی تعلیموں کو نظم کیا ہے (جہاں تک مجھے علم ہے فصوص میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں......) اور سب سے آخری شاعر حافظؔ ہے (اگر اُسے صوفی سمجھا جائے)۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تصوّف کی تمام شاعری مسلمانوں کے پولیٹکل انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ جس قوم میں طاقت و توانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہو گئی، تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین و جمیل شے ہو جاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی و کاہلی اور اس شکست کو جو ان کو تنازع للبقا میں ہو، چھپایا کرتی ہیں۔[۱۳]

اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی مذہبی مسائل کے لیے ایک خصوصی تربیت دی جائے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

مذہبی مسائل، بالخصوص اسلامی مذہبی مسائل کے فہم کے لیے ایک خاص تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔افسوس کہ مسلمانوں کی نئی پود اس سے بالکل کوری ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تعلیم کا تمام تر غیر دینی ہو جانا اس مصیبت کا باعث ہوا ہے اور ہندوؤں کے ہاں تو ایک گونہ مذہب کا وجود ہی ندارد ہے۔[۱۴]

مولانا عبدالسلام ندوی نے علامہ اقبال کے اس مزاج اور مذاق کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔فرماتے ہیں:

اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ مذہب کے متعلق ڈاکٹر [اقبال] صاحب نے اپنی تصانیف میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں وہ اگرچہ فلسفیانہ ہیں لیکن عملی حیثیت سے وہ مسلمانوں کے لیے صرف عقیدۂ توحید و رسالت اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو کافی سمجھتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مسلمان کو مسلمان بننے کے لیے فلسفے کی ضرورت نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔[۱۵] چنانچہ ایک ملاقات میں حکیم محمد حسین صاحب عرشی نے ان سے کہا: ''آپ کے مدراس والے لیکچر بے حد مشکل ہیں۔اگر اسلام یا قرآن کا منشا وہی ہے جو آپ نے ان لیکچروں میں بیان فرمایا ہے اور جس کو اس ترقی یافتہ زمانے کے بڑے بڑے اہلِ علم سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرنِ اوّل کے عرب صحرا نشینوں نے اسے کیا سمجھا ہوگا؟'' اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ کسی قوم کی تشکیل و تعمیر کے لیے اسلام کے پانچ ارکانِ مشہورہ کا اجرا و انضباط کافی ہے۔ چنانچہ اس کی محسوس علمی صورت عہدِ سعادت سے بہتر کہیں نظر نہیں آسکتی اور تاریخ کا حافظ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔[۱۶]

قرآن سے متعلق حالات کو مولانا عبدالسلام ندوی بھی لکھتے ہیں۔یعنی:

ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی کتابیں اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری کو دے دی گئیں۔ان ہی کتابوں میں ڈاکٹر صاحب کی تلاوت کا خاص قرآن از روئے وصیت ان کے لختِ جگر جاوید کو ملا اور اس مصحف کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے خاص خاص احباب کا بیان ہے کہ وہ بلا ناغہ صبح کے وقت اس کی تلاوت ایسے ذوق وشوق، ایسے درد و محبت اور ایسے سوز و گداز کے ساتھ کیا کرتے تھے کہ آنسوؤں کا تار بندھ جاتا تھا، روتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے

تھے یہاں تک کہ کتابِ عزیز کے ورق بھیگ جاتے۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی تو اسے اٹھا کر دھوپ میں رکھ دیتے تا کہ صفحے خشک ہو جائیں۔ مدت العمر تک ان کا یہی دستور رہا حتیٰ کہ زندگی کے آخری دنوں میں جب بیماری کا تسلّط بڑھتا گیا اور گلا خراب ہو جانے کی وجہ سے آواز میں پتّی لگ گئی تو ڈاکٹروں کے روکنے پر آپ کا یہ طریقِ تلاوت بھی چھوٹ گیا جس کا ان کو نہایت رنج تھا۔[۱۷]

آخر عمر میں وہ ایک کتاب قرآن مجید پر لکھنا چاہتے تھے۔ سر راس مسعود کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

.....اور اس طرح میرے لیے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہدِ حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصے سے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو، نہ معلوم کیوں، ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیاتِ مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسّر آئے تو میں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر کوئی پیش کش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔[۱۸]

یہ خط ۲۶/اپریل ۱۹۳۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد ۳۰/مئی ۱۹۳۵ء کو دوسرے خط میں لکھتے ہیں: ''.......چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں۔ تمنّا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآنِ کریم سے متعلق اپنے افکار قلم بند کر جاؤں''۔[۱۹]

اعلیٰ حضرت نواب بھوپال سے انھوں نے اس کتاب کے لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور وہ اس کو انگریزی زبان میں لکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۷/اگست ۱۹۳۶ء کے ایک خط میں مولانا سیّد سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں: ''ان شاء اللہ موسمِ سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے''۔[۲۰]

لیکن سوال یہ تھا کہ یہ کتاب کس رنگ میں لکھی جائے، تفسیر و تشریح یا ابتدائی مطالعے کے لیے ایک مقدمہ؟ بالآخر موجودہ زمانے کی اجتماعی تحریکات کو دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خیال روز بروز مستحکم ہوتا گیا کہ اس وقت اسلام کے نظامِ عمرانی کی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ کی طرح تشکیلِ جدید فقۂ اسلامی پر، یہ دیکھ کر کہ قرآنِ پاک نے ان مسائل کی رہنمائی کس انداز میں کی ہے، قلم اٹھائیں۔ اس غرض سے انھوں نے یورپ اور مصر کی بعض نئی مطبوعات بھی فراہم کرنا شروع کر دی تھیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ اس تصنیف کا کام استقصائے مسائل، ترتیبِ مقدمات اور تقسیمِ مباحث سے آگے نہ بڑھ سکا۔[۲۱]

اب قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے حالات ''حدیثِ دیگراں'' کے ذیل میں عرض کیے جاتے ہیں۔

حدیثِ دیگراں

فقیر سید وحیدالدین نے روزگارِ فقیر (حصہ اوّل) میں قرآن کے متعلق علامہ اقبال کی زندگی کے کئی واقعات لکھے ہیں:

فرمایا___ایک مرتبہ فارمن کرسچن کالج لاہور کا سالانہ اجلاس ہورہا تھا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے مجھے بھی اس میں دعوتِ شرکت دی۔ اجلاس کا پروگرام ختم ہونے کے بعد چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ہم لوگ چائے پینے بیٹھے تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور کہنے لگے: چائے پی کر چلے نہ جانا، مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ہم لوگ چائے پی چکے تو ڈاکٹر لوکس آئے اور مجھے اپنے ساتھ ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے: ’’اقبال، مجھے بتاؤ کہ تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا مفہوم نازل ہوا تھا اور چونکہ انھیں صرف عربی زبان آتی تھی، انھوں نے قرآن کریم عربی میں، منتقل کردیا یا یہ عبارت ہی اسی طرح اتری تھی؟

میں نے کہا: ’’یہ عبارت ہی اتری تھی۔‘‘

ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا کہ: اقبال! تم جیسا پڑھا لکھا آدمی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ عبارت ہی اسی طرح اُتری ہے!‘‘

میں نے کہا: ’’ڈاکٹر لوکس! یقین، میرا تجربہ ہے، مجھ پر شعر پورا اترتا ہے تو پیغمبرؐ پر عبارت کیوں نہیں پوری اتری ہوگی۔‘‘[۲۲]

اسی کتاب میں فقیر سیّد وحیدالدین آگے چل کر لکھتے ہیں:

بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں جو نہ عربی زبان وادب میں خاطرخواہ استعداد رکھتے ہیں نہ عرب قدیم کے علمی سرمائے پر ان کی نگاہ ہے، اور نہ قرآن کریم کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتے ہیں مگر اپنی اس علمی تہی مایگی کے باوجود قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کی کوشش فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر [اقبال] صاحب کو اس قسم کی باتوں سے بڑی اذیّت ہوتی تھی۔ وہ اپنی متانت وسنجیدگی اور عالی ظرفی کے باوجود اس غم کو چھپا نہ سکے۔ ایک بار فرما ہی دیا: قرآن کریم اس اعتبار سے بڑا ہی مظلوم صحیفہ ہے کہ جسے دنیا میں اور کوئی کام نہیں ملتا، وہ اس کے ترجمہ وتفسیر میں مصروف ہوجاتا ہے؛ حالانکہ یہ نہایت ہی نازک اور محتاط ذمہ داری ہے۔[۲۳]

پھر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب اپنی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام فرما تھے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ

پر ایک نئے ملاقاتی آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں انھوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کر دیا۔ کہنے لگے:

''آپ نے مذہب، اقتصادیات، سیاسیات، تاریخ اور فلسفہ وغیرہ علوم پر جو کتابیں اب تک پڑھی ہیں، ان میں سب سے بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کونسی گزری ہے؟''

ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نو وارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے۔ دو تین منٹ میں واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کو انھوں نے اس شخص کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: قرآن کریم![24]

آگے چل کر فقیر سیّد وحید الدین ایک اور واقعہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے فلسفے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

علّامہ اقبال نے ان کی توجہات کا رُخ مذہب کی طرف موڑ دیا اور اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ قرآن کریم فلسفے اور الٰہیات کی کوئی تصنیف نہیں ہے، اس کا مقصد دل کو اطمینان عطا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ قرآنِ کریم کو اس زاویۂ نگاہ سے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے۔ قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ وہ انسان میں خدا سے ربطِ قلبی کا اعلیٰ شعور پیدا کر دے تا کہ انسان اس ربط کی بدولت مشیتِ ایزدی سے ہم آہنگی پیدا کر سکے۔[25]

پھر وحید الدین ایک اور واقعہ لکھتے ہیں:

ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے علامہ سے براہِ راست یہ سوال کیا: ''آپ کے فلسفۂ خودی کا ماخذ کیا ہے؟ اور چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ خودی کا فلسفہ صوفیۂ کرام اور قرآن کریم سے ماخوذ ہے، اس لیے میں نے خاص طور پر یہ بات آپ سے پوچھی ہے۔

فرمایا:''ہاں، یہ آیت استحکامِ خودی پر دال ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ:۱۰۵)

مفہوم: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا

ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع
کردے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا وسزا
مل سکے)[۲۶]

فقیر سیّد وحیدالدین اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بھی قرآن کے متعلق واقعات بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ایک روز ڈاکٹر میکس پلانک (Max Planck) کے نظریۂ کوانٹم (Quantum theory) اور اس کے بعد کی علمی تحقیق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ممتاز حسن نے سائنس کی اس دریافت کا ذکر کیا کہ جب بہت سے برقیے مل کر حرکت کرتے ہیں تو ان کا عمل یکساں ہوتا ہے، یعنی اس عمل کے نتائج یکساں ہوتے ہیں، لیکن جب ایک برقیہ اپنی انفرادی حیثیت میں مصروفِ عمل ہو تو یہ ضروری نہیں کہ یکساں حالات میں اور یکساں اسباب کے پیشِ نظر اس برقیے کا ردِعمل یکساں ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب ونتائج کے جس رشتے کی بنیاد پر سائنس کا سارا کارخانہ قائم ہے خود وہ رشتہ ہی کمزور نظر آتا ہے اور کائنات کی بنیادی ساخت میں کچھ غیر متعین عناصر ایسے ہیں کہ جن کے عمل کے بارے میں کوئی پیشگی اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

علاّمہ نے فرمایا: ''اب سائنس دانوں پر وہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے جس کو قرآن کریم نے مختصر طور پر یوں بیان کیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ O (البقرہ:۲۰)''

ممتاز حسن، علاّمہ کے اس جواب سے نہایت متاثر ہوئے اور عرض کیا ''واقعی قرآن کریم کی اس حقیقت پر عام مسلمانوں کی نظر نہیں گئی اور سائنس دان اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ خدائے حقیقی وبرتر جو قادرِ مطلق ہے، ان اسباب ونتائج کے محرکات اور مسلسل عمل کے سامنے اصولی طور پر مجبور اور بے بس ہے۔''[۲۷]

پھر وحیدالدین نے یہ واقعات بھی لکھے ہیں:

ممتاز حسن بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کے سلسلے میں روشنی کی رفتار کا ذکر آیا تو میں نے کہا: ''عجیب بات ہے، اب تک خلا میں روشنی سے زیادہ تیز رفتار اور کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشنی بجائے خود طبعیاتی نقطۂ نگاہ سے ایک قدرِ مطلق ہے۔

علاّمہ نے نہایت متانت سے میرا سوال سنا اور فرمایا: ''کیا تمھیں قرآنِ حکیم کی وہ آیت یاد نہیں؟ اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ط (النور:۳۵)[۲۸]

علّامہ کی بہن کو ان کے سسرال والوں نے پریشان کیا اور وہ میکے چلی آئیں، پھر وہ لوگ کسی طرح مصالحت کے لیے آئے۔ علامہ کو یہ مصالحت پسند نہ تھی۔ لیکن ''اُن کے والد نے جب دیکھا کہ اقبال کسی طرح رضامند نہیں ہوتے تو انھوں نے خاص انداز میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں وَالصُّلۡحُ خَیۡرٌ فرمایا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ علامہ خاموش ہوگئے۔''[۲۹]
پھر مصالحت واقعی خیر ثابت ہوئی۔

شیخ اعجاز احمد کو بھی علامہ نے ایک خط میں تلاوتِ قرآن کی تلقین فرمائی ہے: ''قرآن پر میں زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے فوائد میرے تجربے میں آچکے ہیں۔''[۳۰]

مثنویِ رومی (ہست قرآں در زبانِ پہلوی) سے بھی علامہ کو قرآن ہی کی وجہ سے شغف تھا۔ محمد حسین عرشی نے مثنویِ رومی کے مطالعے کے بعد، اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لیے علامہ اقبال کو خط لکھا۔ علامہ نے ۱۹/ مارچ ۱۹۳۵ء کو یہ جواب لکھا:

جنابِ عرشی صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط ابھی ملا۔ میری صحتِ عامہ تو بہت بہتر ہوگئی ہے مگر آواز پر ابھی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ علاجِ برقی ایک سال تک جاری رہے گا۔ دو ماہ کے وقفے کے بعد پھر بھوپال جانا ہوگا۔

آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں۔ مثنویِ رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیِ شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے! شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعۂ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنویِ رومی۔ افسوس ہے ہم اچھے زمانے میں پیدا نہ ہوئے ؎

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں ایک بھی صاحبِ سُرور نہیں

بہر حال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھیے۔ مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے رہیے۔ اس واسطے نہیں کہ میں آپ کو کچھ سکھا سکتا ہوں بلکہ اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی صحبت بعض دفعہ ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتے۔ یہ بات زندگی کے پوشیدہ اسرار میں سے ہے جن کو جاننے والے، مسلمانانِ ہند کی بدنصیبی سے، اب اس ملک میں پیدا نہیں ہوتے۔ زیادہ کیا عرض کروں!

——— محمد اقبالؔ

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد میں برابر حاضرِ خدمت ہوتا رہا۔ میرے اُن کے مکالمات کا غالب حصہ باریک روحانی، متصوّفانہ اور قرآنی مسائل سے متعلق ہوتا۔ میں عموماً سوالات کی ایک فہرست تیار کرکے لے جاتا........(ایک مرتبہ) حکیم طالب علی صاحب جو اس سے پہلے علامہ سے متعارف نہیں تھے، میرے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے۔ وہاں پہنچنے پر علی بخش نے میرے حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ میں حکیم صاحب کی معیت میں اندر پہنچا تو تنہا بیٹھے تھے۔ خیریت پُرسی کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ حکیم طالب علی صاحب نے سورہ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح دریافت کی۔ علامہ نے اس پر ایک طویل تقریر فرمائی۔ بالخصوص فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰى کی تفسیر اپنے رنگ میں عجیب و نادر چیز تھی........علّامہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ناسوت ولاہوت یا عقل و وحی یا عالمِ بشریت و عرشِ الوہیت کو دو کمان نما دائروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بشری عقل کا منتہائے کمال یہ ہے کہ وحیِ سماوی سے مکمل مطابقت حاصل کرے، یعنی اس ترقی یافتہ عقل کے رباب سے بعض خاص اوقات جو نغمہ نکلتا ہے، وہ سازِ الہام سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ دو کمان کامل اتصال کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ نوعِ انسان میں انبیا [علیہم السلام] بالعموم اور انبیا میں خاتم النبیّین [صلی اللہ علیہ وسلم] بالخصوص اس مقام کے آخری نقطے سے واصل ہوئے۔ اس کے بعد علامہ نے فرمایا کہ اس تقریر سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن [معاذ اللہ] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔ وحیِ الٰہی میں فہمِ بشری کا قطعاً دخل نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جرمنی میں ہمارے ایک پروفیسر علمِ ریاضی کے بہت زیادہ مشّاق تھے۔ بعض اوقات طلبہ ان سے نہایت مشکل سوال کر بیٹھتے۔ آپ فوراً جواب بتادیتے۔ طلبہ تشریح پوچھتے تو کہتے: ''اس کے لیے دو ہفتوں کی مہلت درکار ہے''۔ ان کے نزدیک جواب دینا آسان تھا لیکن اس کا عمل سمجھانا دیر طلب تھا۔ اسی طرح عقل اور وحی کا تطابق ہر فن کے اہلِ کمال میں پایا جاتا ہے۔

میں نے کہا: ایک طرف تو يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فرمایا گیا اور اسی قسم کے دوسرے ارشادات فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ اور فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وغیرہ بھی موجود ہیں اور دوسری طرف بہت سی آیات کو متشابہات کہہ کر ان کے فہم پر وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ ۘ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ۔ (آل عمران:۷) کی مہر لگادی۔ ظاہری نگاہ اس میں تضاد دیکھتی ہے۔

آپ نے فرمایا: اس کو یوں سمجھو۔ ایک دفعہ لندن میں ایک صاحب نے کسی مہمان کے اعزاز میں چند دوستوں کو ضیافت پر مدعو کیا۔ ان میں مَیں بھی شامل تھا۔ فراغتِ طعام کے بعد

مہمانِ عزیز سے تفصیلی تعارف کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ ماہرِ حجریات ہیں۔ میں نے آپ سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ فیصلہ ہوا کہ سیر کو اکٹھے چلیں گے۔ چنانچہ سیر کرتے ہوئے ہم سمندر کے ساحل پر پہنچ گئے۔ میں نے ان سے کہا: ''آپ اپنے مضمون (حجریات) کے متعلق کچھ فرمائیں۔انھوں نے ساحل سے ایک چھوٹا سا سنگ پارہ اٹھالیا اور اس کی سوانح عمری بیان کرنا شروع کردی۔مختصر یہ کہ ہم پندرہ دن روزانہ سیر کو جاتے رہے اور وہ اس پارۂ حجر کے رموز و اسرار بیان کرتے رہے۔اس کے اجزاے اوّلیہ، رنگ و صلابت و صورتِ نوعیہ وغیرہ کے تفصیلی اسباب، تاثیرات و خواص وغیرہ۔اتنی باتیں بیان کردیں جو میرے لیے اور اس علم سے ناواقف ہر شخص کے لیے پردۂ خفا میں تھیں یا متشابہ تھیں اور اس شخص کے لیے کہ راسخ فی العلم تھا، مفصّل و میسّر تھیں۔اسی طرح قرآن مجید سارے کا سارا مفصّل بھی ہے اور متشابہ بھی۔جس قدر انسان کا ذوق و وجدان اور اخلاق و روحانیت ترقی کرتے جائیں گے، اس پر قرآن کے مطالب آشکارا ہوتے جائیں گے۔''

اسی طرح کا ایک واقعہ سطحِ بحر کے ایک پروفیسر کا بھی نقل کیا ہے۔[۳۱]

محمد حسین عرشی آگے چل کر لکھتے ہیں:

۱۲/اپریل ۱۹۳۵ء وقت چار بجے سہ پہر۔ میں نے سوال کیا: ''آیۂ مبارکہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے (العنکبوت:۶۹) سے کیا مراد ہے؟

علّامہ نے فرمایا: ''تمام علوم و کمالات اور مقاصدِ عالیہ جو نوعِ انساں کے لیے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہوں، ان کے حصول کی سعی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور اس مشق و مزاولت کے ارتقائی نتائج لَنَهْدِيَنَّهُمْ کا ظہور ہیں۔''

میں نے عرض کیا: مولانا روم نے فرمایا ہے:

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گِل　　　ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل

اس سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: ''قرآن مجید میں ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ (ہر مخلوق کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے) (النور:۴۱)۔ان آیتوں سے ثابت ہے کہ ہر شے کو علم اس کے حال کے مطابق عطا ہوا ہے۔''

میں نے کہا: ''مجھے نطقِ اشیاوعناصر سے انکار نہیں ۔میرا سوال محسوسِ حواسِ اہلِ دل پر ہے۔ آپ کی پیش کردہ دوسری آیت کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَھُوۡنَ[۳۲] (یعنی ہر شے نمازی اور تسبیح خواں تو ضرور ہے لیکن اے انسانو! تم اس کی سمجھ نہیں رکھتے) پھر اہلِ دل اس نطق کو کس طرح محسوس کرتے ہیں؟

آپ نے یہ شعر پڑھا:

ہر کہ عاشق گشت حسنِ ذات را گشت سیّد جملہ موجودات را

آپ کی حالت متغیّر ہوگئی۔آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں خاموش ہوگیا۔اس کے بعد میں نے عرض کیا: معرفتِ الٰہی سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: سیّدالطائفہ جنید بغدادی کے نزدیک معرفت یا عرفان کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب یا مضاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قرآنِ عزیز میں اس کا استعمال نہیں کیا گیا؛ البتہ علم وایمان کا ذکر بار بار آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نہ تو عارف ہے نہ معروف۔ ہاں عالم وعلیم ہے اور معلوم ہے۔جس پر بہت سی آیتیں شاہد ہیں: اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۸)۔(اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں علم سے ممتاز ہیں۔)

یہاں علما کہا گیا ہے، عرفا نہیں کہا۔ مجھے صحیح یاد نہیں کہ یہی آیت پڑھی تھی یا کوئی اور آیت پڑھی تھی۔ اس کے بعد لفظ علم پر گفتگو ہوئی۔فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں۔ایک ہمارے اکتسابی معلومات کا ذخیرہ، ہم خود مخلوقِ الٰہی ہیں اور ہمارے اکتسابی آلاتِ علمیہ ہماری مخلوق، یعنی ہمارا علم مخلوق کا مخلوق ہے۔ پس ایسے علم کو علمِ الٰہی سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا دوسرا علم وہ ہے جو خواص کو عطا ہوتا ہے۔وہ بے منتِ کسب، قلب وروح کے اعمال سے اُبلتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اُس علم کی کلید کیا ہے؟ فرمایا: ارشادِ خداوندی ہے: قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا ۝ (جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اس پر اس علم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں)۔(الشّمس:۹) میں نے کہا: ''تزکیۂ نفس کا طریقہ کیا ہے؟ اس پر آپ نے صوفیہ کے بعض مشاغل کی طرف اشارہ کردیا......

۱۲/اپریل ۱۹۳۵ء کی ملاقات میں مَیں نے پوچھا: ''اسلام بتمامہٖ قرآن میں محصور ہے یا نہیں؟ فرمایا: ''مفصّل کہو''۔ میں نے کہا: ''خارج از قرآن، ذخیرۂ احادیث وروایات اور کتبِ فقہ وغیرہ کو شامل کر کے اسلام مکمل ہوتا ہے یا صرف قرآن اس باب میں کفایت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ چیزیں تاریخ اور معاملات پر مشتمل ہیں۔ان کی بھی ضرورت ہے۔ان سے پتا چلتا ہے کہ یہ

کن ضروریات کے ماتحت وضع کی گئیں۔ لیکن نفسِ اسلام، قرآن مجید میں بکمال وتمام آچکا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا منشا دریافت کرنے کے لیے ہمیں قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں......''

۱۴؍اپریل ۱۹۳۵ء۔ میں نے حیات بعد الممات سے متعلق استفسار کیا، آپ نے فرمایا:

''حیاتِ اُخروی انسان کے ذوقِ حیات کی شدت پر منحصر ہے۔ جس قدر کسی شخص میں ذوقِ زندگی زیادہ ہوگا، اتنا ہی اس کا زمانۂ برزخ کم ہوگا۔ شہدا کا ذوقِ زندگی بہت بڑھا ہوا ہے اس لیے ان کے لیے کوئی برزخ نہیں۔ اِس زندگی سے آنکھ بند کرتے ہی ان کے لیے دوسری زندگی کا دروازہ کُھل جاتا ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''عام مومنین کے لیے بھی برزخ کا کہیں ذکر نہیں۔''

فرمایا: ''اس کا سبب بھی ذوقِ حیات ہے۔ میں نے اس خیال کو اپنے ایک شعر میں بھی ظاہر کیا ہے:

آدم بمیرد از بے یقینی جانے کہ بخشند دیگر نگیرند

اس کے بعد سلسلۂ گفتگو دوسری جانب مڑ گیا۔ آپ نے فرمایا:

یورپ سے آتے ہوئے ایک صبح جہاز میں مَیں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا آ گئی: وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (البقرہ:۱۲۶) (خدایا، حرمِ کعبہ کے اہالی کو پھلوں سے رزق عنایت فرما۔)

اس سے میری طبیعت بے حد متاثر ہوئی۔ اس دعا کو زبان سے نکلے ہوئے چار ہزار سال گزر گئے۔ اس کی مقبولیت ایک بدیہی حقیقت بن گئی ہے۔ تمام اسلامی ممالک ایران، عراق، شام، افغانستان، بیروت، ترکی وغیرہ جو حرمِ کعبہ سے روحانی تعلق رکھتے ہیں، پھلوں کے رزق سے معمور ہیں اور غیر اسلامی دنیا یورپ، امریکہ وغیرہ اس نعمتِ خداوندی سے محروم۔ سبحان اللہ!''

۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء، تین بجے بعد دوپہر، بمقام جاوید منزل، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا:

علم کے چار ذریعے ہیں اور قرآن مجید نے ان چاروں کی طرف واضح رہنمائی کی ہے۔ مسلمانوں نے ان کی تدوین کی اور دنیائے جدید اس باب میں ہمیشہ مسلمانوں کی منّت کش رہے گی۔ پہلا ذریعہ وحی ہے اور وہ ختم ہو چکا۔ دوسرا ذریعہ آثارِ قدما و تاریخ ہے جس پر آیاتِ قرآنی متوجہ کر رہی ہیں۔ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اس آیت نے علمِ آثار کی بنیاد رکھ دی جس پر مسلم مصنّفین نے عالی شان قصر تعمیر کیے۔ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ یہ آیتِ مجیدہ تاریخ کا ابتدائی نقطہ ہے جس نے ابنِ خلدون جیسے باکمال محقق پیدا کیے۔ علم کا تیسرا ذریعہ علم النفس ہے جس کا آغاز وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ سے ہوتا ہے اس کو حضرت جنید اور ان کے رفقائے اتباع نے کمال تک پہنچایا۔ آخری ذریعہ صحیفۂ فطرت ہے جس پر قرآن مجید کی بے شمار آیات دلالت کر رہی ہیں، مثلاً وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ اس علم پر علمائے اندلس نے بہت توجہ مبذول کی۔''

آیات متشابہات، فصلت آیاتہٖ، فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ اور رَاسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ وغیرہ آیات کی تطبیق پر حضرت علامہ کی تقریر جو میں پہلے نقل کر آیا ہوں، اسی صحبت میں ہوئی تھی۔ اس تمام تشریحِ علوم، تفصیلِ آیات اور مساعیِ علمائے کرام کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

موجودہ دنیا اپنے تمام علم و تہذیب اور صنائع و بدائع سمیت مسلمانوں کی 'مخلوق' ہے۔

میں نے اس لفظ پر ذرا اظہارِ تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا:

'حقیقی خالق بے شک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے علاوہ بھی خالق ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیۂ احسن الخالقین (والتین: ۴) سے ظاہر ہے (خدائے پاک تمام دوسرے خالقوں سے احسن ہے)۔

اس کے بعد فرمایا: ''قرآن سے پہلے کسی ارضی و سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند مقام پر نہیں پہنچایا جس کی قرآن نے اطلاع دی۔ یہ لفظ تم قرآن کے سوا کہیں نہ دیکھو گے۔

سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ٥ آج تک تم جن ارضی و سماوی، مہیب یا مفید ہستیوں کو اپنا معبود سمجھتے رہے ہو، وہ سب اور دیگر تمام کائنات تمھاری خدمت کے لیے خلق کی گئی۔ توحید کا یہ مرتبۂ اعلیٰ، ماسوا سے بے پروا کر دینے والا، یہ انسانی خودی کا حقیقی عرفان، قرآن سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔[۳۳]

محمد حسین عرشی آگے چل کر لکھتے ہیں:

ایک دفعہ اسلام یا مسلم کی تعریف میں ایک بلیغ و عمیق تقریر فرمائی جس کو میں بمشکل سمجھ سکا۔ اس وقت کا دھندلا سا اجمال دماغ میں موجود ہے۔ کچھ ایسا مفہوم تھا کہ انسان صحیح معنوں میں مسلم اس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے فرمائے ہوئے اوامر و نواہی اس کی اپنی 'خواہش' بن جائیں، یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ میں کسی حاکم یا آقا کے حکم و تسلّط کے ماتحت فضائلِ اخلاق و عبادات پر کاربند اور ذمائم و قبائحِ نفس سے مجتنب ہوں، بلکہ یہ چیزیں اس کی اپنی تمنّا بن کر اس کے عمقِ روح سے اُچھلیں۔ قرآن اس کے حق میں ایک تلخ اور شافی دوا نہ رہے بلکہ ایک لذیذ اور زندگی بخش غذا بن جائے، منشائے الٰہی اور فطرتِ انسانی میں مغائرت نہ رہے۔ یہی مطلب ہے فِطۡرَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا کا۔ اس پر تاریخ سے بعض مثالیں بھی دیں جو میں اب بالکل بھول گیا ہوں۔[۳۴]

اسی کتاب ملفوظاتِ اقبال میں سید الطاف حسین کا مضمون بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

''فرمایا: قرآن نے کئی قسم کی جنتیں بیان کی ہیں۔ بعض مادّی ہیں اور بعض روحانی۔ مادی جنتوں کے بیان سے تو آپ واقف ہی ہوں گے، مگر بعض مقامات پر روحانی جنّتوں کا بھی ذکر ہے۔''

میں نے عرض کیا: ''قرآن نے روحانی جنت کی تعریف کس طرح کی ہے؟''

فرمایا: لَا لَغْوٌ فِيهَا وَ لَا تَأْثِيمٌ ○ (الطّور:۲۳)[۳۵]

قرآن پاک سے متعلق دیگر مسائل پر بھی علامہ اقبال کے نظریات کا مطالعہ حسب ذیل واقعات سے کیا جا سکتا ہے:

قرآن اور دیگر مسائل

خواجہ عبدالحمید اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

گول میز کانفرنس کے سلسلے میں انگلستان میں ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو اکابر اور فضلا سے تبادلۂ خیال کا موقع ملا۔ ایک بزرگ نے عیسائی پادریوں کا مشہور اور جھوٹا اعتراض اسلام کے خلاف دہرایا اور پوچھا: ''کیا یہ سچ ہے کہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ عورت کے روح نہیں ہوتی؟''

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: ''کیا روح سے آپ کی مراد وہی شے ہے جو آپ لوگوں کے خیال میں جسم سے بالکل علیحدہ اور مختلف ہوتی ہے؟''

معترض صاحب نے کہا: ''جی ہاں''۔

انھوں نے جواب دیا: ''تو پھر صاحب، اسلام کے مطابق عورت کیا، مرد میں بھی روح نہیں ہے۔''

اس دقیق اور لطیف جواب کو سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے فلسفیانہ مضامین میں اس نظریے پر بہت زور دیا ہے کہ روح اور جسم کی تقسیم قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور یہ پرانے مذاہب اور فلاسفہ کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے مطابق انسان ایک فرد ہے جس میں روحانی اور جسمانی خاصیتیں موجود ہیں۔ لیکن روح اور جسم دو الگ الگ چیزیں موجود نہیں جن سے وہ بنا ہو، یہ روح اور جسم کی ہی غلط تقسیم ہے جس کی وجہ سے بیسیوں ناقابلِ حل مسئلے فلسفۂ مذہب میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت (spiritual and organic being) تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اسی ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے۔ چنانچہ حیات بعد الموت میں انسان کے لیے جو جزا اور سزا مقرر ہے، جس کا ذکر قرآن میں بار بار آتا ہے، وہ روحانی بھی ہے اور

جسمانی بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا جواب میں اس مسئلے کو واضح کیا ہے کہ اسلام کے مطابق روح جسم سے علیحدہ کوئی شے نہیں، اس لیے نہ وہ عورت میں پائی جاتی ہے اور نہ مرد میں۔"[۳۶] اسی مضمون میں خواجہ عبدالحمید آگے چل کر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب کو سفرِ ہسپانیہ میں معلوم ہوا کہ اُس ملک میں قومیت اور وطنیت کی ایک نئی لہر دوڑ رہی تھی۔ ملک میں ایسے نوجوان اور فضلا نکل آئے تھے جو ہفت صد سالہ اسلامی حکومت ہسپانیہ کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے اور اس دور کو اندلس کا بہترین زمانہ کہہ کر یاد کرتے تھے۔

اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ مسجدِ قرطبہ کو کیتھولک چرچ کے مختلف فرقوں سے چھین لیا گیا حالانکہ کئی سو سال سے ان فرقوں نے مسجد کے مختلف حصوں میں اپنی عبادت گاہیں بنالی تھیں۔ وطنیت کی اس تحریک کا چونکہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس لیے مسجد کو محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے حکمتِ الٰہی کی ایک دل پذیر مثال یہ سنائی کہ مسلمانوں کے اخراج کے بعد جب مسجدِ قرطبہ (جو تعمیری جمالیات کے لحاظ سے دنیا کی نادر عمارتوں میں سے ہے) عیسائی راہبوں کے قبضے میں آئی تو انھوں نے آیاتِ قرآنی پر، جو سنہرے حروف میں مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر لکھی ہوئی تھیں، پلستر کرا دیا۔ آج قریباً پانچ چھ سو سال کے بعد جب وہ پلستر محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حکم سے اکھاڑا جاتا ہے تو وہی نقوش اپنی پرانی شان میں دنیا کے سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ میرے ذہن میں نقش ہے کہ: مسجد اور اس کے نقوش کو دیکھ کر جو لذت قرآن اور اسلام کے مفہوم کے متعلق میں نے حاصل کی، وہ بیسیوں تفسیروں سے حاصل نہ کر سکا۔[۳۷]

اوپر گول میز کانفرنس کے سلسلے میں مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیال کا ذکر آچکا ہے، ایک واقعہ قاضی محمد ظریف نے بھی نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

علّامہ اقبال نے گول میز کانفرنس سے واپسی پر فرانس کے مشہور فلسفی برگساں سے ملاقات کی۔ اُسے گنٹھیا کی شکایت تھی، اس لیے پہیوں والی کرسی پر بیٹھا تھا اور نوکر اُس کی کرسی کو ضرورت کے وقت اِدھر اُدھر لے جاتا تھا۔ زمان کے متعلق بات چیت ہوئی تو علّامہ نے برگساں کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی: لَا تَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ الدَّھْرَ ھُوَ اللّٰہُ زمانے کو بُرا نہ کہو۔ بے شک اللہ ہی زمانہ ہے۔

وہ سن کر بے اختیار کرسی سے اچھل پڑا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھنے لگا کہ کیا یہ سچ ہے؟[۳۸]

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

نظریۂ اضافیت اور کوانٹم نظریے (نظریۂ قدریہ) نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات کی ہر شے میں دُوئی پائی جاتی ہے۔ایک ہی شے کہیں ذرّے کے خواص کا اظہار کرتی ہے اور کہیں موج کے خواص کا۔ مادّے اور توانائی میں کوئی اساسی اختلاف نہیں ہے۔اس جدید انکشاف نے مادّیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مادہ پرستوں اور دہریوں کا خدا ہی کی ہستی کے خلاف یہ استدلال تھا کہ ایک غیر مادّی خالق، مادّی اشیا کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔لیکن اب ہم جانتے ہیں کہ مادّے اور توانائی میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے: **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** ، خدا آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔(النور:۳۵)

نظریۂ اضافیت کے اس فلسفیانہ پہلو کی قدر و قیمت اقبال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ وہ خطبات (ص۵۲) میں فرماتے ہیں:

> ....اس طرح ہمیں معلوم ہو گیا کہ قدیم طبیعیات کی مادیت کا سرے سے وجود ہی نہیں۔نظریۂ اضافیت نیچر کی واقعیت کو معدوم نہیں کرتا بلکہ مادے کے متعلق اس تصور کا خاتمہ کرتا ہے کہ مادہ نیچر میں خود بخود پھیلا پڑا ہے۔ اسی تصور نے قدیم طبیعیات کو مادیت کے غار میں دھکیلا تھا۔ جدید اضافیتی طبیعیات میں مادہ کوئی پایدار شے نہیں ہے جس کی خاصیتیں بدل جائیں بلکہ یہ محض ایک باہمی تعلق رکھنے والے واقعات کے نظام کا نام ہے۔

انھی خطبات میں ایک اور جگہ (ص۴۷) اقبال لکھتے ہیں: ”آئن سٹائن نے مادیت پر کاری ضرب لگائی ہے اور اس کے انکشاف نے انسانی خیالات میں ایک وسیع الاثر انقلاب کی بنیادیں رکھی ہیں۔“[۳۹]

کسی معترض نے پروفیسر ظفر احمد صدیقی سے کہا تھا کہ اقبال اس دورِ ترقی میں جنگ کے حامی ہیں۔علامہ اقبال نے اس کے متعلق پروفیسر موصوف کو یوں لکھا:

> میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معیّنہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی دو صورتیں ہیں — محافظانہ اور مصلحانہ — پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے، مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم)۔ دوسری صورت میں جس میں جہاد کا حکم ہے ۲۹:۹ (التوبہ:۲۹) میں بیان ہوئی ہے۔ان آیات کو غور سے پڑھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ چیز جس کو سیموئیل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے، قرآن نے اس کا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے......جمعیت اقوام کی تاریخ یہی ثابت

کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو، امنِ عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ جنگ کی مندرجہ بالا دوصورتوں کے سوا میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا۔ جُوۡعُ الۡاَرۡضِ امپیریلزم کی تسکین کے لیے جنگ کرنا حرام ہے۔ علیٰ ہذا، دین کی اشاعت کے لیے تلوار بھی اٹھانا حرام ہے۔[۴۰]

خطبۂ صدارت مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور ۱۹۳۲ء میں فرمایا تھا:

میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم کے خلاف ہوں، اس لیے کہ مجھے اس تحریک میں مادیت اور الحاد کے جراثیم نظر آ رہے ہیں، اور یہ جراثیم میرے نزدیک دورِ حاضر کی انسانیت کے لیے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہیں۔ اگرچہ حبِ وطن ایک فطری امر ہے، اور اس لیے انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک جُز ہے لیکن جو شے سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ انسان کا مذہب، اس کا کلچر اور اس کی ملّی روایات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لیے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیے اور جن کی خاطر انھیں اپنی جان قربان کرنی چاہیے۔ وہ خطۂ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر اس کی روح وابستہ ہوتی ہے، اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے۔[۴۱]

آل انڈیا ریڈیو (لاہور) کی استدعا پر یکم جنوری ۱۹۳۵ء کو سالِ نو کے موقع پر یہ پیغام دیا تھا:

آج زمان و مکاں کی پہنائیاں سمٹ رہی ہیں اور انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اس تمام ترقی کے باوجود استبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت اور فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدرِ حرّیت اور شرفِ انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ تاریخِ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا.........

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے، اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو نسل و زبان و رنگ سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے اَلۡخَلۡقُ عَیَالُ اللّٰہِ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا اور جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا، اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اخوت، حرّیت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔[۴۲]

مارچ ۱۹۳۸ء میں انھوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:

قدیم الایام سے اقوام، اوطان کی طرف اور اوطان، اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں کیونکہ سب کرۂ ارضی کے اس حصے میں بود و باش

رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہے ....وطن محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے، اس کے لیے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ مگر زمانۂ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ کا اور اسی اعتبار سے ایک سیاسی تصوّر ہے۔ چونکہ اسلام بھی ایک ہیئتِ اجتماعیہ انسانیہ کا قانون ہے اس لیے جب لفظ وطن کو ایک تصوّر کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔[۳۴]

یہاں بے محل نہ ہوگا اگر ہم قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کا مزید ذکر کریں ــــ یعنی علامہ اقبال کے انگریزی خطبے The Reconstruction جو مدراس، حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیے گئے، جناب سیّد نذیر نیازی کی کوشش سے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان خطبات کے دیباچے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

قرآنِ پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ 'فکر' کے بجائے عمل پر زور دیا جائے۔ یوں بھی بعض طبائع میں قدرتاً یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وارداتِ باطن کی اس مخصوص نوع کو جو مذہب کے لیے ایمان و یقین کا آخری سہارا ہے، ویسے ہی اپنے تجربے میں لائیں جیسے زندگی کے دوسرے احوال اور اس کائنات کو جسے ہم اپنے آپ سے بیگانہ پاتے ہیں، اپنے اندر جذب کر لیں۔ رہا عہدِ حاضر کا انسان سواُسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہو گئی ہے جس کا تعلق اشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے، اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشو و نما کے ابتدائی دور میں حمایت کی۔ لہٰذا وہ ان واردات کا اور بھی اہل نہیں رہا بلکہ انھیں شک و شبہے کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ ان میں وہم و التباس کی پوری پوری گنجایش ہے۔ صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوّف نے تو بے شک ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال و واردات کی تشکیل اور راہنمائی میں بڑی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن آگے چل کر ان کی نمایندگی جن حضرات کے حصے میں آئی، وہ عصرِ حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اس لیے وہ موجودہ دنیا کے افکار و تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ وہ آج بھی انھی طریقوں سے کام لے رہے ہیں جو اُن لوگوں کے لیے وضع کیے گئے تھے جن کا تہذیبی مطمحِ نظر بعض اہم پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارے مطمحِ نظر سے بڑا مختلف تھا۔

قرآنِ پاک کا ارشاد ہے: مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۝ (لقمان: ۲۸) اس آیت کا اشارہ جس حیاتی وحدت کی طرف ہے اگر آج اُسے تجربے میں لایا جائے تو کسی ایسے منہاج کی ضرورت ہوگی جو عضویاتی اعتبار سے تو زیادہ سخت یعنی شدید بدنی ریاضت کا طالب نہ ہو مگر نفسیاتی

اعتبار سے اس ذہن کے قریب تر ہو جو گویا محسوس کا خُوگر ہو چکا ہے تاکہ وہ اسے آسانی سے قبول کر لے۔ لیکن پھر جب تک ایسا کوئی منہاج متشکّل نہیں ہو جاتا، یہ مطالبہ کیا غلط ہے کہ مذہب کی بدولت ہمیں جس قسم کا علم حاصل ہوتا ہے، اسے سائنس کی زبان میں سمجھا جائے چنانچہ یہی مطالبہ ہے جسے ان خطبات میں جو مدراس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر مرتب ہوئے، اور مدراس، حیدرآباد اور علی گڑھ میں دیے گئے، میں نے اسلامی روایاتِ فکر علیٰ ہٰذا ان ترقیات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو علمِ انسانی کے مختلف شعبوں میں حال ہی میں رونما ہوئی ہیں، الٰہیاتِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید سے ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں بھی یہ وقت اس طرح کے کسی کام کے لیے بڑا مساعد ہے۔ قدیم طبیعیات نے خود ہی اپنی بنیادوں کی تنقید کرنا شروع کر دی ہے۔ لہٰذا جس قسم کی مادّیت ابتداءً اس کے لیے ناگزیر تھی، بڑی تیزی سے ناپید ہو رہی ہے اور وہ دن دور نہیں کہ مذہب اور سائنس میں ایسی ایسی ہم آہنگیوں کا انکشاف ہو جو سرِ دست ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ بایں ہمہ یاد رکھنا چاہیے کہ فلسفیانہ غور و فکر میں قطعیت کوئی چیز نہیں۔ جیسے جیسے جہانِ علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے لیے نئے نئے راستے کھُل جاتے ہیں کتنے ہی اور، اور شاید ان نظریوں سے جو اِن خطبات میں پیش کیے گئے ہیں، زیادہ بہتر نظریے ہمارے سامنے آتے جائیں گے۔ ہمارا فرض بہرحال یہ ہے کہ فکرِ انسانی کے نشو و نما پر احتیاط سے نظر رکھیں اور اس باب میں آزادی کے ساتھ نقد و تنقید سے کام لیتے رہیں۔

علّامہ اقبال کے ان سات انگریزی خطبات کا مکمل اردو ترجمہ جناب سیّد نذیر نیازی نے کیا ہے اور جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے ان خطبات کا خلاصہ اپنی کتاب فکرِ اقبال میں دیا ہے۔

ان کے عنوانات یہ ہیں:

۱: علم اور روحانی حال و وجدان

۲: مذہبی وجدان کی فلسفیانہ جانچ

۳: تصوّرِ باری تعالیٰ اور دعا کا مفہوم

۴: نفسِ انسانی، مسئلۂ اختیار و بقا

۵: اسلامی ثقافت کی روح

۶: اسلام کی تعمیر میں اصولِ حرکت

۷: روحانی وجدان کی حقیقت کا امکان

علاّمہ لکھتے ہیں:

ان لکچروں [خطبات] کے مخاطب زیادہ تر وہ مسلمان ہیں جو مغربی فلسفے سے متاثر ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فلسفۂ اسلام کو فلسفۂ جدید کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اور اگر پرانے تخیلات میں خامیاں ہیں تو ان کو رفع کیا جائے۔ میرا کام زیادہ تر تعمیری ہے اور اس تعمیر میں میں نے فلسفۂ اسلام کی بہترین روایات کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اردو خواں دنیا کو شاید ان سے فائدہ نہ پہنچے کیونکہ بہت سی باتوں کا علم میں نے فرض کرلیا ہے کہ پڑھنے والے یا سننے والے کو پہلے سے حاصل ہے۔[۴۴]

یہاں بطور ضمیمہ علاّمہ اقبال کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ علاّمہ نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے میونخ یونی ورسٹی (جرمنی) میں اپنا انگریزی مقالہ[۴۵] *The Development of Metaphysics in Persia* پیش کیا تھا۔ اس کا ترجمہ جناب میر حسن الدین صاحب نے حیدر آباد دکن سے ۱۹۳۶ء میں شائع کیا تھا۔ اس مقالے میں چھ[۶] ابواب ہیں:

۱: فلسفۂ ایران —— اسلام سے قبل

۲: یونانی ثنویت

۳: اسلام میں عقلیت کا عروج و زوال

۴: تصوّریت اور حقیقت

۵: تصوّف

۶: مابعد کا ایرانی تفکّر

باب پنجم میں الجیلی کے سلسلے میں علامہ اقبال نے انسانِ کامل سے متعلق بھی بحث کی ہے۔ اقبال نامہ، اوّل کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام جو مکتوب ''سخت کوشی'' سے متعلق ہے اُس میں لکھتے ہیں:

وہ انسانِ کامل کے متعلق میرے تخیل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے خلطِ مبحث کر کے میرے انسانِ کامل اور جرمن مفکّر (نیٹشے) کے فوق الانسان کو ایک ہی چیز فرض کرلیا ہے میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل انسانِ کامل کے متصوّفانہ عقیدے پر قلم اٹھایا تھا۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقائد کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا، نہ اس کی کتابیں میری نظروں سے

گزری تھیں۔ یہ مضمون Indian Anti Query میں شائع ہوا۔ جب ۱۹۰۸ء میں مَیں نے ایرانی الٰہیات پر ایک کتاب لکھی تو اس کتاب میں اس کو شامل کرلیا گیا۔

یہ کتاب (ایرانی الٰہیات) وہی ہے جو میونخ یونی ورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے پیش کی گئی تھی۔

یہ مقالہ گوکہ شروع میں لکھا گیا تھا لیکن اس کا ذکر ضروری تھا کیونکہ علامہ اقبال کے ذہنی ارتقا کی بنیاد یہیں قائم ہوئی تھی۔

❀❀❀

حوالے اور حواشی

۱- اقبال بنام شاد (مرتب: محمد عبداللہ قریشی) بزم اقبال، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷۰۔

۲- حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے علاّمہ اقبال کے عشق کی تفصیل کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ چند اشعار یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیؐ است   آبروئے ما ز نامِ مصطفیؐ است
[ص ۱۹]

قوّتِ قلب و جگر گردد نبیؐ   از خدا محبوب تر گردد نبیؐ
[ص ۱۰۱]

چوں بنامِ مصطفیؐ خوانم درود   از خجالت آب می گردد وجود
[ص ۸۳۳]

در جہانِ ذکر و فکرِ انس و جاں   تو صلوتِ صبح، تو بانگِ اذاں
[ص ۸۴۴]

اقبال نامہ بھی دیکھیں (اول، ص ۳۳۹)۔ رسالہ اسلامی تعلیم (لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۴ء) کے صفحہ ۶ میں ایک غیر مطبوعہ نعت شائع ہوئی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

اے کہ بر دلہا رموزِ عشق آساں کردہ ای
سینہ ہا را از تجلّی یوسفستان کردہ ای

۳- جاوید نامہ، ص ۶۶۹۔
۴- ارمغانِ حجاز، ص ۹۵۵۔
۵- ایضاً، ص ۱۰۲۷۔
۶- اقبال کے پیغام کا متن اور شرح، رسالہ جوہر (جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی) کا ''اقبال نمبر'' جوہرِ اقبال، دسمبر ۱۹۳۸ء۔ ص ۱۹۔۲۱۔
۷- رسالہ اقبال، لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء، ص ۴۹۔
۸- بحوالہ رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۹۔
۹- حکیم محمد حسن قرشی کے بیان سے لے کر یہاں تک پروفیسر محمد طاہر فاروقی کی کتاب سیرتِ اقبال (لاہور ۱۹۶۶ء)، ص ۹۹-۱۰۰ سے لیا گیا ہے۔
امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا۔ عرض کیا کہ تجھ تک پہنچنے کا اقرب طریقہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ قرآن پڑھا کرو۔ پھر عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھا جائے یا بغیر سمجھے بھی؟ جواب ملا کہ دونوں طرح۔
۱۰- چراغ حسن حسرت، (مرتب)، اقبال نامہ، تاج کمپنی لاہور، ت۔ن، ص ۱۸۔
۱۱- رسالہ صحیفہ، اکتوبر ۱۹۷۳ء۔
۱۲- شیخ عطاء اللہ (مرتب)، اقبال نامہ، اول، ص ۳۴۔
۱۳- ایضاً، ص ۴۴-۴۵۔
۱۴- علاّمہ اقبال خطبہ علی گڑھ میں بھی فرماتے ہیں: ''مجھے رہ رہ کر یہ رنج دہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی، اخلاقی اور سیاسی تصوّرات سے نابلد ہے، روحانی طور پر بمنزلہ ایک بے جان لاش کے ہے۔ اور اگر موجودہ صورت حال بیس سال تک اور قائم رہی تو وہ اسلامی روح جو قدیم اسلامی تہذیب کے چند علَم برداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی تک زندہ ہے، ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی۔ وہ لوگ جنھوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز کلامِ مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے، وہ ہمارے مقابلے میں ہماری قوم کی ماہیت و نوعیت سے بہت زیادہ واقف تھے۔ اقبال نامہ میں بھی دینیاتی افکار کی توسیع پر زور دیا ہے۔
۱۵- اقبال کامل، ص ۷۵۔
۱۶- ملفوظات اقبال، مرتب: محمود نظامی، طبع اوّل، ص ۳۹۔
۱۷- اقبالِ کامل، طبع علی گڑھ، ص ۷۶-۷۷۔
۱۸- اقبال نامہ، اول، ص ۳۵۷۔۳۵۸۔
۱۹- ایضاً، ص ۳۶۱۔۳۶۲۔
۲۰- ایضاً، ص ۱۹۹۔
۲۱- اقبال کامل، ص ۱۰۸۔

۲۲- روز گار فقیر اوّل، لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۲۰، ۲۱۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ میں ہے: علامہ اقبال نے کہا:
''مشہور جرمن شاعر گوئٹے کے متعلق ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب اس نے جرمن زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا تو اس نے اپنے بعض دوستوں سے کہا کہ میں یہ کتاب پڑھتا ہوں تو میری روح میرے جسم میں کانپنے لگتی ہے''۔

۲۳- ایضاً، (اول) ص ۸۰، ۸۱۔

۲۴- ایضاً، ص ۹۲، ۹۳۔

۲۵- ایضاً، ص ۱۷۹۔

۲۶- ایضاً، ص ۱۸۳۔

۲۷- ایضاً (دوم)، ص ۱۰۰-۱۰۱۔

۲۸- ایضاً، ص ۱۰۱۔۱۰۲۔

۲۹- ایضاً، ص ۱۵۵۔

۳۰- ایضاً، ص ۱۷۷۔ ان فوائد کے سلسلے میں اسرار خودی سے متعلق پروفیسر نکلسن کی رائے بھی یاد آتی ہے کہ ''مثنوی زبردست آواز ہے جو مسلمانوں کو محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] اور قرآن کی طرف بلاتی ہے۔'' (ایضاً، دوم، ص ۱۶۷)

۳۱- ملفوظاتِ اقبال، ص ۴۴۔۵۲۔

۳۲- اس آیت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں: وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ (النور: ۴۱)۔

۳۳- ملفوظاتِ اقبال، ص ۵۵۔۶۴۔

۳۴- ایضاً، ص ۷۰۔

۳۵- ایضاً، ص ۲۴۷۔ تیسرے انگریزی خطبے میں بھی اس پر بحث ہے۔

۳۶- آثار اقبال (مرتب: غلام دستگیر رشید) حیدرآباد، دکن ۱۹۴۶ء ص ۷۲۔۷۳۔

۳۷- ایضاً، ص ۷۷۔

۳۸- قاضی محمد ظریف، اقبال، قرآن کی روشنی میں۔ لاہور ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۱۔۲۵۲، حاشیے۔

۳۹- محمد رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصوّرِ زمان و مکان۔ لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۸-۱۱۹۔

۴۰- اقبال نامہ، اوّل، مکتوب نمبر ۱۰۳۔ (ص ۲۰۳-۲۰۴) لیکن خواجہ عبدالوحید نے اپنے مضمون، (ملفوظاتِ اقبال، ص ۲۱۱۔۲۱۲) میں لکھا ہے: ''آپ [اقبال] نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن میں مسلمانوں کو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعتِ حق کے پیچھے شمشیر کی حمایت ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ بغیر طاقت کے امر و نہی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ اگر امر و نہی کے فرائض مسلمان ادا کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں تلوار کا ہونا ضروری ہے۔''
پھر اقبال نامہ، (اوّل) کے آخر میں ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک طویل مکتوب میں بھی اس موضوع پر مفصل

بحث آتی ہے۔

۴۱- مولانا ابوالحسن ندوی، نقوشِ اقبال، کراچی ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۱۔

۴۲- ایضاً، ص ۲۸۰۔

۴۳- ایضاً، ص ۲۸۱۔

۴۴- اقبال نامہ (اول) ص ۲۱۰۔

۴۵- علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ اس یونی ورسٹی نے مجھے انگریزی میں مقالہ لکھنے کی اجازت دے دی تھی اور وہاں کے قیام سے بھی مستثنیٰ کر دیا تھا۔ البتہ زبانی امتحان کے لیے تھوڑی سی جرمن سیکھ لی تھی ـــــ دیکھیں: اقبال نامہ (دوم)، ص ۲۲۸۔۲۲۹۔

❁❁❁

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ

اسرار و رموز

اسرارِ خودی ــــــــ پہلی اشاعت، ۱۹۱۵ء

رموزِ بے خودی ــــــــ پہلی اشاعت، ۱۹۱۸ء

[شاعری سے] مقصود صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔

(اقبال نامہ، اول ص ۱۰۸)

جو خیالات میں نے ان مثنویوں میں ظاہر کیے ہیں، ان کو برابر ۱۹۰۷ء سے ظاہر کر رہا ہوں۔

(ایضاً، ص ۱۰۸)

دونوں کتابیں ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں ....میں نے مسئلہ خودی کے صرف اس پہلو (اخلاقی اور مابعد الطبیعی) کو نمایاں کیا ہے جس کا جاننا اس زمانے کے ہندی مسلمانوں کو میرے خیال میں ضروری ہے اور جس کو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ خودی کے متعلق تصوف کے جو دقیق مسائل ہیں ان سے میں نے اعراض کیا ہے۔ (ایضاً، دوم، ص ۲۳۹)

عجمی تصوّف سے لٹریچر میں دل فریبی اور حسن و چمک پیدا ہوتا ہے مگر ایسا کہ طبائع کو پست کرنے والا ہے۔ اسلامی تصوّف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اس قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے۔ میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر تمام ممالکِ اسلامیہ میں قابلِ اصلاح ہے۔ Pessimistic Literature قنوطی ادب کبھی زندہ نہیں رہ سکا۔ قوم کی زندگی کے لیے اس کا اور اس کے لٹریچر کا Optimistic رجائی ہونا ضروری ہے۔ اسرارِ خودی میں حافظ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو خارج کر کے اور اشعار لکھے ہیں جن کا عنوان یہ ہے:

''در حقیقتِ شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ'' (ایضاً، ص ۵۶)

غلام قوم مادیّات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس

اور روحِ انسانی کا ترفّع ہے.......خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔ بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔

(ایضاً، اوّل، ص ۲۰۱۔۲۰۳)

حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات و تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے، اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپروا ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے۔

(ایضاً، دوم، ص ۲۰۱۔۲۰۳)

❁❁❁

اسرارِ خودی

نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم　　　من نوائے شاعرِ فرداستم

[ص٦]

اس مثنوی کی قرآنی تلمیحات کی نشان دہی خود علامہ اقبال نے حاشیوں میں کردی ہے۔ یہاں وہ آیات پوری کی پوری لکھی جاتی ہیں تاکہ مزید وضاحت ہو سکے۔ قرآنی مضامین سے متعلق بھی حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن کا ذکر اُن حاشیوں میں نہیں ہے:

عصرِ من دانندۂ اسرار نیست　　　یوسفِ من بہرِ ایں بازار نیست

[ص٦]

یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا واقعہ سورۂ یوسف میں اس طرح آتا ہے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ○ (یوسف:٢٠)

اور بھائیوں نے اسے (یوسف علیہ السلام کو) تھوڑی سی قیمت پر، گنتی کے چند روپیوں میں بیچ ڈالا۔

نا امید استم ز یارانِ قدیم　　　طُورِ من سوزد کہ مے آید کلیم

[ص٧]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ (القصص:٢٩)

پھر جب موسیٰؑ نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے، طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنی اہلیہ سے کہا تم ٹھہرو، مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے، شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمھارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است　　　ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

[ص۱۲]

روز گارِ فقیر میں وحید الدین نے پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے حوالے سے لفظ خودی کے لیے قرآنی آیت خود علاّ مہ اقبال کی زبانی نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت استحکامِ خودی پر دال ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۚ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (المآئدہ: ۱۰۵)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو۔ تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کر دے گا (تا کہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)[۱]

اسی شعر کے ذیل میں دوسرے اشعار ہیں: مثلاً

خویشتن را چوں خودی بیدار کرد　　　آشکارا عالمِ پندار کرد
صد جہاں پوشیدہ اندر ذاتِ اُو　　　غیر او پیداست از اثباتِ اُو

می کشد از قوتِ بازوے خویش　　　تاشود آگاہ از نیروے خویش
خود فریبی ہائے او عینِ حیات　　　ہمچو گل از خون وضو عینِ حیات

[ص۱۳]

خودی سے متعلق تفصیل خود علاّ مہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمایش پر مرتب کی تھی اور اپنے فلسفے کا ایک اجمالی خاکہ تیار کیا تھا جو ڈاکٹر موصوف نے اسرارِ خودی کے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کیا۔

شعلہ ہائے او صد ابراہیمؑ سوخت　　　تا چراغِ یک محمدؐ بر فروخت

[ص۱۳]

سورۃ الانبیاء کی آیات ۵۱ سے ۷۰ میں ابراہیم علیہ السلام کے واقعات ترتیب کے ساتھ آتے ہیں۔

قَالُوْا حَرِّقُوْہُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِھَتَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ٥ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ٥ (الانبیآء: ۶۸، ۶۹)	”وہ بولے کہ اس (ابراہیمؑ) کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمھیں کرنا ہے، ہم نے فرمایا، اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیمؑ پر۔

ع تا چراغ یک محمدؐ بر فروخت

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ''تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین'' کہا گیا ہے۔

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ (الحج: ۷۸) تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین

علّامہ اقبال لکھتے ہیں کہ، میرے والد نے فرمایا:

انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ ''محمدؐ'' مکمل ہو گیا اور ہر بابِ نبوت بند ہو گیا۔[۲]

شعلۂ خود در شرر تقسیم کرد جز پرستی عقل را تعلیم کرد

[ص ۱۴]

ہر چیز میں نمو کی قوت رکھی گئی اور یہی اس کی زندگی کی دلیل ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ (یٰسین: ۳۶)

پاکی ہے اسے جس نے سب کے جوڑے بنائے، اُن سے جنھیں زمین اُگاتی ہے اور خود اُن کی جانوں سے اور ان چیزوں سے جن کی انھیں خبر نہیں (یہ جوڑے ہر چیز کی نمو کے لیے ہیں)۔

عقل کی جز پرستی کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ○ (المومن: ۸۳)

پس جب ان (منکروں) کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ لوگ اسی پر خوش رہے جو اُن کے پاس (ناقص عقل والا) علم تھا۔

زندگانی را بقا از مدعاست کاروانش را درا از مدعاست

[ص ۱۵]

وہ زندگی بے کار ہے جس میں آرزو نہ ہو۔ ہمت اور استقلال کے ساتھ زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۝ (لقمان:۱۷) اور استقلال اختیار کر اس پر جو افتاد تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ (آل عمران:۱۳۹) اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

طاقتِ پرواز بخشد خاک را خضر باشد موسیِ ادراک را
[ص۱۶]

یہی آرزو انسان کو زندگی بخشتی ہے اور علم و ادراک کی رہنما بن جاتی ہے۔

لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ۝ (طٰہٰ:۶۸) خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی (برتر) غالب رہے گا۔

موسیٰ علیہ السّلام اور خضر علیہ السّلام کا واقعہ سورۃ الکہف (آیات ۶۵۔۸۲) میں آتا ہے۔

علم و فن از پیش خیزانِ حیات علم و فن از خانہ زادانِ حیات!
[ص۱۷]

قرآن میں حصول علم کے لیے مختلف مقامات پر یوں دعا سکھائی گئی ہے (کیونکہ زندگی کے لیے ضروری ہے)۔

رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ۝ (طٰہٰ:۱۱۴) اے ربّ، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔

مَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ؕ ۝ (البقرة:۲۶۹) جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اسے دولتِ کثیر دی گئی۔

آں کہ بر اعدا درِ رحمت کشاد مکہ را پیغامِ لا تثریب داد
[ص۲۰]

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ـــــ لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ ؕ (یوسف:۹۲) (آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں) کہہ کر معاف کر دیا تھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی الفاظ کہہ کر فتحِ مکہ کے موقع پر سب دشمنوں کو یک لخت معاف فرما دیا تھا۔

محکم از حق شو سوئے خود گام زن ‏‏ لات و عزّائے ہوس را سر شکن!
[ص۲۲]

لات، عزّیٰ اور منات تینوں بت کعبے کے اندر رکھے ہوئے تھے:

اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰی ۝ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی ۝ (النجم: ۱۹۔۲۰) ‏‏ بھلا تم دیکھو تو لات اور عزٰی کو اور منات تیسرے پچھلے کو۔

تا خداے کعبہ بنوازد ترا ‏‏ شرح انی جاعلٌ سازد ترا
[ص۲۲]

قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (البقرۃ:۳۰) ‏‏ کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے، کیا تُو رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور بہائے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

پنجۂ اُو پنجۂ حق می شود ‏‏ ماہ از انگشتِ اُو شق می شود
[ص۲۵]

یہ معجزۂ شقّ القمر کی طرف اشارہ ہے:

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝ (القمر:۱) ‏‏ پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہلِ مکہ کی درخواست پر چاند شق کر کے دکھایا اور یہ واقعہ باہر والوں نے بھی مشاہدہ کیا۔[۳]

نعرہ زد اے قوم ''کذّابٌ اشر'' ‏‏ بے خبر از ''یومَ نَحسٌ مُّستَمِرٌ''
[ص۲۹]

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ ۝ (القمر:۱۹) ‏‏ بے شک ہم نے ان پر (قومِ عاد پر) ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی

نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔

مزید ارشاد ہے:

ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ○ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ○ (القمر: ۲۵-۲۶)

(قوم ثمود نے کہا) کیا ہم سب میں سے اس پر ذِکر اتارا گیا۔ بلکہ یہ سخت جھوٹا بڑائی مارنے والا ہے (وہ) بہت جلد کل جان جائیں گے، کون تھا بڑا جُھوٹا بڑائی مارنے والا۔

راہبِ دیرینہ افلاطوں حکیم   از گروہِ گوسفندانِ قدیم

[ص۳۲]

گفت سرِّ زندگی در مردن است   شمع را صد جلوہ از افسردن است

[ص۳۲]

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اعتراف کیا کہ انسان کو اشیائے کائنات کا علم حاصل تو ہوسکتا ہے لیکن محض کلیّات (General ideas) تصّورات (Concepts) اور عالمگیر صداقتوں (Universal truths) کے ذریعے سے، لیکن چونکہ یہ اشیا ہر وقت تغیّر پذیر رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں (صرف اعیان (Ideas) کا علم حقیقی ہوسکتا ہے)۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ گویا افلاطون نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اس فلسفے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہوئی جس کی اقبال نے سخت مذمّت کی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ○ (البقرۃ: ۲۹)

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے تو اُسے اس کا برتنا بھی ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جائز نہیں۔

افلاطون کے مذکورہ بالا خیالات نے اوحدی، بابا فغانی اور محمود شبستری جیسے صوفیہ کو بھی متاثر کیا اور انھوں نے نفی خودی کے راگ الاپے۔ اسی کا ذکر اقبال نے اس طرح کیا ہے:

قومہا از سکرِ او مسموم گشت خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت

زندگی، مضمونِ تسخیر است و بس آرزو افسونِ تسخیر است و بس

[ص ۳۴]

انسانی زندگی کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے اللہ پاک نے قرآن حکیم میں یہاں تک فرمایا ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ: ۱۳)

اور مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کا سب۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں اللہ پاک نے انسان کو بشارت دی ہے کہ وہ سب کچھ پر، جو آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے، قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح انسانی زندگی کی تمام صلاحیتیں بیدار کی گئی ہیں۔

ہر چہ باشد خوب و زیبا و جمیل در بیابانِ طلب ما را دلیل

[ص ۳۵]

قرآن حکیم میں یوں ارشاد ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ○ (الکھف: ۷)

بے شک ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق تا کہ جانچیں لوگوں کو کہ کون ان میں اچھا کرتا ہے کام۔

وائے قومے کز اجل گیرد برات شاعرش وا بوسد از ذوقِ حیات

[ص ۳۶]

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُہُمُ الۡغَاوٗنَ ؕ اَلَمۡ تَرَ اَنَّہُمۡ فِیۡ کُلِّ وَادٍ یَّہِیۡمُوۡنَ وَ اَنَّہُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا یَفۡعَلُوۡنَ ○ (الشعراء: ۲۲۴-۲۲۶)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔

علامہ نے بھی بے عمل اور قوم کو بے عمل بنانے والے شاعروں کی مذمت کی ہے۔

تو ہم از بارِ فرائض سرمتاب بر خوری از عندہٗ حسن المآب
[ص ۴۱]

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ	رجھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبّت پر، عورتیں
وَالْبَنِیْنَ وَ الْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ	اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے
وَ الْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ	اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور
وَ الْحَرْثِ ط ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج	مویشی اور کھیتی۔ یہ متاع ہے دنیا کی زندگی میں،
وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○	اور اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

(آل عمران:۱۴)

امتزاجِ ماء وطین تن پروراست کشتۂ فحشا ہلاکِ منکر است
[ص ۴۲]

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ وَبَدَاَ خَلْقَ	وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور پیدائشِ
الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ	انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی پھر اس کی سے۔

یہ پہلے مصرعے کی تلمیح تھی۔ اس کے دوسرے مصرعے کی تلمیح ملاحظہ ہو:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ	بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری
وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ	بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے
مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۵)	بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اسی تلمیح سے متعلق یہ شعر بھی ہے:

در کفِ مسلم مثالِ خنجر است قاتلِ فحشا و بغی و منکر است
[ص ۴۳]

اعصائے لا الٰہ داری بدست ہر طلسم خوف را خواہی شکست
[ص ۴۴]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا	سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں نہ ڈر ہے
ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (یونس:۶۲)	اُن پر اور نہ وہ غم کھائیں۔

اقبال نے کہا:

می کند از ما سویٰ قطعِ نظر　　　می نہد ساطور بر حلقِ پسر

[ص۴۳]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کے حلق پر چھُری رکھی۔ اس کی طرف قرآنِ حکیم میں یوں ارشاد ہوا:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّہٗ لِلۡجَبِیۡنِ○ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳)	پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا (ابراہیم علیہ السلام نے) اس کو ماتھے کے بل۔

طاعتے　سرمایۂ　جمعیتے　　ربطِ　اوراقِ　کتابِ　ملّتے

[ص۴۳]

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ وَاصۡبِرُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ○ (الانفال: ۴۶)	اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور آپس میں نہ جھگڑو (ورنہ) پھر کمزور ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمھاری ہوا، اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اقبال فرماتے ہیں:

دل ز حتّٰی تنفقوا محکم کند　　　زر فزاید اُلفتِ زر کم کند

[ص۴۳]

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ۵ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ○ (آل عمران: ۹۲)	ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو اُس میں سے جس سے تم محبت رکھتے ہو اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے۔

اسرار و رموز کا ایک اور شعر:

تا جہاں باشد جہاں آرا شوی　　　تاجدارِ ملکِ لا یبلیٰ شوی

[ص۴۴]

فَوَسۡوَسَ اِلَیۡہِ الشَّیۡطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ ھَلۡ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الۡخُلۡدِ وَ مُلۡکٍ لَّا	پھر جی میں ڈالا اُس کے شیطان نے، کہا، اے آدم، میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا جینے کا اور

یَبْلٰی○ (طٰہٰ:۱۲۰) بادشاہی جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رہے۔

اقبال کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است برعناصر حکمراں بودن خوش است
[ص۴۴]

نائبِ حق (خلیفۃ اللہ) کے متعلق صفحہ ۲۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو:

از رموزِ جزو و کل آگہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود
[ص۴۴]

قرآن میں ارشاد ہوا:

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ○ (الرعد:۲۱)
اور وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے امر کیا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا۔

اور اس آیت کی تلمیح بھی ہوسکتی ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ○ (الحج:۴۱)
وہ کہ اگر ہم اُن کو مقدور دیں ملک میں، کھڑی کریں نماز اور دیں زکوٰۃ اور امر کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرے کام سے اور اللہ کے اختیار ہے آخر ہر کام کا۔

اسی تسلسل میں اقبال فرماتے ہیں:

نوعِ انساں را بشیر و ہم نذیر ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر
[ص۴۵]

فَقَدْ جَآءَ کُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○ (المائدہ:۱۹)
سو آچکا تھا تمھارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (البقرۃ:۱۱۹)
اور ہم نے آپ کو بھیجا حق بات لے کر، خوشی اور ڈر سنانے کو۔

دوسرے مصرعے کا تعلق سورۃ والصّٰفّٰت (آیت ۱۷۳) سے ہوسکتا ہے:

وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ۝ (والصّٰفّٰت: ۱۷۳) | اور بے شک ہمارا لشکر (اہل ایمان) ہی غالب آئے گا۔

سورۃ الانفال کی آیت ۶۰ بھی جنگی طاقت سے متعلق ہے۔

مدعائے علم الاسما ستے سرّ سُبحان الذّی اسرا ستے
[ص۴۵]

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ البقرہ کی آیت ۳۱ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا۝ (البقرة:۳۱) | اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے۔

دوسرے مصرعے میں سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کا اشارہ ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ۝(بنی اسرائیل:۱) | پاکی ہے اسے جو اپنے بندے (حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم نے اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

از عصا دستِ سفیدش محکم است قدرتِ کامل بعلمش تُوام است
[ص۴۵]

موسیٰ علیہ السّلام کے عصا کا ذکر سورۃ طٰہٰ میں ہے اور ''دستِ سفید'' (ید بیضا) کی تلمیح بھی اسی سورہ میں ہے:

وَاضۡمُمۡ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَةً اُخۡرٰی۝ (طٰه:۲۲) | (فرمایا اللہ پاک نے) اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا، خوب سفید نکلے گا بے کسی مرض کے۔

خشک سازد ہیبتِ او نیل را می برد از مصر اسرائیل را
[ص۴۵]

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واقعے کا قرآنِ حکیم میں یوں بیان ہوا ہے:

وَلَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۙ۬ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَہُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّ لَا تَخۡشٰی (طٰہٰ:۷۷)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں سوکھا راستہ نکال دے، تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آ لے اور نہ خطرہ۔

اسرارو رموز کا ایک اور شعر:

از قمِ او خیزد اندر گورِ تن مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن

[ص ۴۵]

قرآن میں ارشاد ہوا:

وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ (المائدہ:۱۱۰)

اور جب (عیسیٰ علیہ السّلام) کھڑا کر دیتا مُردوں کو میرے حکم سے۔

مذکورہ بالا شعر کے بعد علاّمہ کا ایک دوسرا شعر:

ذاتِ اُو توجیہِ ذاتِ عالم است از جلالِ اُو نجاتِ عالم است

[ص ۴۵]

اکثر صوفیہ نے ایک قول کو، جس کو امام غزالی اور ابنِ عربی نے بھی نقل کیا ہے، حدیثِ قدسی کہا ہے:
کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف ○ لیکن اگر یہ قول صوفیہ ہی کا ہے تب بھی سورۃ الذاریات کی ایک آیت اسی کی توجیہ کرتی ہے کہ:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ○ (الذاریات:۵۶)

اور میں نے نہیں پیدا کیے جنّ اور انسان مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔

گویا انسان کی ذات اللہ کی عبادت (اور معرفت) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اللہ کے نیک بندوں ہی کے لیے نجات ہے:

ثُمَّ نُنَجِّیۡ رُسُلَنَا وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کَذٰلِکَ ۚ حَقًّا عَلَیۡنَا نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○ (یونس:۱۰۳)

پھر ہم اسی طرح بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے ذمہ ہمارا ہے بچا دیں

گے ایمان والوں کو۔

علّامہ اسرار خودی میں فرماتے ہیں:

مرسلِ حق کرد نامش بُو تراب حق یداللہ خواند در اُم الکتاب

[ص ۴۷]

دوسرے مصرعے میں سورۃ الفتح کی آیت کی تلمیح ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ (الفتح:۱۰)

بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ (ہی) سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ بھی کہا گیا ہے۔

آزماید صاحبِ قلبِ سلیم زورِ خود را از مہمات عظیم

[ص ۴۹]

قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں مکمل تشریح بیان ہوتی ہے:

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ۙ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؕ (الشعراء:۸۸-۸۹)

جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال نہ بیٹے، مگر جو آیا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے ساتھ یہ آیتیں ہیں۔

از رموزِ زندگی آگاہ شو ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو

[ص ۵۱]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ (الاحزاب:۷۲)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

مذکورہ بالا شعر کے تسلسل میں ایک اور شعر:

چشم و گوش ولب کشا اے ہوشمند گر نہ بینی راہِ حق بر من بخند

[ص۵۱]

دراصل صوفیہ کے اس شعر میں ترمیم کی گئی ہے:

چشم و گوش ولب ببند اے ہوشمند گر نہ بینی راہِ حق بر من بخند

یعنی غیر اللہ سے آنکھ، کان اور لب کو بند کر لینے سے اسرارِ الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں نظم کیا ہے:

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند تا رسد فکر تو بر چرخِ بلند

[ص۳۰]

تا کجا خود را شماری ماء و طیں از گلِ خود شعلۂ طور آفریں

[ص۵۲]

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (المومنون: ۱۲۔۱۳)	اور ہم نے بنایا ہے آدمی چُنی ہوئی مٹی سے، پھر رکھا اس کو بوند کر کے ایک جمے ٹھہراؤ میں..........

گفت باالماس در معدن زغال اے امینِ جلوہ ہائے لازوال

[ص۵۶]

قرآن حکیم کی ایک آیت اس طرح شروع ہوتی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ (النور: ۳۵)	اللہ پاک آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

قلب را از صبغة اللہ رنگ دہ عشق را ناموس و نام و ننگ دہ

[ص۶۲]

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ: ۱۳۸)	ہم نے لیا رنگ اللہ کا، اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر؟ اور ہم اسی کی بندگی پر ہیں۔

خیمہ در میدانِ الّا اللہ زدست | در جہاں شاهد علی الناس آمدست
[ص۶۲]

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَھِیۡدًا ؕ (البقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امّتِ معتدل، کہ تم ہو بتانے والے لوگوں پر اور رسول ہو تم پر بتانے والا۔

سورہ حج میں ارشاد ہوا:

وَ جَاھِدُوۡا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ؕ ھُوَ اجۡتَبٰکُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰھِیۡمَ ؕ ھُوَسَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ھٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَھِیۡدًا عَلَیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚ ۖ (الحج: ۷۸)

اور جہاد کرو اللہ کے واسطے جو اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمھارے باپ ابراہیم کا۔ اس نے نام رکھا تمھارا مسلمان (حکم بردار) پہلے سے اور اس قرآن مجید میں، تا کہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔

صلح شر گردد چو مقصود است غیر | گر خدا باشد غرض، جنگ است خیر
[ص۶۳]

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَ ھُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَھُوۡا شَیۡئًا وَّ ھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝ (البقرۃ:۲۱۶)

حکم ہوا تم پر جنگ کا اور وہ بُری لگتی ہے تم کو اور شاید تم کو بُری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمھارے لیے۔ اور شاید تم کو اچھی لگے ایک چیز اور وہ بُری ہو تمھارے لیے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَنَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ وَ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ۝ (الانبیاء:۳۵)

اور ہم تم کو جانچتے ہیں شر سے اور خیر سے، آزمانے کو اور تم ہماری طرف پھر آؤ گے۔

از ہوس آتش بجاں افروختے تیغ را ھل من مزید آموختے
[ص۶۳]

ھل من مزید (کچھ اور بھی) یہاں بطور محاورہ مستعمل ہے:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍO (ق:۳۰)	جس دن ہم کہیں دوزخ کو، تو بھر چکی ہے؟ اور وہ بولے گی، کچھ اور بھیجے۔

علمِ مسلم کامل از سوزِ دل است معنیِ اسلام ترکِ آفل است
[ص۶۷]

سورۃ الانعام کی آیات ۷۶ سے ۸۲ تک میں ابراہیم علیہ السلام کے اُن واقعات کا ذکر ہے جب کہ آپ نے تارے، چاند اور سورج کے چھُپنے پر ان سے قطع نظر کر کے اللہ پاک تک پہنچے کی ہدایت حاصل کی۔ آیت ۷۶ میں لا اُحب الاٰفلین (مجھے خوش نہیں آتے چھپ جانے والے) مذکورہ واقعات کے سلسلے میں ہے۔

چوں ز بندِ آفل ابراہیم رُست درمیانِ شعلہ ہا نیکو نشست
[ص۶۸]

جب ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے بیزاری اختیار کی تو اُن بت والوں نے اُن کو آگ میں پھینک دیا۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَO قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَO (الانبیاء:۶۸۔۶۹)	بولے، اس کو جلادو اور مدد کرو اپنے ٹھاکروں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈک ہو جا اور آرام ابراہیم پر۔

اے امینِ حکمتِ اُمّ الکتاب! وحدتِ گم گشتۂ خود بازیاب
[ص۶۹]

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِى	اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول اُنھی میں کا۔ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور وہ پہلے

ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍo (آل عمران:۱۶۴) سے صریح گمراہ تھے۔

اس سلسلے میں سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ بھی دیکھیں۔

حرفِ اقرأ حق بما تعلیم کرد رزقِ خویش از دستِ ما تقسیم کرد

[ص ۷۴]

اور سب سے پہلی وحی اس طرح شروع ہوتی ہے:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚo (العلق:۱) پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے تخلیق فرمائی۔

در دل حق سرّ مکنونیم ما وارثِ موسیٰ و ہارونیم ما

[ص ۷۵]

حق کی بات رکھنے والے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) بھی تھے۔

قرآن میں ارشاد ہوا:

وَلَقَدۡ قَالَ لَہُمۡ ہٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ یٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِہٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ وَ اَطِیۡعُوۡۤا اَمۡرِیۡo (طٰہٰ:۹۰) اور کہا تھا ان کو ہارون نے پہلے سے، اے قوم اور کچھ نہیں، تم کو بہکا دیا گیا ہے اس پر۔ اور تمھارا رب رحمٰن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو میری بات۔

آیتے بنمازِ آیاتِ مبیں تا شود اعناقِ اعدا خاضعیں!

[ص ۷۶]

اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَo (الشعراء:۴) اگر ہم چاہیں، اتاریں اُن پر آسمان سے ایک نشانی، پھر رہ جائیں اُن کی گردنیں اُس کے آگے نیچی۔

رشتۂ وحدت چو قوم از دست داد صد گرہ بر روئے کارِ ما فتاد

[ص ۷۶]

وَ اِنَّ ہٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ اَنَا رَبُّکُمۡ اور یہ لوگ ہیں تمھارے دین کے، سب

فَاتَّقُوۡنِ○ (المومنون: ۵۲) ایک دین پر اور میں ہوں تمھارا رب، سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

اس کے بعد ہے کہ پھر آپس میں پھوٹ ڈال لی۔

سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۳، سورۃ الانبیاء آیت ۹۲، اور سورۃ یونس آیت ۱۹ میں بھی ایسا مضمون آتا ہے۔

سازم از مشتِ گِلِ خود پیکرش   هم صنم او را شوم هم آزرش
[ص ۷۸]

اشارہ ہے ابراہیم علیہ السلام کے والد کی بُت پرستی کا:

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ○ (الانعام: ۷۴) اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو، تو کیا پکڑتا ہے مُورتوں کو خدا؟ میں دیکھتا ہوں تُو اور تیری قوم صریح بہکے ہوئی۔

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱۔ فقیر وحید الدین، روزگارِ فقیر، اوّل: ص ۱۷۹۔

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

جہاں جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد تشخص ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ (رسالہ صحیفہ، لاہور۔ بابت اکتوبر ۱۹۷۳ء ص ۱۷۳)۔

۲۔ بحوالہ رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد اگست ۱۹۷۶ء ص ۱۱۹۔

۳۔ صفحہ ۲۹ کا شعر ہے:

پختہ چوں گردد جنونِ انتقام   فتنہ اندیشی کند عقلِ غلام
[ص ۲۹]

سورۃ البقرہ کی آیت ۴۹ سے اس شعر کا مضمون ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیں تفسیر مولانا محمود حسن۔

❁❁❁

رموزِ بےخودی

رموزِ بے خودی

اے ترا حق خاتمِ اقوام کرد　　　بر تو ہر آغاز را انجام کرد

[ص۸۱]

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (الاحزاب:۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) باپ نہیں کسی کے تمھارے مَردوں میں سے، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور مُہر سب نبیوں پر۔ اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب نبیوں پر مُہر ہیں۔ گویا آخری نبی ہیں اور اس طرح اُنؐ کی امت بھی آخری ہے۔

سورۃ البقرہ (آیت۱۴۳) میں اس اُمت کو اُمةً وَّسَطًا (معتدل اُمت) اور سورۂ آل عمران (آیت۱۱۰) میں خَیْرَ اُمَّةٍ (سب اُمتوں سے بہتر) کہا گیا ہے۔

سخت کوشم مثلِ خنجر در جہاں　　　آبِ خود می گیرم از سنگِ گراں

[ص۸۲]

مکرر ارشاد ہے کہ:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (الانشراح:۵-۶)

پس البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (الرعد:۱۱)

بے شک اللہ پاک نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ خود اپنے کو نہ بدلے۔

فرد و قوم آئینۂ یک دیگراند سلک و گوہر، کہکشاں و اختراند
[ص ٨٦]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المؤمن مراۃ المؤمن ایک مومن، دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔

اور اسی شعر کے بعد یہ شعر آتا ہے،

فرد می گیرد ز ملّت احترام ملّت از افراد می یابد نظام
[ص ٨٦]

سورۃ العصر میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کی تعلیم ہے اور پھر جماعت کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ حق اور صبر کی تلقین ہے:

وَالْعَصْرِ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○
(العصر: ١-٣)

زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو کہ بے شک انسان پر خسارہ ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقیّد کیا حق (دین) کا اور آپس میں وصیت کی صبر کی۔

سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں بھی صبر، رابطہ اور تقویٰ کا حکم ہے:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○
(آل عمران: ٢٠٠)

اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے، شاید تم مراد کو پہنچو۔

ایسے ایمان والوں کے لیے سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰھًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا○
(الکہف: ١٤)

اور گرہ دی اُن کے دلوں پر (ثابت قدم رکھا ان کو) جب کھڑے ہوئے۔ پھر بولے ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا ہے۔ نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی معبود کو۔ (اگر ایسا ہو تو) ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ○ (الصَّفّ: ۴)

بے شک، اللہ چاہتا ہے ان کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

عزم اور ثابت قدمی کے لیے حکم ہے:

فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ○ (آل عمران:۱۵۹)

پس جب عزم کر لو تو پھر اللہ پر بھروسا رکھو۔

بہر حال اجتماعی زندگی کے لیے اعتصام اور مضبوطی پکڑنے کا حکم کئی جگہ ہے۔ مثلاً::

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا○ۖ (آل عمران: ۱۰۳)

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت ڈالو۔

وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰیۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِۖ (المائدہ: ۲)

باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں۔

سورۂ محمدؐ میں مسلمان قوم کی جماعت کے لیے اس طرح بشارت بھی ہے:

یٰۤاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ○ (محمد:۷)

اے ایمان والو۔ اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔

اہلِ حق را رمزِ توحید ازبر است ۔۔۔ در اٰتی الرّحمٰن عَبداً مضمر است

[ص۹۱]

اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا○ (مریم: ۹۳)

کوئی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر۔

اسی آیت کی تلمیح اس شعر میں بھی ہے:

چوں مقامِ عبدہٗ محکم شود ۔۔۔ کاسۂ دریوزہ جامِ جم شود

[ص۹۲]

لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما[۱]
[ص۹۲]

اس سلسلے کی بہت سی آیات ہیں۔ مثلاً

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ٭ۖ وَّ مَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَھَّارُ ۚ ﴿۶۵﴾ (ص:۶۵)	آپ فرما دیں کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا۔

ما مُسلمانیم و اولادِ خلیلؑ از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل
[ص۹۳]

مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ (الحج: ۷۸)	دین تمھارے باپ ابراہیمؑ کا۔ اس نے نام رکھا تمھارا مسلمان۔

ما ز نعمتہائے او اخوان شدیم یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم
[ص۹۳]

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ (آل عمران: ۱۰۳)	اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی اور پھوٹ مت ڈالو اور یاد کرو نعمت اللہ کی اپنے اوپر۔ جب تھے تم آپس میں دشمن۔ پھر الفت دی تمھارے دلوں میں۔ اب ہوگئے اس کی نعمت سے بھائی۔

مرگ را ساماں ز قطعِ آرزوست زندگانی محکم از لا تقنطوا است
[ص۹۴]

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ (الزمر:۵۳)	آپ فرما دیں اے میرے بندو! جنھوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، نہ آس توڑو اللہ کی رحمت سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ اور وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَO (الحجرات:۵۶)

(ابراہیمؑ نے) کہا، اورکون آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو راہ بھُولے ہیں۔

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر
از نبیؐ تعلیمِ 'لا تحزن' بگیر
[ص۹۵]

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO (التوبہ:۴۰)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسولؐ کی، تو ان کی مدد کی ہے اللہ نے، جس وقت ان کو نکالا کافروں نے دو جان سے۔ جب دونوں تھے غار میں۔ جب وہ (رسولؐ) کہنے لگے اپنے رفیق (حضرت ابوبکرؓ) کو، تُو غم نہ کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اُن پر اور مدد کو ان کی بھیجیں وہ فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی۔ اور اللہ کی بات ہمیشہ اُوپر ہے۔ اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

گر خدا داری ز غم آزاد شو
از خیالِ بیش و کم آزاد شو
[ص۹۵]

اللہ پاک نے کس خوبی سے تسلی دی ہے کہ

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (الزمر: ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

قوتِ ایماں حیات افزایدت
وردِ 'لا خوفٌ علیهم' بایدت
[ص۹۵]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

سن رکھو، جو لوگ اللہ کی طرف ہیں، نہ ڈر

هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ (یونس: ۶۲) ہے ان پر اور نہ غم کھائیں گے۔

اسی مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔

چوں کلیمے سوئے فرعونے رود قلبِ او از 'لا تخف' محکم شود

[ص۹۵]

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ق (طٰہٰ: ۶۸) ہم نے کہا، تُو نہ ڈر۔ بے شک تُو ہی رہے گا اوپر۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ○ (البقرۃ: ۱۵۰) پس اُن سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔

ہر کہ رمزِ مصطفیٰؐ فہمیدہ است شرک را در خوف مضمر دیدہ است

[ص۹۶]

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ (الاحقاف: ۱۳) بے شک جنھوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے، پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْکَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِیْ يُغْشٰی عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ج فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ط اُولٰٓئِکَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ط وَ كَانَ ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا○ (الاحزاب: ۱۹) پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم انھیں دیکھو گے تمھاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو۔ پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے تو تمھیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مالِ غنیمت کے لالچ میں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دیے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

یہ آیت جہاد کے سلسلے میں ہے جس میں مشرکوں (منافقوں) کے خوف کا ذکر ہے۔ اوپر

کے شعر کی وضاحت اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

خوفِ حق عنوانِ ایماں است و بس — خوفِ غیر از شرک پنہاں است و بس
[ص۹۹]

سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوا۔

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَo (المائدہ:۶۹)

جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور عمل کرے نیک، نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں۔

تارکِ آفل براہیمِ خلیلؑ — انبیا را نقشِ پائے اُو دلیل

آ فل کے سلسلے میں دیکھیں صفحہ ۶۷-۶۸ کے اشعار کی تلمیح۔
[ص۱۰۰]

آں خدائے لم یزل را آیتے — داشت در دل آرزوئے اُمّتے
[ص۱۰۰]

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُo (البقرہ:۱۲۸)

(ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اے رب ہمارے، اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک اُمت حکم بردار اپنی اور بتا ہم کو دستور حج کے اور ہم کو معاف کر۔ تُو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

جوئے اشک از چشمِ بے خوابش چکید — تا پیامِ طَھِّرَا بَیْتِی شنید
[ص۱۰۰]

وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِo (البقرہ:۱۲۵)

اور کہہ دیا ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کو، کہ پاک رکھو گھر میرا، واسطے طواف والوں کے اور رکوع و سجود والوں کے۔

بہرِ ما ویرانہ آباد کرد — طائفاں را خانہ بنیاد کرد
[ص۱۰۰]

رَبَّنَآ اِنِّیۡ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○ (ابراھیم:۳۷)

(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اے ربّ تا کہ ہمارے، میں نے بسائی ایک اولاد اپنی میدان میں، جہاں کھیتی نہیں، تیرے ادب والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے قائم رکھیں نماز، سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جُھکتے ان کی طرف اور روزی دے اُن کے میووں سے، شاید یہ شُکر کریں۔

تا نہالِ 'تُب علینا' غنچہ بست صورتِ کارِ بہارِ ما نشست
[ص۱۰۰]

مذکورہ بالا شعر (آں خدائے لم یزل را آیتے) کی تلمیح یہاں بھی دیکھی جائے۔ پہلے وہاں پوری آیت آچکی ہے۔

از رسالت صد ہزارِ ما یک است جزوِ ما از جزوِ ما لا ینفک است
[ص۱۰۱]

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۟ فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ ۪ (البقرہ: ۲۱۳)

تھا لوگوں کا دین ایک، پھر بھیجے اللہ نے نبی، خوشی اور ڈر سنانے والے۔

وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخۡتَلَفُوۡا ؕ (یونس: ۱۹)

اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی اُمت ہیں اور پیچھے جدا جدا ہوئے۔

سورۃ المائدہ آیت ۴۸ ــــ سورۂ ہود آیت ۱۱۸ ــــ سورۃ النحل آیت ۹۳ ــــ سورۃ الانبیا آیت ۹۲ ــــ سورۃ المومنون آیت ۵۲ بھی دیکھیں۔

آں کہ شان اوست 'یَھۡدِی مَنۡ یُّرِید' از رسالت حلقہ گردِ ما کشید
[ص۱۰۱]

وَ کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ

اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن، کھلی باتیں

یَھْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ○ (الحج:۱۶) اور یہ ہے کہ اللہ سوجھ دیتا ہے جس کو چاہے۔

ما ز حکمِ نسبتِ او ملّتیم اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم

[ص۱۰۱]

مسلمانوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ○ (الانبیاء:۱۰۷) اور آپؐ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر جہانوں کے لیے۔

قلبِ مومن را کتابش قُوّت است حکمتش حبلُ الوریدِ ملّت است

[ص۱۰۱]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج (الحدید:۲۵) ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اُتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ قائم رہیں انصاف پر۔

سورۂ قٓ میں دراصل اللہ پاک نے انسان سے اپنے قرب کا ذکر کیا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ○ (ق:۱۶) اور ہم اس (انسان) سے نزدیک ہیں شاہ رگ سے زیادہ۔

شعر میں حبل الورید انتہائی قرب کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

دینِ فطرت از نبیؐ آموختیم در رہِ حق مشعلے افروختیم

[ص۱۰۲]

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ق لا وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ○ (الروم:۳۰) سو تُو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر، ایک طرف کا ہو کر۔ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔ یہی ہے دین سیدھا۔ لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد

[ص۱۰۲]

پہلے مصرعے میں سورۃ المائدہ کی آیت کی تلمیح ہے کہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ: ۳)	آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا۔

دوسرے مصرعے میں خاتم النبیّین سورۃ الاحزاب کی آیت کی تلمیح ہے جس کا ذکر شعر (اے تراحق خاتمِ اقوام کرد) کے ذیل میں آچکا ہے:

[ص۸۱]

مرسلان و انبیا آبائے او　　اکرمِ او نزدِ حق اتّقائے او

[ص۱۰۴]

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ط (الحجرات: ۱۳)	بے شک اللہ کے نزدیک وہی عزت والا ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے۔

ناشکیبِ امتیازات آمدہ　　در نہاد او مساوات آمدہ

[ص۱۰۴]

اس سے پہلی تلمیح کے علاوہ شعر (از رسالت صد ہزارِ ما یک است) کی تلمیح بھی دیکھیں۔

ہمچو سرو آزاد فرزندانِ اُو　　پختہ از 'قالوا بلیٰ' پیمانِ اُو

[ص۱۰۵]

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ o (الاعراف:۱۷۲)	اور (اے محبوبؐ یاد کرو) جب تمھارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انھیں خود پر گواہ کیا، کیا میں تمھارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں! ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن، کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

گفت قاضی فی القصاص آمد حیوٰۃ　　زندگی گیرد بایں قانوں ثبات

[ص۱۰۸]

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَO (البقرہ:۱۷۹) اورتم کو قصاص میں ہے زندگی ـــــ اے عقل مندو! شاید تم بچتے رہو۔

مدعی را تابِ خاموشی نہ ماند آیۂ بالعدلِ والاحسان خواند

[ص۱۰۸]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَO (النحل:۹۰) بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بے حیائی کے اور نا معقول کام کو اور سرکشی کو، تم کو سمجھا تا ہے۔شاید تم یاد رکھو۔

اللہ اللہ باے بسم اللہ پدر معنیِ ذِبْحٌ عَظِيْمٌ آمد پسر

[ص۱۱۰]

دراصل ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی اس کا ذکر ہے۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍO (الصّافات:۱۰۷) اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کو بڑا (یعنی بڑے درجے کا جو بہشت سے آیا تھا)

علامہ اقبال نے اس آیت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے یاد کیا ہے:

درمیانِ اُمت کیواں جناب ہمچوحرف قل ھو اللہ در کتاب

[ص۱۱۰]

یعنی جس طرح قل ھو اللہ (سورۃ الاخلاص) کا درجہ قرآن میں ہے (کہ اس کی تین مرتبہ تلاوت کا ثواب ایک قرآن کی تلاوت کے برابر سمجھا جاتا ہے) اسی طرح اُمت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام خاص الخاص ہے۔

تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس مقصدِ او حفظ آئین است و بس

[ص۱۱۱]

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی راہ میں جنگ

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ ۚ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا۝ (النساء:۷۶)

کرتے ہیں اور جو کافر ہوئے وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے مددگاروں سے جنگ کرو۔ بے شک شیطان کا حیلہ کمزور ہوتا ہے۔

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود
از وطن آقائےؐ ما ہجرت نمود
[ص۱۱۴]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا وَجَاھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِھِمۡ وَ اَنۡفُسِھِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَاللّٰہِ ؕ وَ اُو لٰٓئِکَ ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ۝ (التوبہ:۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور جنگ کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، ان کا درجہ بڑا ہے اللہ کے نزدیک اور وہی پہنچے مراد کو۔

سورۃ الانفال: آیات ۷۲، ۷۴، ۷۵۔ النحل: آیت ۴۱۔ الحج: آیت ۵۸۔ النساء: آیات ۹۷، ۱۰۰ وغیرہ میں ہجرت سے متعلق مضامین ہیں۔[۳]

آں کہ در قرآں خدا او را ستود
آں کہ حفظِ جانِ او موعود بُود
[ص۱۱۴]

یٰۤاَیُّھَاالرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ۝ (المائدہ:۶۷)

اے رسولؐ! آپ پہنچا دیں جو آپ کو نازل کیا گیا آپؐ کے رب سے۔ اور اگر یہ نہ کیا تو کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام، اور اللہ آپؐ کو بچالے گا لوگوں سے۔ اللہ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو۔

جنّتے جستند در بئس القرار
تا 'اَحَلُّوا قومھم دَارَ الۡبَوَار'
[ص۱۱۵]

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ کُفۡرًا وَّ اَحَلُّوۡا قَوۡمَھُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ۝ جَھَنَّمَ ۚ

کیا آپؐ نے نہیں دیکھا کہ جنھوں نے بدلہ کیا اللہ کے احسان کا ناشکری (سے) اور

يَصْلَوْنَهَاؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ۝ اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے، داخل ہوں گے اس میں اور بُرا ٹھکانا ہے۔ (ابراھیم:۲۸۔۲۹)

گرچہ ملّت ہم بمیرد مثلِ فرد ۔۔۔ از اجل فرماں پذیرد مثلِ فرد

[ص۱۱۸]

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝ (یونس:۴۹)

ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقت) ہے۔ جب پہنچا ان کا وعدہ (وقت) نہ ڈھیل کریں ایک گھڑی نہ جلدی۔

اُمّتِ مسلم ز آیاتِ خداست ۔۔۔ اصلش از ہنگامۂ قالوا بلیٰ ست

[ص۱۱۹]

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْؕ قَالُوْا بَلٰىۚ شَهِدْنَاۚ (الاعراف: ۱۷۲)

اور جب نکالی آپؐ کے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد اور اقرار کرایا ان سے ان کی جان پر۔ کیا میں نہیں ہوں رب تمھارا؟ بولے البتہ ہم قائل ہیں۔

از اجل ایں قوم بے پرواستے ۔۔۔ استوار از نحن نزلنا ستے

[ص۱۱۹]

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (الحجر:۹)

بے شک ہم نے اتاری یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یہ آیت دراصل قرآنِ پاک سے تعلق رکھتی ہے لیکن قرآن پاک جس قوم کو استقامت عطا فرماتا ہے وہ مسلمان ہیں۔

اسی بات کو فوراً آگے اقبال کہتے ہیں:

ذکر قائم از قیامِ ذاکر است ۔۔۔ از دوامِ اُو دوامِ ذاکر است

[ص۱۷۸]

تا خدا ان یّطفؤا فرمودہ است ازفسردن ایں چراغ آسودہ است
[ص۱۱۹]

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ (الصف:۸)

چاہتے ہیں کہ بجھائیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے۔اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں کافر۔

حق بروں آورد ایں تیغِ اصیل از نیامِ آرزوہائے خلیلؑ
[ص۱۱۹]

سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۸ میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے۔اس شعر میں بھی اس تلمیح کو ملاحظہ فرمائیں۔

ما کہ توحیدِ خدا را حُجّتیم حافظِ رمزِ کتاب و حکمتیم
[ص۱۱۹]

سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۶۴ اور سورۃ الجمعہ: آیت ۲ کی آیتیں ملاحظہ ہوں جن کا ذکر صفحہ ۶۹ کے شعر کے سلسلے میں اوپر آچکا ہے۔

زآنکہ ما را فطرتِ ابراہیمی است ہم بہ مولیٰ نسبتِ ابراہیمی است
[ص۱۲۰]

سورۃ الحج کی آیت ۷۸ ملاحظہ ہو جس کا ذکر صفحہ ۹۲، ۹۳ کے اشعار کے ساتھ آچکا ہے۔

در جہاں بانگِ اذاں بودست وہست ملّتِ اسلامیاں بودست و ہست
[ص۱۲۰]

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۝ (آل عمران:۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا، آپس کی ضد سے۔اور جو کوئی منکر ہو اللہ کے حکموں سے تو اللہ شتاب لینے والا ہے حساب۔

سورہ آل عمران میں اللہ نے اس حقیقت کو باندازِ دگر بیان کیا:

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۝ (آل عمران:۸۵)

اور جو کوئی چاہے سوا اسلام کے اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔

نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات بے ثبات از قوّتش گیرد ثبات [ص۱۲۱]

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا۝ (بنی اسرائیل:۹)

بے شک یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے اُن کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے کہ ان کو ہے ثواب بڑا۔

حرفِ اُو را ریب نے، تبدیل نے آیہ اش شرمندۂ تاویل نے [ص۱۲۱]

ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖ فِیۡهِ ۚۛ (البقرہ: ۱)

اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ۝ (یونس:۶۴)

نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں یہی ہے بڑی مراد۔

نوعِ انساں را پیامِ آخریں حاملِ اُو رحمة للعالمیں [ص۱۲۲]

سورۃ المائدہ آیت ۳ میں دین کی تکمیل (یعنی پیامِ آخریں) کا ذکر ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے دین اسلام۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۝

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام

جہانوں کے لیے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

آنکہ دوشِ کوہ بارَش برنتافت　　سطوتِ اُو زہرۂ گردوں شگافت
[ص۱۲۲]

اس شعر کی تلمیح (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ..........) اسرارِ خودی کے شعر میں آگئی ہے۔

قطع کردی امرِ خود را در زُبُر　　جادہ پیمائی الٰی شیءٍ نُکُر
[ص۱۲۳]

وَ اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ○فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا ط کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ○ (المؤمنون:۵۲-۵۳)

اور یہ لوگ ہیں تمھارے دین کے ــــ سب ایک دین پر۔ اور میں ہوں تمھارا ربّ سو مجھ سے ڈرتے رہو۔ پھر پھوٹ کر کے لیا اپنا اپنا کام ٹکڑے ٹکڑے۔ ہر فرقہ جو ان کے پاس ہے اُس پر ریجھ رہے ہیں۔

یہ آیت پہلے مصرعے سے متعلق ہے اور دوسرے مصرعے میں سورۂ قمر کی طرف اشارہ ہے:

فَتَوَلَّ عَنْھُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍ○ (القمر:۶)

پس تو ہٹ آ اُن کی طرف سے جس دن پکارے پکارنے والا ایک اَن دیکھی چیز کو (یعنی حساب کو)۔

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب　　تو از و کامے کہ می خواہی بیاب
[ص۱۲۳]

قرآن (کتاب) کے فضائل میں بہت سی آیات ہیں:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ لا (بنی اسرائیل: ۸۲)

اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے شفا اور رحمت ہے مومنوں کے لیے۔

راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است　　معنی تقلید ضبطِ ملّت است
[ص۱۲۴]

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (آل عمران: ۱۰۳)

اور مضبوط پکڑو رسّی اللہ کی سب مل کر، اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب تھے تم آپس میں دشمن، پھر الفت دی تمھارے دلوں میں۔ اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی۔

جمعیت اور ضبطِ ملّت سے متعلق یہ آیت ہے جو ''راہِ آبا'' کی ''تقلید'' سکھاتی ہے۔

پیکرت دارد اگر جانِ بصیر   عبرت از احوالِ اسرائیل گیر

[پانچ اشعار،۱۲۴-۱۲۵]

وَضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَالۡمَسۡکَنَۃُ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ○ (البقرہ:۶۱)

اور ان (یہودیوں) پر خواری اور ناداری (مال کے باوجود حرص) مقرر کر دی گئی اور خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے۔ یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

ماہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست   اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

[ص۱۲۶]

اس شعر سے متعلقہ آیت پچھلے اشعار میں دی جا چکی ہے۔

علمِ حق غیر از شریعت ہیچ نیست   اصلِ سنت جز محبت ہیچ نیست

[ص۱۲۶]

ثُمَّ جَعَلۡنٰکَ عَلٰی شَرِیۡعَۃٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡہَا وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۸)

پھر ہم نے اس کام (دین) کی شریعت (عمدہ راستہ) پر تمھیں کیا تو اسی راہ چلو اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔

اے کہ باشی حکمتِ دیں را امیں ۔۔۔ با تو گویم نکتۂ شرعِ مبیں

[ص ۱۲۷]

سورۂ بنی اسرائیل میں دین کو حکمت کہا گیا ہے:

ذٰلِکَ مِمَّآ اَوۡحیٰٓ اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ (بنی اسرائیل: ۳۹)	یہ ہے کچھ جو وحی کیا تمھارے رب نے تمھاری طرف حکمت کی باتوں کو۔

شرع می خواہد کہ چوں آئی بجنگ ۔۔۔ شعلہ گردی، واشگافی کامِ سنگ

[ص ۱۲۷]

سورۃ التوبہ اور سورۃ التحریم میں ہے:

یٰٓاَیُّہَاالنَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ (التوبہ: ۷۳). (التحریم:۹)	اے نبیؐ! آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں پر اور اُن پر سختی کریں۔

ہست دینِ مصطفیؐ دینِ حیات ۔۔۔ شرعِ اُو تفسیرِ آئینِ حیات

[ص ۱۲۸]

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل: ۹۷)	جس نے نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور بدلے میں ان کو حق ان کا دیں گے بہتر کاموں پر جو وہ کرتے ہیں۔

قلب را زیں حرفِ حق گرداں قوی ۔۔۔ با عرب در ساز تا مسلم شوی

[ص ۱۲۹]

وَلَوۡ جَعَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا لَّقَالُوۡا لَوۡ لَا فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ ؕ ءَ اَعۡجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ؕ قُلۡ ہُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ (حٰمٓ السجدہ: ۴۴)	اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن عجم کی زبان (اوپری زبان) کا، تو کہتے کہ اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں (یعنی عربی میں کیوں نہ بتائی گئیں کہ ہم سمجھ سکتے) کیا کتاب عجمی اور نبیؐ عربی؟ آپ فرما دیں کہ وہ (قرآن)

ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔

عرب کی زبان کو قرآن میں عربی مبین کہا گیا ہے (النحل:۱۰۳؛ الشعراء:۱۹۵)
جس میں ہر بات کھول کر بیان کی گئی ہے۔

وَ کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ حُکۡمًا عَرَبِیًّا ؕ — اور اسی طرح ہم نے اسے عربی حکم اتارا۔
(الرعد: ۳۷)

قرآن کو حکم کہا گیا ہے جو عربی (مبین ـــــ کھلی ہوئی) زبان میں ہے۔

غازیانِ ملّتِ بیضائے او — حافظانِ حکمتِ رعنائے او
[ص ۱۳۱]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ○ (التوبہ:۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی ہیں مراد کو پہنچے۔

آگے کی آیتوں میں ان مجاہدوں کے لیے بشارتیں ہیں۔

ہم شہیدانے کہ دیں را حجت اند — مثلِ انجم در فضائے ملّت اند
[ص ۱۳۱]

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا ○ (النساء:۶۹)

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسولؐ کے، سو اُن کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نوازا (یعنی وہ لوگ) نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور خوب ہے ان کی رفاقت۔

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وَ نُوۡرُہُمۡ ؕ

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر وہی ہیں صدیق اور شہید (گواہ) اپنے رب کے یہاں۔ ان کے لیے ان کا

ثواب اور ان کا نور ہے۔ (الحدید: ۱۹)

فطرتِ مسلم سراپا شفقت است　　　　در جہاں دست و زبانش رحمت است

[ص۱۳۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد ہے: وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷) تو اُن کی امت بھی سراپا شفقت و رحمت ہونی چاہیے۔

آنکہ مہتاب از سرانگشتش دونیم　　　　رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم

[ص۱۳۲]

سورۃ القمر آیت: ۱ میں وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ (اور شق ہوگیا چاند) مذکور ہے اور رحمتِ عام کا ذکر اوپر آ گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ القلم میں ارشاد ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ۝　　　　اور بے شک آپ کے اخلاق بڑی شان والے ہیں۔ (القلم: ۴)

قوم را ربط و نظام از مرکزے　　　　روزگارش را دوام از مرکزے

[ص۱۳۵]

یہاں کعبہ کے متعلق کہا گیا ہے:

جَعَلَ اللّٰہُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ　　　　اللہ نے ادب والے گھر کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔ (المائدہ: ۹۷)

در جہاں جانِ امم جمعیّت است　　　　در نگر سرّ حرم جمعیّت است

[ص۱۳۵]

صفحہ ۱۲۴ کے شعر کے ساتھ جمعیّت سے متعلق آیتِ مبارکہ کا ذکر آ چکا ہے۔

عبرتے اے مسلمِ روشن ضمیر　　　　از مآلِ امّتِ موسیٰ بگیر

[ص۱۳۶]

پچھلے صفحوں میں (عبرت از احوالِ اسرائیل گیر) سے متعلق آیت ملاحظہ فرمائیں۔

می ندانی آیۂ امّ الکتاب　　امّتِ عادل ترا آمد خطاب
[ص۱۳۹]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ: ۱۴۳)
اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمتِ عادل (معتدل) کہ تم ہو شاہد (بتانے والے) لوگوں پر اور رسولؐ ہوں تم پر شاہد (بتانے والے)۔

اُمّیے پاک از ھوٰی گفتارِ اُو　　شرحِ رمزِ ماغوٰی گفتارِ اُو
[ص۱۳۹]

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO (النجم:۳)
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بولتے اپنی ہوا (خواہش) سے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰىO (النجم:۲)
بہکے نہیں تمھارے صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نہ بے راہ چلے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ: ۳)
آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمھارے واسطے دین اسلام۔

حرفِ حق از حضرتِ ما بردۂ　　پس چرا با دیگراں نسپردۂ
[ص۱۴۰]

دین کے لیے تبلیغ ضروری ہے:

قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف لا شَهِيْدٌۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ قف وَاُوْحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط (الانعام:۱۹)
آپ کہیے کس چیز کی بڑی گواہی؟ کہیے، اللہ گواہ ہے میرے اور تمھارے بیچ اور اترا ہے مجھ پر قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور (اُس کو) جس کو یہ پہنچے۔

اے کہ با نادیدہ پیماں بستۂ　　ہمچو سیل از قیدِ ساحل رستۂ
[ص۱۴۱]

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (البقرہ: ۳) جو یقین رکھتے ہیں بن دیکھا۔

کا پیمان آتا ہے۔

غایتش توسیعِ ذاتِ مسلم است امتحانِ ممکناتِ مسلم است

[ص ۱۴۲]

مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا پیام سورۃ الجاثیہ میں ملتا ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)

اور مسخّر کر دیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب۔ اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

سورۂ لقمان میں بھی اسی طرح کا مضمون آتا ہے۔

چشمِ خود بکشا و در اشیا نگر نشّہ زیرِ پردۂ صہبا نگر

[ص ۱۴۳]

اشیائے عالم پر غور و فکر کی دعوت قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دی گئی ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّرَحْمَۃً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ○ (النحل:۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔

اسی صفحے ۱۴۳ میں ہے:

تو کہ مقصودِ خطابِ اِنظری پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری

[ص ۱۴۳]

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر دیکھنے اور سمجھنے کا پیام ملتا ہے:

فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ط (الروم: ۵۰)

پس اللہ کی رحمت کے آثار دیکھو کیونکر وہ زمین کو زندہ کرتا ہے، اس کی موت کے بعد۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ

آپ ؐ فرما دیں کہ دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ ؕ — میں اور زمین میں۔ (یونس:۱۰۱)

علمِ اَسما اعتبارِ آدم است   حکمتِ اشیا حصارِ آدم است
[ص۱۴۴]

اسرارِ خودی صفحہ۴۵ میں اس آیت کا ذکر آچکا ہے یعنی:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا — اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے۔ (البقرہ:۳۱)

قوم روشن از سوادِ سرگزشت   خود شناس آمد زیادِ سرگزشت
[ص۱۴۷]

اِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ۝ (آل عمران:۱۴۰)

اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریکیاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کا پیام ہے۔ اسی طرح سورۃ العصر بھی تاریخ کا مطالعہ کرنے سبق دیتی ہے کہ:

وَالۡعَصۡرِ۝ۙ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِىۡ خُسۡرٍ۝ۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۝ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ۝ (العصر:۱-۳)

زمانے (کی تاریخ) کی قسم! بے شک (عام) انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقیّد کیا سچے دین کا اور آپس میں تقیّد کیا صبر کا۔

اس سورۃ میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کی ہدایت ہے اور اجتماعی زندگی کے لیے حق اور صبر کی تلقین ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو خسران ہی خسران ہے۔

اقبال نے (تاریخ کے متعلق) کہا ہے:

ایں ترا از خویشتن آگہ کند آشنائے کار و مردِ رہ کند
[ص۱۴۷]

ضبط کن تاریخ را، پایندہ شو از نفسہائے رمیدہ زندہ شو
[ص۱۴۸]

پوششِ عریانیِ مرداں زن است حسن دلجو عشق را پیراہن است
[ص۱۴۹]

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ وہ پوشاک ہیں تمھاری اور تم پوشاک ہو ان کی۔ (البقرہ: ۱۸۷)

گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکاں زیرِ پائے امّہات آمد جناں
[ص۱۵۰]

اِنَّمَآ اَمْرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اس کا حکم یہی ہے۔ جب چاہے کسی چیز کو کہ کہے اس کو ہو جاؤ، وہ ہو جائے۔ (یٰس: ۸۳)

دوسرے مصرعے میں مشہور حدیث کی تلمیح ہے کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے۔

ع کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

بانوے آں تاجدار 'ھل اتیٰ' مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا
[ص۱۵۲]

سورۃ الدھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے حق میں یہ آیت یادگار ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ (الدھر: ۸)

حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ بیمار ہوئے تو ان کے والدینؓ نے ان کی صحت کے لیے تین روزوں کی نذر مانی تھی۔ صحت پر ان بزرگوںؓ نے روزے رکھے اور تین صاع جَو کے، ایک یہودی سے لے کر آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور

روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین کو، ایک روز یتیم کو اور ایک روز اسیر کو (اُن کے مانگنے پر) وہ روٹیاں دے دیں اور خود پانی سے افطار کر لیا۔

کودکِ ما چوں لب از شیرِ تو شست   لا الہ آموختی او را نخست

[ص۱۵۴]

بچہ ابھی شیر خوار ہی ہوتا ہے کہ اس کی ماں اس کو اللہ اللہ سکھاتی ہے اسی لیے اللہ پاک نے اپنی عبادت کے بعد ہی والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ (بنی اسرائیل:۲۳)

اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر   ثانیِ اسلام و غار و بدر و قبر

[ص۱۵۶]

یہ شعر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق ہے۔ غارِ ثور کے بارے میں ارشاد ہے:

اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذۡ اَخۡرَجَہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ہُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلَیۡہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡہَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا السُّفۡلٰی ؕ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الۡعُلۡیَا ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ۝ (التوبہ:۴۰)

اگر تم محبوبؐ کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر (ہجرت کے لیے) جانا ہوا، صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے۔ جب اپنے دوست (ابوبکرؓ) سے فرماتے تھے، غم نہ کھا۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اسؐ پر اپنا سکینہ (قلبی اطمینان) اتارا اور اُن فوجوں سے اسؐ کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں

اور کافروں کی بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا
بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

رنگِ اُو بر کن مثالِ او شوی   در جہاں عکسِ جمالِ او شوی
[ص۱۵۷]

پہلے مصرعے میں صبغۃ اللہ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۸) کا ذکر ہے جس کی تلمیح اسرارِ خودی کے صفحہ ۱۲ کے شعر میں آ چکی ہے۔ دوسرے مصرعے میں اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ (سورۃ النور، آیت ۳۵) کی تلمیح بیان ہوئی ہے۔

لذتِ ایماں فزاید در عمل   مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل
[ص۱۵۷]

قرآن پاک میں بکثرت مقامات ایسے ہیں جہاں اٰمنوا کے ساتھ ساتھ عَمِلوا الصّٰلحٰت کا ذکر ہے:

مسلم استی بے نیاز از غیر شو   اہلِ عالم را سراپا خیر شو
[ص۱۵۸]

پہلے مصرعے کی تلمیح سورۃ المؤمن آیت: ۶۰ میں ہے:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ   اور تمھارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو، میں قبول کروں گا۔

(میں دوں گا۔ اس لیے غیر اللہ سے مانگنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔)

اور دوسرے مصرعے سے متعلق دیکھیں کہ جب مسلمان کے لیے اللہ کے یہاں خیر ہی خیر ہے تو مسلمان بھی اہلِ عالم کے لیے خیر ہے۔

سورۃ النحل میں ہے:

اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰہِ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ (النحل: ۹۵)   بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی خیر ہے تمھارے لیے، اگر تم جانتے ہو۔

آں نگاہش سرِّ ما زاغ البصر   سُوئے قومِ خویش باز آید اگر
[ص۱۶۰]

سورۃ النجم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج شریف کے سلسلے میں ہے کہ آپؐ اللہ پاک کے بالکل قریب پہنچ گئے لیکن:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَاطَغٰیO (النجم:۱۷) (آپ کی) آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔

از پیامِ مصطفٰیؐ آگاہ شو فارغ از اربابِ دون اللہ شو
[ص۱۶۱]

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًاوَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَO (آل عمران:۶۴)

آپ فرما دیں، اے کتاب والو! آؤ ایک سیدھی بات پر— ہمارے تمھارے درمیان کی، کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کی کوئی چیز اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوا اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ رکھیں تو آپؐ فرما دیں کہ شاہد رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

قومِ تُو از رنگ وخوں بالاتر است قیمتِ یک اسودش صد احمر است
[ص۱۶۲]

مسلمانوں میں رنگ اور نسل سے کوئی تفوق نہیں ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌO (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے بنادیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

ملتِ ما شانِ ابراہیمؑ است شہدِ ما ایمانِ ابراہیمؑ است
[ص۱۶۲]

سورۃ الحج کی یہ آیت جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔

مِلَّةَ اَبِیۡكُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ (الحج: ۷۸) تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔

امتِ اُو مثلِ اُو نورِ حق است   ہستیِ ما از وجودش مشتق است

[ص۱۶۳]

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیۡنٌۙ۝ یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَیَهۡدِیۡهِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۝ (المائدہ: ۱۵-۱۶)

بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا، سلامتی کے راستے۔ اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

خرقۂ 'لا تحزنوا' اندر برش   انتم الاعلون تاجِ بر سرش

[ص۱۶۴]

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۝ (آل عمران: ۱۳۹)

اور سُستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

می کشد بارِ دو عالم دوشِ اُو   بحر و بر پروردۂ آغوشِ اُو

[ص۱۶۴]

سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ کی تلمیح ہے جس کا ذکر اسرارِ خودی کے صفحہ ۵۱ والے شعر میں آچکا ہے۔

پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر   امر و نہیِ اُو عیارِ خیر و شر

[ص۱۶۴]

سورۂ الفتح میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کا ذکر ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (جو ہیں وہ)

کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (الفتح:۲۹)

عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم — ہم بقہر اندر مزاجِ اُو کریم

[ص ۱۶۵]

دراصل حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ شان تھی کہ وہ ہر موقع پر نرم مزاج تھے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (آل عمران:۱۵۹)

پس اللہ کی رحمت کے سبب سے تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج کے اکھڑ اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے تِتّر بِتّر ہو گئے ہوتے۔

بخاری شریف میں بھی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مزاج نہ تھے اور نہ کوسنا دینے والے تھے۔ کوئی بات عتاب کی ہوتی تو یوں فرماتے۔ 'فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے اس کی پیشانی کو خاک لگ جائے، (گویا وہ سجدہ شکر ادا کرے۔ یہ بھی ایک دعا بن گئی)۔

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی — جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

[ص ۱۶۶]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے انسانی زندگی کو مکمل رہبری حاصل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: ۳)

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے دین اسلام۔

شش جہت روشن ز تابِ روے تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوے تو

[ص ۱۶۶]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تمام روئے زمین کے لیے رسول بن کر تشریف لائے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (السبا:۲۸)

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

سورۃ الاعراف (آیت ۱۵۸) میں کچھ ایسا ہی مضمون آتا ہے۔

اے فروغت صبحِ اعصار و دہور
چشمِ تو بینندۂ ما فی الصدور
[ص ۱۶۸]

دراصل اللہ پاک ہی دلوں کا حال جانتا ہے اور وہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا سکتا ہے۔

اَوَ لَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (العنکبوت:۱۰)
کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے؟

ہست شانِ رحمت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷)
اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفےؐ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیؐ است
[جاوید نامہ، ص ۱۲۸]

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- اسی صفحے میں ہے: ''اسود از توحید احمر می شود''۔ حجۃ الوداع کا خطبہ اس کے لیے دیکھیں۔

۲- صفحہ ۱۱۱ میں یہ شعر ہے:

سر ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

اور بال جبریل میں یہ شعر ہے:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

۳- ہجرت سے متعلق صفحہ ۱۱۴ میں بھی اشعار ہیں، مثلاً

قصہ گویاں حق زما پوشیدہ اند
معنیِ ہجرت غلط فہمیدہ اند
ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است
ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

❁❁❁

پیامِ مشرق

پیامِ مشرق

پہلی اشاعت: ۱۹۲۳ء

''مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوامِ شرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے، زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنے فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدِ نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔''

اقبالؔ

دیباچہ پیامِ مشرق

پیامِ مشرق

زندگی جہد است و استحقاق نیست　　　جز بعلمِ انفس و آفاق نیست

[ص ۱۸۸]

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط (العنکبوت: ۶)

اور جس نے (اللہ کے لیے) کوشش کی تو وہ اپنے بھلے کے لیے کوشش کرتا ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ج (الانعام: ۱۶۴)

اور جو کوئی کمائے وہ اسی کے ذمے ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۰)

اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں جماؤ دیا اور تمھارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے۔ تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط ۝ (فُصِّلَتْ: ۵۳)

اب ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کی جانوں میں، حتیٰ کہ کھُل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر　　　ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

[ص ۱۸۹]

يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (البقرہ: ۲۶۹)

وہ دیتا ہے حکمت (سمجھ) جس کو چاہے اور جس کو حکمت ملی، خیرِ کثیر ملی اور وہی سمجھیں جن کو عقل ہے۔

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید رب زدنی از زبانِ او چکید
[ص۱۸۹]

رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًاO (طٰہٰ: ۱۱۴) میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

علم اشیا علم الاسما ستے ہم عصا و ہم یدِ بیضاستے
[ص۱۸۹]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِئُوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَO (البقرہ:۳۱)

اور سکھائے آدمؑ کو نام سارے، پھر وہ فرشتوں کو، کہا بتاؤ مجھ کو نام ان کے، اگر ہو تم سچے۔

سورۂ طٰہٰ کی آیات ۱۸۔۲۳ میں عصا اور یدِ بیضا کا ذکر ہے۔(اوپر بھی ان کا ذکر آ چکا ہے)۔

علم و دولت نظم و کارِ ملت است علم و دولت اعتبارِ ملت است
[ص۱۸۹]

وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ هُدًی وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَO (الاعراف:۵۲)

اور ہم نے ان کو پہنچا دی ہے کتاب جو کھول کر ہم نے بیان کی ہے علم سے متعلق، وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡO (محمد:۳۸)

سنتے ہو تم لوگ؟ تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔ پھر تم میں کوئی ہے کہ بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے تو بخل کرے گا خود کے لیے۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ بدل لے گا کوئی لوگ سوا تمھارے، پھر وہ نہ ہوں گے تمھاری طرح کے۔

اس طرح بے شک علم اور مال دونوں ملّت کے لیے ضروری ہوئے۔

در ہجومِ کارہائے ملک و دیں　　　　با دلِ خود یک نفس خلوت گزیں
[ص۱۹۰]

سورۃ الحشر، آیت ۱۸ میں ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحشر:۱۸)	اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے دیکھ لے ہر نفس کہ کیا بھیجا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے ۔ بے شک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو۔

یہاں غور و فکر اور محاسبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند　　　　در شہنشاہی فقیری کردہ اند
[ص۱۹۰]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور:۵۵)	اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی۔ اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی فاسق ہیں۔

ایمان اور عملِ صالح والوں ہی کے لیے حکومت ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک شہنشاہ بھی معمولی انسان بن کر، شہنشاہ سے زیادہ، فقیر کا مزاج حاصل کر سکتا ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست　　　　بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست
[ص۱۹۰]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی افضلیت حاصل ہے۔

وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝ (اللیل:۱۷۔۲۱)	اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے کا یہ انعام ہے۔

شہیدِ ناز او بزمِ وجود است   نیاز اندر نہادِ ہست و بود است
نمی بینی کہ از مہرِ فلک تاب   بسیمائے سحر داغِ سجود است

[ص۱۹۵]

اللہ الصمد (اللہ بے نیاز ہے) اور تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ (فاطر:۱۵)	اے لوگو! تم ہو محتاج اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پرواسب خوبیوں والا۔

آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ ایسی آیتیں متعدد ہیں۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ (جمعه:۱)	اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اس کی جو بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا ہے۔
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ (الحج: ۱۸)	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی؟

بہ برگِ لالہ رنگ آمیزئ عشق   بجانِ ما بلاانگیزئ عشق

اگر ایں خاکداں را وا شگافی درونش بنگری خوں ریزیٔ عشق
[ص۱۹۶]

اللہ پاک ہی ہر چیز میں نشو ونما کی صلاحیت عطا فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَةَ الۡاُوۡلٰى فَلَوۡ لَا تَذَكَّرُوۡنَ۝ (الواقعہ:۶۲)

اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی نشاۃ (اٹھان) پھر کیوں نہیں سوچتے؟

هُوَ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاسۡتَعۡمَرَكُمۡ فِيۡهَا (ہود:۶۱)

اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

چنانچہ اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے۔

برآید آرزو یا برنیاید شہیدِ سوز و سازِ آرزویم
[ص۱۹۷]

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ‌ وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ‌ وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ۝ (البقرہ:۳۶)

پس شیطان نے جنت سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کرادیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمھارا، دوسرے کا دشمن ہے اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس آیت میں متاعٌ الٰی حین سے ''سوز وسازِ آرزو'' کی طرف اشارہ ہے۔

کہن را نو کن و طرحِ دگر ریز دلِ ما بر نتابد دیر و زودش
[ص۱۹۸]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ۝ (الرعد:۱۱)

بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں جوان کے بیچ ہے۔

نوائے عشق را ساز است آدم کُشاید راز و خود راز است آدم
جہاں اوآفرید، ایں خوب تر ساخت مگر با ایزد انباز است آدم
[ص۱۹۸]

اِنَّهٗ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ (یونس: ۴)

بے شک وہی پہلی بار بناتا ہے، پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تا کہ اُن کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، انصاف کا صلہ دے۔

اچھے کام (عملِ صالح) ہی سے انسان اپنی دنیا تعمیر کرتا ہے اور ایسی دنیا ہی ''خوب تر'' اس کے لیے اور سب کے لیے بن جاتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ وَ رَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ ؕ (الانعام: ۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی۔

یکے خود را بسوزِ خویشتن سوز طوافِ آتشِ بیگانہ تا کے

[ص۱۹۹]

دوسروں کی محتاجی سے خود کو بچانا چاہیے اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ انسان خدا کا نائب ہے اور اس کی فطرت، فطرتِ الٰہی کے مطابق ہے۔

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ (الروم: ۳۰)

اللہ کی تراش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں کو۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔

چنانچہ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے فکر و عمل سے حالات اور حقائق پر قابو پائے اور دوسروں کا محتاج نہ بنے۔

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے تنے محکم تر از سنگیں حصارے

درونِ او دلِ درد آشنائے چو جوئے درکنارِ کوہسارے

[ص۱۹۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا ذکر سورۂ آلِ عمران میں ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ

پس یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ رحمدل ملے ان کو اور اگر آپ سخت کلام اور سخت دل

حَوْلِکَ ص (آل عمران:۱۵۹) ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے۔

زآب و گِل خدا خوش پیکرے ساخت | جہانے از ارم زیبا ترے ساخت
ولے ساقی بآں آتش کہ دارد | ز خاکِ من جہانِ دیگرے ساخت

[ص۲۰۰]

دنیا کو اللہ پاک نے کیسا ''زیبا تر'' بنایا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ص وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ O (البقرہ: ۱۶۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

اس دنیا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''علم و حکمت'' کی تعلیم سے ایک اور دنیا بنا دیا۔ علامہ اقبال نے اپنے پانچویں خطبے میں اسلامی ثقافت کی روح کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

........پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، قدیم اور جدید دنیا کے درمیان ایک واسطے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے سرچشمۂ وحی کے اعتبار سے آپؐ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے، آپؐ جدید دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ آپؐ ہی کا وجودِ گرامی ہے کہ زندگی پر علم اور حکمت کے وہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رُخ کے عین مطابق تھے۔ لہٰذا اسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے.........

قطعۂ مذکورہ بالا میں ساقی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے اللہ کی آیات کی تلاوت فرمائی، لوگوں کا تزکیہ فرمایا اور کتاب (قرآن) اور حکمت سکھائی۔ (آلِ عمران: آیت ۱۶۴)

به یزداں روزِ محشر برہمن گفت فروغِ زندگی تابِ شرر بود
و لیکن گر نرنجی با تو گویم، صنم از آدمی پاینده تر بود
[ص۲۰۰]

پتھر کے بت بے شک انسان سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًاO (النساء:۲۸) اور انسان بنایا گیا کمزور۔

لیکن فضیلت اسی ضعیف انسان کو ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًاO (بنی اسرائیل:۷۰) اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلّط کر دیا خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

علاّمہ اقبال نے اس مقام پر بُت کی مضبوطی اور پختگی کو سراہا ہے کہ بُت بھی مضبوط اور مستحکم ہیں لیکن انسان اُن کے مقابلے میں ویسا بھی نہیں ہے، ورنہ حقیقت میں کافر تو اُس دن مٹی ہی ہونے کی آرزو کرے گا۔

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًاO (النباء:۴۰) اور کہے گا کافر کہ کاش میں مٹی ہوتا (تا کہ عذاب میں گرفتار نہ ہوتا)

گذشتی تیز گام اے اخترِ صبح مگر از خوابِ ما بیزار رفتی
من از ناآگہی گم کردہ راہم تو بیدار آمدی بیدار رفتی
[ص۲۰۰]

ابراہیم علیہ السّلام نے تارے، چاند اور سورج کے چھُپ جانے پر ان کی ربوبیت سے انکار کیا تھا (سورۃ الانعام: آیت ۷۶۔۷۸)۔ یہاں اقبال نے تارے کی بیداری سے سبق حاصل کرنے کا سبق دیا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کی بیداری اور زندگی کو سراہتے ہیں اور سکوت اور بے عملی سے نفرت کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنِ اسْتَوٰی یومَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنَ جس شخص کے دو دن یکساں گزر جائیں وہ

بڑے گھاٹے میں ہے۔

تہی از ہاے و ہو میخانہ بودے　　گِل ما از شرر بیگانہ بودے
نبودے عشق و ایں ہنگامۂ عشق　　اگر دل چوں خرد فرزانہ بودے
[ص۲۰۱]

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ (محمد:۲۱)　　پھر جب عزم ہو کام کا تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو اُن کا بھلا ہے۔

اللہ پاک کے حکم کے مطابق عزم ہو تو کامیابی ہی کامیابی ہے خواہ عقل اس مشکل کی بھیانک شکل ہی دکھلاتی رہے۔

چہ لذت یارب اندر ہست و بود است　　دلِ ہر ذرہ در جوشِ نمود است
شگافد شاخ را چوں غنچۂ گل　　تبسم ریز از ذوقِ وجُود است
[ص۲۰۱]

ہر چیز کی تخلیق اور تشکیل سے جوشِ نمود کا ثبوت ملتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (النحل:۷۸)　　اور اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا، تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے تا کہ تم شکر کرو۔

سورۂ ابراہیم (آیات ۳۲-۳۴) میں بھی مختلف چیزوں کی نشو و نما اور انسان پر انعامات کا ذکر ہے۔

مسلماناں! مرا حرفے است در دل　　کہ روشن تر ز جانِ جبرئیلؑ است
نہانش دارم از آزر نہاداں　　کہ ایں سرّے ز اسرارِ خلیلؑ است
[ص۲۰۲]

ابراہیم علیہ السلام نے ڈوبنے والی اور زوال پذیر چیزوں کی ربوبیت سے انکار کر کے یہ فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ　　بے شک میں نے اپنا رخ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف

الْمُشْرِكِيْنَ ۝ؗ (الانعام:۷۹) کا ہو کر اور میں نہیں شرک کرنے والوں میں سے۔
یعنی غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ کے آگے سر جھکانا مسلمان کا مسلک ہے۔

دما دم آرزوہا آفرینی مگر کارے نہ داری اے دل، اے دل!
[ص۲۰۲]

اللہ پاک خود ہمہ وقت مصروفِ کار ہے۔
كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ؗ (الرحمٰن:۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔
جب اللہ ہر دن مصروفِ کار ہے تو اس کے نائب اور جانشیں کا بے کار بیٹھنا خود اس کے منصب کے منافی ہے۔

رہے در سینۂ انجم کشائی ولے از خویشتن نا آشنائی
یکے بر خود کشا چوں دانہ چشمے کہ از زیرِ زمیں نخلے برآئی
[ص۲۰۳]

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ۙ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذریٰت:۲۰۔۲۱) اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمھارے اندر (بھی)۔ کیا تم کو سوجھ نہیں؟
گویا انسان اپنے باطن کو دیکھے اور اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لے۔

بر آور ہر چہ اندر سینہ داری سرودے، نالۂ، آہے، فغانے
[ص۲۰۳]

سکوت اور جمود کو دور کر کے زندگی اور عمل کا ثبوت دینا چاہیے۔
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ (الانفال: ۴۲) تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے اتمامِ حجّت کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلائل و براہین کے ساتھ زندہ رہے۔

بمیری گر بہ تن جانے نہ داری وگر جانے بہ تن داری نمیری
[ص۲۰۳]

عمل کرنے والا شخص مرتا نہیں ہے۔ انسانی زندگی بے مقصد نہیں ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَO (الدخان:۳۸) اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

من آں پروانہ را پروانہ دانم کہ جانش سخت کوش و شعلہ نوش است

[ص۲۰۴]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی کی علامت ہے۔ عمل ہی کے لیے اور اچھے عمل ہی کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُOۙ (الملک:۲) وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔

خودی تعمیر کن در پیکرِ خویش چو ابراہیمؑ معمارِ حرم شو

[ص۲۰۵]

اس سے پہلے شعر والی آیت ملاحظہ ہو جس میں اچھے عمل کی خاطر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہر حال انسان کو اپنے مقام کے مطابق عمل پیش کرنا چاہیے۔

حرم کے متعلق سورۃ البقرہ میں ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ (البقرہ: ۱۲۷) اور جب اٹھاتا تھا ابراہیمؑ اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیلؑ۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ: ۹۷) اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔

تو ایں جنگ از کنارِ عرصہ بینی بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

[ص۲۰۶]

اللہ پاک کی مرضی کے لیے جان دینے والے زندہ ہی رہیں گے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور مت کہو جو مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ وہ

اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ۝ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (البقرہ: ۱۵۴)

ولیکن من ندانم گوہرم چیست نگاہم برتر از گردوں، تنم خاک

[ص۲۰۶]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج سے انسانیت کی انتہائی رفعت اور بلندی کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا ہے کہ خاکی نژاد ہونے کے باوجود اللہ پاک سے اتنے قریب ہوگئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۚ۝ پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی نزدیک۔ (النجم:۸)

اسی سورہ کے بعد کی آیت نمبر ۱۸ تک ملاحظہ ہوں۔

اگر امروزِ تو تصویرِ دوش است بخاکِ تو شرارِ زندگی نیست

[ص۲۰۷]

سکوت اور جمود توڑنے کے لیے کہا گیا ہے جس کے لیے اوپر صفحات ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲ کے اشعار کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن چو یک دم از تپش افتادِ گل شد

[ص۲۰۷]

اوپر والے شعر کا مضمون دیکھیں جو سکوت اور جمود کے خلاف ہے۔

من ایں مے چوں مغانِ دورِ پیشیں ز چشم مستِ ساقی وام کردم

[ص۲۰۹]

دوسرا مصرع عراقی کے مصرع کی ترمیم ہے:

ع ز چشمِ مستِ ساقی وام کردند

قدم در جستجوئے آدمے زن خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

[ص۲۱۰]

جس آدم کو اللہ نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا وہ آدم (انسان) اپنے منصب اور شان کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتا؟ رومی نے بھی کہا تھا:

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر　　کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت　　شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما　　گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

[جاوید نامہ، ص۲۰۶]

اوپر کئی آیتیں ایسے انسان کے منصب سے متعلق آچکی ہیں۔

عمل خواہی یقیں را پختہ ترکن　　یکے جوے و یکے بین و یکے باش

[ص۲۱۱]

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کا بھی یہی مقصد ہے۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الزمر:۶) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ قف (البقرہ:۲۱۳)؛ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الانبیاء:۹۲) کا یہی پیام ہے۔

بخود باز آ، خودی را پختہ تر گیر　　اگر گیری، پس از مُردن نمیری

[ص۲۱۱]

خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا انسان کو دوامی زندگی بخشتا ہے۔

خرد آتش فروزد، دل بسوزد　　ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیلؑ است

[ص۲۱۲]

بانگِ درا میں بھی ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

[کلیات اقبال، اردو، ص۲۹۴]

اللہ کے حکم کے آگے وہ عقل جو مشکلات کی بھیانک شکل دکھلائے بالکل مردود ہے۔ تسلیم و رضا کا تقاضا وہی ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝　　پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو

(اسمٰعیل علیہ السلام کو) ماتھے کے بل۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳)

ولیکن ایں نوائے سادۂ کیست کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

[ص۲۱۳]

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ (صٓ: ۷۲) پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح سے تو گر پڑیو اس کے سجدے میں۔

انسان کے پُتلے میں اللہ کی روح پھونکی گئی ہے اس لیے اُسے بھی بقا حاصل ہو سکتی ہے۔

بہ بزمِ ہم نوایاں آنچناں زی کہ گلشن بر تو خلوت خانہ گردد

[ص۲۱۴]

دنیا میں رہ کر خدا سے قریب ہونا یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ملحوظ رکھنا اسلام سکھاتا ہے۔ وہ رہبانیت نہیں سکھاتا۔

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق (البقرة: ۲۹) وہی ہے جس نے بنایا تمھارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

تو جب سب کچھ انسان کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا یہ بات اسے زیب دیتی ہے کہ سب سے منہ موڑ کر گوشہ نشین راہب بن جائے۔

پھر سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۳ میں اللہ پاک کی عبادت کے ساتھ ہی والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔ پھر آگے ذوی القربیٰ، مساکین اور ابن السبیل کے حقوق کا حکم آتا ہے۔ یہ حقوق ایک راہب ادا نہیں کر سکتا۔

بدریا غلط و با موجش درآویز حیاتِ جاوداں اندر ستیز است

[ص۲۱۵]

مشکلات کا مقابلہ کرنا اور تن آسانیوں سے بھاگنا عین زندگی بلکہ زندگیِ جاوداں یہی ہے۔

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ○ لا (البقرہ: ۱۶۵) اللہ پاک کو سب کچھ قوت حاصل ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ○ط (البروج: ۱۲) اللہ پاک کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔

وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلًا۝ اور اللہ سخت ہے لڑائی والا اور سخت سزا دینے والا۔

(النساء:۸۴)

یہی اوصاف اللہ کے نائب اور خلیفہ میں بھی ہونے چاہییں۔

نہ مختارم تواں گفتن نہ مجبور که خاکِ زنده ام در انقلابم

[ص۲۱۵]

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِؕ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃًؕ وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۝ (الانبیاء:۳۵)

ہر نفس کو چکھنی ہے موت اور ہم تجھ کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے، آزمانے کو۔ اور ہماری طرف پھر آؤ گے۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی۝ (الاعلیٰ:۳) اور وہ جس نے مقدر کیا اور پھر ہدایت دی۔

تقدیر تو ہے لیکن ہدایت بھی ہے۔

من از ذوقِ سفر آں گونہ مستم

کہ منزل پیشِ من جز سنگِ رہ نیست

[ص۲۱۵]

اللہ کے حکم کے آگے وہ عقل جو مشکلات کی بھیانک شکل دکھلائے بالکل مردود ہے۔
مقصد کے حصول سے زیادہ مسلسل کوشش اور جدوجہد کو اپنا مقصد بنانا چاہیے تا کہ زندہ ہونے کا ثبوت پیش ہو سکے۔ کوشش اپنی ہو اور نتیجہ اللہ کے سپرد ہو۔ یہی اصل توکّل ہے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۝ (آل عمران:۱۵۹)

پس جب تو عزم کر لے تو اللہ پر بھروسا کر۔ بے شک اللہ (اپنے) بھروسا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

بہ زر خود را مسنج اے بندۂ زر کہ زر از گوشۂ چشمِ تو زر شد

[ص۲۱۶]

انسان کے لیے ہر چیز بنائی گئی ہے اور اسی نے ہر چیز کی قدر و قیمت مقرر کی ہے۔

ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وہی ہے جس نے تمھارے لیے جو کچھ

جَمِيْعًا ق (البقرہ: ۲۹) زمین میں ہے سب کا سب پیدا کیا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ط قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ O (الاعراف:۱۰) اور ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور تصرّف کرنے کے لیے جگہ دی اور اُسی میں تمھارے لیے زندگی کے سامان مہیا کیے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

زندگی کے سامان مہیا کیے جو مختلف ہیں۔ اسی لیے ہر چیز کی قدر و قیمت میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔

بچشمِ ما چمن یک موجِ رنگ است
کہ می داند بچشمِ بلبلاں چیست

[ص۲۱۸]

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (البقرہ:۱۱۵) اور اللہ ہی کے لیے مشرق اور مغرب ہے۔ پس تم جدھر بھی رخ کرو اُدھر خدا کی ذات ہے۔ بے شک اللہ گنجائش والا ہے سب خبر رکھتا۔

تو خورشیدی و من سیّارۂ تو سراپا نورم از نظّارۂ تو
ز آغوشِ تو دُورم، ناتمام تو قرآنی و من سیپارۂ تو

[ص۲۱۸]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور: آیت ۳۵) کے علاوہ سورۃ الحجر: ۲۹ اور سورۂ ص: آیت ۷۲ ملاحظہ ہو جن کی آیت ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ O (صٓ:۷۲) پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں روح سے تو گر پڑیو اس کے سجدے میں۔

جزو کا تعلق کُل سے ہے۔

مرا صاحب دلے ایں نکتہ آموخت ز منزل جادۂ پیچیدہ خوشتر

[ص۲۱۹]

مشکلات کا مقابلہ کرنا اور دقتوں کو لبیک کہنا ایک جگہ منزل کرنے سے بہتر ہے۔

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ (آل عمران: ۱۳۹)
اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔

حریمش آفتاب و ماہ و انجم
دلِ آدم درِ نکشادۂ اُو

[ص۲۱۹]

ہر جگہ اللہ کا جلوہ موجود ہے اور ہر جگہ اس کا ذکر ہے لیکن افسوس کہ انسان انسان ہو کر اسے یاد نہیں کرتا۔

قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر ہے کہ ہر چیز اس کا ذکر کرتی ہے۔

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ (الحشر: ۲۴)
اس کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی ہے غالب، حکمت والا۔

زانجم تا بہ انجم صد جہاں بود
خرد ہر جا کہ پَرزد آسماں بود
ولیکن چوں بخود نگریستم من
کرانِ بیکراں در من نہاں بود

[ص۲۲۰]

وَ فِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۝ۙ وَ فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝ (الذاریات: ۲۰۔۲۱)
یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود تمھاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

بپائے خود مزن زنجیرِ تقدیر
تہِ ایں گنبدِ گرداں رہے ہست

صفحہ ۲۱۵ والی آیت (الاعلیٰ: ۳) ملاحظہ ہو۔

نوا در سازِ جاں از زخمۂ تو
چساں در جانی و از جاں برونی؟
چراغم، با تو سوزم، بے تو میرم
تو اے بیچونِ من بے من چگونی؟

[ص۲۲۱]

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
بے شک تمھارا پروردگار اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں، پھر قائم

الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ○ (الاعراف:۵۴)

ہو گیا عرش پر، اُڑھاتا ہے رات پر دن، اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہے، اور سورج اور چاند اور تارے، کام لگے اس کے حکم پر۔ سن لو، اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی　　تلاشِ خود کنی جز او نیابی

[ص۲۲۲]

اس کو دیکھنا ہو تو خود اپنے نفس کو دیکھو۔ سورۃ الذاریٰت کی آیتیں ۲۰۔۲۱، آ چکی ہیں، یعنی:

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوقِنِيْنَ○ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ (الذاریات:۲۰۔۲۱)

یقین لانے والوں کے لیے زمین میں (خدا کی قدرت کی) بہت نشانیاں ہیں اور خود تمھاری جانوں میں بھی، کیا تم نہیں دیکھتے؟

تمیزِ رنگ و بو بر ما حرام است　　کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

[ص۲۲۲]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ○ (الحجرات:۱۳)

اے آدمیو، ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور مادہ سے اور رکھیں تمھاری ذاتیں اور گوتیں تاکہ آپس کی پہچان ہو۔ بے شک عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑائی ہے جس کا تقویٰ بڑا۔ بے شک اللہ سب جانتا ہے خبردار۔

نہاں در سینۂ ما عالمے ہست　　بخاکِ ما دلے، در دل غمے ہست

[ص۲۲۳]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ○ (ق:۳۷)

بے شک اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے پاس دل ہے یا لگائے کان، دل لگا کر (متوجہ ہو کر)۔

برون از شاخ بینی خار و گُل را　　درونِ او نہ گُل پیدا نہ خار است
[ص۲۲۳]

اصل چیز عمل ہے۔

وَالْعَصْرِۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۝　　زمانے کی قسم! بے شک انسان پرٹوٹا ہے، مگر جو یقین لائے اور کیے صالح عمل اور آپس میں تقید کیا حق کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔

(العصر: ۱۔۳)

دریں دریا چو موجِ بیقرارم　　اگر برخود نہ پیچم نیستم من
[ص۲۲۴]

زندگی کا تقاضا ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھا جائے بلکہ ہر وقت عمل کے لیے بیقرار رہا جائے۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ　　اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس میں جو تمھیں عطا کی۔

(الانعام: ۱۶۵)

یعنی انسان کو اللہ نے اپنا جانشین اور خلیفہ اسی لیے بنایا ہے کہ وہ اپنے منصب کے مطابق عمل پیش کرے۔

بچندیں جلوہ در زیرِ نقابی　　نگاہِ شوقِ ما را بر نتابی
[ص۲۲۴]

صفحہ ۲۱۸ کی تلمیحات دیکھیں۔

بیا اے عشق، اے رمزِ دل ما!　　بیا اے کشتِ ما، اے حاصلِ ما!
کُہن گشتند ایں خاکی نہاداں　　دگر آدم بنا کُن از گلِ ما
[ص۲۲۵]

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۝　　اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل، قلب کے لیے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

(الحج: ۳۲)

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق

عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے، ایک ایسی ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے ـــــ اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

کمالِ زندگی خواہی، بیاموز گُشادن چشم و جُز بر خود نہ بستن

[ص۲۲۶]

خود کو پہچاننا اور اپنے منصب کے مطابق عمل کرنا اصل زندگی ہے۔

اس کے لیے صفحہ۲۲۳ کی آیت ملاحظہ ہو۔

اگر بیمے نہ داری بحر صحراست اگر ترسی بہر موجش نہنگ است

[ص۲۲۶]

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَ اَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (لقمٰن: ۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور پھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھُلی اور چھُپی۔

اسی لیے بحر و بر، زمین و آسمان تمام کو تسخیر کرنا انسان کا منصب ہے۔

چناں بینم چو بر دل دیدہ بندم کہ جانم دیگر است و دیگرم من

[ص۲۲۷]

اپنے دل پر نگاہ کرنا اور اپنی خُفتہ صلاحیتوں کا اندازہ کرنا بہت بڑی آگاہی ہے۔

صفحہ ۲۲۵-۲۲۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

چو در جنّت خرامیدم پس از مرگ بچشمم ایں زمین و آسماں بود

شکے باجانِ حیرانم در آویخت جہاں بود آں کہ تصویرِ جہاں بود

[ص۲۲۸]

یہ دنیا صرف دھوکا (وہم) معلوم ہوگی۔ سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۵ اور سورۃ الحدید آیت ۲۰ میں ہے:

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○ اور دنیا کی زندگی تو یہی ہے جنس دغا (دھوکا) والی۔
اسی لیے عقبیٰ میں یہ دنیا محض 'تصویر' نظر آئی۔

تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش براہِ دیگراں رفتن عذاب است
گر از دستِ تو کارِ نادر آید گناہے ہم اگر باشد ثواب است

[ص۲۲۹]

دوسروں کی راہ پر چلنا اور خود اپنے لیے کوئی راہ متعین نہ کرنا بھی غفلت اور موت کی نشانی ہے۔
صفحہ ۱۹۹، ۲۰۲، ۲۲۲ والی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

بیا با شاہدِ فطرت نظر باز چرا در گوشۂ خلوت گزینی

[ص۲۳۰]

فطرت چاہتی ہے کہ نشو ونما اور تغیّر قائم رہے۔
صفحہ ۱۹۹ اور ۱۰۰ کی تلمیحات دیکھیں۔

ز آغازِ خودی کس را خبر نیست خودی در حلقۂ شام و سحر نیست
ز خضر ایں نکتۂ نادر شنیدم کہ بحر از موجِ خود دیرینہ تر نیست

[ص۲۳۰]

یعنی خودی انسان کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔
علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
.........اس (خودی) سے مراد تشخّصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے، جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ تشخّص یا تعیّن وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں۔ انا یا انانیّت بھی ایسے ہی الفاظ ہیں.......[1]
صفحہ ۱۰۳ کی آیات ملاحظہ ہوں:

دلا رمزِ حیات از غنچہ دریاب حقیقت در مجازش بے حجاب است
ز خاکِ تیرہ می روید و لیکن نگاہش بر شعاعِ آفتاب است

[ص۲۳۱]

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَ فِیْ خَلْقِکُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۳-۵)

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور تمھارے بنانے میں اور جتنے بکھیرتا ہے جانور (ان میں بھی) نشانیاں ہیں یقین رکھنے والوں کے لیے اور بدلنے میں رات دن کے اور جو اُتاری ہے اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلایا اُس سے زمین کو اُس کی موت کے بعد اور بدلنے میں ہواؤں کے، نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔

دلِ من راز دانِ جسم و جان است　　نہ پنداری اجل بر من گران است
چہ غم گر یک جہاں گم شد ز چشمم　　ہنوز اندر ضمیرم صد جہان است
[ص۲۳۲]

انسان اپنے عمل کے لیے بہت سے جہان رکھتا ہے اور ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف دوڑتا ہے۔

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ ۝ۚ (الرحمن،۲۹)　　وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

جب خدا ہر وقت مصروف عمل ہے تو اس کے نائب کو بھی اسی طرح مصروفِ عمل ہونا چاہیے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ　　اللہ کی تراش وہی ہے جس پر تراشا لوگوں کو۔

(الروم:۳۰)

جہاں یک نغمہ زارِ آرزوے　　بم و زیرش ز تارِ آرزوے
بچشمم ہر چہ ہست و بود و باشد　　دمے از روزگارِ آرزوے
[ص۲۳۳]

ہر چیز بڑھنے اور اُگنے کی طرف مائل ہے۔ صفحہ ۲۳۰ کی آیتیں دیکھیں۔

دوامِ ما ز سوزِ ناتمام است چو ماہی جز تپش بر ما حرام است
[ص۲۳۴]

اس کے لیے بھی صفحہ ۲۳۰ کی آیت دیکھیں۔

حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند مقیمِ سومناتِ بود و ہستند
چساں افرشتہ و یزداں بگیرند ہنوز آدم بہ فتراکے نہ بستند
[ص۲۳۴]

فلسفیوں نے ہنوز آدم کو بھی نہیں پہچانا۔ انسان کی خفتہ صلاحیتوں کا ادراک فلسفیوں کو نصیب نہیں ہوا۔ صفحہ ۱۹۸ کی آیت دیکھیں۔

ہزاراں سال با فطرت نشستم بہ او پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم ایں دو حرف ست تراشیدم، پرستیدم، شکستم
[ص۲۳۵]

علاّمہ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں:

ہمارے صوفیہ کی کتابوں میں اس امر پر ایک عجیب وغریب بحث موجود ہے کہ گسستن اچھا ہے یا پیوستن، اور صوفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اسلامی تصوّف کا دارومدار گسستن پر ہے۔ تصوفِ وجودیہ کا پیوستن یا فنا پر........[۲]

فطرت نے مجھے پیدا کیا، مجھے اپنایا، پھر توڑ دیا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝ اللہ بناتا ہے پہلی بار، پھر اس کو دہرائے گا، پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ (الروم:۱۱)

درونم جلوۂ افکار ایں چیست! برونِ من ہمہ اسرار ایں چیست!
بفرما اے حکیمِ نکتہ پرداز بدن آسودہ، جاں سیّار ایں چیست!
[ص۲۳۶]

فلسفی کا صرف دماغ کام کرتا رہتا ہے۔ گویا اُس کی جان سیر کرتی رہتی ہے اور بدن (عمل) بے کار پڑا رہتا ہے۔ ایسے لوگ دراصل قیاس کی دنیا میں رہتے ہیں۔

اَ لَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۝ (یونس:٦٦)

یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں، کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں، محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں۔

دلا دریوزۂ مہتاب تا کے! شبِ خود را برافروز از دمِ خویش

[ص۲۳٦]

دوسروں کی محتاجی سے دور رہنا چاہیے اور اپنے خدا کے فضل سے اپنے اندر قدرت پیدا کرنا چاہیے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۝ (هود:١٠١)

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا، سو اُن کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پُوجتے تھے، ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپؐ کے رب کا حکم آ پہنچا اور الٹا ان کو نقصان پہنچایا۔

چہ غم داری، حیاتِ دل ز دم نیست کہ دل در حلقۂ بود و عدم نیست

[ص۲۳۷]

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۝ۙ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ؕ (الشعراء:۸۸-۸۹)

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے (گویا پاک دل ہی آخرت میں کام دے سکے گا)

پرد ہر ذرّہ سوے منزلِ دوست نشانِ راہ از ریگِ رواں گیر

[ص۲۳۹]

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ (الحدید:۴)

اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۝ؑ

یاد رکھو، بے شک وہ احاطہ کیے ہوئے ہے

(فصّلت:۵۴) ہر چیز کو۔

ضمیرِ کن فکاں غیر از تو کس نیست نشانِ بے نشاں غیر از تو کس نیست

[ص ۲۳۹]

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ:۲۹) وہی ذات ہے جس نے تمھارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

دل از نورِ خرد کردم ضیا گیر خرد را بر عیارِ دل زدم من

[ص ۲۴۱]

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الزمر: ۲۲) سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نُور پر ہے، کیا وہ شخص اور اہلِ قساوت برابر ہیں؟ سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اُن کے لیے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

ز شاخِ آرزو برخوردہ ام من بہ رازِ زندگی پے بردہ ام من

[ص ۲۴۳]

اقبال نے آرزو اور عمل کی تعلیم دی ہے۔

وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا (الانعام: ۱۶۴) اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اُسی پر رہتا ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (العنکبوت: ٦) اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے محنت کرتا ہے۔

ولیکن من نہ رانم کشتیٔ خویش بہ دریائے کہ موجش بے نہنگ است

[ص ۲۴۴]

یعنی جس جگہ مشکلات کا مقابلہ نہیں ہے، وہاں میں نہیں جاتا۔

صفحہ ۲۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

بگیر امروز را محکم کہ فردا ہنوز اندر ضمیرِ روزگار است

[ص ۲۴۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ‌ۚ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال کر لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے۔

بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز[۳] تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے؟

[ص ۲۴۵]

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا‌ ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا‌ ؕ (الروم: ۳۰)

پس یک سُو ہو کر اپنا رخ اُس دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، (بلندی اور رفعت یہی دین سکھاتا ہے)۔

نفس دارد ولیکن جاں ندارد کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

[ص ۲۴۶]

صفحہ ۲۳۶ کی آیت دیکھیں۔

ولے چشم از درونِ خود نہ بندی کہ در جانِ تو چیزے دیدنی ہست

[ص ۲۴۶]

صفحہ ۲۲۲ کی آیت دیکھیں۔

بہر دل عشق رنگِ تازہ برکرد گہے با سنگ گہ با شیشہ سرکرد
ترا از خود ربود و چشمِ تر داد مرا با خویشتن نزدیک تر کرد

[ص ۲۴۸]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍؕ (البلد: ۴)

ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

اسی مشقت کی وجہ سے اُس میں گونا گوں کیفیّات پیدا ہوتی ہیں۔ تاہم یہ مشقّت اُس کے لیے مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ایک دعوت ہے۔

ہنوز از بندِ آب و گِل نہ رستی — تو گوئی رومی و افغانیم من!
من اوّل آدم بے رنگ و بویم — ازاں پس ہندی و تورانیم من!
[ص ۲۴۸]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

مرا ذوقِ سخن خون در جگر کرد — غبارِ راہ را مشتِ شرر کرد
[ص ۲۴۹]

صفحہ ۲۴۸ کی آیت دیکھیں۔

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد — حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
[ص ۲۵۵]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریت:۵۶)

اور میں نے جنّ اور آدمی پیدا کیے ہیں سو اپنی ہی بندگی کے لیے۔

یعنی جنّ اور انسان کو یہ بات زیبا نہیں کہ وہ غیر اللہ کے آگے سر جھکائے، اس لیے وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا، ایمان عملِ صالح پر کاربند ہوتا ہے، صاحبِ نظر ہوتا ہے۔

وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ○ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقیں لانے والوں کے لیے اور خود تمھارے اندر کیا تم

نہیں دیکھتے؟ (الذاریٰت:۲۰-۲۱)

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر   تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد
[ص۲۵۵]

اللہ کے لیے زندہ رہنا اور اس کی راہ میں مرنا عین زندگی ہے جو ایک مومن کو زیبا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَo (الحجرات:۱۵)	بے شک ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر۔ پھر شبہ نہ لائے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں، اپنے مال اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے۔

نوریٔ نادان نیم، سجدہ بآدم برم!   او بہ نہاد است خاک، من بہ نژاد آذرم!
[ص۲۵۵]

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍo (الاعراف:۱۲) (صٓ:۷۶)	(شیطان) بولا، میں اُس (انسان) سے بہتر ہوں، مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور اُس کو خاک سے بنایا۔

زندگی سوز و ساز، بہ ز سکونِ دوام   فاختہ شاہیں شود، از تپشِ زیرِ دام
[ص۲۵۶]

انسان عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۴۸ کی آیات دیکھیں۔

ہمہ سوزِ ناتمام، ہمہ دردِ آرزویم   بگماں دہم یقیں را کہ شہیدِ جستجویم
[ص۲۵۷]

انسان میں عمل کے لیے تڑپ اور درد ہونا چاہیے، صفحہ ۲۱۷، ۲۲۵ کی آیات کے علاوہ (المدثر:۴۵) ملاحظہ ہو جہاں دوزخیوں میں ایسے بھی مذکور ہیں جو کہیں گے کہ ہم بے مقصد مشغلے میں زندگی گزارتے تھے:

وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَo لا	اور (فضول) مشغلے میں رہنے والوں کے

(المدثر:۴۵) ساتھ ہم بھی (فضول) مشغلے میں پڑے رہتے تھے۔(گویا صحیح عمل سے کوئی تعلق نہ تھا)۔

من بہ زمیں در شدم، من بفلک بر شدم
بستۂ جادوے من ذرّہ و مہرِ مُنیر
[ص ۲۵۸]

انسان نے زمین پر بھی قبضہ کیا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (لقمٰن: ۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی؟

اور انسان نے عرش تک رسائی حاصل کی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے اتنے قریب ہوئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم:۹) پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک۔

نظم نوائے وقت کے متعلق ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں کہ:

وہ اقبال کے تصوّرِ زمان کو بہت اچھی طرح پیش کرتی ہے۔طبیعیاتی وقت جو زمان و مکانِ سلسلہ کی ایک سمت ہے، اضافی ہے۔لیکن اصل زمان کو قرآنِ کریم نے وحدت اور کلیّت قرار دے کر تقدیر کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔تقدیر محض زمان کا نام ہے جبکہ اس کو امکانات کے ظہور سے پہلے دیکھا جائے.......(اور) جبکہ اس کو تواتر کے قید و بند سے آزاد کر دیا جائے۔یہ وقت جو تقدیر ہے، حقیقی ہے اور تمام اشیا کی جان ہے۔یہ وقت محض یکساں آنات کا اعادہ نہیں بلکہ اس کا ہر لمحہ بالکل جداگانہ ہے اور اس سے نئی اور انوکھی اشیا کی تخلیق ہوتی ہے۔حقیقی وقت میں وجود رکھنا، معمولی (تسلسلی) وقت کی جکڑ بندیوں سے آزادی کے مترادف ہے۔حقیقت میں موجود رہ کر ہم تسلسلی وقت کو لمحہ بہ لمحہ تخلیق کرتے ہیں اور یہ تخلیق بالکل آزادانہ اور غیر مقلدانہ ہوتی ہے۔وقت کی اس آزاد تخلیقی حرکت پر زندگی کی ساری جدوجہد کا دارومدار ہے۔[۴]

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍO (القمر:۴۹) ہم نے ہر چیز کو ٹھہرا کر (اندازے پر) پیدا کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں اوپر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کا بیان مذکور ہوا۔

اگر ز رمزِ حیاتِ آگہی، مجوے و مگیر   دلے کہ از خلشِ خارِ آرزو پاک است

[ص ۲۶۴]

وہ دل ہی کیا جو آرزو سے خالی ہو۔

صفحات ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۵۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

خنک انساں کہ جانش بیقرار است   سوارِ راہوارِ روزگار است

قبائے زندگی بر قامتش راست   کہ او نَو آفرین و تازہ کار است

[ص ۲۶۶]

انھی صفحات ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۵۷ کی آیات ملاحظہ ہوں۔

عشق نے علم سے کہا:

ز افسونِ تو دریا شعلہ زار است   ہوا آتش گذار و زہر دار است

چو بامن یار بودی، نور بودی   بریدی از من و نورِ تو نار است

بہ خلوت خانۂ لاہوت زادی

ولیکن درنخِ شیطاں فتادی

[ص ۲۶۷]

اقبال کے نزدیک وہ علم، وہ عقل اور وہ فلسفہ مردود ہے جو عمل کے لیے آمادہ نہ کر سکے اسی عمل کے جذبے کو وہ عشق کہتے ہیں۔ صفحہ ۲۲۵ کی آیت کے ساتھ اس کی تفصیل آ چکی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ء) نے بھی فرمایا ہے کہ وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو اور وہ عمل بے کار ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔[۵]

بیشِ تو نزدِ ما کے

سالِ تو پیشِ ما دمے

اے بکنارِ تو یمے
ساختۂ بہ شبنمے
ما بتلاشِ عالمے، مے نگریم و مے رویم
[ص۲۷۰]

نظم ''سرودِ انجم'' کے یہ اشعار ہیں کہ انسان نے چھوٹی چھوٹی چیزوں پر اکتفا کرلیا ہے حالانکہ وہ بڑے بڑے کاموں کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ وہ اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے اسے اپنے منصب کے مطابق کارنامے انجام دینے تھے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠ (بنی اسرائیل:۷۰)	اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلّط کردیا خشکی اور تری میں اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

ز دستِ کسے طعمۂ خود نگیر   نکو باش و پندِ نکویاں پذیر
[ص۲۷۳]

اس نظم میں باز کی نصیحت اپنے بچے کے لیے ہے اور یہ نصیحت ایک انسان کے لیے بھی ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہ بنے۔

صفحات ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۵ کی آیات دیکھیں۔

تپش می کند زندہ تر زندگی را   تپش می دہد بال و پر زندگی را
[ص۲۷۴]

جب تک تڑپ اور بے قراری نہ ہو، زندگی زندگی نہیں ہے۔

صفحات ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸ کی آیات دیکھیں۔

بو علی اندر غبارِ ناقہ گم   دستِ رومی پردۂ محمل گرفت
[ص۲۷۶]

فلسفی صرف سوچتا رہ جاتا ہے اور عاشق اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

لاَ يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُوْلِى الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًاo (النساء:۹۵)	برابر نہیں بیٹھنے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں، اور لڑنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے۔ اللہ نے بڑائی دی لڑنے والوں کو اپنے مال اور جان سے، ان پر جو بیٹھتے ہیں، درجے میں۔ اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا۔ اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے، بڑے ثواب میں۔

''کرمکِ شب تاب'' (جگنو) کا سوز بھی اقبال کو پسند ہے۔

در تیرہ شبان مشعلِ مرغانِ شب استی
آں سوز چہ سوز است کہ در تاب و تب استی
گرمِ طلب استی

[ص ۲۷۷]

''سرگرمِ عمل'' ہونا ہی زندگی ہے۔ صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ کی آیات دیکھیں۔

ناقۂ سیارِ من
آہوئے تاتارِ من
تیز ترک گام زن، منزلِ ما دُور نیست

[ص ۲۷۹]

اوپر والے صفحات کی آیات یہاں بھی ملحوظ رہیں۔

''محاورہ مابین خدا و انسان'' میں انسانی صلاحیتوں اور کارگزاریوں کا ذکر ہے۔

انسان کہتا ہے:

تو شب آفریدی چراغ آفریدم سفال آفریدی ایاغ آفریدم

بیابان و کہسار و راغ آفریدی خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم
[ص۲۸۴]

سورۂ ابراہیم: میں اللہ پاک نے اپنی ''انسان نوازی'' کا ذکر اس طرح کیا ہے:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الۡفُلۡکَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الۡاَنۡہٰرَ ۚ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ ۚ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (ابراھیم:۳۲۔۳۴)

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائی اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمھارے کھانے کو پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتی کو مسخّر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمھارے لیے ندیاں مسخّر کیں اور تمھارے لیے سورج اور چاند مسخّر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمھارے لیے رات اور دن مسخّر کیے اور تمھیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔ بے شک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

ازاں مے فشاں قطرۂ بر کشیری کہ خاکسترش آفریند شرارے
[ص۲۸٦]

اہلِ کشمیر کو ان کے سرمایہ داروں نے مفلس بنا دیا ہے۔ انھیں چاہیے کہ بیدار ہوں۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ ۟ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لین دین (مفاد و نفع) آپس کی رضامندی سے ہو اور اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔

زد بانگ کہ شاہینم و کارم بہ زمیں چیست

صحراست کہ دریاست تہِ بال و پرِ ماست!

[ص۲۸۷]

مسلمان جس کو شاہین سے تشبیہ دی جاتی ہے آسمانوں اور زمین کے اندر تک کی تمام چیزوں کو مسخر کرسکتا ہے اور ہر چیز پر غالب ہوسکتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)

اور تمھارے لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب کا سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں، سوچنے والوں کے لیے۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ؑ (المائدہ:۵۶)

تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اور جو اللہ کو، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے۔

''کرمکِ شب تاب'' کہتا ہے:

اگر شب تیرہ تر از چشمِ آہوست   خود افروزم چراغِ راہِ خویشم

[ص۲۸۷]

خود اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ اسی قسم کا مضمون اس سے پہلے والے شعر میں ملتا ہے۔

شدم بحضرتِ یزداں، گذشتم از مہ و مہر   کہ در جہانِ تو یک ذرّہ آشنایم نیست

جہاں تہی ز دل و مشتِ خاکِ من ہمہ دل   چمن خوش است و لے درخورِ نوایم نیست

تبسمے بہ لبِ او رسید و ہیچ نگفت

[ص۲۸۸]

میں سراپا دل یعنی سراپا آرزو ہوں۔ صفحات ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸ کی آیات دیکھیں۔ عشق کی کیفیات بتائی ہیں۔

از جلوۂ علم بے نیازم   سوزم، گریم، تپم، گدازم[۶]

[ص۲۹۲]

عشق (دُھن، لگن) انسان کو اسی طرح بے قرار بنا دیتا ہے یعنی عمل کے لیے تڑپ پیدا

کر دیتا ہے۔اس سے پہلے شعر والی آیات یہاں بھی دیکھیں۔

ع اگر خواہی حیات، اندر خطرزی

[ص۲۹۳]

زندگی نام ہی مشکلات کا مقابلہ کرنے کا ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ۝ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

(البلد:۴)

ہست ایں میکدہ و دعوتِ عام است ایں جا قسمتِ بادہ باندازۂ جام است ایں جا

[ص۲۹۴]

یہ دنیا عمل والوں کی ہے۔جو جتنا کرے گا اتنا ہی پائے گا۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗؕ۝ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۝ؑ پس جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

(الزلزال:۷-۸)

گفتم کہ شوقِ سیر نبردش بہ منزلے
گفتا کہ منزلش بہ ہمیں شوق مضمر است

[ص۲۹۵]

یعنی کوشش کرنا ہی مقصد ہونا چاہیے۔مقصد حاصل کرنا مقصد نہیں ہے۔صفحہ ۲۱۵ کی آیت (آل عمران:۱۵۹) دیکھیں۔

زشرر ستارہ جویم، زستارہ آفتابے
سرِ منزلے نہ دارم کہ بمیرم از قرارے

[ص۲۹۷]

اس سے پہلے والے شعر کی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

ع ہستم اگر می روم، گرنہ روم نیستم!

[ص۲۹۸]

میرا حرکت کرنا (عمل) ہی زندگی کی دلیل ہے۔ مردہ شخص حرکت نہیں کرتا۔ حرکت اور عمل ہی سے کامیابی ہے۔

لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙ	انسان نہ پائے گا مگر وہ جو کوشش کی۔

(النجم:۳۹)

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت   گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
[ص۲۹۹]

طارق نے سفینہ جلا دینے کے بعد لوگوں سے خطاب کیا:

"یآایھاالناس این المفر، البحر من ورائکم والعدو امامکم ولیس لکم واللّٰہ الا الصدق و الصبر"	اے لوگو! راہِ فرار کوئی نہیں۔ سمندر تمھارے پیچھے اور دشمن تمھارے سامنے ہے۔ خدا کی قسم، اب صبر و ثبات اور مجاہدانہ ذوق وشوق کے سوا تمھارا کوئی ساتھی نہیں۔

اقبال کے اسی قطعے کا آخری مصرع یہ ہے:

ع   ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست
[ص۲۹۹]

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۝ (آل عمران:۲۶)	آپ عرض کریں کہ اے اللہ، ملک کے مالک، تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلّت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔
وَتَبٰرَکَ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَھُمَا ۚ (الزخرف:۸۵)	اور بڑی برکت والا ہے وہ کہ اسی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

زی بحرِ بیکرانہ چہ مستانہ می رود   درخود یگانہ از ہمہ بیگانہ می رود
[ص۳۰۰]

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم، تمام پیغمبروں (علیہم السلام) کی طرح، اللہ پاک کے یہاں سے پیام لے کر آئے لیکن صرف ان کو یگانہ بنایا گیا کہ ان کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوئی اور صرف ان کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۝   اور ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

اقبال نے اس شعر والی نظم ''جوئے آب'' کو گوئٹے کی نظم ''نغمۂ محمدؐ'' کا ایک آزاد ترجمہ کہا ہے۔

اقبال نے بہشت کے متعلق کہا ہے:

ع   کہ یزداں دارد و شیطاں نہ دارد
[ص۳۰۲]

دراصل حق و باطل کے ٹکراؤ ہی سے حق کی قدر رہوتی ہے۔ بہشت میں یہ چیز کہاں؟

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا۝ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا۝   بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ انہی میں رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔ (الکہف:۱۰۷۔۱۰۸)

عشق است کہ درجانت ہر کیفیت انگیزد   از تاب و تبِ رومی تا حیرتِ فارابی
[ص۳۰۳]

صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵ اور ۲۷۶ کی آیتیں دیکھیں:

گر دِراہیم و لے ذوقِ طلب جوہرِ ماست   بندگی باہمہ جبروتِ خدائی مفروش
[ص۳۰۴]

اللہ سے عاجزی ہی مانگنا چاہیے۔

اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ۝   اپنے رب سے مانگو گڑگڑاتے اور آہستہ۔ بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔ (الاعراف:۵۵)

ع   آدم از بے بصری، بندگیٔ آدم کرد

[ص۳۰۴]

انسان کو صرف اللہ کے آگے جھکنا سکھایا گیا تھا لیکن وہ غیر اللہ کے آگے جھکنے لگا اور خود اپنی توہین کرنے لگا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ   اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ (القصص: ۸۸)

آں سخت کوش چیست کہ گیرد ز سنگ آب   محتاجِ خضر مثلِ سکندر نمی شود

ص۳۰۵

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (البقرہ: ۶۰)   اور جب موسٰی (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا، اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔

گریز از طرزِ جمہوری، غلام پختہ کارے شو   کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

[ص۳۰۵]

پختہ کار غلام (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا) بن جانا ہزاروں جمہوریتوں سے کہیں افضل ہے جہاں صرف پارٹی بازی اور نفسانفسی ہوتی ہے۔

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ   اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمھارے کسی عمل کا تمھیں نقصان نہ دے گا۔ (الحجرات: ۱۴)

حدیثِ عشق بہ اہلِ ہوس چہ می گوئی
بچشمِ مور مکش سرمۂ سلیمانی!

[ص۳۰۶]

مغرب والوں کو تبلیغ کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ ہوا و ہوس اور وطنیت کے بتوں کی زیادہ پوجا کرتے ہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ (القصص:۵۰) | اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا۔

ع دریں خانہ جز من متاعے کجاست

[ص۳۰۷]

یہ بات غنی کاشمیری نے اپنے لیے کہی تھی، لیکن انسان کے لیے بھی صادق آتی ہے کیونکہ اسی کے لیے یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۠ (بنی اسرائیل:۷۰) | اور بے شک ہم نے برتری دی آدمؑ کی اولاد کو اور خشکی و تری میں اس کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔

قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرہ:۳۰) | کہا آپؐ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

اللہ کا نائب (جانشیں۔خلیفہ) ہی اس دنیا کو برتنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اُمّتی بود کہ ما از اثرِ حکمتِ اُو واقف از سرِّ نہاں خانۂ تقدیر شدیم

[ص۳۰۸]

قُلْ یٰٓاَیُّهَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۵۸) | آپ فرما دیں، اے لوگو، میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کو ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ بے پڑھے، غیب کی باتیں بتانے والے پر جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی غلامی اختیار کرو کہ تم راہ پاؤ۔

نظم ’’عشق‘‘

آں حرفِ دل فروز کہ راز است و راز نیست
من فاش گویمت کہ شنید از کجا شنید؟
دزدید ز آسمان و بہ گل گفت شبنمش
بلبل ز گل شنید و ز بلبل صبا شنید

[ص ۳۱۰]

یعنی ہر جگہ عشق کارفرما ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُO (الملک:۲)	وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔
ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا (ھود:۶۱)	اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

ہر تخلیق نہ صرف اپنے خالق کے وجود کا ثبوت پیش کرتی ہے بلکہ خود اس کا پیدا ہونا بھی ایک حرکت اور عمل کی غمّازی کرتا ہے جسے عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

انسان جو ’’تہذیب‘‘ کا دعویٰ دار ہے ’’جنگ‘‘ (جو نفس و ہوا کے لیے ہو) کے وقت درندہ نظر آتا ہے۔

دیدم چو جنگ پردۂ ناموسِ اُو درید
جز یسفک الدماء، خصیم مبیں نبود!

[ص ۳۱۰]

یہ وہ انسان ہے جس کے متعلق فرشتوں نے بھی اللہ پاک سے کہا تھا:

قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج (سورۃ البقرۃ:۳۰)	وہ بولے کیا ایسے کو (اپنا نائب) بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ	(اللہ نے) انسان کو پیدا کیا نطفہ سے، تو اسی

مُّبِیۡنٌ٥ (النحل:۴) لیے وہ کھلا جھگڑالو ہے۔

بہ علم غرّہ مشو، کارِ مے کشی دِگر است
فقیہِ شہر گریبان و آستیں آلود
[ص۳۱۴]

خواہ مخواہ اپنی علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنا اور صحیح بات کی تہ تک نہ پہنچنا علم نہیں ہے۔

سورۂ آل عمران میں اہلِ کتاب کو فرمایا گیا ہے:

فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِیۡمَا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ٥ (آل عمران:٦٦)

پس ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے؟

وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡئُوۡلًا٥ (بنی اسرائیل:٣٦)

اور اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے (کہ تم نے ان سے کیا کام لیا)۔

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ سینہ افروخت مرا صحبتِ صاحب نظراں
[ص۳۱۵]

مغربی فلسفیوں سے وہم وگمان والی عقل کو ترقی ہوتی ہے اور ''صاحب نظر'' لوگوں کی صحبت میں، سینے میں عمل کے لیے گرمی پیدا ہوتی ہے۔

سورۃ الفتح میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے لیے کہا گیا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح: ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (اصحاب) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

حق کے لیے سینہ سپر ہونا اور ہر قربانی کے لیے تیار رہنا دراصل ان اصحاب کا شیوہ تھا۔ صحیح ''صاحبِ نظر'' لوگ وہی تھے۔

بہ نوریان ز من پایہ ٔ گل پیامے گوے
حذر ز مشتِ غبارے کہ خویشتن نگر است!

[ص۳۱۶]

فرشتے، انسان کی خودنگری سے محروم ہیں۔ انسان اللہ کا نائب ہے اس لیے اس کے منصب کا تقاضا ہے کہ اپنے منصب کے مطابق ہی عمل پیش کرے۔

وَهُوَ الَّذِی جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ (الانعام:۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی۔

نوازنیم و بہ بزمِ بہاری سوزیم   شرر بہ مشتِ پرِ ما ز نالہ ٔ سحر است

[ص۳۱۶]

سورۃ المزمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحر خیزی کا ذکر ہے جس سے امت کو سبق دیا ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًاؕ۝ (المزمل:٦)

بے شک رات کا اٹھنا خوب موثر ہے کچلنے میں (نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

ع   بہ کیشِ زندہ دلاں زندگی جفا طلبی است

[ص۳۱۷]

مشکلات کا مقابلہ کرنا عین زندگی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍؕ۝   ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

(البلد:۴)

سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ بھی دیکھیں۔

چو موج سازِ وجودم ز سیلِ بے پروا است
گماں مبر کہ دریں بحر ساحلے جویم

[ص۳۱۸]

طوفان کی پروانہیں اور ساحل کی تلاش نہیں۔صرف مشکلات کو دعوت دینا انسان کی زندگی ہے۔صفحہ ۳۱۷ کی آیت دیکھیں۔

گرچہ متاعِ عشق را، عقل بہائے کم نہد　　　من ندہم بہ تختِ جم، آہِ جگر گداز را
[ص ۳۱۹]

عشق ہی صحیح راہ پر لے چلتا ہے کیونکہ وہ عملِ صالح کے لیے ولولہ پیدا کرتا ہے۔ایسے عشق کے سامنے اس عقل کی کوئی حیثیت نہیں جو صرف سوچنا سکھاتی ہے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر انسان کو عمل سے روک دیتی ہے جسے ضلالت کہتے ہیں۔اہلِ ضلالت کی مذمّت قرآن پاک میں اس طرح ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۝ (البقرہ ۱۶:۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

بچشمِ عشق نگر تا سراغِ او گیری　　　جہاں بچشمِ خرد سیمیاء و نیرنگ است
[ص ۳۲۱]

اس کے اوپر والی آیت دیکھیں۔

رمزِ حیات جوئی جز در تپش نیابی　　　در قلزم آرمیدن ننگ است آبجو را

صفحہ ۳۱۷ کی آیت دیکھیں۔

[ص ۳۲۴]

از نالہ بر گلستاں آشوبِ محشر آور　　　تادم بہ سینہ پیچد مگذار ہاے و ہو را

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۝ (الحجر:۹۴)

پس علانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو (یعنی مشرکوں کی ملامت کی پروانہ کرو)۔

ع　جرمِ ما از دانۂ، تقصیرِ او از سجدہ
[ص ۳۲۴]

سورۃ البقرہ میں یہ واقعات ہیں:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ○ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا کَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ○

(البقرہ:۳۴۔۳۶)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ اور ہم نے کہا، اے آدم! تُو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمھارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے اس سے (جنت سے) انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انھیں الگ کر دیا اور ہم نے کہا، نیچے اترو، آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن اور تمھیں ایک وقت تک زمیں میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

خوش آنکہ رختِ خرد را بہ شعلۂ مَے سوخت
مثالِ لالہ متاعے ز آتشے اندوخت

[ص۳۲۵]

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے عقل سے گزر کر عشق کو خریدا۔
صفحہ ۳۱۹ کی آیت دیکھیں۔

فزوں قبیلۂ آں پختہ کار باد کہ گُفت
چراغِ راہِ حیات است جلوۂ امّید

[ص۳۲۶]

امید ہی زندگی کو زندگی بخشتی ہے۔ مایوسی اور قنوطیت سے بے عملی پیدا ہوتی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الحجر کی آیات میں ہے:

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ۝قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۝ (الحجر:۵۵۔۵۶)

(فرشتوں نے) کہا، ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے۔ آپ نا امید نہ ہوں۔ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے)، اپنے رب کی رحمت سے کون نا امید ہوگا۔ مگر وہی جو گمراہ ہوئے۔

گفتند لب بہ بند و ز اسرارِ ما مگو　　گفتم کہ خیر! نعرۂ تکبیرم آرزوست

[ص ۳۲۷]

اسلام اور قرآن کی تعلیم کا خلاصہ اس بلاغت کے ساتھ اس شعر میں دیا ہے کہ اس کا جواب نہیں، یعنی اللہ پاک کے تمام اسرار کا خلاصہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ غیر اللہ سے جب تک انسان بغاوت نہ کرے وہ اللہ کا بندہ نہیں ہوسکتا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف (القصص: ۸۸)

اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا (دوسری طاقت) کو نہ پُوج۔ اُس کے سوا کوئی خدا (طاقت) نہیں۔

ع　گر نگاہِ تو دوبین است ندیدن آموز

[ص ۳۲۷]

اگر تو غیر اللہ کو بھی دیکھتا ہے تو آنکھیں ہی بند کر لینا بہت ہے۔ اُوپر کی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

تا کجا در تہِ بالِ دگراں می باشی　　در ہوائے چمن آزادہ پریدن آموز

[ص ۳۲۸]

غیر اللہ کا محتاج ہونا اللہ کے بندے کو زیبا نہیں۔ وہی اُوپر والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

ع　تو دل گرفتہ نہ باشی کہ عشق تنہا نیست ؎

[ص ۳۲۹]

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۝ط

جس دن کہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے

(یہ پاک دل، عشق و عمل والا ہوتا ہے)۔ (الشعراء:۸۸۔۸۹)

گر بخود محکم شوی سیلِ بلا انگیز چیست
مثلِ گوہر در دلِ دریا نشستن می تواں

[ص۳۰۳]

یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران:۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمن سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔[۸]

من فقیر بے نیازم مشربم این است و بس
مومیائی خواستن نتواں، شکستن می تواں

[ص۳۳۰]

بانگِ درا میں بھی کہا ہے:

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر، حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

[ص۲۹۴]

غیر اللہ کا محتاج ہونے سے بہتر ہے کہ ختم ہو جائے۔ مومن کے لیے اللہ کافی ہے۔

وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ط وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ○ (الاحزاب:۳)

اور اللہ پر بھروسا کرو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (الاعراف:۱۹۴)

بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے ہی جیسے بندے ہیں۔ سو اگر تم سچے ہو تو تم انھیں پکارو۔ پھر ان کو چاہیے تمھیں جواب دیں۔

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست
آں تیشۂ فرہادے، ایں حیلۂ پرویزے

[ص۳۳۱]

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۳۹)

اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے۔

نشانِ راہ ز عقلِ ہزار حیلہ مپرس　　بیا کہ عشق کمالے ز یک فنی دارد
[ص۳۳۳]

صفحہ ۳۱۹ کی آیت دیکھیں۔

نہ بہ امروز اسیرم، نہ بہ فردا نہ بہ دوش　　نہ نشیبے نہ فرازے، نہ مقامے دارم
[ص۳۳۴]

اسلام کسی زمانے اور کسی مقام تک محدود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا سب کا تھا اور سب کے لیے ہے۔ زمان و مکان کا پابند نہیں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

بے شک اللہ کے ہاں اسلام ہی دین ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔

بشاخِ زندگیِ ما نمے ز تشنہ لبی است
تلاشِ چشمۂ حیواں دلیلِ کم طلبی است
[ص۳۳۴]

پیاسا ہونا پیاس بجھانے سے بہتر ہے اور مقصد کے حصول کے لیے کوشش کرنا کم طلبی ہے بلکہ کوشش ہی کو اپنا مقصد بنانا چاہیے، جیسا کہ ارشاد ہے:

''السعی منی و الا تمام من اللّٰہ''

کوشش میرا کام ہے اور انجام کو پہنچانا خدا کا کام ہے۔

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش

کی۔ (النجم:۳۹)

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًاؕ (الانشراح:۶) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

نہالِ تُرک ز برقِ فرنگ بار آورد ظہورِ مصطفویؐ را بہانہ بولہبی است
[ص۳۳۵]

بانگِ درا صفحہ ۲۶۸ میں بھی ہے۔

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے!
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
[ص۲۹۸]

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ (البقرہ: ۲۵۷) اللہ والی ہے مسلمانوں کا، انھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

دردشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ
[ص۳۳۶]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی رفعت کی انتہا اپنی معراج میں بتا دی کہ اللہ سے کس قدر قریب ہوا جا سکتا ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ (النجم:۹) پس اس جلوہ اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

(سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کی تفصیل ہے)۔

در جہان است دلِ ما کہ جہاں در دلِ ماست
لب فرو بند کہ ایں عقدہ کشودن نتواں!
[ص۳۳۶]

سورۂ ق میں قلبِ منیب والوں کے لیے بشارت ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۙ (ق:۳۳) جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے (اور جو) رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

اس شعر سے پہلے ہی یہ مصرع ہے:

ع بے تو بودن نتواں، با تو نبودن نتواں

[ص۳۳۶]

اسرارِ ازل جوئی؟ بر خود نظرے وا کن یکتائی و بسیاری، پنہانی و پیدائی

[ص۳۳۷]

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

(الذاریٰت: ۲۰-۲۱)

(زمین میں جو نشانیاں ہیں وہ اللہ پاک کی قدرت اور حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور تمھاری پیدائش میں اور تمھارے تغیّرات میں اور تمھارے ظاہر و باطن میں اللہ پاک کی قدرت کے عجائب و غرائب موجود ہیں)۔

ہم با خود و ہم با او، ہجراں کہ وصال است ایں؟

اے عقل چہ می گوئی؟ اے عشق چہ فرمائی؟

[ص۳۳۸]

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ (الحدید: ۴) اور وہ تمھارے ساتھ ہے، تم کہیں ہو اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے۔

(عقل یہ بات تسلیم کرے یا نہ کرے، عشق تو تسلیم کرتا ہے)۔

بگذر از عقل و در آویز بہ موجِ یمِ عشق

کہ در آں جوئے تنک مایہ گہر پیدا نیست

[ص۳۴۰]

عقل میں تنگی ہے اور عشق میں بڑی فراخی ہے۔ عشق کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتا۔

زندگیٔ رہرواں در تگ و تاز است و بس قافلۂ موج را جادہ و منزل کجاست

[ص۳۴۱]

صفحہ ۳۳۴ کی آیت دیکھیں۔

غافل ترے زمردِ مسلماں نہ دیدہ ام　　دل درمیانِ سینہ و بیگانۂ دل است
[ص۴۲۲]

مسلمان کے لیے تو اللہ پاک نے یہاں تک فرمایا ہے،:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَ اَیَّدَہُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ ؕ (المجادلہ: ۲۲)　　یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

در رہِ عشق فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست[۹]　　یدِ بیضائے کلیمے بہ سیاہے بخشند
[ص۳۴۲]

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات: ۱۳)　　بے شک عزت اللہ کے نزدیک اُس کی بڑی ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے (یعنی نسلی فضیلت کوئی چیز نہیں)۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سانولے رنگ کے تھے (لیکن یہ کوئی مستند بات معلوم نہیں ہوتی) بہر حال یدِ بیضا بھی اُن کا ایک معجزہ تھا۔

تو بر نخلِ کلیمے بے محابا شعلہ می ریزی　　تو بر شمعِ یتیمے صورتِ پروانہ می آئی
[ص۳۴۳]

اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی ○ (طٰہٰ: ۱۰)　　جب اُس (موسیٰ علیہ السلام) نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے۔ شاید میں تمھارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر (آگ کے ذریعے) راستہ پاؤں۔

سورۃ الکہف: آیت ۷۷۔۸۲ میں یتیموں کی دیوار کا ذکر ہے جس کی حفاظت کی گئی۔
بانگِ درا: صفحہ ۲۵۶ میں بھی دیوارِ یتیم کا ذکر ہے۔

مثلِ آئینہ مشو محوِ جمالِ دگراں　　از دل و دیدہ فروشوے خیالِ دگراں
[ص۳۴۴]

دوسروں کو نہ دیکھو۔ خود اپنے کو دیکھو۔ صفحہ ۳۴۷ کی آیت دیکھیں۔

اے کہ نزدیک تر از جانی و پنہاں ز نگہ ہجرِ تو خوشترم آید ز وصالِ دگراں!
[ص ۳۴۵]

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ○ (قٓ:۱۶)

اور ہم اُس سے اُس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

بندے سے اللہ اتنا زیادہ قریب ہے، پھر بھی بندہ اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔

ہزار خیبر و صد گونہ اژدر است ایں جا نہ ہر کہ نانِ جویں خورد حیدری داند
[ص ۳۴۵]

ایمان اصل قوت ہے۔ امیری غریبی کوئی چیز نہیں۔

وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ○ (المنافقون:۸)

اور عزت اللہ کی ہے اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ایمان والوں کی، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

بانگِ درا: صفحہ ۲۵۲ میں بھی کہا ہے:

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوّتِ حیدری

فرنگ شیشہ گری کرد و جام و مینا ریخت بحیرتم کہ ہمیں شیشہ را پری داند
[ص ۳۴۵]

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّيۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ○ (المجادلہ:۱۹)

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انھیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ وہ شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

چو گویمت ز مسلمانِ نا مسلمانے جز ایں کہ پور خلیلؑ است و آزری داند!
[ص ۳۴۶]

مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِىۡ هٰذَا (الحج: ۷۸)

تمھارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین، اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں (گویا اب ہم تو نام کے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہو کر بت تراشی کرتے ہیں)۔

عشق در صحبتِ میخانہ بگفتار آید زانکہ در دیر و حرم محرمِ اسرارش نیست
[ص ۳۴۷]

دیر و حرم والوں نے عشق چھوڑ دیا ہے۔ اب میخانے ہی میں عشق اور جوش والے نظر آتے ہیں۔ جن سے اس عشق کی توقع تھی، انھوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ اُوپر والی آیت اس کے لیے بھی مناسب ہے۔

کسے کہ زخمہ رساند بتارِ سازِ حیات زمن بگیر کہ آں بندہ محرمِ راز است
[ص ۳۴۷]

جو شخص جوش اور ولولہ پیدا کر دے اور عمل کے لیے آمادہ کر دے، دراصل وہی محرمِ راز ہے، کیونکہ دنیا بے کار نہیں بنائی گئی ہے:

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا لٰعِبِيۡنَ ○ (الانبیاء: ۱۶) (الدخان: ۳۸)

اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ کھیل کے طور پر۔

با نوریاں بگو کہ زعقلِ بلند دست ما خاکیاں بدوشِ ثریا سوارہ ایم
[ص ۳۴۸]

اللہ پاک نے انسان کو "عقلِ بلند دست" کی بدولت مسجود ملائک بنا دیا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ص ۳۵۲ کی آیتیں دیکھیں۔

اس "عقل بلند دست" کو بالِ جبریل: غزل ۱۵، ص ۳۱۱ میں دانشِ نورانی سے تعبیر کیا ہے:

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ برہانی ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

تپش است زندگانی، تپش است جاودانی
ہمہ ذرّہ ہائے خاکم دلِ بے قرار بادا
[ص۳۴۹]

سورۃ الرحمٰن میں اللہ پاک نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے:
كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍۚ (الرحمن:۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔
سورۃ البقرہ میں بھی ہے:
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ (البقرہ:۲۵۵) اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔
اسی طرح اس کے خلیفہ کے اوصاف ہونے چاہییں۔

نظرِ تو ہمہ تقصیر و خرد کوتاہی نہ رسی جز بہ تقاضائے کلیم اللّٰہی
[ص۳۵۰]

موسٰی علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کی:
قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ (الاعراف: ۱۴۳)
عرض کی، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا، تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو، یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ (موسٰی علیہ السلام جیسا تقاضا ہو تو دیدارِ الٰہی یعنی مقصد حاصل ہو سکتا ہے)۔

اے مسلماں دِگر اعجازِ سلیماں آموز دیدہ بر خاتمِ تو اہرمنے نیست کہ نیست
[ص۳۵۱]

سورۃ الانبیاء میں سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر ہونے والوں میں پہاڑ (آیت ۷۹) تیز ہوا (آیت ۸۱) اور اہرمن (شیطان) بھی تھے۔ آیت ۸۲ میں اہرمن سے متعلق ارشاد ہے:
وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ۙ
اور شیطانوں میں سے (مسخر تھے) جو اس کے لیے غوطہ لگاتے (جواہرات نکالنے کے

لیے) اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے اور ہم انھیں روکے ہوئے تھے۔ (الانبیاء: ۸۲)

دریں رباطِ کہن چشم عافیت داری؟ ترا بہ کش مکش زندگی نگاہے نیست
[ص۳۵۲]

صفحہ ۳۴۹ کی آیات دیکھیے۔

شعلہ در آغوش دارد عشق بے پروائے من!
برنخیزد یک شرار از حکمتِ نازائے من!

[ص۳۵۲]

حکمت اور فلسفے نے عمل کے لیے آمادگی نہیں سکھائی لیکن عشق ہی تڑپ پیدا کرسکتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں انبیا علیہم السلام کے ساتھیوں کی مشکل پسندی اور تڑپ کا ذکر آتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْاؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ○ (آل عمران:۱۴۶)

اور کتنے ہی انبیا علیہم السلام نے جہاد کیا۔ ان کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو وہ نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔ اور صبر والے لوگ ان کو محبوب ہیں۔ (یہاں صبر، ہمت اور عشق والوں کا ذکر ہے۔ ورنہ وہ علم، حکمت یا فلسفہ جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے، محض مردود ہے)

سورۃ الصّف میں ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ (الصّف:۳)

کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو تم نہ کرو۔

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار یا رسول اللہؐ! او پنہان و تو پیدائے من!
[ص۳۵۳]

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ○ آنکھیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

(الانعام:۱۰۳)

ع درونِ خویش نہ کاویدۂ دریغ از تو

حکم تو یہی تھا کہ اپنے اندر دیکھو۔

[ص۳۵۳]

گرفتم ایں کہ کتابِ خرد فرو خواندی حدیثِ شوق نہ فہمیدۂ دریغ از تو

[ص۳۵۴]

صفحہ ۳۵۲ کی آیات دیکھیں۔

دانش اندوختۂ، دل زکف انداختۂ آہ زاں نقد گراں مایہ کہ در باختۂ

[ص۳۵۸]

عقلِ خود بیں دگر و عقلِ جہاں بیں دگراست

بالِ بلبل دگر و بازوے شاہیں دگراست

[ص۳۵۹]

رہزنی را کہ بنا کرد جہاں بانی گفت ستم خواجگیِ او کمرِ بندہ شکست

[ص۳۶۱]

صفحہ ۳۴۸ کی آیت دیکھیں۔

قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ○ بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل، اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

(النمل: ۳۴)

انقلابے کہ نگنجد بہ ضمیرِ افلاک بینم و ہیچ ندانم کہ چساں می بینم

[ص۳۶۲]

اِنَّهُ لَا يَايۡئَسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ بے شک اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں

الْکٰفِرُوْنَo (یوسف:۸۷) ہوتے مگر کافر لوگ۔

اقبال ہمیشہ اچھے مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

آنچہ بایست ونبود است ہماں خواہد بود آنچہ بوداست ونباید زمیاں خواہد رفت

[ص۳۶۲]

اس سے پہلے والی آیت اس کے لیے بھی کافی ہے۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند

بہرِ تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند

صفحہ ۳۴۵ کی آیت دیکھیں۔

[ص۳۶۳]

درماں ز درد ساز اگر خستہ تن شوی خوگر بہ خار شو کہ سراپا چمن شوی

[ص۳۶۵]

صفحہ ۳۳۴ کی آیتیں دیکھیں۔

فلسفی را با سیاست داں بیک میزاں مسنج

چشمِ آں خورشید کورے، دیدۂ ایں بے نمے

آں تراشد قولِ حق را، حُجّت نا استوار

ویں تراشد قولِ باطل را دلیلِ محکمے!

[ص۳۶۵]

سورۂ آل عمران کی ایک آیت ان دونوں کے متعلق کافی ہے:

هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo (آل عمران:۶۶)

سنتے ہو (اے اہلِ کتاب تم) تم جو یہ ہو، اس میں جھگڑے جس کا تمھیں علم تھا، تو اس میں کیوں جھگڑتے ہیں جس کا تمھیں علم ہی نہیں۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

زخاک تا بہ فلک ہر چہ ہست رہ پیماست
قدم کشاے کہ رفتارِ کارواں تیز است

[ص۳۶۸]

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (هود:٦١) اسی نے اٹھایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں۔

اسی لیے ہر چیز میں اٹھنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

جرمن فلسفی نیٹشے (Nietzsche) کے متعلق اقبال یہ رائے دیتے ہیں:

ع دیوانۂ بہ کارگہِ شیشہ گر رسید!

[ص۳۶۸]

سست عناصر کو جھنجھوڑ کر زندہ کرنا چاہتا ہے اور ہر توڑ پھوڑ کو پسند کرتا ہے۔ صفحہ ۳۷۱ میں اس کے لیے یوں بھی کہا ہے:

ع قلبِ او مومن دماغش کافر است

[ص۳۷۱]

مشکلات کو خاطر میں نہ لانا ایک مومن کا طریقہ ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف (القصص: ۸۸) اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا (کسی طاقت) کو نہ پوج۔ اس کے سوا کوئی خدا (کوئی طاقت) نہیں۔

مسلمانوں کا کلمہ طیبہ یہی سکھاتا ہے یعنی پہلے ہر طاقت سے انکار کیا جائے تا کہ اللہ کے لائق ہو سکے۔ افسوس کہ نیٹشے نے غیر اللہ کے انکار کے ساتھ ہی عیسائیوں کے خدا کا بھی انکار کر دیا۔

من چہ گویم از مقام آں حکیمِ نکتہ سنج
کردہ زردشتے زنسلِ موسیٰؑ و ہارونؑ ظہور!

[ص۳۷۰]

حکیم آئن سٹائن یہودی تھا لیکن اس نے نظریۂ اضافیت کا انکشاف کیا ہے اور بتایا ہے کہ:

ع از فرازِ آسماں تا چشمِ آدم یک نفس!

[ص۳۶۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک نفس مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، پھر عرش تک کی سیر کی اور واپس بھی تشریف لے آئے (اسی ایک لمحے میں)۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں ملاحظہ ہوں، (ان کا ذکر اوپر آ چکا ہے)۔

علاّمہ نے رومی کا شعر نقل کیا ہے:

"بہ خرد راہِ عشق می پوئی؟ — بہ چراغ آفتاب می جوئی؟"

[ص۳۷۲]

اس کے لیے صفحہ ۳۴۸-۳۵۲ کی آیات دیکھیں۔

جہاں راست بہروزی از دستِ مُزد — ندانی کہ ایں ہیچ کار است دزد

[ص۳۷۵]

قرآن پاک میں اچھے مزدور کے لیے سورۃ القصص میں ذکر ہے:

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ○ (القصص:۲۶) — بے شک بہتر مزدور (نوکر) وہ جو قوی (طاقتور) امانت دار ہو۔

سرمایہ دار اور مزدور کے سلسلے میں مزید کوئی چیز نہیں ملتی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ○ (التوبہ: ۱۲۰) — بے شک اللہ نیکوں کا نیگ (انعام) ضائع نہیں کرتا۔

علاّمہ نے رومی کا شعر نقل کیا ہے:

"داند آں کو نیک بخت و محرم است
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است"

[ص۳۷۷]

اللہ کے حکم کے آگے اپنی عقل کی شیخی بگھارنا شیطان ہی کا کام ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ○ — (شیطان) منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر

ہوگیا۔ (البقرہ:۳۴)

ع عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

[ص ۳۷۷]

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ ○ (ق:۳۷)

بے شک اِس (قرآن) میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور متوجہ رہے (یعنی نیکی کی طرف وہی متوجہ ہوسکتا ہے جو دل سے سمجھنے کی کوشش کرے)

جلوۂ او بے کلیمؑ و شعلۂ او بے خلیلؑ
عقلِ ناپروا متاعِ عشق را غارت گر است

[ص ۳۷۸]

فرنگ میں جلوہ (روشنی، چمک) بہت ہے لیکن موسٰی علیہ السلام کی کلیم اللٰہی نہیں ہے اور نہ وہاں کی گرمی (جوش اور ولولہ) میں ابراہیم علیہ السلام کی وہ گرمی ہے جس کے آگے آتشِ نمرود سرد ہوگئی تھی۔ ان کی عقل میں بھی وہ عشق نہیں ہے جس میں تقویٰ ہو۔

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ○ (الحج:۳۲)

اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ وہ ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح وغیرہ سے۔ اقبال کی اصطلاح میں اسی کو عشق کہتے ہیں۔

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡہِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰہُمۡ ذِکۡرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ (المجادلہ،۱۹)

شیطان نے ان پر قابو پالیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو شیطان کی جماعت ہی خسارے میں ہے۔

ع لالہ از داغِ جگر سوزِ دوامے آورد

[ص ۳۸۱]

ہر چیز میں گرمی، جوش اور عشق محض دل و جگر کی وجہ سے ہے۔ اُگنا اور بڑھنا ضروری ہے۔ (دل میں عشق اور جگر میں عمل کا جذبہ ہوتا ہے)۔

آمیزشے کُجا گہرِ پاک او کُجا   از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم
[ص۳۸۲]

اَلا لِلّٰهِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ (الزمر: ۳)
ہاں اللہ ہی کو بندگی خالص ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَةِ ۚ (ابراھیم: ۲۷)
اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ـــــ (مسلمان کا دین اور اس کی ہر بات کھری ہوتی ہے اور اس میں آمیزش نہیں ہوتی۔)

زمُزدِ بندۂ کرپاس پوش و محنت کش   نصیبِ خواجۂ ناکردہ کار، رختِ حریر
[ص۳۸۶]

سورۃ الذاریٰت میں نیکوکاروں کے متعلق ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروم دونوں کا حق تھا:

وَ فِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ ۝ (الذاریٰت:۱۹)
اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کا۔

وَتَاۡکُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَکۡلًا لَّمًّا ۝ۙ وَّ تُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ؕ کَلَّاۤ اِذَا دُکَّتِ الۡاَرۡضُ دَکًّا دَکًّا ۝ۙ وَّ جَآءَ رَبُّکَ وَالۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ۝ۚ وَجِایۡٓءَ یَوۡمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۝ۙ یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَ اَنّٰی لَهُ الذِّکۡرٰی ۝ؕ (الفجر:۱۹-۲۳)
اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے) اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔ ہاں ہاں جب زمین ٹکرا کر پاش پاش کردی جائے گی اور تمھارے ربّ کا حکم آئے گا اور فرشتے قطار قطار۔ اور اس دن جہنم لائی جائے گی۔ اس دن آدمی سوچے گا (اپنی تقصیر کو سمجھے گا) اور اب اسے سوچنے کا وقت کہاں؟

یہ آیتیں میراث کے ہڑپ کر جانے کے سلسلے میں ہیں جن سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ

کسی کا حق مارنے پر کس قدر سخت وعید ہے۔ (ان آیات سے پہلے یتیم اور مسکین کو محروم رکھنے والوں کا ذکر ہے)

ع زخویش ایں ہمہ بیگانہ زیستن تا کے

[ص۳۸۷]

اپنا جائز حق حاصل نہ کرنا بھی غلط ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: ۹۰) بے شک اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور نیکی کرنے کا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے (الشوریٰ: ۱۵) بھی وحیِ الٰہی یہ کہلواتی ہے:

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ط (الشوریٰ: ۱۵) اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

ع مرگ مشکل، زندگی مشکل تر است

[ص۳۸۸]

بانگِ درا: ص۲۳۰ میں فرمایا ہے:

ع کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملک: ۲) وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور حیات کو تاکہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ (انسانی زندگی اسی جانچ کے لیے ہے)۔

کلک را نالہ از تہی مغزی است قلمِ سرمہ را صریرے نیست

[ص۳۸۸]

سورۃ الفرقان میں ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاO (الفرقان: ۶۳) اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں (متواضعانہ طور پر) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، بس سلام۔ (یعنی اللہ کے نیک بندے وقار،

تواضع اور خاموشی اختیار کرتے ہیں)۔

کالبد را فربہی می آورد جامۂ قز، جانِ بےغم، بوے خوش

[ص۳۹۰]

جامۂ قز (ریشمی کپڑے) سے بے شک بدن کو فربہی حاصل ہوتی ہوگی لیکن ''بوئے خوش'' حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی اور ''جانِ بےغم'' اللہ سے رشتہ رکھنے والوں کو حاصل ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ یاد رکھو، اللہ کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد:۲۸)

اے برادر من ترا از زندگی دادم نشاں

خواب را مرگ سبک داں مرگِ را خوابِ گراں

[ص۳۹۰]

بانگ درا صفحہ ۱۳۳ میں کہا ہے:

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے

خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

بانگ درا: ص۲۳۴ میں اس طرح بھی ہے۔

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (البقرہ:۲۹)

بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے، حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمھیں جلایا پھر تمھیں مارے گا، پھر تمھیں جلائے گا، پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

ع سینہ را کارگاہِ کینہ مساز

[ص۳۹۰]

سورۃ الحشر میں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا.... (الحشر:۱۰)
(اے رب) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔

در جہاں مانندِ جوئے کوہسار　　از نشیب و ہم فراز آگاہ شو

[ص۳۹۱]

دین میں فضائل کو اختیار کرنے اور رزائل سے بچنے کے احکام ہی اس لیے ہیں کہ اچھے بُرے کی تمیز ہو سکے۔

سورۃ التغابن میں ارشاد فرمایا:

هُوَالَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ فَمِنۡکُمۡ کَافِرٌ وَّ مِنۡکُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ○ (التغابن: ۲)
وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر کوئی مسلمان۔ اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے۔

نہ دارد کار با دوں ہمتاں عشق　　تدروِ مردہ را شاہیں نہ گیرد

[ص۳۹۱]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَهُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ○ (الرعد:۲۹)
وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوش حالی ہے اور اچھا نتیجہ ہے۔

مسلمان کو اقبال نے شاہین سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ بلندی اور رفعت (نیکی) کی طرف بڑھتا ہے۔

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب　　پیمبرؐ ہم رہِ اجداد رفتے

[ص۳۹۲]

اندھی تقلید اگر اچھی چیز ہوتی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اجداد کے طریقے پر چلتے۔ ہمارے لیے صرف اللہ کا عنایت کردہ اسلام کافی ہے۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ قف (آل عمران:۱۹)
بے شک اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہے۔

لیکن کفار ''رہِ اجداد'' کو اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے:

وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوۡ کَانَ
اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی چیز پر چلو تو کہیں، بلکہ ہم تو اس پر

اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ○ (البقرہ:۱۷۰) چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں، نہ ہدایت؟

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- صحیفہ۔لاہور: شمارہ ۶۵، ص ۱۷۳۔

۲- ایضاً، ص ۱۷۲۔

۳- پیام مشرق میں یہاں پہلی بار شاہین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۴- محمد رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصور زمان و مکان، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۳۳۔۱۳۴۔

۵- مجدد الف ثانی، مکتوبات: دفتر اوّل، مکتوب ۳۶۔

۶- رومیؔ نے کہا تھا:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست خام بُدم، پختہ شُدم، سوختم

۷- اس سے پہلے یہ پُر کیف شعر بھی ہے ؎

بملکِ جم نہ دہم مصرعِ نظیری را ”کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست“

۸- یہ ترجمہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے کیا ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے:
”اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلے میں صبر کرو اور مقابلے کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو“۔
اور صبر کے معنی میں حضرت جنید نے فرمایا کہ صبر نفس کو ناگوار امر پر روکنا ہے بغیر جزع کے۔
بعض نے کہا کہ صبر کہ تین قسمیں ہیں:
(۱) ترکِ شکایت
(۲) قبولِ قضا
(۳) صدقِ رضا

۹- ؎ بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامیؔ
کاندریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

❁❁❁

بانگِ درا

پہلی اشاعت ۱۹۲۴ء

’’بانگِ درا کی بیشتر نظمیں میری طالب علمی کے زمانہ کی ہیں۔‘‘

(اقبال نامہ، اوّل، ص ۲۹۹)

بانگِ درا

''گلِ رنگیں'' کے دو شعر ہیں:

اس چمن میں مَیں سراپا سوز و سازِ آرزو　　　اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو

[ص۲۴]

میری صورت تُو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے
میں چمن سے دور ہوں، تو بھی چمن سے دور ہے

[ص۲۴]

پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں ''سوز و سازِ آرزو'' کا ذکر ہے جو علاّمہ اقبال کا خاص پیام ہے۔ مسلمان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بالواسطہ حکم سورۃ الجاثیہ میں موجود ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)	اور مسخر کر دیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمیں میں ہے۔ سب کا سب، اس کی طرف سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔
فَاَزَلَّہُمَا الشَّیۡطٰنُ عَنۡہَا فَاَخۡرَجَہُمَا مِمَّا کَانَا فِیۡہِ ۪ وَقُلۡنَا اہۡبِطُوۡا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ○ (البقرہ:۳۶)	پس شیطان نے جنت سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے ان کو خارج کرا دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو۔ آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن ہے اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

''متاعٌ الٰی حین'' سے بھی ''سوز و سازِ آرزو'' کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے شعر میں

’’چمن سے دور‘‘ ہونا جنت سے نکلنے کی طرف اشارہ ہے۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَO (المومنون:۲۰)	اور وہ درخت (زیتون) پیدا کیا کہ طورِ سینا سے نکلتا ہے، لے کر اُگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن۔

جس طرح تیل اور سالن کے لیے زیتون ہوتا ہے اسی طرح انسان بھی ’’برگِ ریاضِ طور‘‘ (یعنی مقدس) ہونے کی وجہ سے مخلوق کے لیے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

ایک اور شعر ہے:

یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو
[ص۲۴]

علاّمہ اقبال نے (سکوت و جمود کے برخلاف) عمل، ولولہ، سخت کوشی اور مشکل پسندی کی تعلیم دی ہے اور پریشانی اور جگر کاوی کو ہر وقت لبیک کہا ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍO (لقمٰن:۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور پھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی ہوئی اور ایک آدمی وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں۔ وہ نہ سمجھ رکھیں اور نہ سوجھ بوجھ اور نہ کتاب روشن۔

آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے اور جو نعمتیں کھلی اور چھپی ہوئی ہیں ان سب پر قبضہ کرنے کی صلاحیّت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے اور اس طرح ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے عزم، حوصلہ اور پیہم جستجو سے ان چیزوں کو مسخر کرے اور اپنی زندگی کا ثبوت دے۔

اس نظم کا آخری شعر بھی اسی مقصد کا پیامبر ہے:

یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے توسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے
[ص۲۵]

''ابرِ کوہسار''، نظم کے بعض اشعار سورۃ الاعراف: ۵۷، سورۃ النور: ۴۳، سورۃ الروم: ۴۸، سورۂ فاطر: ۹ کے مضامین سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔

''ایک پہاڑ اور گلہری'' میں ایک شعر ہے۔

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

[ص ۳۱]

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ — اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہیں بنایا۔
(آل عمران: ۱۹۱)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا — تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار بنایا؟
(المومنون: ۱۱۵)

''خفتگانِ خاک سے استفسار'' کا ایک شعر ہے:

دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی؟
لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی؟

[ص ۴۰]

موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے متعلق تلمیح ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○
(الاعراف: ۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اُس سے اس کے ربّ نے کلام فرمایا، عرض کی اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس (طور) پہاڑ کی طرف دیکھ۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش۔

پھر جب ہوش ہوا، بولا، پاکی ہے تجھے، میں
تری طرف رجوع لایا اور میں سب سے
پہلا مسلمان (بنی اسرائیل میں سے) ہوا۔

صفحہ ۴۱۔۵۱ وغیرہ میں بھی طور اور کلیم کا استعارہ آتا ہے۔

صبحِ ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق   آواز کن ہوئی تپش آموز جانِ عشق
[ص ۴۵]

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَيۡـئًا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝ (یٰس:۸۲)
اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اُس سے فرمائے کہ ہوجا، وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

سورۃ الانعام: ۷۳، النحل: ۴۰، مریم: ۳۵ اور غافر ۶۸ میں بھی اسی طرح کے الفاظ اور مضامین آتے ہیں۔

اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ   مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ
[ص ۴۶]

مسجودِ ساکنانِ فلک یا مسجودِ ملک (ص ۴۹) آدمؑ کے لیے کہا گیا ہے۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝ (البقرہ:۳۴)
اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

''سیّد کی لوحِ تربت'' کا ایک شعر ہے:

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں   ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
[ص ۵۲]

اسلام ''ترکِ دنیا'' نہیں سکھلاتا۔ اسی لیے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً (البقرہ:۲۰۱) آخرت کی دعا سے پہلے دنیا کی دعا ہے۔

''انسان اور بزمِ قدرت'' کا ایک شعر ہے:

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں　　　یہ سبھی سورۂ والشّمس کی تفسیریں ہیں

[ص۵۴]

قرآن پاک کی سورۃ الشّمس میں اللہ پاک نے ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کی ذات (نفس) کے لیے بنائی گئی ہیں۔ پھر اس نفس میں فجور اور تقوی کی صلاحیت کا ذکر ہے کہ صلاحیت تو دونوں کے لیے ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کو پہچان کر تقوی کی طرف بڑھتا ہے یا ان کو نظر انداز کر کے فجور اختیار کرتا ہے۔

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تُو نے
بار جو مجھ سے نہ اٹھا، وہ اٹھایا تُو نے

[ص۵۵]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ (الاحزاب:۷۲)	بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا نادان ہے۔

''پیامِ صبح'' کا ایک شعر ہے:

طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ 'والنّور' سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

[ص۵٦]

سورۃ نور میں اللہ پاک کی نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (۳۵) والی صفات کا ذکر ہے۔

نظم ''دل'' کا پہلا شعر ہے:

قصۂ دار و رسن بازیِ طفلانۂ دل　　　التجائے اَرِنی سرخیِ افسانۂ دل

[ص٦۱]

صفحہ ۴۰ کے شعر میں اَرِنی کی تشریح آ چکی ہے۔

''رخصت اے بزمِ جہاں'' کا ایک شعر ہے:

مدتوں ڈھونڈا کیا نظّارۂ گُل خار میں
آہ! وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

[ص ۶۴]

سورۂ یوسف میں یوسف علیہ السلام کے فروخت کیے جانے کا ذکر آتا ہے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ (یوسف: ۲۰)
اور بھائیوں نے اسے (یوسف علیہ السلام کو) کھوٹے داموں، گنتی کے روپیوں پر بیچ ڈالا۔

کنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا مقیّد کر دیا تُو نے

[ص ۷۳]

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالے جانے کا واقعہ سورۂ یوسف میں آتا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ (یوسف: ۱۵)
پھر جب اسے (یوسف علیہ السلام کو) لے گئے اور سب کی رائے ٹھہری کہ اسے اندھے کنویں میں ڈال دیں۔

''نالۂ فراق'' کا ایک شعر ہے:

تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم!
تھی تِری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم

[ص ۷۷]

صفحہ ۲۴ کے اشعار کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

نظم ''چاند'' کا مصرع ہے:

ع آفرینش میں سراپا نور تُو، ظلمت ہوں میں

[ص ۷۹]

هُوَالَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (یونس:۵)
وہ ذات ہے جس نے بنایا سورج کو ضیاء اور چاند کو نور۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍۚ (المومنون: ۱۲) اور تحقیق ہم نے بنایا انسان کو چُنی ہوئی مٹی سے۔

اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ ’ظلمت ہوں میں‘

اسی صفحے میں ہے:

ع چاندنی ہے نُور تیرا، عشق میرا نُور ہے

[ص۷۹]

عشق یعنی دُھن، لگن اور آرزو ہی سے انسانی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ جس کا صفحہ ۲۴ کے شعر میں اُوپر ذکر آ چکا ہے۔

اسی صفحے کا آخری شعر ہے:

مہر کا پرتَو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حسنِ ازل

[ص۷۹]

سورۃ الاعراف میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ...... (الاعراف: ۱۴۳) جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرے بے ہوش۔

گویا جلوۂ حسنِ ازل کو دیکھ کر محو ہو گئے۔

ع تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا

[ص۸۱]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک کے جلوے کا اشتیاق تھا اسی طرح حضرت بلالؓ کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا ہمہ وقت اشتیاق تھا۔ ربّ ارنی (اے رب تُو مجھ کو اپنا جلوہ دکھا) کا ذکر سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں آیا ہے۔

’’سرگذشتِ آدمؑ‘‘ کا مصرع ہے:

ع بھلایا قصۂ پیمانِ اوّلیں میں نے

[ص۸۱]

سورۃ الاعراف میں واقعہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ج ...... کیا میں نہیں ہوں رب تمھارا؟ بولے، البتہ......... (الاعراف: ۱۷۲)

نظم ''سرگزشت آدم'' میں انسانی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات درج ہیں۔

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے
[ص۸۱]

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ص ...... اور کہا ہم نے، اے آدم، سکونت اختیار کر تو اور تیری زوجہ جنت میں اور کھاؤ اس میں، محفوظ ہو کر جس جگہ چاہو....... (البقرہ: ۳۵)

نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی
کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے
[ص۸۲]

اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰیO وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰیO (النجم:۱۹۔۲۰) بھلا تم دیکھو تو لات اور عزّٰی کو اور منات تیسرے پچھلے کو (جن کو کعبہ میں بت بنا کر رکھا تھا)

کبھی میں ذوقِ تکلّم میں طور پر پہنچا چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے
[ص۸۲]

وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًاO ج اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر۔
(النساء: ۱۶۴)

دوسرے مصرعے کی تلمیح کے لیے سورۂ طٰہٰ میں ہے:

وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰیO لا (فرمایا اللہ نے) اور لگا اپنا ہاتھ اپنے بازو سے کہ نکلے سفید ہو کر۔ نہ کچھ بری طرح۔ یہ ایک نشانی اور ہے۔ (طٰہٰ:۲۲)

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا کیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے
[ص۸۲]

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۱۵۷۔۱۵۸)	نہ اس (عیسیٰؑ) کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا۔ اور اس کو قتل نہیں کیا۔ بے شک۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

اس کے بعد یہ شعر ہے:

کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں　　دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

[ص۸۲]

غارِ حرا جہاں پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ (۹۶/۱) نازل ہوئی تھی اور ''جامِ آخریں'' سے مراد دین کی تکمیل ہے جو خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوئی، جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ.......... (المائدہ: ۳)	آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پوری کی تم پر میں نے اپنی نعمت........

اسی نظم کا آخری شعر یہ ہے:

ہوئی جو چشم مظاہر پرست وا آخر　　تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے

[ص۸۲]

وہ خانۂ دل جس کا تعلق خدا سے ہو ''قلبِ سلیم'' ہے جو آخرت میں بھی موجبِ فلاح ہے۔ سورۃ الشعراء میں ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۝ ۙ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؕ (الشعراء: ۸۸۔۸۹)	جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے۔ مگر جو آیا اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر۔

ع　مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بَیر رکھنا

[ص۸۳]

اسلام کے معنی سلامتی اور جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔ زبان سے اقرار کر لینے سے بھی ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ ایسے اسلام کا درجہ ایمان سے نیچے ہے جیسے سورۃ الحجرات میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا	کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے تو آپ فرما دیں کہ تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔

(الحجرات: ۱۴)

اسلام کے معتبر اور اصلی معنی ہیں ''اپنے آپ کو کسی کے حوالے کر دینا''، یعنی خدا کے حوالے کر دینا، جو امن کا سرچشمہ ہے۔

کثرت میں ہوگیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

[ص ۸۵]

بعض صوفیہ نے وحدت اور کثرت کا استنباط سورۃ الحدید میں کیا ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○	وہی اوّل وہی آخر، وہی باہر وہی اندر اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

(الحدید: ۳)

جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے، اُٹھے
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے، اُٹھے

[ص ۹۱]

ابر اور گھٹا کی وجہ سے زندگی کی جو لہر چل پڑی ہے، اُس کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ	بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے، اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت

الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرہ: ۱۶۴)

کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

چشمۂ کہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن
شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں آبادی میں حُسن

[ص۹۴]

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (حٰم السجدہ:۵۴)

سن رکھو، بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا (النساء:۱۲۶)

اور اللہ ہے ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے۔

فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

[ص۹۵]

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ وَ لِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ (آل عمران: ۱۴۰۔۱۴۱)

اگر تم نے زخم پایا تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی۔ اور یہ دن ہم بدلتے رہتے ہیں لوگوں میں اور اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم میں گواہ۔ اور اللہ چاہتا نہیں ظلم کرنے والوں کو۔ اور اس واسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دے کفر والوں کو۔

جہازِ زندگیِ آدمی رواں ہے یونہی
ابد کے بحر میں پیدا یونہی، نہاں ہے یونہی

[ص۹۵]

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ....... ہو چکے تم سے پہلے (بھی) دستور.......

(آل عمران: ۱۳۷)

نظر ہے ابرِ کرم پر، درختِ صحرا ہوں کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو

[ص۹۶]

''درختِ صحرا'' وہ درخت ہے جو خدا کی عنایت ہی سے پرورش پاتا ہے اور کسی باغباں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسی سورۃ الواقعہ میں آتی ہے کہ:

ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِئُوۡنَO کیا تم نے اٹھایا اس کا درخت یا ہم ہیں اٹھانے والے؟

(الواقعہ: ۷۲)

وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے! چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

[ص۹۹]

وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ النُّجُوۡمَ لِتَهۡتَدُوۡا بِهَا فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ؕO اور اسی نے بنائے ہیں تمھارے لیے تارے کہ ان سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور دریا کے۔

(الانعام: ۹۸)

ع کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا؟

[ص۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا؟

[ص۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۶۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طُور پر

[ص۱۰۰]

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح دیکھیں۔

پرسشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا کیونکر ہوا؟

[ص۱۰۰]

وَکُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیۡ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخۡرِجُ لَهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلۡقٰهُ مَنۡشُوۡرًا۝ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا۝ؕ (بنی اسرائیل:۱۳۔۱۴)

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال نامے کو اس کی گردن میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے دن اس کے لیے ہم کتاب نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ تو اپنی کتاب پڑھ لے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے۔

پھلا پھولا رہے یا ربّ چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بُوٹے میں نے پالے ہیں

[ص۱۰۱]

سخت کوشی اور جگر کا دی ہی سے امیدوں کی نشو ونما ہوتی ہے۔ اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

نہ پوچھو مجھ سے لذّت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سیکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

[ص۱۰۱]

اس کے لیے صفحہ ۹۵ کی تلمیح دیکھیں۔

اُڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیمؑ
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

[ص۱۰۲]

اس کے لیے صفحہ ۴۰ کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فغاں تک ہے

[ص۱۰۳]

یہ دنیا عمل اور کوشش کی دعوت دیتی ہے۔ سکوت و جمود اس کا مقصد نہیں۔ صفحہ ۲۴ کی تلمیح

ملاحظہ ہو۔

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

[ص۱۰۳]

قُلْ هُوَالَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ؀ (الملک:۲۳)

آپؐ فرمادیں کہ وہی ہے جس نے تم کو نکال کر کھڑا کیا اور بنادیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل۔ تم تھوڑا حق مانتے ہو۔

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

[ص۱۰۴]

اللہ کے نیک بندے تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؀

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے وہ ہیں بہتر سب خلق سے۔

(البیّنة:۷)

سخن میں سوز، الٰہی کہاں سے آتا ہے یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

[ص۱۰۶]

الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؀ (الحج:۳۵)

وہ لوگ ہیں کہ جب نام لیجیے اللہ کا، ڈر جائیں ان کے دل اور صبر کرتے ہیں جو اُن پر پڑے اور کھڑی رکھنے والے نماز کے اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں۔

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

[ص۱۰۶]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُؕ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًاۙ (الاحزاب:۷۲)	بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی ذات کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

ع جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

[ص۱۰۷]

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا (بنی اسرائیل:۸۱)	اور آپ فرما دیں کہ آیا حق اور نکل بھاگا باطل۔ بے شک باطل نکل بھاگنے والا ہے۔

ہے مری ذِلّت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو مَلَک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

[ص۱۰۷]

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃًؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَ یَسۡفِکُ الدِّمَآءَۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرہ:۳۰)	کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے، کیا تو رکھے گا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ فرمایا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

اس کے بعد کا شعر بھی اسی تلمیح کے ذیل میں آسکتا ہے۔

ع جینا وہ کیا جو ہو نفَسِ غیر پر مدار

[ص۱۰۸]

غیراللہ پر مدار کرنے کے بجائے اللہ پر مدار کرنا ہی اسلام کی تعلیم ہے۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِہٖ ط
اور بھروسا کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ.........

(الفرقان: ۵۸)

سورۃ النساء:۸۱، سورۃ الاحزاب:۳ وغیرہ میں بھی اسی طرح کا ارشاد ہے۔

ع شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا

[ص۱۱۲]

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ صلے ج وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝ ج
جو کچھ ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا، بزرگی اور تعظیم والا۔

(الرحمٰن:۲۶۔۲۷)

ہوئی ہے رنگِ تغیّر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی

[ص۱۱۲]

''رنگِ تغیّر'' کا ذکر کئی جگہ قرآن پاک میں ہے۔

اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا ۝ ط
کیا تو منکر ہو گیا اس ہستی سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے، پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تم کو مرد۔

(الکھف:۳۷)

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الّا اللّٰہ کا

[ص۱۱۴]

پہلے تمام غیر اللہ کی طاقتوں سے بغاوت کی جائے، پھر انسان اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا بن سکے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ قف
اور مت پکار اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

(القصص: ۸۸)

ع جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا

[ص115]

جذب حرم جمعیت کے لیے ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا .... (آل عمران: 103)

اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی، سب مل کر، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب تھے تم آپس میں دشمن، پھر الفت دی تمھارے دلوں میں، اب ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی۔

ع جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیمؑ

[ص116]

صفحہ40 کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

ع تو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں

[ص116]

صفحہ107 کی تلمیح ملاحظہ فرمائیں۔

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں
صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

[ص117]

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (النور:35) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی ہر چیز کا)۔

ع نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

[ص117]

اسی لیے ہر شے میں حسن و جمال موجود ہے۔

اس رہ میں مقام بے محل ہے پوشیدہ قرار میں اجل ہے

[ص119]

صفحہ24 کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

آغاز ہے عشق، انتہا حُسن
انجام ہے اس خرام کا حُسن

[ص۱۱۹]

اپنے مقصد (حُسن) کے حصول کے لیے عشق (تڑپ، دُھن، لگن) کی ضرورت ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ○ (العنکبوت:۶)

اور جو کوئی محنت کرتا ہے تو اپنے ہی لیے کرتا ہے۔ اللہ کو پروا نہیں دنیا والوں کی۔

سورۃ النساء میں جہاد کرنے والوں اور بیٹھے رہ جانے والوں کے سلسلے میں جو ارشاد ہے وہ عمل کرنے والوں اور بے عمل (بیٹھے رہ جانے والوں) کے لیے بھی پیام ہو سکتا ہے، یعنی:

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا○ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○ (النساء:۹۵۔۹۶)

برابر نہیں بیٹھے رہ جانے والے مسلمان جن کو بدن کا نقصان نہیں اور جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ اللہ نے فضیلت دی جہاد کرنے والوں کو اپنے مال اور جان سے، اُن پر جو بیٹھے رہتے ہیں، درجے میں، اور سب کو وعدہ دیا اللہ نے خوبی کا، اور فضیلت دی اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر، اجر عظیم میں۔ بہت درجوں میں اپنے یہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

نظم ''وصال'' کا پہلا شعر ہے۔

جستجو جس گُل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبیِ قسمت سے آخر مل گیا وہ گُل مجھے

[ص۱۲۰]

ممکن ہے کہ یہاں گُل سے مراد قرآن ہو جس کے مضامین کی وجہ سے:

ع اہلِ گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

[ص۱۲۰]

اور

ع اور آئینے میں عکسِ ہمدمِ دیرینہ ہے

[ص۱۲۰]

یہ ہمدم دیرینہ سورۃ الاعراف کے واقعے سے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ جب آدم علیہ السلام کی اولاد سے اقرار کرایا گیا کہ:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ........ کیا میں نہیں ہوں رب تمھارا؟ بولے البتہ........۔ (الاعراف:۱۷۲)

چنانچہ وہ ہمدمِ دیرینہ اللہ پاک ہی ہے جس سے وصال قرآن پاک کے ذریعے ہوسکتا ہے۔

محفلِ ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حسن
پھر تخیّل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں

[ص۱۳۲]

کہنے کو تو اس کا جلوہ نظر نہیں آتا لیکن اس کی باتیں تخیل کے دائرے سے ماوراہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ (الکهف:۱۰۹)

آپ فرما دیں کہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں ـــــ بے شک دریا نبڑ چکے، ابھی نہ نبڑیں میرے رب کی باتیں اور اگر ہم دوسرا بھی لائیں ویسا اس کی مدد کو۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (لقمٰن:۲۷)

اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں وہ قلم ہوں اور سمندر ہو اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر، نہ نبڑیں باتیں اللہ کی۔ بے شک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

[ص۱۲۴]

کوشش کی تکمیل نہ ہو اور کوشش جاری رہے تو زندگی ہی زندگی ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙo وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰیoص ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰیۙo (النجم:۳۹۔۴۱)

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی اور اس کی کوشش اس کو دکھانی ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ۔

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے!
[ص ۱۲۵]

نوائے غم احساس کی وجہ سے ہے اور یہ احساس عشق کی وجہ سے بیدار ہوتا ہے۔

نہ ہو قناعت شعار گلچیں، اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں، تو اور دامن دراز ہو جا!
[ص ۱۳۰]

قناعت کر کے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا دراصل بے عملی ہے اور رہبانیت کی نشانی ہے۔ مسلسل عمل اور پیہم جستجو ایک مسلمان کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ صفحہ ۲۴ کی تلمیحات میں بھی اس چیز کا ذکر آ چکا ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں
[ص ۱۳۲]

مسلمان خود بھی باعمل ہو اور دوسروں کو بھی باعمل بنائے۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِoع (العصر:۳)

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی (تاکید کرتے ہیں) اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی (وصیت کرتے ہیں)۔

حق اور صبر (ہمت، استقلال) کی وصیت کرنے والوں کو کوئی گھاٹا نہیں ہوگا۔

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہوا آدمی آزاد، زنجیرِ توہّم سے ہوا
[ص ۱۳۲]

مسلمان قوم دراصل اللہ پاک کی طرف سے رحمت بن کر آئی تھی۔ سورۃ الروم کی آیت اس مقصد کے لیے استعارۃً یاد کی جا سکتی ہے:

فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ کَیْفَ یُحْیِ

پس دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار، وہ کیونکر

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ (الروم:۵۰) جِلا تا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمارؐ نے بنایا
بِنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

[ص ۱۳۶]

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (المؤمنون:۵۲) اور بے شک یہ تمھاری امّت ایک امت ہے اور میں ہوں تمھارا رب۔ پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

یٰۤاَیُّهَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (الحجرات:۱۳) اے لوگو ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے بنادیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سورج میں، تارے میں

صفحہ ۸۵ اور صفحہ ۹۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

[ص ۱۳۸]

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپایدار ہوگا

[ص ۱۴۱]

مغرب کی تہذیب جس کی بِنا مادہ پرستی ہے ناپائیدار ہے اور خسارہ ہی خسارہ ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ○ ؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ آپ فرمادیں کہ کیا ہم بتادیں تم کو کہ سب سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟

هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝

(الکھف:۱۰۳۔۱۰۵)

ان کے ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا۔ تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔ پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

ع میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

[ص ۱۴۱]

اللہ پاک رب العالمین ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ جن کی قرآن مجید میں ہے شریعت نے حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور جنھوں نے فرمایا ہے کہ:

خیر الناس من ینفع الناس

لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝

(النساء:۳۶)

اور بندگی کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور ہمسایہ قریب سے اور ہمسایہ اجنبی سے اور برابر کے رفیق سے اور راہ کے مسافر سے اور اپنی باندی غلام سے۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اِترانے والا، بڑائی مارنے والا۔

اس آیت میں اللہ کو ماننے کے بعد ہی مومن کو حقوق العباد کا حکم دیا گیا ہے۔

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

[ص ۱۴۶]

بغداد کی سرزمین جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب کے قدم پہنچے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (التوبہ:۱۰۰)

اور جو لوگ شروع کے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے اور جو لوگ ان کے پیرو ہوئے نیکی میں، اللہ راضی ہے ان سے اور وہ راضی ہیں اللہ سے اور رکھے ہیں ان کے واسطے باغ (جنتیں) جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔ رہا کریں گے ان میں ہمیشہ۔ یہی ہے فوزِ عظیم۔

شروع شروع کے مہاجرین اور انصار (جنگِ بدر تک جو لوگ مسلمان ہوئے تھے) اور ان کے متبعین بھی قطعی جنتی ہیں اور ان میں سے کتنے ہیں جن کے قدم بغداد میں پہنچے تھے۔

تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظم ؐ کو ملی جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

[ص۱۴۶]

مدینہ کے شہنشاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)

اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

[ص۱۴۸]

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ (النور:۴۴)

اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں بے شک عبرت ہے آنکھ والوں کے لیے۔

گردش تاروں کا ہے مقدر ہر ایک کی راہ ہے مقرر

[ص۱۴۸]

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ ۢ

اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا۔ سب

بِاَمۡرِہٖ ط (الاعراف: ۵۴) اس کے حکم سے مسخّر ہیں۔

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوقِ جدّت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

[ص۱۵۱]

صفحہ ۱۴۸ کے شعر کی تلمیح دیکھیں۔

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

[ص۱۵۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کو جلالی اور مکی زندگی کو جمالی کہہ سکتے ہیں جس کی قسم کھائی گئی ہے:

وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ (والتین: ۳) اور اس ایمان والے شہر مکہ کی قسم۔

مکی زندگی کی سختیوں کو برداشت کرنے کا ذکر سورۃ الم نشرح آیت ۵۔۶ میں بھی ہے۔

نہ تخمِ لا الٰہ تیری زمینِ شور سے پھُوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

[ص۱۵۴]

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔

شام جس کی آشنائے نالۂ ''یاربّ'' نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

[ص۱۵۶]

شب بیداری اور سحر خیزی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صحابہ کرام کا محبوب شیوہ ہے۔ سورۃ المزمل اسی طرح شروع ہوتی ہے:

یٰۤاَیُّھَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا ۙ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ

اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام کیجیے سوا کچھ رات کے۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کیجیے یا اس پر کچھ بڑھایئے اور

(المزمل:۱۔۴) قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَ نِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ ؕ (المزمل: ۲۰)

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات کے قریب، کبھی آدھی رات، کبھی تہائی اور ایک جماعت آپ کے ساتھ والی۔

اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَةً ؕ (الاعراف: ۵۵)

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔

اسی سورۃ الاعراف میں آگے چل کر ارشاد ہے:

وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَةً وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَO (الاعراف:۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے، صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
[ص۱۵۹]

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَOۚ (آل عمران:۹۶)

بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہانوں کے لیے ہدایت۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا
[ص۱۵۹]

اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًاO (بنی اسرائیل:۸۱)

بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔

وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَیُحِقُّ الۡحَقَّ

اور مٹا دیتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے

بِكَلِمٰتِهٖ ؕ (الشوریٰ: ۲۴) سچ کو اپنی باتوں سے۔

سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

[ص۱۵۹]

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ○ (التوبہ:۱۲۸)

بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسولؐ جن پر تمھارا مشقّت میں پڑنا گراں ہے۔ تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔ مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحیم۔

اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے آرامِ جاں ہیں۔

ہے ترکِ وطن سنّتِ محبوبؐ الٰہی دے تُو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

[ص۱۶۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ بے شک ان کی امّت کہیں بھی ہو، ایک ہے۔

وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ ○ (المؤمنون:۵۲)

اور بے شک یہ تمھاری امت ایک امت ہے اور میں ہوں تمھارا رب۔ پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورۃ البقرہ: ۲۱۸، آل عمران: ۱۹۵، الانفال: ۷۲، ۷۴، ۷۵، التوبہ: ۲۰، ۱۰۰، ۱۱۷، النحل: ۴۱، النسأ: ۹۷، ۱۰۰، الحشر: ۸ وغیرہ میں ہجرت کرنے والوں کے لیے بشارتیں ہیں۔ پھر جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو امتِ واحدہ کہا گیا ہے خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ○ (سبا:۲۸)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر تمام انسانوں کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

ع عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے

[ص۱۶۱]

اللہ کی محبت میں ہجرت کرنا اور جان کھپانا عجیب لذت اور عجیب درجات رکھتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوۡآ اَوۡ مَاتُوۡا لَیَرۡزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ○ (الحج:۵۹)

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر مارے گئے یا مر گئے، البتہ ان کو دے گا اللہ روزی اچھی۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سُن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گِلا بھی سُن لے
[ص۱۶۳]

مسلمان ہر حالت میں اللہ پاک کی حمد اور شکر کرتا رہتا ہے اور پھر سورۂ الحمد کے بغیر اس کی کوئی نماز پوری ہی نہیں ہوسکتی۔

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر؟
[ص۱۶۴]

لیکن مسلمان اَن دیکھے خدا اور اُس کی اَن دیکھی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ مسلمان (متقی) ہی کے لیے کہا گیا ہے۔

یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (البقرہ: ۳) غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!
[ص۱۶۵]

قیام، رکوع، سجدہ سب کے لیے ایک ہے اور ایک ساتھ ہے۔

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِیۡنَ○ (البقرہ:۴۳)

اور کھڑی کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِیۡنَ○ (الحجر:۹۸)

پس اپنے رب کی حمد میں اس کی تسبیح کر اور ہو جا سجدہ کرنے والوں میں سے۔

ع خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں؟
[ص۱۶۶]

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ (التوبہ:۷۹)

وہ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا، پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کو دکھ کی مار ہے۔

ع سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تُو نے

[ص۱۶۸]

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (المائدہ: ۳)

آج کے دن میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پورا کیا میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے دین اسلام۔

ع نغمہ ہندی ہے تو کیا، لَے تو حجازی ہے مری

[ص۱۷۰]

یعنی میرے اردو شعر میں حجازی دین کی تبلیغ ہے جہاں زبان کوئی چیز نہیں۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات: ۱۳)

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
عاشق ہے تو کسی کا، یہ داغِ آرزو ہے؟

[ص۱۷۱]

ہر چیز اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تسبیح کرتی ہے۔

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ (التغابن: ۱)

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ پاک کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

ایسی آیات متعدد مقامات پر آئی ہیں۔

ع عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو
[ص۱۷۳]

عہدِ حاضر والوں نے دنیا کو خرید لیا آخرت دے کر۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بِالۡاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمُ الۡعَذَابُ وَلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ﴿۸۶﴾ (البقرہ:۸۶)	وہی ہیں جنھوں نے خرید لی دنیا کی زندگی، آخرت دے کر۔ پس نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
[ص۱۷۴]

کورانہ تقلید کرنا اور جدید حالات کا مقابلہ نہ کرنا بھی خسران ہے۔

وَمَنۡ یَّتَّخِذِ الشَّیۡطٰنَ وَلِیًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِیۡنًا﴿۱۱۹﴾ (النساء:۱۱۹)	اور جو کوئی پکڑے شیطان کو رفیق، اللہ کو چھوڑ کر، وہ ڈوبا صریح نقصان میں۔

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں
[ص۱۷۴]

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴿۲۰۰﴾ (آل عمران:۲۰۰)	اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو۔

اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں
[ص۱۷۶]

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَکَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ﴿۳۹﴾ (البقرہ:۳۹)	اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ ہیں نار (دوزخ) والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

ع ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش

[ص۱۷۸]

جولوگ عزم وہمت والے ہوتے ہیں ان میں سنجیدگی اور ثابت قدمی ہوتی ہے۔

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًاo (الکهف:۱۴)

اور ثابت قدم رکھا ان کو جب کھڑے ہوئے، پھر بولے کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا ہے۔ نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود۔ (اگر ایسا ہو تو) ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo (الفرقان:۶۳)

اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو وہ کہیں، صاحب سلامت۔

اس ذرّہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرّہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

[ص۱۷۹]

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ (النساء: ۹۷)

کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیّور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

[ص۱۸۰]

لینے والے اور دینے والے دونوں میں غیرت تھی۔ دینے والا غیرت سے اپنی محبوب چیز دیتا تھا جس کا حکم سورۂ آل عمران میں ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌo

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو

کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔ (آل عمران:۹۲)

لینے اور دینے والے کی غیرت مندی کا ذکر سورۃ الحشر میں آتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِیۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ یُحِبُّوۡنَ مَنۡ هَاجَرَ اِلَیۡهِمۡ وَلَا یَجِدُوۡنَ فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ط قف وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۚ۝ (الحشر:۹)

اور جنھوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں گھر بنالیا اور دوست رکھتے ہیں انھیں جو اُن کی طرف ہجرت کر کے گئے اور وہ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو وہ دیے گئے اور وہ اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انھیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیّارا

[ص۱۸۰]

سورۃ الصّف میں مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ بات مت کہو جو نہیں کرتے۔

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ۝ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ۝ (الصف:۲-۳)

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے؟ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ تم کہو جو نہ کرو۔

نظم ''شمع اور شاعر'' (فروری ۱۹۱۲ء) کا شعر ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

[ص۱۸۷]

مسلمان ایک متاع (عمل) کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن اب وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے اور اس نقصان کا احساس بھی کھو چکا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ○	اور تمھارے لیے زمین میں مستقر ہے اور ایک وقت تک متاع (کا حاصل کرنا) ہے۔
(البقرہ:۳۶)	

ع دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے

[ص۱۸۷]

اسلام کے آئین کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے عیشِ دوام حاصل ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○	اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے نیک، وہ لوگ ہیں جنت والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
(البقرہ:۸۲)	

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی ظُلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

[ص۱۸۸]

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ	تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(الزمر: ۵۳)

ع اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی

[ص۱۹۰]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○	اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید تم مراد کو پہنچو (ایمان اور جمعیت لازم وملزوم ہیں)۔
(آل عمران:۲۰۰)	

اسی مضمون کو آگے چل کر بھی بیان کیا ہے:

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

[ص۱۹۰]

اس کے لیے بھی اسی آیت کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

تو اگر خود دار ہے منّت کشِ ساقی نہ ہو   عین دریا میں حباب آسانگوں پیمانہ کر
[ص ۱۹۱]

جس کا خدا ہے اسے کسی اور کا منت کش ہونا زیب نہیں دیتا۔

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ (الزمر:۳۶)   کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

[ص ۱۹۲]

اللہ پاک نے ہر چیز انسان کے لیے پیدا کی ہے۔

ھُوَالَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۖ (البقرہ: ۲۹)   وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے واسطے سب کا سب جو زمین میں ہے۔

ع   شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو

[ص ۱۹۲]

لا الٰہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ پہلے غیر اللہ کی نفی کردو، پھر تم اللہ کے بندے بننے کے لائق بن سکو گے۔

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۟ قف (القصص: ۸۸)   اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کے۔

ع   تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے!

[ص ۱۹۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوا:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ..... ؕ (الاحزاب: ۴۰)   محمدؐ والد نہیں تم مردوں میں سے کسی کے بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے!

[ص۱۹۳]

انسان بظاہر ہیچ اور ہستی ناپایدار ہے لیکن اس کو اللہ پاک نے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کی ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ (البقرہ: ۳۰)	بے شک میں بنانے والا ہوں (انسان کو) زمین میں اپنا خلیفہ۔
وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (الجاثیہ:۱۳)	اور مسخر کر دیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں۔

سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے

[ص۱۹۳]

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:۷۲)	بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقّت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

[ص۱۹۳]

اس شعر کے بارے میں اوپر تسخیرِ کائنات کی صلاحیتوں کے متعلق آیت آچکی ہے۔

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہوجائے گی!

[ص۱۹۴]

سلطنتِ برطانیہ کا عروج ہی اس کے زوال کا باعث ہوگا اور ان شاء اللہ اسلام کو فتح ہوگی۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕO	وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت کے ساتھ اور سچے دین کے ساتھ تاکہ وہ اُوپر رکھے اس کو ہر دین سے۔ اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔
(الفتح:۲۸)	

اسی روشن مستقبل کا ذکر ایک شعر میں اس طرح ہے:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!

[ص۱۹۵]

یہ نظم فروری ۱۹۱۲ء کی ہے اور پینتیس سال کے بعد علامہ اقبال کی یہ پیش گوئی پاکستان کی صورت میں صحیح ثابت ہوئی۔ صفحہ ۲۶۶ میں اسی شعر کی تعبیر دیکھیے۔

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے   ہے بھروسا اپنی ملّت کے مقدّر پر مجھے

[ص۱۹۶]

علاّمہ اقبال نے اللہ سے ہمیشہ اچھی امید رکھی ہے جس کا ذکر اس سے پہلے والے شعر میں بھی ہے۔

علاّمہ فرماتے ہیں

ع   حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

[ص۱۹۷]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت اور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَO	اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔
(الانبیاء:۱۰۷)	

اطالیہ نے انگریزوں کی شہ پاکر اور ترکیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر

حملہ کر دیا تھا۔اسی کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا:

ع طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہُو اس میں

[ص۱۹۷]

ع رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا؟

[ص۱۹۸]

اہل درد (اہل عشق) کے لیے اللہ کی محبت ہی سب کچھ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ (البقرہ: ۱۶۵) اور جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو اللہ سے محبت اشد ہے (ایمان والوں کو اللہ کی محبت کے برابر کسی کی محبت نہیں۔اس لیے اس دردِ محبت کے لیے علاج کی ضرورت نہیں)۔

علّامہ کا ایک شعر:

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے!

[ص۱۹۹]

سورۃ البقرۃ کی آیت ۳۴ ہے جس کا ذکر صفحہ ۴۶ کی تلمیح میں آ چکا ہے۔

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں

تھا براہیمؑ پدر، اور پسر آزر ہیں

[ص۲۰۰]

مسلمانوں کے آبا بت شکن تھے لیکن اب مسلمان آزر (بت گر) بن گئے ہیں۔ابراہیمؑ علیہ السلام کے والد آزر کا ذکر سورۃ الانعام میں آتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ○ (الانعام:۷۴) اور جب کہا ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے، کیا تو پکڑتا ہے مورتوں کو خدا؟ میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم صریح گمراہی میں ہے۔

ع جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا

[ص۲۰۱]

صفحہ۱۹۸ کے مصرعے کے ساتھ یہ تلمیح آ چکی ہے۔

ع ملّتِ احمدِؐ مرسل کو مقامی کر لو

[ص۲۰۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملّت تمام عالم پر محیط ہے لیکن اب طاغوتی فریب کاری کی وجہ سے لوگوں نے اسے مقامی سمجھ لیا ہے اور مقامی اور غیر مقامی مسلمانوں کی تفریق قائم کی جا رہی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْراً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (سبا:۲۸) — اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام انسانوں کے لیے خوشی اور ڈر سنانے والے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ط (الانعام:۹۸) — اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر ایک ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور ایک جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

[ص۲۰۱]

قرآن پاک کے محاورے میں قوم عام گروہ اور جماعت کو بھی کہتے ہیں اور ایک نسب اور وطن کے لوگوں کو بھی کہتے ہیں جن کو پیغمبروں سے تعلق تھا، لیکن ہماری زبان میں قوم کا اطلاق اُس جماعت پر ہوتا ہے جس کا تعلق کسی ایک دین یا مذہب سے ہو۔ چنانچہ پاکستان خود ہندو اور مسلم دو قوموں کی تفریق سے وجود میں آیا۔ ملّت کا تعلق بھی پیغمبروں سے ہے جن کے ذریعے دستورِ الٰہی کا نفاذ ہوا۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط (الحج: ۷۸) یہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کی ملّت ہے۔

چنانچہ ملت، وطن سے نہیں بلکہ دین سے ہے۔

ع عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور

[ص۲۰۲]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ بے شک اللہ امر کرتا ہے عدل اور نیکی کو۔

(النحل: ۹۰)

ع مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

[ص۲۰۲]

مسلمانوں نے حق کو چھوڑ کر ''مصلحتِ وقت'' کو اپنا عمل بنالیا ہے جس کی ممانعت میں سورۃ المائدۃ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَ كَ مِنَ الْحَقِّ ط اور ان لوگوں کی خوشی پر مت چل، چھوڑ کر حق کو جو تیرے پاس آیا ہے۔ (المائدہ: ۴۸)

ع مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

[ص۲۰۳]

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور بری بات سے۔ (العنکبوت: ۴۵)

اگر نماز پڑھنے کے باوجود بے حیائی اور بری بات سے ہم نہیں بچتے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری نماز نماز نہیں ہے اور مسجدیں صحیح معنی میں مرثیہ خواں ہیں۔

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک

[ص۲۰۳]

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہے انصاف کی۔ (الانعام: ۱۱۵)

اسی لیے رب کے ماننے والوں کی بات میں بھی صداقت اور عدل ہے۔

ع ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا
[ص۲۰۳]

سورۃ التوبہ اور سورۃ التحریم میں دونوں جگہ یہ ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ؕ (التوبہ: ۷۳) (التحریم: ۹)	اے نبی، جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
[ص۲۰۴]

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا (طٰہٰ: ۱۲۴)	اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے۔

ع تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم
[ص۲۰۴]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح: ۲۹)	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اللہ کے اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں وہ بہت سخت ہیں کافروں پر اور رحیم ہیں آپس میں۔

ع تم اخوّت سے گریزاں، وہ اخوّت پہ نثار
[ص۲۰۴]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ع (الحجرات: ۱۰)	بے شک مسلمان جو ہیں وہ بھائی ہیں، ملا دو اپنے دو بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے، شاید تم پر رحم ہو۔

ع نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
[ص۲۰۵]

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ○	اور اللہ کو اپنا نور (اسلام) پورا کرنا ہے اور

چاہے برا مانیں کافر۔ (الصف:۸)

ع پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا

[ص۲۰۵]

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

[ص۲۰۶]

اللہ پاک ہے جس سے چاہے دین کا کام لے لے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍO اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف۔ (البقرہ:۲۱۳)

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے ہیں اور علم عطا کرتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے۔ (الجمعہ:۳)

ع نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

[ص۲۰۶]

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَO (کافر) چاہیں کہ بجھادیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور (لیکن) اللہ بغیر اپنی روشنی پوری کیے ہوئے نہ رہے اور برا مانتے رہیں کافر۔ (التوبہ:۳۲)

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے

[ص۲۰۷]

صفحہ ۲۴ کی تلمیحات دیکھیں۔

ع رفعتِ شانِ رَفَعنَالَکَ ذِکرَک دیکھے

[ص۲۰۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی رفعت کے لیے فرمایا گیا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَO اور ہم نے تمھارے لیے ذکر بلند کردیا۔

(الانشراح:۴)

اسی لیے علامہ اقبال نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی رفعت کی امید دلائی ہے۔

ع ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری

[ص ۲۰۸]

لا الٰہ کہنا گویا غیر اللہ سے بغاوت کرنا ہے۔ قل هو الله احد (آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے) اسی نکتے کی تشریح کے لیے ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

[ص ۲۰۸]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو آخری وحی میں یہ بشارت دی گئی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ...... (المائدہ: ۳)	آج کے دن پورا دے چکا میں تم کو دین تمھارا اور پوری کردی تم پر اپنی نعمت۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱)	آپ فرمادیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔ (جب اللہ دوست رکھے گا تو لوح وقلم اور سب کچھ مل سکتا ہے)۔

اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیٔ دوام ہے خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

[ص ۲۱۱]

سورۃ الرحمٰن اس طرح شروع ہوتی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن: ۱۔۴)	رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان (محمدؐ) کو پیدا کیا۔ ما کان ما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔

[ترجمہ: مولانا احمد رضا خان]

یہی بیان اور یہی سخنوری انسانی زندگی کو دوام بخشتی ہے۔ 'ما کان ما یکون' کے راز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئے جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس کے بعد والی نظم ''نویدِ صبح'' میں

مسلمِ خوابیدہ کو خطاب کرتے ہوئے اور ایک امتی کی شان کو ظاہر کرتے ہوئے یوں کیا ہے:

ع اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر! فاش ہو!

[ص۲۱۲]

صفحہ۲۱۲ والی نظم میں ''دعا'' ہے جس میں ایک مسلمان کو مشکل پسندی، رفعت طلبی، محبت، صداقت، احساسِ زیاں وغیرہ اوصاف کے ساتھ بیدار کرنا چاہا ہے۔ اسی نظم کا ایک شعر ہے:

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

[ص۲۱۳]

وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَیَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍؕ۝ (الشوریٰ:۳۰)

اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو وہ معاف کر دیتا ہے (مصیبت کا احساس بھی ہو تو کام بن جاتے ہیں اور اللہ بھی معاف فرما دیتا ہے)۔

ع ''ذمّی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام''

[ص۲۱۷]

چونکہ ذمّی سے جزیہ لیا جاتا ہے اس لیے اس کا مال اور املاک لینا جائز نہیں۔ وہ جزیہ نہ دیتا تو پھر قتل کیا جاتا۔

قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَلَا یَدِیۡنُوۡنَ دِیۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَۃَ عَنۡ یَّدٍ وَّ ہُمۡ صٰغِرُوۡنَ۝ (التوبہ:۲۹)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس کو جس کو حرام کیا اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے، یعنی وہ جو کتاب دیے گئے ہیں جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر (جزیہ دینے والے کو خود حاضر ہو کر کھڑے ہو کر پیش کرنا چاہیے)

وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہوگئی ہے اُس سے اب نا آشنا تیری جبیں!

[ص۲۲۱]

وہ مسلمانوں ہی کے اسلاف تھے جن کے متعلق سورۃ الفتح میں ارشاد ہے:

سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ (الفتح: ۲۹) ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بُولہبی

[ص۲۲۳]

ابولہب (یعنی باطل) اور مصطفویؐ طاقت (یعنی حق) کی جنگ ازل سے ہے۔ باطل کی شکست کا حال سورۃ اللھب میں شروع سے آخر تک موجود ہے:

تَبَّتۡ یَدَآ اَبِیۡ لَھَبٍ وَّتَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَآ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ؕ﴿۲﴾ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ۚۖ﴿۳﴾ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِیۡ جِیۡدِھَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ﴿۵﴾ (اللھب: ۱۔۵)

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اُس کو مال اُس کا اور نہ جو کمایا۔ اب پہنچے گا لپٹ مارتی آگ میں اور اس کی جورو، سر پر لیے پھرتی ایندھن۔ اس کی گردن میں رسی ہے مونج کی۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس!

[ص۲۲۵]

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ...... ۚ (النساء: ۸۰) جس نے اطاعت کی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی محبت دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ آج بھی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود ایک بے عمل اور گنہ گار مسلمان بھی ان کے نام پر مر مٹنے کو تیار ہے تو اُس زمانے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت کیا ہو گی؟

سورۃ اللیل کی آخری آیتیں (۱۷۔۲۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں

ہیں کہ جب انھوں نے حضرت بلالؓ کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور وہ سمجھے کہ شاید حضرت بلالؓ کا اُن پر کوئی احسان ہوگا جو اس قدر گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے۔ اللہ پاک نے نفی کی ہے کہ ایسا کوئی احسان نہیں تھا۔ نیز حضرت صدیقؓ کے متقی اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہونے اور اسلام کے لیے ہر قربانی دینے کے سلسلے میں سورۃ اللیل کی وہ آیتیں یہ ہیں:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ۙ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ۧ (اللیل: ۱۷۔۲۱)	اور (دوزخ کی آگ کو) اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوس نا کی

[ص ۲۲۵]

دولتِ دنیا کی محبت سے یہ فواحش پیدا ہوتی ہیں۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ......ج (البقرہ: ۲۶۸)	شیطان تمھیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے فواحش کا۔

ع کتنی مشکل زندگی ہے! کس قدر آساں ہے موت

[ص ۲۳۰]

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک: ۲)	وہ ذات جس نے پیدا کیا موت اور حیات کو تاکہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے (انسانی زندگی اسی جانچ کے لیے ہے)۔

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے!
[ص۲۳۳]

کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ○ (البقرہ:۲۸)	بھلا تم کیونکر اللہ کے منکر ہو گے؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمھیں جِلایا، پھر تمھیں مارے گا، پھر تمھیں جِلائے گا، پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔

اسی آیت کے ذیل میں علامّہ کا یہ شعر بھی آ سکتا ہے:

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں　　　آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے، فنا ہوتا نہیں
[ص۲۳۴]

ع　آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
[ص۲۳۶]

یعنی اللہ کی رحمتیں تیری قبر پر نازل ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ التوبہ میں کافر کی نماز اور اس کی قبر پر دعائے مغفرت کرنے سے روکا گیا تھا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡھُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ ؕ (التوبہ: ۸۴)	اور ان کافروں میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔

یعنی جو کافر نہ ہو اور مسلمان ہو تو اُس کے لیے نمازِ جنازہ اور دعائے مغفرت بھی ہے کیونکہ اس طرح اُس میّت پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

''شعاعِ آفتاب'' کی زبان سے یہ شعر ہے:

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے؟
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟
[ص۲۳۷]

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ	بے شک اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے

الْحَيِّ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَO فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ج وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِO (الانعام:۹۵۔۹۶)	والا ہے زندہ سے مردہ۔ یہ ہے اللہ۔ پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟ پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی۔ اور رات بنائی آرام کو اور سورج چاند حساب کو۔ یہ اندازہ رکھا ہے زورآور علیم نے۔

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

[ص۲۴۰]

نظم ’’کفر و اسلام‘‘ میں مندرجہ بالا شعر سے پہلے فرمایا کہ:

ع چھوڑ کر غائب کو تُو حاضر کا شیدائی نہ بن

[ص۲۴۰]

یعنی مسلمان ’’یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ‘‘ پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا خدا نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن اس کے جلوے ہر جگہ موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے دورِ حاضر کی چمک کو ہیچ قرار دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام نے عارضی چمک والوں کو پسِ پشت ڈال دیا تھا ـــــ سورۃ الانعام کی آیات ۷۷ سے ۷۹ تک میں ابراہیم علیہ السّلام کے ان واقعات کا ذکر ہے کہ آپؑ نے تارے، چاند اور سورج کے چھپ جانے پر ان سے قطع نظر کر لی اور پھر غائب (اللہ) کی طرف ہدایت حاصل کی۔

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَO (الانعام:۷۶)	مجھے خوش نہیں آتے چھُپ جانے والے۔

نظم ’’مسلمان اور تعلیمِ جدید‘‘ میں بھی اسی طرح کے خیالات ہیں۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

[ص۲۴۱]

سکندرِ رومی فنا ہو گیا لیکن بلالِ حبشیؓ کو دوام صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہے جنھوں نے کافروں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں لیکن اللّٰہُ اَحد کہنا نہ چھوڑا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى	اے لوگو، ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (الحجرات:۱۳)

عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی

[ص۲۴۴]

کوئی قوم جب سو جاتی ہے تو چونکا دینے والے بمشکل کامیاب ہوتے ہیں۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ○ (الاعراف:۱۴۶)

اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر رہے۔

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل　　دنیا تو ملی، طائرِ دیں کر گیا پرواز

[ص۲۴۵]

اگرچہ جدید تعلیم سے دنیا بے شک مل گئی لیکن عقیدوں میں تزلزل آ گیا لہٰذا ایسی تعلیم فضول ہے۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ○ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۵ۙ عَنْ

اور انھیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے

ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا o ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰیo (النجم:۲۸۔۳۰)	منہ پھیرلو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔ یہ ہے ان کا مبلغ علم۔ بے شک تمھارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے

[ص۲۴۷]

سورۃ التوبہ میں ایسے مجاہدین کے متعلق آیا ہے:

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ ط وَ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَo اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُo ع (التوبہ:۸۸۔۸۹)	لیکن رسولؐ اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی فوزِ عظیم ہے۔

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

[ص۲۴۸]

صفحہ ۱۶۰، ۱۷۴، اور ۲۰۱ کی تلمیحات دیکھیں۔

ملّت کے ساتھ رابطہٴ استوار رکھ　　پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ!

[ص۲۴۹]

اس کے لیے بھی صفحہ ۱۶۰ اور ۱۷۴ کی تلمیحات دیکھیں۔

رہِ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں　　کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں معراج کا واقعہ بیان ہوا ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿﴾ (بنی اسرائیل:۱)	پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو) راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا، جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں معراج شریف کا بیان ہے کہ آناً فاناً زمان و مکان کی تمام منزلیں طے ہو گئیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم، جو بہترین انسان ہیں، انسان کی بہترین صلاحیتوں کو اجاگر فرما چکے ہیں۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

[ص۲۵۰]

مشکل پسندی اور سخت کوشی سے متعلق تلمیحات صفحہ ۲۴، ۱۱۴، ۱۲۴، ۱۶۰، ۱۷۸، ۱۹۰، ۱۹۳ وغیرہ کے اشعار میں آ چکی ہیں۔

سورۂ آلِ عمران میں انبیا علیہم السّلام کے ساتھیوں کے حوصلے اور ان کی مشکل پسندی کا ذکر آتا ہے:

وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَکَانُوۡا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿﴾ (آل عمران:۱۴۶)	اور کتنے ہی انبیا علیہم السّلام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔ تو نہ وہ سُست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔ اور صبر والے لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری!

[ص۲۵۲]

ایمان اصل قوت اور عزت ہے۔ امیری یا غریبی ایمان کا جز نہیں، کیونکہ حضرت علیؑ کو گو کہ نانِ شعیر میسر آتی تھی پھر بھی ایمانی قوت سے انھوں نے درِ خیبر کو اکھاڑ پھینکا تھا۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (المنافقون:۸)	اور زور اللہ کا ہے اور اُس کے رسولؐ کا اور ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

کرم اے شہِؐ عرب وعجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری[۱]

[ص۲۵۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کس قدر حضورؐ سے مستفیض ہیں کہ انھیں تفکر، تفقہ اور تدبر وغیرہ کی تمام نعمتیں حاصل ہیں۔ سورۃ المائدہ میں تمام نعمتوں کی تکمیل کا ذکر آتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ..... (المائدہ:۳)	آج کے دن میں پورا دے چکا تم کو دین تمھارا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت۔

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی!

[ص۲۵۴]

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○ (التوبہ:۲۰)	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے تو اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے نزدیک، اور وہی مراد کو پہنچے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی!

[ص۲۵۴]

صفحہ ۲۳۳ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

ع چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب!

[ص۲۵۶]

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ	اللہ بدلتا ہے رات اور دن۔ اس میں عبرت

لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِO (النور:۴۴) ہے آنکھ والوں کے لیے۔

''کشتیِ مسکین'' و ''جانِ پاک'' و ''دیوارِ یتیم''!

علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش!

[ص۲۵۶]

سورۃ الکہف کی آیات ۶۵ تا ۸۲ میں موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت خضر علیہ السّلام کے یہ واقعات آتے ہیں۔ ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

(موسیٰ علیہ السّلام نے) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (حضرت خضرؑ) پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ اس سے موسیٰؑ نے کہا، کیا میں تمھارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمھیں تعلیم ہوئی؟ کہا آپؑ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپؑ کا علم محیط نہیں۔ کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمھارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ کہا، اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اُس بندہ نے اسے چیر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو؟ بے شک یہ تم نے بُری بات کی۔ کہا، میں نہ کہتا تھا کہ آپؑ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے؟ کہا، مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی؟ بے شک تم نے بہت بُری بات کی۔ کہا، میں نے آپؑ سے نہ کہا تھا کہ آپؑ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے؟ کہا، اس کے بعد میں تم سے پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا ـــــــ بے شک میری طرف سے تمھارا عذر پورا ہو چکا۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے تو اُن دہقانوں سے کھانا مانگا انھوں نے انھیں دعوت دینی قبول نہ کی۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے۔ اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ کہا، یہ میری اور آپؑ کی جدائی ہے۔ اب میں آپؑ کو ان باتوں کا پھیر بتاؤں گا جن پر آپؑ سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے

تھے۔ تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین لیتا۔ اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے، تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔ تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر، ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب (لڑکا) عطا کرے۔ رہی وہ دیوار، وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو آپؐ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپؐ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ پھیر ہے ان باتوں کا جن پر آپؐ سے صبر نہ ہوسکا۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰؐ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش!

[ص ۲۵۷]

منافق لوگ ہی مومنوں کو دغا دیتے ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ○ (البقرہ:۹)	وہ دغا کرتے ہیں اللہ سے اور مسلمانوں سے اور وہ کسی کو دغا نہیں دیتے مگر خود آپ کو، اور نہیں سمجھتے۔

یہ منافقوں کے متعلق ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ بشارت سورۃ التوبہ میں بیان ہوئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۱۱۱)	بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

ع یہ تگاپوے دما دم، زندگی کی ہے دلیل

[ص ۲۵۷]

اس کے لیے صفحہ ۲۴ کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ!

[ص ۲۵۸]

صفحہ ۲۴ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

علاّمہ نے فلسفۂ زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی!

[ص۲۵۸]

کبھی زندگی جان سے عبارت ہے اور کبھی جان کو قربان کرنے سے (ابدی) زندگی حاصل ہوتی ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ٥ اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

(البقرہ:۱۵۴)

سورۂ آل عمرآن، آیت:۱۶۹ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی!

[ص۲۵۹]

آدم خلیفۃ اللہ ہیں۔ (سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:۳۰)

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ اور مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

کہا گیا ہے، یعنی انسان کو اللہ کی نیابت اور خلافت حاصل ہے۔ اس لیے اس کی زندگی 'کن فکاں' کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

[ص۲۵۹]

سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الجاثیہ:۱۳) (لقمٰن:۲۰) اللہ نے مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔

فرما کر انسان کی صلاحیتوں کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تُو عرصۂ محشر میں ہے! پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

[ص۲۶۰]

اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ ایسے لوگوں کو ان کی کمائی سے نصیب ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ (البقرہ:۲۰۲)

([تفسیر] 'مدارک' اور [تفسیر] 'خازن' میں ہے کہ اللہ عنقریب قیامت قائم کر کے بندوں کا حساب فرمائے گا۔ تو چاہیے کہ بندے اُس کے ذکر، دعا اور طاعت میں جلدی کریں)۔

سورۃ البقرہ میں یہ بھی فرمایا ہے:

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ اور اللہ تمھارے کرتُوتوں سے غافل نہیں ہے (تم غافل ہو)۔ (البقرہ:۷۴)

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ انّ الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

[ص۱٦۰]

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ ○ (ملکہ سبا) بولی، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل، اور ایسا ہی کرتے ہیں۔ (النمل:۳۴)

ع سرداری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

[ص۲٦۱]

فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ○ پس بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک۔ (المومنون:۱۱٦)

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری!

[ص۲٦۱]

اسمبلیاں اور بحث و مباحثہ کے اڈے صرف سرمایہ داروں کی جنگِ زرگری ہے۔ سورۃ

الھُمزۃ کا ترجمہ اس مقصد کے لیے کافی ہے:

''خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔ جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ روندنے والی (دوزخ) میں پھینکا جائے گا۔ (الھمزۃ:۱۔۹)

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز!

[ص۲۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کا شہر مکہ (حجاز) عیسائیوں کے ساز باز کا شکار ہو گیا۔ اس کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۝ؕ	اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب، کردے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور بچا مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پُوجیں مُورتیں۔ (ابراھیم:۳۵)

حکمتِ مغرب سے ملّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

[ص۲۶۴]

سورۃ المجادلہ میں طاغوتی طاقت کی عیاری کا ذکر اس طرح آتا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ	ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے انھیں اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ (المجادلہ:۱۹)

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مورِ بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

[ص۲۶۵]

غیر اللہ کے آگے جھکنے اور اس سے حاجت مانگنے کے لیے منع فرمایا گیا، کیونکہ مومن کے لیے اللہ کافی ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝ (الاحزاب:۳) — اور اللہ پر بھروسا رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

انبیا علیہم السلام کی شان بھی یہی تھی۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ (الاحزاب:۳۹) — وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

سورۃ النمل: آیت ۱۸ میں چیونٹی اور سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ وہ کس طرح ان کے لشکر سے بچنے کے لیے چیونٹیوں سے کہتی ہے۔

ع ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات

[ص ۲۱۵]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (آل عمران:۲۰۰) — اے ایمان والو! ثابت رہو اور مقابلے میں مضبوطی کرو اور مل جل کر رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ شاید مراد کو پہنچو۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

[ص ۲۶۵]

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا..... (آل عمران: ۱۰۳) — اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا
تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گُہر

[ص ۲۶۵]

اس کے لیے صفحہ ۲۴۱ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

[ص۲٦٦]

علّامہ کا یہ شعر اس صورت میں ہے:

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مضطر ہی اُسے زنجیرِ پا ہو جائے گی!

[ص۱۹۴]

سلطنتِ برطانیہ کے زوال اور پاکستان کی تشکیل کے لیے یہ دونوں شعر بطور پیش گوئی ہیں۔

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر 'لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَاد' دار

[ص۲٦٦]

صفحہ ۱۸۸ اور ۱۹۴ کی تلمیحات دیکھیں اور اس شعر میں سورۂ آلِ عمران کا حوالہ ہے:

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ۟ (آل عمران:۹)

اے رب ہمارے، بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اُس دن کے لیے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔

سورۃ الرعد:۳۱، سورۃ الزمر:۲۰ وغیرہ میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

[ص۲٦۷]

کفر سے جب اسلام کی ٹکر ہوتی ہے تو سوئے ہوئے مسلمان بھی صحیح مسلمان ہو کر کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا وَجَاھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، وہ

يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ (البقرہ:۲۱۸)	امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَّهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ۝ (الانفال:۷۴)	اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، (نیز) وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی ہیں تحقیق مسلمان۔ ان کو بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

سورۃ التوبہ: ۸۸-۷۰، النحل: ۱۱۰، العنکبوت: ۶۹، الحجرات: ۱۵ وغیرہ میں بھی ایسی بشارتیں آئی ہیں۔

مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر پاکستان کی تشکیل کی پیش گوئی معلوم ہوتا ہے:

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

[ص ۲٦۷]

اور اس کے بعد والے صفحے کے شعر میں بھی امید کی کرن موجود ہے کہ:

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا[2]

[ص ۲٦۸]

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے

[ص ۲٦۹]

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُس کا ہاتھ اور اُس کی زبان وغیرہ پھر اُس کی نہیں بلکہ اللہ کی ہوتی ہے۔

فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ ۖ وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَ لٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبۡلِىَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡهُ بَلَاۤءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝ (الانفال:۱۷)	پس تم (مسلمانوں) نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا اور اے محبوبؐ! وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لیے کہ وہ

مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا
فرمائے۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تُو ہے

[ص۲۶۹]

حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف (بنی اسرائیل: ا، سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں) انسانی کمالات کی منتہا ہیں۔

ع خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے!

[ص۲۶۹]

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدہ:۳) کی تلمیح ہے۔ اُوپر ذکر آچکا ہے۔

ع تری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تُو ہے!

[ص۲۶۹]

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (الحج:۷۸) اور صفحہ ۲۶۳ کی آیت دیکھیں۔

ع تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی

[ص۲۶۹]

صفحہ ۲۴ و صفحہ ۵۵ کے اشعار کی آیات دیکھیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

[ص۲۷۰]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَا هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ع

(الفتح:۲۹)

والے (صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انھیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اُس نے اپنی سُوئی (کی طرح ایک پتی) نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنے بل پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ کسانوں کو بھی بھلی لگتی تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اس آیت میں بعض مفسرین نے معهٗ (اخرج شطئهٗ) سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اشدآء علی الکفار (فآزرهٗ) سے حضرت عمر فاروقؓ، رحمآء بینهم (فاستغلظ) سے حضرت عثمان غنیؓ اور رکعاً سجداً (فاستویٰ علٰی سوقهٖ) سے حضرت علیؓ کو مراد لیا ہے۔ بہرحال صداقت، عدالت، حیا اور شجاعت کے فضائل اور خصائل خلفائے راشدینؓ ہی کے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

(النور: ۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور ان کو زمین میں خلافت دے گا۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا\
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

[ص ۲۷۰]

اس کے لیے صفحہ ۲۴۱ اور صفحہ ۲۶۵ کی تلمیحات (مع آیات) ملاحظہ ہوں۔

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پایندہ تر نکلا ہے تورانی

[ص۲۷۱]

اصل قوت ایمان ہے جس نے ترکوں کو استحکام بخشا، اور ایمان صرف اللہ کے کرم سے نصیب ہوتا ہے:

ع پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

[ص۲۰۶]

اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (البقرہ:۱۶۵) تمام قوت صرف اللہ کو حاصل ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (الاحزاب:۳) اور اللہ پر بھروسا رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔

اللہ ہی کے رشتے سے ''زورِ بازو'' پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر اسی نظم میں ہے کہ:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا؟ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

[ص۲۷۱]

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہانگیری یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

[ص۲۶۱]

ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر قرآنِ پاک میں بار بار آیا ہے اور علم و حکمت کا بھی۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ (البقرہ:۲۶۹) اور جس کو حکمت ملی تو خیرِ کثیر ملی۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:۱۱) جو لوگ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرتا ہے۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں!

[ص۲۶۱]

سورۃ الانعام میں ابراہیم علیہ السّلام کے واقعات ہیں کہ وہ ستارے، چاند اور سورج کے ڈوبنے پر اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

يَقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَO — اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنھیں تم (خدا کا) شریک ٹھہراتے ہو۔ (الانعام: ۷۷۔۸۰)

سورۃ الانبیاء: آیات ۵۱تا۶۷ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بت شکنی کا ذکر بھی ہے جس کے بعد ان کو آتشِ نمرود میں پھینکا گیا تھا۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

[ص۲۷۲]

صفحہ ۲۷۰ میں صحابہ کرامؓ کے فضائل سے متعلق سورۃ الفتح کی آخری آیت کا ذکر آ چکا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ (النور: ۵۵)

وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

[ص۲۷۲]

اہلِ یونان جو برطانیہ کی شہ پر ترکیہ پر جھپٹے تھے وہ بالآخر ذلیل ہوئے اور ایمان کی طاقت غالب ہوئی۔

صفحہ ۲۷۱ کی آیات دیکھیں۔

حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

صفحہ ۲۵۷ کا شعر اور اس کی تلمیح دیکھیں۔

[ص ۲۷۲]

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملّت ہے

صفحہ ۲۶۰-۲۷۰ کے اشعار کی تلمیحات ملاحظہ ہوں۔

[ص ۲۷۲]

تُو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہوجا
خودی کا راز داں ہوجا، خدا کا ترجماں ہوجا

[ص ۲۷۳]

اگر انسان اپنی خودی اور اپنے مقام کو پہچانے گا تو سمجھ سکے گا کہ وہی رازِ کن فکاں ہے۔ صفحہ ۱۹۳ کی تلمیح میں عرض کر دیا گیا ہے کہ انسان اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اسی کے ذریعے اللہ کی قدرتِ کاملہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔ صفحہ ۲۵۹ کی تلمیح بھی دیکھیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠ (بنی اسرائیل:۷۰)	اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو سوار کر دیا (یعنی مسلّط کر دیا) خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

خدا کی ترجمانی کرنے لیے سورۃ النحل میں ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: ۳۶)	اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے (اور اس کے ذریعے یہ حکم دیا ہے) کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے بغاوت اور سرکشی کرنے والوں سے بچو (یعنی غیر اللہ کے آگے جھکنا انسانی شرافت اور فضیلت کے

منافی ہے)۔

یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہوجا

[ص ۲۷۳]

صفحہ ۲۴۱ کی تلمیح دیکھیں۔

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

[ص ۲۷۲]

صفحہ ۲۷۰ کے شعر سے متعلق آیت دیکھیں۔

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

[ص ۲۷۴]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرہ: ۳۱)
اور سکھائے آدم کو نام (تمام اشیا کے) سارے کے سارے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ۝ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ۝ (الرحمٰن: ۱-۴)
رحمٰن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا اور ما کان ما یکون کا بیان سکھایا۔

رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ (الفتح: ۲۹)
(آپس میں بڑے رحیم ہیں) بھی فرمایا ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

[ص ۲۷۴]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۝ (لقمٰن: ٦)
اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں ''باتوں کا کھیل تماشا'' (فضول کام) تاکہ غیرِ علم کے ذریعے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔

ایسوں کے لیے سخت ذلّت کا عذاب ہے۔

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا جہاں میں جس تمدن کی بِنا سرمایہ داری ہے

[ص۲۷۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (النساء:۲۹)

اے ایمان والو، آپس میں ایک دوسرے کے مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔ لین دین (مفاد و نفع) آپس کی رضا مندی سے ہو اور اپنے آپ کو (یا باہم) قتل نہ کرو۔

نفع خوری کسی ناجائز طریقے یا فریب یا تدبر سے ہرگز جائز نہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

[ص۲۷۲]

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال:۷۔۸)

پس جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا تو اُسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر بدی کرے گا تو اُسے دیکھ لے گا۔

ع قبضے سے اُمت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

[ص۲۷۷]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ (محمدؐ:۳۳)

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ضائع مت کرو اپنے اعمال کو۔

اور جو اطاعت نہیں کرتے ان کے لیے سورۃ البقرہ میں فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج (البقرہ:۲۱۷)

پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوئے۔

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بیہوش ہے

[ص۲۷۸]

اس کے لیے صفحہ ۲۷۴ میں سورۂ لقمن: آیت ۶ کی تلمیح دیکھیں۔

بے خطر کُود پڑا آتشِ نمرُود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

[ص۲۷۸]

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ○ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ○ۚ (الانبیاء: ۶۸-۷۰)

(کفار) بولے، اس ابراہیمؑ کو جلا دو اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا، اے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور وہ (کفار) چاہنے لگے اس کو بُرا۔ پھر انھی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

ع — سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات

[ص۲۷۹]

صفحہ ۲۵۰ کی تلمیحات دیکھیں، بالخصوص سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۶، جو مذکور ہوئی۔

ساماں کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

[ص۲۸۰]

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ○

(آل عمران: ۱۴)

رجھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبت پر، عورتیں اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوئے سونے کے اور روپے کے اور گھوڑے پلے ہوئے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیوی زندگی کی متاع ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ○

اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کی متاع ہے۔

(آل عمران: ۱۸۵)

ع	کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں

[ص۲۸۰]

وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاط	پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔

(الانعام:۸۰)

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُO	نگاہیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔وہ بھید جانتا اور باخبر ہے۔

(الانعام:۱۰۳)

علامہ اقبال نے اسی لیے ''حقیقتِ منتظر'' کہا ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مِرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

[ص۲۸۱]

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُO	آپ فرما دیں، اے بندو میرے، جنھوں نے زیادتی کی اپنی جان پر، نہ آس توڑو اللہ کی رحمت سے۔بے شک اللہ بخشتا ہے تمام گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

(الزمر:۵۳)

اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر	آیۂ 'لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادْ' رکھ

[ص۲۸۲]

صفحہ ۲۶۶ کی تلمیحات دیکھیں۔اس صفحے میں اس شعر کو فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع	'اِنَّ وَعْدَ اللّٰہ حَقٌّ' یاد رکھ

[ص۲۸۲]

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا....	بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔پس تم کو نہ بہکا دے دنیا کی زندگی۔

(لقمٰن: ۳۳)

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ایسے الفاظ آئے ہیں۔

اس دور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکّا اپنی ہٹ کا ہے

[ص۲۸۲]

اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں ذریعۂ نجات نہیں ہے۔

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ‌ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ۝ (آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

وَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍ۝ (البقرہ:۱۰۷)

اور نہیں ہے تمھارے لیے سوائے اللہ کے کوئی حمایتی اور کوئی مددگار۔

ع محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہوگئے

[ص۲۸۹]

اشتراکیت اور سرمایہ داری کی جنگ جاری ہے، لیکن اشتراکیت (کمیونزم) بھی غلامی سے کم نہیں ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّ مَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّ جَهۡرًا‌ؕ هَلۡ يَسۡتَوٗنَ‌ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ‌ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۝ (النحل:۷۵)

اللہ پاک ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس (یا ملکیت) میں ہے۔ کسی چیز پر اس کا بس نہیں چلتا۔ اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہر (جیسا بھی موقع ہو) خرچ کرتا ہے۔ کیا سب برابر ہیں؟ سب حمد اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ (یہ وہ بات ہے جسے) ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

کمیونزم میں شخصی ملکیت کو ختم کر کے ایک مرکزی مادی طاقت کے ہاتھ میں سب کچھ دے دیا ہے۔ ہر شخص اس طاقت کے قانون کے مطابق کام کرتا ہے۔ روٹی کھاتا ہے اور مادی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ اس طرح ہر شخص اس مرکزی طاقت کا مملوک غلام ہے جو اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور جس کی خودی مردہ ہو چکی ہے۔

حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا ''و قد کنتم بہٖ تستعجلون''

[ص۲۸۹]

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِہٖ ؕ اٰلْئٰنَ وَقَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَo — کیا پھر جب پڑ چکے گا، تب یقین کرو گے اس کو؟ اب قائل ہوئے اور تم تھے اسی کی جلدی کرتے۔ (یونس:۵۱)

''کھل گئے'' یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرف 'ینسلون'

[ص۲۸۹]

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ ھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَo — یہاں تک کہ جب کھول دیں یاجوج اور ماجوج کو اور وہ ہر اُونچی جگہ سے پھیلتے آئیں۔

(الانبیاء: ۹۶)

علامہ اقبال نے یاجوج اور ماجوج[۴] سے اشتراکیت اور سرمایہ دار ملکوں کی جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دونوں لشکر پھیلتے جا رہے ہیں اور ہر فریق اپنی سازش سے اپنے نظریات کی ترویج میں لگا ہوا ہے۔

حکمِ حق ہے ''لیس لِلانسان الا ما سعٰی'' — کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

[ص۲۹۱]

سورۃ النجم کی آیت ۳۹ کو اس شعر کے پہلے مصرعے میں نظم کیا گیا ہے، یعنی انسان اسی چیز کا حق دار ہے جس کے حصول کے لیے وہ جدوجہد کرے۔

ع تو نام و نسب کا حجازی ہے، پر دل کا حجازی بن نہ سکا

[ص۲۹۱]

اچھا سا نام رکھ لینے سے حجازی (مسلمان) نہیں بن سکتے۔

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ — اور داخل نہیں ہوا ایمان تمھارے دلوں میں۔

(الحجرات:۱۴)

دراصل مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا ہر عمل اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO (الانعام:۱۶۲)	آپ فرما دیں کہ بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

[ص۲۹۱]

بظاہر احساس ہے لیکن اگر عمل کے لیے آمادگی نہ ہو سکی تو سب بے کار رہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام کے عمل سے مستعدی اور سخت کوشی کا بہت بڑا سبق ملتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًاO (الکھف:۶۰)	اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰؑ نے اپنے خادم کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- اس کے بعد صفحہ ۲۵۳ میں ایک نظم ''اسیری'' کے عنوان سے ہے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی چار سال کی نظر بندی کاٹ کر کانگرس اور خلافت کے اجلاس میں شریک ہونے کے لیے امرتسر گئے تو وہاں علاّمہ اقبال نے یہ نظم سنائی۔

۲- صفحہ ۲۷۲ میں ہے:

ع جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے!

۳- غالباً عقاب (شاہین) کا لفظ پہلی بار علاّمہ اقبال نے یہاں استعمال کیا ہے لیکن صرف لُغوی حیثیت سے۔ بعد میں اقبال کے یہاں شاہین کا لفظ مسلمانوں کے لیے ایک علامتی نشان بن گیا۔

۴- اقبال نامہ (اوّل): ص ۱۰۹: مکتوب نمبر ۵۰ میں اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے گزارش کی ہے کہ یاجوج ماجوج پر محققانہ مضمون لکھ دیں۔

❁❁❁

زبُورِ عجم

پہلی اشاعت: ۱۹۲۷ء

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبُورِ عجم
فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

——بالِ جبریل

زبُورِ عجم

وادیِ عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے[1]
[ص ۳۹۴]

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی ۝ (بنی اسرائیل:۱)
پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ۝ (الحج:۳۲)
اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقوٰی ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (جلد پنجم، طبع اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء) صفحہ ۴۲ میں لکھا ہے:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تقوٰی کا تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور شعائرِ الٰہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ: ”وہ ضمیر کے اُس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔“

علامہ اقبال کی اصطلاح میں اسی احساس کا نام عشق ہے۔

در طلب کوش و مدہ دامنِ امّید ز دست
دولتے ہست کہ یابی سرِ راہے گاہے!
[ص ۳۹۴]

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝
نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو کوشش

کرے۔ (النجم:۳۹)

سازی اگر حریفِ یمِ بیکراں مرا با اضطرابِ موج، سکونِ گہر بدہ

[ص۳۹۶]

سخت کوشی ہی سے کامیابی ہے۔ موسٰی علیہ السلام کے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا○ (الکہف:۶۰)	اور جب موسٰی نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دوسمندر ملتے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

عشقِ شور انگیز را ہر جادہ در کوے تو برد بر تلاش خود چہ می نازد کہ رہ سوے تو برد!

[ص۳۹۷]

صفحہ ۳۹۳ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ کی تشریح دیکھیں۔

درونِ سینۂ ما سوزِ آرزو ز کجاست؟

سبو ز ماست، ولے بادہ در سبو ز کجاست؟

[ص۳۹۷]

وَ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ (الانعام:۱۶۵)	اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی (نیابتِ الٰہی، درجات کی بلندی میں کمی بیشی اور آزمائش سب کا تقاضا آرزومندی ہے)۔

غزل سراے و نواہاے رفتہ باز آور بایں فسردہ دلاں حرف دل نواز آور

[ص۳۹۸]

ع عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر
[بالِ جبریل، ص۸۷]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:۶۲)
سن لو۔ بے شک اللہ کے اولیاء (قربِ الٰہی رکھنے والوں) پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

نواہاے رفتہ اور اسلاف کا سوزِ دروں یہی قربِ الٰہی تھا جس سے موجودہ مسلمان آشنا نہیں۔

اے کہ ز من فزودۂ گرمیِ آہ و نالہ را
زندہ کن از صدائے من خاکِ ہزار سالہ را
[ص۳۹۹]

تیرہ چودہ سو سال والی پرانی اُمت اب بھی زندہ ہو سکتی ہے اگر اس میں اگلا سا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (الاعراف:۱۰)
اور ہم نے تم کو زمین میں قوت بخشی اور اس میں تمھارے لیے بسر اوقات کے بہت سے ذریعے بنائے، تم بہت کم شُکر کرتے ہو۔

دل میں احسان مندی کا جذبہ ہو، پھر اس جذبے کے مطابق عمل ہو تو وہ صحیح شکر ہے۔ اے اللہ پاک! اپنے انعامات کا احساس اور اس کے عمل کا جذبہ ہماری قوم میں پیدا فرما دے۔

بہ ضمیرم آں چناں کن کہ ز شعلۂ نوائے دلِ خاکیاں فروزم، دلِ نوریاں گدازم
[ص۴۰۱]

یہاں بھی وہی دعا ہے جو صفحہ ۳۹۹ میں اوپر بیان ہوئی ہے۔

سورۂ آل عمران میں ہم کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:۸)
اے رب ہمارے! دل ہمارے نہ ٹیڑھے کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تُو ہے بڑا دینے والا۔

اے اللہ میرے مخلصانہ شعر میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

چہ عجب اگر دو سلطاں بہ ولایتے نہ گنجد عجب ایں کہ می نگنجد بدو عالمے فقیرے!
[ص۴۰۲]

ایک ولایت میں دو سلطاں اور ایک کمبل میں دو فقیر نہیں سما سکتے۔ لیکن جو اللہ کا فقیر ہے اس کے لیے یہ دونوں عالم بھی ناکافی ہیں کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳)

اور تمھارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

ع برسرِ کفر و دیں فشاں رحمتِ عامِ خویش را
[ص۴۰۳]

اللہ پاک نے بنی آدم کو فضیلت دی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام:۵۴)

تمھارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے۔

اگر کافر پر بھی رحمت ہو جائے تو وہ ایمان لے آئے۔

ریگِ عراق منتظر، کشتِ حجاز تشنہ کام خونِ حسینؓ باز دہ کوفہ و شامِ خویش را
[ص۴۰۳]

بالِ جبریل، ص۴۰۴ میں ہے ؎

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس آمر (حاکم) کی اطاعت نہیں کی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرتا ہو۔ یہی ان کی شہادت کا پیام ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور اُن کی جو تم میں حاکم ہیں۔

دوش بہ راہبر زند، راہ یگانہ طے کند　　می نہ دہد بدستِ کس عشق زمامِ خویش را

[ص۴۰۳]

عشق (تقوی القلوب) خود راہبر ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (آل عمران:۱۲۰)

اور اگر تم صبر (ہمت) اور تقوی (پرہیز گاری) کیے رہو تو اُن (کفار) کا داؤں تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۳)

تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقوی والا ہے۔

تقوی کا معنی خدا کا خوف بھی ہے اور خدا کا خوف رکھنے والا کسی دوسرے کا خوف نہیں کرتا اور نہ غیر اللہ کو خاطر میں لاتا ہے۔

نوائے من ازاں پُرسوز و بیباک و غم انگیز است
بخاشاکم شرار افتاد و بادِ صبح دم تیز است

[ص۴۰۴]

اس ''نوائے سحر گاہی'' کی تائید سورۃ المزمّل سے ہوتی ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا (المزمل:۶)

بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو

تیرے لیے مقامِ محمود ہے۔

ندارد عشق سامانے و لیکن تیشۂ دارد
خراشد سینۂ کہسار و پاک از خونِ پرویز است

[ص ۴۰۴]

دل زندۂ کہ دادی بہ حجاب درنسازد نگہے بدہ کہ بیند شررے بہ سنگِ خارہ

[ص ۴۰۶]

اس کے لیے بھی صفحہ ۳۹۴-۳۹۶ کی آیات دیکھیں۔

بشکوہِ بے نیازی ز خدایگاں گذشتم صفتِ مہِ تمامے کہ گذشت برستارہ

[ص ۴۰۷]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (القصص:۸۸) اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ ٹھہراؤ۔ کوئی خدا نہیں سوائے اُس کے۔

اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا (البقرہ:۱۶۵) بے شک ساری قوت صرف اللہ کو ہے۔

مردہ خاکیم و سزاوارِ دلِ زندہ شدیم!
ایں دلِ زندہ و ما! کارِ خدا سازے ہست

[ص ۴۰۸]

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ هُوَ شَهِيۡدٌ۝ (ق:۳۷) بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

زندہ دل ہی نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور عمل کے لیے آمادہ ہوسکتا ہے۔

تکیہ بر عقلِ جہاں بینِ فلاطوں نکنم درکنارم دلکے شوخ و نظر بازے ہست

[ص ۴۰۸]

افلاطون نے اپنے استاد سقراط کی طرح اس بات کا اقرار کیا کہ انسان اس کائنات کی اشیا کا

علم اس لیے حاصل نہیں کرسکتا کہ وہ ہر وقت متغیّر ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اس کے نظریے کے مطابق جو کچھ دنیا میں نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ البتہ اعیان (Ideas) کا علم حقیقی ہوسکتا ہے۔ گویا اس نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اس فلسفے کی وجہ سے مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے بعض صوفیہ نے نفیِ خودی کے راگ الاپے، حالانکہ اللہ پاک نے اس عالمِ موجودات کو برتنے اور استعمال کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاق	وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)

موجودات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے نظر باز دل کی ضرورت ہے۔ جس کا ذکر ابھی سورۂ ق کی آیت ۳۷ میں آیا ہے۔

هستی و نیستی از دیدن و نا دیدنِ من! چہ زمان و چہ مکان شوخیِ افکارِ من است
[ص۴۰۹]

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)	اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟

از فسوں کاریِ دل، سیر و سکوں، غیب و حضور
ایں کہ غمّاز و کشائندۂ اسرارِ من است
[ص۴۰۹]

سیر و سکون اور غیب و حضور، صوفیہ کی اصطلاحات ہیں۔ سیر الی اللہ کے لیے سورۃ المعارج کی آیت اساس ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۴)	ملائکہ اور جبریل علیہ السلام اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں اس دن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے (یہ نہ ہو تو سکون ہے)۔

غیب وحضور کے لیے المنح المدنیہ میں ہے:

الغیبة اشتخال الحس بما ورد علیه من علم احوال الخلق والحضور کونه حاضراً بالحق	غیبت یعنی حواسِ انسانی کا احوالِ خلق کی طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے روبرو موجود سمجھنا۔
اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ (الزمر:۲۲)	تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (یعنی یقین وہدایت پر)۔

حدیث ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سینے کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟

فرمایا: ''جب نور قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا ہے اور اس میں وسعت ہوتی ہے''۔

صحابہؓ نے عرض کیا: ''اس کی کیا علامت ہے؟''

فرمایا: ''دار الخلود کی طرف متوجہ ہونا اور دار الغرور (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے لیے اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا''۔

عالمِ آب وخاک را بر محکِ دلم بسائے   روشن وتارِ خویش را گیر عیار ایں چنیں
[ص ۴۱۰]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ ہی کو اصل معیار قرار دیا گیا ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)	بے شک تمھارے لیے ہے سیکھنا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوۂ حسنہ۔

بروں کشید ز پیچاکِ ہست وبود مرا   چہ عقدہ ہا کہ مقامِ رضا کشود مرا[۲]
[ص ۴۱۱]

يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ○ (المائدہ:۱۶)	اللہ اس (قرآن) سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی رضا پر چلا، سلامتی کے ساتھ، اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی

راہ دکھاتا ہے۔

عقل بحیلہ می برد، عشق برد کشاں کشاں　　ہر دو بمنزلے رواں، ہر دو امیر کارواں

[ص۴۱۲]

فلسفہ بھی ایک راہ دکھاتا ہے جس میں حیلے اور گتھیاں ہیں لیکن عشق منزلِ مقصود کی طرف (جوش اور ولولے کی وجہ سے) کشاں کشاں لے جاتا ہے۔

بانگِ درا (ص۲۷۸) میں کہا ہے:

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی　　بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عشق کی سخت کوشی سے متعلق صفحہ۴ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں ـــــ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا:

اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ۝ (یونس:۸۴)	اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو۔ اگر تم اسلام رکھتے ہو۔ (تقوی القلوب والے لوگ اللہ پر کامل توکل رکھتے ہیں اور منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں)۔

بہ سراغِ صبحِ فردا روشِ زمانہ دارم　　نہ کنم دگر نگاہے بہ رہے کہ طے نمودم

[ص۴۱۳]

جو گذر چکا اسے اب کیا دیکھنا؟ آئندہ کل کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ (الحشر:۱۸)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا اور اللہ سے ڈرو۔

نہ غمِ سفینہ دارم، نہ سرِ کرانہ دارم　　یمِ عشق کشتیِ من، یمِ عشق ساحلِ من

[ص۴۱۳]

عشق تو مسلسل کوشش اور پیہم جستجو سے کام لیتا ہے، آرام اور سہارے کی اسے ضرورت نہیں۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍؕ۝	بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

پیدا کیا (السعی منی و الاتمام من اللہ) (البلد:۴)

رہے بمنزلِ آں ماہ سخت دشوار است چناں کہ عشق بدوش ستارہ می گذرد
[ص۴۱۴]

ع عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بو لہب
[بالِ جبریل، ص۱۱۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ستاروں سے آگے عرش تک پہنچے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ○ تو اس جلوے اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ (النجم:۹)

بر عقلِ فلک پیما ترکانہ شبیخوں بہ یک ذرّۂ دردِ دل از علمِ فلاطوں بہ
[ص۴۱۵]

صفحہ ۴۰۸ میں افلاطون کا نظریہ مذکور ہے اور وہیں آیت (البقرہ:۲۹) دیکھیں۔

آں فقر کہ بے تیغے صد کشورِ دل گیرد از شوکتِ دارا بہ، از فرِّ فریدون بہ
[ص۴۱۵]

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ صفحہ ۱۵ کی آیتیں دیکھیں۔

یا مسلماں را مدہ فرماں کہ جاں بر کف بنہ یا دریں فرسودہ پیکر تازہ جانے آفریں
یا چناں کن یا چنیں!
[ص۴۱۶]

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اس نے تمھیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ (الحج:۷۸)

مسلمانوں کے فرسودہ پیکر میں تازہ جان پیدا ہو سکتی ہے اگر وہ صحیح مسلمان بن جائیں۔

اسی سورۃ کی اسی آیت میں آگے آتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو۔ وہ تمھارا

الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ○ مولا ہے۔ تو کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ (الحج:۷۸)

عقل ہم عشق است واز ذوقِ نگہ بیگانہ نیست لیکن ایں بیچارہ را آں جرأتِ رندانہ نیست
[ص ۴۱۸]

''ذوقِ نگاہ'' رکھنے والی عقل ایسی سوچ سکھاتی ہے جس کا ذکر سورۂ آل عمران میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ○ (آل عمران:۱۹۰) بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے باہم اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے (جن کی عقل کدورت سے پاک ہو اور جو تخلیقِ عالم کو اعتبار و استدلال سے دیکھیں)۔

لیکن ایسے عقل مندوں کے لیے بھی ''جرأتِ رندانہ'' یعنی عمل کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے:

لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ میں کام کرنے والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔ (آل عمران:۱۹۵)

ہر زماں یک تازہ جولاں گاہ می خواہم ازو
تا جنوں فرمائے من گوید دگر ویرانہ نیست

[ص ۴۱۸]

سورۃ الرحمٰن میں اللہ پاک اپنا عمل بیان فرماتا ہے:

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ○ (الرحمٰن:۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر سورۃ البقرہ میں ہے:

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ○ اسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔ (البقرہ:۲۵۵)

جب اللہ پاک ایسا (عمل والا) ہے تو پھر اس کے خلیفہ اور نائب کو بھی ہر وقت آمادۂ عمل ہونا چاہیے۔

سوز و گدازِ زندگی لذتِ جستجوے تو ‫ ‫ راہ چو مار می گزد گر نہ روم بسوے تو

[ص۴۱۹]

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ اَوَلَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ○ (فصلت:۵۳)

ابھی ہم انھیں اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں حتّٰی کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ کیا تمھارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟

سینہ کشادہ جبرئیل از برِ عاشقاں گذشت ‫ ‫ تا شررے باو فتد آتشِ آرزوئے تو

[ص۴۱۹]

سورۃ النجم کی آیات ۵ تا ۷ میں جبریل علیہ السّلام کا ذکر ہے جب وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ ان کا وہاں تشریف لے جانا گویا عشق سے تعلق رکھتا ہے۔

من بتلاشِ تو روم یا بتلاش خود روم ‫ ‫ عقل و دل و نظر ہمہ گم شدگان کوئے تو

[ص۴۱۹]

وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ (الحشر:۱۹)

اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انھیں ان کی جانیں بھلا دیں (کہ وہ اپنے فائدے کے کام کر لیتے)

یعنی جس نے اللہ کو بھلا دیا اس نے خود کو بھلا دیا، گویا جس نے اللہ کو جان لیا اس نے خود کو پہچان لیا۔

ع ‫ ‫ مکدّر کرد مغرب چشمہ ہائے علم و عرفان را

[ص۴۲۰]

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ (المجادلہ:۱۹)

ان پر شیطان غالب آ گیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

ع خرد نالاں کہ ما عندی بتریاقٍ و لا راقی

[ص۴۲۰]

صفحہ ۴۰۸ کی آیت دیکھیں۔

او بہ یک دانۂ گندم بہ زمینم انداخت
تو بہ یک جرعۂ آب آں سوے افلاک انداز

[ص۴۲۱]

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ٥ (البقرہ:۳۶)

پس شیطان نے اس (جنت) سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انھیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے اترو، آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

ع تو بہ یک جرعۂ آب آں سوے افلاک انداز

[ص۴۲۱]

اللہ پاک اپنے بندے کو آسمانوں سے پرے بھیج سکتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قریب پہنچ گئے کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى٥ (النجم:۹)

تو اُس جلوے اور اس محبوبؐ کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

ع حکمت و فلسفہ کرد است گراں خیز مرا

[ص۴۲۱]

حکمت اور فلسفہ سوچنا تو سکھاتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔ اس کے لیے صفحہ ۴۰۴ کی آیت دیکھیں اور عشق کے لیے صفحہ ۳۹۴-۳۹۵ کی آیتیں دیکھیں۔

می تواں ریخت در آغوشِ خزاں لالہ و گل
خیز و بر شاخِ کہن خونِ رگِ تاک انداز

[ص۴۲۱]

اے اللہ تو چاہے تو خزاں میں بھی بہار آ سکتی ہے اور قوم پھر زندہ ہو سکتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ فٰلِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ O	بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالنے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا۔ (الانعام:۹۵)

چو خس از موج ہر بادے کہ می آید ز جا رفتم
دلِ من از گماں ہا در خروش آمد، یقینے دہ

[ص۴۲۲]

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰھَدُوۡا بِاَمۡوَالِھِمۡ وَ اَنۡفُسِھِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوۡنَO	ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔

(الحجرات:۱۵)

گہے رسم و رہِ فرزانگی ذوقِ جنوں بخشد
من از درسِ خردمنداں گریباں چاک می آیم!

[ص۴۲۳]

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِO ۚ	بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے باہم اختلاف میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔ (آل عمران:۱۹۰)

صحیح عقل والوں میں اللہ کی پہچان پیدا ہوتی ہے اور عمل کی توفیق بھی۔

دلِ بے قیدِ من با نورِ ایماں کافری کردہ — حرم را سجدہ آوردہ، بتاں را چاکری کردہ

[ص۴۲۴]

ہماری مثال ان منافقوں کی سی ہے جن کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِھِمۡ قَالُوۡۤا اِنَّا	اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے

مَعَكُمْ...... (البقرہ:۱۴) پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

اگر کاوی درونم را خیالِ خویش را یابی
پریشاں جلوۂ چوں ماہتاب اندر بیابانے!

[ص۴۲۵]

میں لاکھ بےعمل سہی لیکن اے اللہ! تیرا عطا کیا ایمان میرے دل کے اندر جاگزیں ہے۔ صفحہ۴۲۲ کی آیت دیکھیں۔

مرغِ خوش لہجہ وشاہینِ شکاری ازتُست زندگی را روشِ نوری و ناری ازتُست

[ص۴۲۶]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اشداءعلی الکفار (کافروں پر بھاری) اور رحماءِ بینہم (آپس میں رحم دل) فرمایا گیا ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo (المائدہ:۵۴) مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

یہ اللہ کے پیاروں کی خوبیاں ہیں جن پر اللہ پاک کی قہاری اور رحیمی کا پرَتو ہے۔

خوشتر ز ہزار پارسائی گامے بطریقِ آشنائی

[ص۴۲۷]

آشنائی اور محبت دراصل اخلاص کی وجہ سے ہوتی ہے جو ظاہری پارسائی سے افضل ہے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِىْo (الزمر:۱۴) آپ فرما دیں، میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں نِرا اس کا بندہ ہو کر۔

ما را ز مقامِ ما خبر کُن مائیم کجا و تُو کجائی؟

[ص۴۲۷]

اللہ پاک نے ہم کو اپنا نائب بنایا ہے (الانعام:۱۶۶)۔ تو اے اللہ ہم کو اس مقام کے پہچاننے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم اسی منصب کے مطابق عمل کریں۔

بر جہانِ دلِ من تاختنش رانگرید کشتن وسوختن وساختنش رانگرید
[ص۴۲۸]

رومی نے کہا تھا:

حاصل عمراز سہ سخن بیش نیست خام بدم، پختہ شدم، سوختم

اقبال نے بھی دل کے سوختن میں ساختن کے لیے وسعتیں ظاہر کی ہیں۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

مشقت اٹھانے ہی میں انسان کی زندگی ہے اور بے عملی میں اس کی موت ہے۔

کجاست برقِ نگاہے کہ خانماں سوزد! مرا معاملہ باکشت وحاصل است ہنوز
[ص۴۲۹]

ہماری کوشش کو نتیجے سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش ہی ہمارا مقصد ہے۔ اور کوشش ہی ہماری زندگی کا ثبوت ہے۔ صفحہ ۴۱۳ کا شعر اور اس کی آیت دیکھیں۔

دمے آسودہ با درد و غمِ خویش دمے نالاں چو جوے کوہساراں
[ص۴۳۰]

دل کو درد وغم ہی پسند ہے اور جوے کوہسار کی طرح رونا بھی اُسے راس آتا ہے۔ یہ سب اس کی بیداری کی علامت ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَھُوَ شَہِیۡدٌ (ق:۳۷) بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ازل تاب و تبِ پیشینۂ من ابد از ذوق و شوقِ انتظارم
[ص۴۳۱]

انسان ازل میں بھی تھا اور ابد تک رہے گا۔ سب کچھ اسی کے لیے ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ہے:

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ

جَمِیۡعًا ق (البقرہ:۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

اور سورۂ ق میں ایسے دل والے کے لیے آخرت کی راحتیں بیان کی گئی ہیں:

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَ جَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِۣ ۙ (ق:۳۳) جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

از من بروں نیست منزل گہ من — من بے نصیبم، راہے نیابم

[ص۴۳۲]

وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰٮهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ‌ؕ (الحشر:۱۹) اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے (تو اللہ نے انھیں بلا میں ڈالا کہ) انھیں اپنی جانیں یاد نہ رہیں (یعنی اللہ کو بھول جانے والا خود کو بھلا دیتا ہے اور اس کو جاننے والا خود کو جان سکتا ہے)۔

بجلالِ تو کہ در دل دگر آرزو نہ دارم — بجز ایں دعا کہ بخشی بہ کبوتراں عقابی!

[ص۴۳۳]

اے اللہ تجھ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ قوم کے لوگوں میں عقابی شان پیدا ہو جائے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائیں جس کے لیے فرمایا گیا ہے:

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ‌ؕ (لقمٰن:۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کر دیا تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور تمھیں بھرپور دے دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ؟

چہ بگویمت ز جانے کہ نفس نفس شمارد — دمِ مستعار داری؟ غمِ روزگار داری؟

[ص۴۳۴]

اللہ پاک کی شان ہے کہ:

كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِىۡ شَاۡنٍ‌ ۚ (الرحمٰن:۲۹) اسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر اُس کا نائب کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے اور کیوں نہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے؟

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر!
زنوری سجدہ می خواہی ز خاکی بیش ازاں خواہی

[ص ۴۳۵]

فرشتے ہر وقت طاعت اور عبادت میں ہیں لیکن انسان اس کے علاوہ عشق اور عمل کے لیے بھی ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ — اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ وسعتیں عمل ہی کے لیے رکھی گئی ہیں)۔ (نوح: ۱۹۔۲۰)

تو در ہوائے آں کہ نگہ آشنائے اوست من در تلاش آں کہ نتابد نگاہ را!

[ص ۴۳۶]

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ — اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

(الذاریٰت: ۲۰۔۲۱)

اور اقبال ہمہ وقت اسی کی طرف لو لگائے رہنا چاہتے ہیں جیسا کہ سورۂ ق میں ارشاد ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ — بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

(ق: ۳۷)

بدہ آں دل کہ مستی ہائے او از بادۂ خویش است
بگیر آں دل کہ از خود رفتہ و بیگانہ اندیش است

[ص ۴۳۶]

سورۂ ق: آیت ۳۷، اوپر آئی ہے۔ اقبال ایسا ہی دل چاہتے ہیں۔

کفِ خاک برگ و سازم بہ رہے فشانم او را
بامیدِ ایں کہ روزے بہ فلک رسانم او را

[ص ۴۳۷]

انسان بے شک مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن اس کے اندر ایسی صلاحیتیں ودیعت ہیں جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخّر کر سکتی ہیں۔ صفحہ ۴۳۳ کی آیت (لقمن: ۲۰) دیکھیں۔

بحضورِ تو اگر کس غزلے زمن سراید چہ شود اگر نوازی بہ ہمیں کہ 'دانم اُورا'

[ص۴۳۷]

بندے کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی اور فخر ہو سکتا ہے کہ اُس کا آقا یہ فرما دے کہ: ''ہاں وہ میرا ہے''۔ ایسے ہی خوش نصیب شخص کے لیے سورۂ ق: آیت ۳۳ کی بشارت ہے جو صفحہ ۴۳۱ کے شعر کے بارے میں آ چکی ہے۔

ع ایں دل کہ مرا دادی لبریزِ یقیں بادا

صفحہ ۴۳۶ میں سورۂ ق کی آیت ۳۷ دیکھیں

[ص۴۳۸]

شوق اگر زندۂ جاوید نباشد عجب است
کہ حدیثِ تو دریں یک دو نفس نتواں گفت

[ص۴۳۸]

مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَھُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل:۹۶)	جو تمھارے پاس ہے وہ ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو اُن کا صلہ دیں جو اُن کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو (اللہ کی محبت اور اس کا ذکر ابدی ہے)

آنچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام دانی کہ چیست
یک چمن گل، یک نیستاں نالہ، یک خمخانہ مے!

[ص۴۳۹]

میرا کلام عشق و مستی سے لبریز ہے۔ سحر خیزی نے سحر آفرینی پیدا کر دی ہے۔

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)	اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جو

تیرے لیے مقامِ محمود ہے۔

سورہ مریم میں بھی یہی بشارت ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّاO (مریم:۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عملِ صالح کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا (دوسرے لوگ بھی شوق اور محبت سے ایسے لوگوں کو دیکھیں گے اور انھیں قبولِ عام ہوگا کیونکہ ان کی باتوں میں بھی محبت کا پیام ملتا ہے)۔

ع ہر چند زمین سائیم برتر ز ثریّا ئیم

[ص۴۴۰]

انسان زمین پر رہتا ہے لیکن مسجودِ ملائک ہے اور ثریّا سے بہت بلند جاتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بلند تشریف لے گئے کہ:

فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰیO (النجم:۹)

تو اُس جلوے اور اس محبوؐب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

شایانِ جنونِ ما پہنائے دوگیتی نیست ایں راہگذر ما را، آں راہگذر ما را!

[ص۴۴۰]

اس کے لیے اوپر والی آیت (النجم:۹) ملاحظہ ہو۔

خاور کہ آسماں بہ کمندِ خیالِ اوست ازخویشتن گسستہ و بےسوزِ آرزوست

فکرِ فرنگ پیشِ مجاز آورد سجود
بینائے کور و مستِ تماشائے رنگ و بوست!

[ص۴۴۱]

ذٰلِکَ مَبۡلَغُہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے۔ بے شک

اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰىO وَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الۡاَرۡضِ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُ وۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ يَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰىO (النجم:۳۰۔۳۱)

تمھارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، تا کہ برائی کرنے والوں کو اُن کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ دے۔

مشرق والے بے سوز ہیں اور مغرب والے بے ذوق ہیں۔

فرصتِ کش مکش مده ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیاده کن گیسوئے تاب دار را

[ص ۴۴۳]

اے اللہ، ہم کو اپنے سے زیادہ قریب کر لے۔ اللہ پاک کے آگے جھکنے سے اور غیر اللہ سے اعراض کرنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡO (العلق:۱۹)

اور (ہم کو) سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہو جاؤ۔

اقبال نے اللہ میں زیادہ کشش کے لیے اللہ سے دعا کی ہے۔

تیشہ اگر بسنگ زد ایں چہ مقامِ گفتگو است
عشق بدوش می کشد ایں ہمہ کوہسار را!

[ص ۴۴۳]

اہلِ عشق کے سامنے بڑی سے بڑی مشکل ہیچ ہے۔ صفحہ ۳۹۶ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ کا حوالہ ہے اور موسٰی علیہ السلام کی سخت کوشی کا ذکر ہے۔ گویا ان کا عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

جانم در آویخت با روزگاراں جوے است نالاں در کوہساراں!

[ص ۴۴۴]

صفحہ ۴۳۹ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہوں گی۔

مہ و انجم از تو دارد گلہ ہا شنیدہ باشی
کہ بخاکِ تیرۂ ما زدۂ شرارِ خود را
[ص ۴۴۵]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (الاحزاب:۷۲)	بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔
فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ۝ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۝ۙ اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ۝ (الحجر:۲۹۔۳۱)	پس جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے، سوا ابلیس کے۔ اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔

کجا نُورے کہ غیر از قاصدی چیزے نمی داند
کجا خاکے کہ در آغوش دارد آسمانے را!
[ص ۴۴۶]

فرشتہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اور بس۔ انسان آسمانوں پر بھی قبضہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ صفحہ ۴۳۳ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۲ دیکھیں۔

چند بروے خود کشی پردۂ صبح و شام را
چہرہ کُشا تمام کن جلوۂ نا تمام را
[ص ۴۴۷]

وَجَعَلۡنَا الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيۡنِ فَمَحَوۡنَاۤ اٰيَةَ الَّيۡلِ وَ جَعَلۡنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبۡصِرَةً..... (بنی اسرائیل:۱۲)	اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی۔ اور دن کی نشانی دکھانے والی (یعنی روشن کہ اس میں سب چیزیں نظر آئیں)

اقبال نے اللہ کے جلوے کو دیکھنا چاہا ہے جو اس کی آیات میں موجود ہے ورنہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام:۱۰۳)
آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطے میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن، پورا خبردار۔

عقل ورق ورق بگشت عشق بہ نکتہٴ رسید
طائرِ زیرکے برد دانہٴ زیرِ دام را
[ص ۴۴۷]

صفحہ ۴۱۲ کی آیتیں دیکھیں۔

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقہٴ بے زمام را
[ص ۴۴۷]

اقبال اپنی قوم کو قرآن کے ذریعے صحیح راہ دکھانا چاہتے ہیں۔ یہ قرآن ان کے کلام میں جگہ جگہ موجود ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۹)
بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

درونِ سینہٴ ما دیگرے! چہ بوالعجبی ست!
کرا خبر کہ توئی یا کہ ما دوچارِ خودیم!
[ص ۴۴۸]

صفحہ ۵۳۲ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

توز راہِ دیدہٴ ما بضمیرِ ما گذشتی
مگر آں چناں گذشتی کہ نگہ خبر ندارد!
[ص ۴۴۹]

صفحہ ۴۴۷ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۴ دیکھیں۔

قدحِ خرد فروزے کہ فرنگ داد مارا
ہمہ آفتاب لیکن اثرِ سحر ندارد!
[ص ۴۴۹]

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا... (البقرہ:۲۱۲)
کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی ہے اور وہ مسلمانوں پر ہنستے ہیں۔

عزمِ ما را بہ یقیں پختہ تر ک ساز کہ ما اندریں معرکہ بے خیل وسپہ آمدہ ایم
[ص ۴۵۰]

سورۂ آل عمران میں عزم والے کے لیے یقین اور توکل کی بشارت ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۵۹)

اور جب تم کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک (اس پر) بھروسا کرنے والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

بر دلِ آدم زدی عشقِ بلا انگیز را آتشِ خود را بآغوشِ نیستانے نگر!
[ص ۴۵۱]

امانت کی تشریح میں مفسرین نے بہت سے اقوال نقل کیے جن کا لبِ لباب وہی تقویٰ القلوب ہے (سورۃ الحج: آیت ۳۲) جو امورِ خیر کے لیے دل میں شوق اور رغبت پیدا کرتا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے (اسی کو اقبال کی اصطلاح میں عشق کہتے ہیں)

شوید از دامانِ ہستی داغ ہائے کہنہ را سخت کوشی ہائے ایں آلودہ دامانے نگر!
[ص ۴۵۱]

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

اسی جانچ سے پھر مسابقت سے سخت کوشی کا پیام ملتا ہے۔

شاخِ نہال سدرۂ خاروخسِ چمن مشو مُنکرِ اُو اگر شُدی مُنکرِ خویشتن مشو
[ص ۴۵۳]

مسلمانوں کے آقا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچ گئے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ لا عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ ط اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ لا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (النجم:۱۳۔۱۸)

اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا، سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ جب سدرہ پر چھار ہا تھا جو چھا رہا تھا، آنکھ نہ کسی طرف پھری۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اپنے رب کی بہت

بڑی نشانیاں دیکھیں۔

دوسرے مصرعے میں ہے کہ اگر اللہ کے منکر ہو جاؤ تو ہو جاؤ لیکن اپنے منکر نہ ہونا۔ یہ ایک لطیف انداز ہے، ورنہ اللہ کو بھولنے والا تو خود کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ سورۃ الحشر میں ارشاد ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (الحشر:۱۹) اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے بھلا دیے ان کو ان کے جی۔ وہ لوگ وہی ہیں بے حکم۔

مخور ناداں غم از تاریکیِ شب ہا کہ می آید
کہ چوں انجم درخشد داغِ سیمائے کہ من دارم

[ص۴۵۴]

مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یعقوب علیہ السلام کی زبانی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے:

وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ○ (یوسف:۸۷) اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر۔

بر خیز کہ آدم راہنگامِ نمود آمد ایں مشتِ غبارے راانجم بسجود آمد!

[ص۴۵۵]

اس سے پہلے کی آیت دیکھیں اور سورۃ الانعام میں ہے:

رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ○ (الانعام:۱۴۷) تمھارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

حیات چیست؟ جہاں را اسیرِ جاں کردن
تو خود اسیرِ جہانی، کجا توانی کرد!

[ص۴۵۶]

انسان تمام جہان کو اپنے قبضے میں کرسکتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

مقدّر است کہ مسجُودِ مہر و مہ باشی ولے ہنوز نہ دانی چہا توانی کرد!
[ص۴۵۶]

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ (البقرہ:۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو (لیکن یہ انسان اپنے مقام کے مطابق عمل پیش نہیں کرتا)۔

مرا ز لذتِ پرواز آشنا کردند تو در فضاے چمن آشیانہ می خواہی!
[ص۴۵۷]

سورۃ الزمر میں اچھے عمل والوں کے لیے بھلائی اور زمین کی وسعت ہے:

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَاَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَھُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ○ (الزمر:۱۰)

جنھوں نے بھلائی کی اس دنیا میں اُن کو بھلائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ ٹھہرنے والوں ہی کو ملنا ہے ان کا اجر بھرپور بے گنتی۔

یکے بدامنِ مردانِ آشنا آویز زیار اگر نگاہِ محرمانہ می خواہی!
[ص۴۵۷]

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَ جَاھِدُوا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ○ (المائدہ:۳۵)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

زمانہ قاصدِ طیّارِ آں دلآرام است چہ قاصدے کہ وجودش تمام پیغام است
[ص۴۵۸]

لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِھِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُوۡلِی الۡاَلۡبَابِ (یوسف:۱۱۱)

بے شک ان کے واقعات سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔

زمانہ ہمیشہ احوال اور واقعات پیش کرتا ہے تاکہ ہماری آنکھیں کھلیں اور ہم صحیح نتائج پر پہنچ جائیں۔

زعلم و دانشِ مغرب ہمیں قدر گویم خوش است آہ وفغاں تا نگاہ ناکام است
[ص۴۵۸]

مغرب کے علم و دانش سے آنکھیں چکا چوند نہ ہونی چاہییں۔

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یَمۡکُرُوۡنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَمَکۡرُ اُولٰٓئِکَ هُوَ یَبُوۡرُ ○ (فاطر:۱۰)

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے اور وہ جو بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انھی کا مکر برباد ہوگا۔

من از ہلال و چلیپا دگر نیندیشم　　　　که فتنهٔ دِگرے در ضمیرِ ایّام است!

[ص ۴۵۸]

اس زمانے میں Red Cross اور Red Crescent کا معاملہ شروع ہوا تھا اقبال اس سے خبردار رہنے کو فرماتے ہیں کہ وہ بھی فتنہ ہے۔ اس سے اوپر کی آیت دیکھیں۔

پیامِ شوق کہ من بے حجاب می گویم　　　　به لاله قطرهٔ شبنم رسید و پنہاں گُفت

[ص ۴۶۰]

اقبال نے بے حجابانہ "عشق" کا پیام دیا ہے لیکن یہی صحیح بات ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَةِ (ابراھیم:۲۷)

اللہ پاک ایمان والوں کو دنیوی اور اخروی زندگی میں صحیح و محکم بات پر مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

غلامِ زندہ دلانم کہ عاشق سرہ اند　　　　نہ خانقاہ نشیناں کہ دل بہ کس نہ دہند

[ص ۴۶۱]

آجکل کے خانقاہ والے دل کا سودا نہیں کرتے اور میں دل والوں کو پسند کرتا ہوں جو ولولہ اور جوش رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○ؑ (العنکبوت:۶۹)

اور جنھوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

بروں ز انجمنے درمیانِ انجمنے　　　　بخلوت اندو لے آنچناں کہ باہمہ اند

[ص ۴۶۱]

سورۃ الانشراح میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک خلاصہ آ گیا ہے۔ اسی کے آخر میں ارشاد ہے:

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ۝ (الانشراح:۷۔۸)	پس جب آپ (تبلیغِ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو (اپنی ذاتی عباداتِ خاصّہ میں) محنت کیا کیجیے (کہ یہی آپؐ کی شان کے مناسب ہے)

گویا باہمہ اور بے ہمہ رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

فتنہ را کہ دو صد فتنہ بہ آغوشش بود
دخترے ہست کہ در مہدِ فرنگ است ہنوز

[ص۴۶۲]

قرآن پاک میں بھی ایسے ہی ایک فتنے کا ذکر سورۂ یوسف میں ہے:

وَقَالَ نِسۡوَۃٌ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ (یوسف:۳۰)	اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کا دل لبھاتی ہے۔

از سرِ تیشہ گزشتن ز خرد مندی نیست
اے بسا لعل کہ اندر دلِ سنگ است ہنوز

[ص۴۶۲]

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے جیسا کہ موسٰی علیہ السلام کے واقعے میں سبق ملتا ہے۔

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ۝ (الکھف:۶۰)	اور جب موسٰی نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

تکیہ بر حجت و اعجازِ بیاں نیز کنند   کارِ حق گاہ بشمشیر و سناں نیز کنند
[ص۴۶۳]

دین کے لیے قرآن جیسی معجز بیان کتاب بھی دی گئی۔

وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا	اور اگر کچھ تمھیں شک ہو اس میں جو ہم نے

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ (البقرہ:۲۳)

اپنے (خاص) بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سُورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

اور جب کفار نے ہٹ دھرمی سے کام لیا تو جہاد کا حکم بھی ہوا۔ سورۃ التوبہ اس طرح کفار سے بیزاری کے ساتھ شروع ہوتی ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ؕ (التوبہ:۱)

بے زاری کا حکم ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمھارا معاہدہ تھا اور وہ قائم نہ رہے۔

گاہ باشد کہ تہِ خرقہ زرہ می پوشند عاشقاں بندۂ حال اند وچناں نیز کنند

مسلمان خرقہ بھی پہنتا ہے اور جہاد بھی کرتا ہے۔ اللہ اللہ بھی کرتا ہے اور اللہ کے لیے سر بھی کٹاتا ہے۔

سورۃ الانشراح کی آخری آیتیں ہیں:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۝ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۝ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۝ۙ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۝ۧ (الانشراح:۶۔۷)

پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب آپ (تبلیغِ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو (اپنی ذاتی عباداتِ خاصہ میں) محنت کیا کیجیے (جہاد میں ہر طرح کی دشواریاں ہوتی ہیں وہ سب اللہ کے لیے برداشت کرنا پڑتی ہیں اور فارغ ہو کر پھر اس کی عبادت بھی شغف کے ساتھ کی جاتی ہے)

سلطان محمود غزنوی، اورنگ زیب اور سلطان ٹیپو[۳] صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی۔

بقصدِ صید پلنگ از چمن سرا برخیز بکوہ رخت کشا خیمہ در بیاباں کش

[ص ۴۶۴]

صفحہ ۴۶۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیِ دور و دراز آید بروں

[ص ۴۶۵]

انسان کی رہبری صرف کاروانِ حجاز کے ذریعے ہوسکتی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝ (آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

عمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

[ص ۴۶۵]

حق اور باطل کی پرکھ میں خاصا وقت لگ جاتا ہے تب کہیں عشق نصیب ہوتا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مجوسی اور عیسوی دین کو اختیار کرنے کے بعد سب کو چھوڑا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنا رشتہ جوڑا۔

سورۃ الحدید میں ایسے عشق والوں کے لیے دُگنے اجر کا ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ (الحدید:۲۸)

اے ایمان والو! (جو پہلے اہلِ کتاب تھے اور اب ایمان لائے ہیں)، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ وہ اپنی رحمت کے دو حصے (دونا اجر) تمھیں دے گا اور تمھارے لیے نور کردے گا جس میں چلو اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (مومنین اہلِ کتاب کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دونا اجر مقرر ہوا)

دلِ بے نیازے کہ در سینہ دارم گدا را دہد شیوۂ پادشاہے

[ص ۴۶۶]

غیر اللہ سے بے نیاز ہونا خود ایک بہت بڑی بادشاہت ہے۔ اللہ پاک نے کیسی زبردست تسلّی دی ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ — کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(الزمر:۳۶)

گفتند جہانِ ما آیا بتو می سازد؟ — گفتم کہ نمی سازد! گفتند کہ برہم زن!
[ص ۴۶۷]

اگر دنیا ہمارے مطابق نہیں چلتی تو اسے چلانا پڑے گا۔ جہاد (ہر معنی میں) اسی لیے فرض ہوا۔

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَھُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَھُوۡا شَیۡئًا وَّ ھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۟ (البقرہ:۲۱۶)

تم پر فرض ہوا اللہ کی راہ میں لڑنا اور وہ تمھیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمھیں بُری لگے اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمھیں پسند آئے اور وہ تمھارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

عقل است چراغ تو؟ در را بگزارے نہ — عشق است ایاغِ تو؟ با بندۂ محرم زن
[ص ۴۶۷]

بال جبریل، ص ۳۴۶ میں بھی ہے:

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور — چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

عقل اور فلسفہ سوچنا سکھاتے ہیں اور مشکلات کی بھیانک شکل پیش کرتے ہیں لیکن عشق ایسی چیزوں کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔ عشق کے لیے براہ راست یہ حکم اس طرح سورۃ الملک میں نازل ہوا ہے:

ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِھَا (الملک:۱۵)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کر دی، تو اُس کے راستوں میں چلو۔ (اس حکم کی تکمیل ہی میں کامیابی ہے اور یہ تعمیل

بھی عشق والوں کا کام ہے۔)

امیرِ قافلۂ سخت کوش و پیہم کوش　　　که در قبیلۂ ما حیدری ز کرّاری است
[ص ۴۴۸]

سخت کوشی اور پیہم کوشی کے لیے صفحہ ۴۶۲ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ دیکھیں۔

بخلوت انجمنے آفریں که فطرتِ عشق　　　یکی شناس و تماشا پسندِ بسیاری است
[ص ۴۴۸]

صفحہ ۴۶۱ میں سورۃ الانشراح کی آیتیں دیکھیں۔

کشاے چہرہ کہ آں کس کہ لن ترانی گفت
ہنوز منتظرِ جلوۂ کفِ خاک است
[ص ۴۴۹]

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ط قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ج (الاعراف:۱۴۳)

اور جب موسٰیؑ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے کلام فرمایا، عرض کی، اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسٰیؑ گرا بے ہوش۔

آج بھی انسان اپنے عمل کی وجہ سے اپنے مقصود کو آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

ہزار قافلۂ بےگانہ وار دید و گذشت　　　ولے کہ دید باندازِ محرمانہ کجاست
[ص ۴۷۰]

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ لا وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

(الذاریٰت: ۲۰۔۲۱) (گویا محرمانہ دید کی ضرورت ہے)۔

چو موج خیز و بہ یمِ جاودانہ می آویز کرانہ می طلبی بے خبر کرانہ کجاست!

[ص۴۷۰]

مشکلات کو اختیار کرو اور آسانیوں سے گریز کرو، پھر کامیابی ہے۔

اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًاؕ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے (مشکل

(الانشراح:۶) اختیار کرنے سے آسانی حاصل ہوتی ہے)

بر خویش کشا دیدہ و از غیر فرو بند دیدن دگر آموز و ندیدن دگر آموز

[ص۴۷۱]

صفحہ ۴۷۰ میں سورۃ الذاریات کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔

تختِ جم و دارا سرِ راہے نفروشند ایں کوہِ گراں است بکاہے نفروشند

با خونِ دلِ خویش خریدن دگر آموز!

[ص۴۷۲]

ع خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات

[ضربِ کلیم ص۱۰]

سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًاؒ قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما

(الطلاق:۷) دے گا۔

ہر مشکل کے لیے خونِ دل کی ضرورت ہے پھر راحتِ دل حاصل ہو سکے گا۔

ع اے غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگراں خیز

[ص۴۷۳]

بیدار ہونے کی ضرورت ہے یعنی عمل ہر کام کی کامیابی کے لیے اساس ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡؕ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں

(الرعد:۱۱) بدل دیتی۔

ع خاور ہمہ مانندِ غبارِ سرِ راہے است

[ص۴۷۳]

مشرق بالکل ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ سُستی نہ کرے اور عمل پیش کرے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo (آل عمران:۱۳۹) — اور نہ سُستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ع تن زندہ و جاں زندہ ز ربطِ تن و جان است

[ص ۴۷۴]

تن اور جان دونوں کی زندگی ان دونوں کے ربط سے ہے۔ دونوں کو قوی رکھنا چاہیے۔ جان کی قوت کے لیے بے خوفی کی ضرورت ہے۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰىo (طٰهٰ:٦٨) — خوف نہ کر بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

جان کی قوت کے لیے سورۃ الانفال میں حکم ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍo (الانفال:٦٠) — اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کا سامان۔

ع فریاد ز افرنگ و دل آویزیِ افرنگ

[ص ۴۷۵]

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَo (الانعام:۱۲۲) — اور کیا کہ وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے نور ایک کر دیا جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیے گئے ہیں۔

ع معمارِ حرم! باز بہ تعمیرِ جہاں خیز

[ص ۴۷۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے اٹھ کر تمام عالم کو بیدار فرمایا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا (السبا:۲۸)
اور اے محبوبؐ! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈرسناتا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کا بھی یہی منصب ہونا چاہیے۔

نگاہِ شوق و خیالِ بلند و ذوقِ وجود
مترس ازیں کہ ہمہ خاکِ رہگذر گردد
[ص۴۷۶]

لَآ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ (آل عمران:۱۹۵)
میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا۔

البتہ اچھے اور بُرے کام کی ذمہ داری کام کرنے والے پر ہے۔

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا (بنی اسرائیل:۷)
اگر تم نے اچھا کام کیا تو اپنے لیے ہی اچھا کیا اور اگر تم نے برا کام کیا تو (وہ بھی) اپنے لیے ہی کیا۔

عشق بر ناقۂ ایّام کشد محملِ خویش
عاشقی؟ راحلہ از شام و سحر باید کرد
[ص۴۷۷]

عشق یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت عمل میں سرگرم رہیں اور بے عملی ہرگز اختیار نہ کریں۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ اِنَّ فِيۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ٥ (النور:۴۴)
اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

پیرِ ما گفت جہاں بر روشے محکم نیست
از خوش و ناخوشِ او قطعِ نظر باید کرد
[ص۴۷۷]

يَمۡحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُ وَ عِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ٥ (الرعد:۳۹)
اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُس کے پاس ہے۔

جب خوش و ناخوش سب اس کی طرف سے ہے اور اس جیسا مہربان کوئی نہیں تو پھر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔

بچشمِ مور فرو مایہ آشکار آید ہزار نکتہ کہ از چشمِ ما نہاں بود است
[ص ۴۷۸]

حَتّٰیٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ (النمل:۱۸)

یہاں تک کہ جب (سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر) چیونٹیوں کے نالے پر آئے تو ایک چیونٹی بولی، اے چیونٹیو، اپنے گھروں میں چلی جاؤ، تمھیں کچل نہ ڈالیں سلیمٰن اور ان کے لشکر بے خبری میں۔

در نہادم عشق با فکرِ بلند آمیختند ناتمامِ جاودانم کارِ من چوں ماہ نیست
[ص ۴۷۹]

قرآن میں ہمیشہ فکرِ بلند کے لیے بار بار تاکید ہے، مثلاً سورۃ الروم میں آیات ۱۹ سے ۲۷ تک (مسلسل) معالیِ امور کے لیے فکر کی دعوت ہے۔ موت اور زندگی، مٹی سے تخلیق، پھر بشر ہو کر دنیا میں پھیل جانا، انسان کے جوڑے اور ان سے سکون، باہمی مودّت اور رحمت، آسمانوں اور زمین کی پیدائش، زبان اور رنگ کا فرق، رات کا سونا اور دن میں اس کے فضل کا تلاش کرنا، بجلی کا چمکنا، کھیتی کا تیار ہونا، اس کے حکم سے آسمان اور زمین کا قائم رہنا، قیامت کا قائم ہونا، آسمانوں اور زمین کا اس کے زیرِ حکم ہونا، دوبار تخلیق ہونا ــــــ سب معالی امور ہیں جن پر فکر کرنے دعوت دی گئی ہے۔

ایک حدیث بھی ہے:

ان اللّٰہ یحب معالی الامور و یبغض سفسافھا

بے شک اللہ بلند کاموں کو پسند اور حقیر کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

شعلۂ می باش و خاشاکے کہ پیش آید بسوز!
خاکیاں را در حریم زندگانی راہ نیست
[ص ۴۷۹]

جوش اور ولولہ، قوت اور طاقت کی ضرورت ہے۔ کمزور لوگ جو معالی امور کے لائق نہیں وہ محض بے کار ہیں۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ

تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے

رِبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمۡ وَ اٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ‌ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ‌ۚ اَللّٰهُ يَعۡلَمُهُمۡ‌ؕ (الانفال:۶۰)

ہو سکے قوّت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (سامان) جس سے ڈرتے ہیں اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے۔

صحیح مسلم: ج ۲،ص ۴۱۵ میں بھی ہے:

المؤمن القوی خیر و احب الی اللّٰہ من المؤمن الضعیف (صحیح مسلم: ج ۲)

قوی مومن کمزور مومن سے خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔

چو موج می تپد آدم بجستجوے وجود　　　　ہنوز تا بہ کمر در میانۂ عدم است

[ص ۴۸۰]

جو شخص صرف اپنی ذات کے لیے (روٹی، کپڑا اور مکان کے لیے) ہاتھ پاؤں مارتا ہے وہ ابھی عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔

وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ‌ۚ (الحشر:۹)

اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

بیا کہ مثلِ خلیلؑ ایں طلسم در شکنیم
کہ جز تو ہر چہ دریں دیر دیدہ ام صنم است

[ص ۴۸۰]

ابراہیم علیہ السلام نے بت شکنی فرمائی تھی (سورۃ الانبیا: آیت ۵۸)۔ ان کی طرح ہمیں بھی چاہیے کہ انسانی رفعت کی تعمیر کے علاوہ جو کام بھی ہو اسے بت سمجھ کر توڑ دیں۔

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰى كَثِيۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيۡلًا (بنی اسرائیل:۷۰)

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا (غالب کیا) اور ان کو ستھری چیزیں (روزی) دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

پس انسان کو چاہیے کہ اس رفعت اور شان کے لیے کام کرے۔

اسی غزل میں ہے:

مرا اگرچہ بہ بُت خانہ پرورش دادند　　چکید از لبِ من آنچہ در دلِ حرم است!

[ص ۴۸۰]

پہلے بھی وہ فرما چکے ہیں:

مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی

برہمن زادہ رمز آشنائی روم و تبریز است

[ص ۴۰۵]

روبہی آموختم از خویش دُور افتادہ ام　　چارہ پردازاں! بہ آغوشِ نیستانم برید

[ص ۴۸۱]

بالِ جبریل، ص ۱۷۰ میں بھی کہتے ہیں:

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

ابھی اس سے پہلے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰ آ چکی ہے۔ انسان کو اپنا مقام سمجھنا چاہیے اور اسی کے مطابق عمل پیش کرنا چاہیے۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ	اور وہی ہے جس نے تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی۔ (الانعام:۱۶۵)

درمیانِ سینہ حرفے داشتم، گم کردہ ام　　گرچہ پیرم پیشِ مُلّائے دبستانم برید

[ص ۴۸۱]

مسلمان نے قرآن چھوڑ دیا حالانکہ اس کے آقا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فرما دیا تھا: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو تم مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہی میں نہ پڑو گے۔ ایک قرآن پاک اور دوسری میری سنت''۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○	اور رسولؐ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے

(الفرقان:۳۰) قابل ٹھہرالیا۔

سنگ می باش و دریں کارگہِ شیشہ گذر وائے سنگے کہ صنم گشت و بہ مینانہ رسید
[ص۴۸۲]

مشکل پسند بن اور نازک کام سے گذر جا۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ۝ بے شک ہم نے انسان کو مشقّت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد:۴)

اے خوش آں جوے تنک مایہ کہ از ذوقِ خودی
در دلِ خاک فرو رفت و بہ دریا نہ رسید
[ص۴۸۲]

اپنے لیے غیر اللہ کا محتاج ہونا نیابتِ الٰہی کے منصب کے منافی ہے۔صفحہ ۴۸۱ میں بھی سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۵ آ چکی ہے وہ دیکھیں۔

از کلیمے سبق آموز کہ دانائے فرنگ جگرِ بحر شگافید و بہ سینا نہ رسید
[ص۴۸۲]

موسٰی علیہ السلام کی طرح مشکل پسند بننا چاہیے اور اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط رکھنا چاہیے ورنہ جب نیابتِ الٰہی نہ رہے گی تو انسان خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جائے گا۔اپنے خالق کو نہ پہچاننا اپنی فضیلت کو فراموش کرنا ہے۔

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰیo اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ:۱۲۴)

دانائے فرنگ نے جگرِ بحر کو توڑ دیا ہے لیکن اسے قریب سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں کس قدر زندگی سے بیزار رہے۔

عاشق آں نیست کہ لب گرمِ فغانے دارد
عاشق آں است کہ بر کف دو جہانے دارد
[ص۴۸۳]

اقبال کے نزدیک عاشق وہ ہے جس کے ہاتھ میں دونوں جہان ہوں۔
سورہ الجاثیہ میں انسانی صلاحیتوں کا اس طرح ذکر آتا ہے:

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کردیا گیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب کا سب، اُس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

دلِ بیدار نہ دادند بہ دانائے فرنگ — ایں قدر ہست کہ چشم نگرانے دارد
[ص۴۸۳]

صفحہ ۴۸۲ میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

بخود نگر! گلہ ہائے جہاں چہ می گوئی — اگر نگاہِ تو دیگر شود جہاں دِگر است!
[ص۴۸۴]

دنیا کی شکایت نہ کرو کہ اُس کی وجہ سے ہم فلاں کام نہیں کرسکتے۔ خود نگر بنو۔

وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ (ھود:۳)	اور ہر فضیلت والے کو فضیلت دی جائے گی۔
وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ (الاحقاف:۱۹)	اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

ہنگامہ بست از پئے دیدارِ خاکیے — نظارہ را بہانہ تماشائے رنگ و بُوست
[ص۴۸۵]

سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ؕ (فصلت:۵۳)	ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کی ذات میں یہاں تک کہ اُن پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

در خاکدانِ ما گُہرِ زندگی گُم است
ایں گوہرے کہ گُم شدہ مائیم یا کہ اُوست؟

[ص۴۸٦]

ہم نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ہم کو بھُلا دیا۔

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (الحشر:۱۹)

اور ان جیسے نہ بن جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے تو اللہ نے ان کی ذات کو بھلا دیا وہی فاسق ہیں۔

خود کو جاننا اور اللہ کو جاننا لازم وملزوم ہیں۔

ع خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب

[ص۴۸٦]

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ o (الزخرف:۳۲)

کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان، دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے (یعنی مالدار غریب یا مزدور کی ہنسی کرے) اور تمھارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر ہے۔ (دینے والا رب ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خون چوُسنے کے بعد جو دیتے ہیں وہ بھی ہم احسان کرتے ہیں)۔

ع شیخِ شہر از رشتۂ تسبیح صد مومن بدام

[ص۴۸٦]

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ o الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ

ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز

صَلاتِہِمْ سَا ھُوْنَOۙ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُ وْنَOۙ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَOۧ (الماعون:۴۔۷)

سے بھُو لے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز کو مانگے نہیں دیتے (مکر، ریا وغیرہ کی مذمّت ہے)۔

ع میرو سلطاں نرد باز و کعبتینِ شاں دغل

[ص ۴۸۶]

سورۃ الکہف میں ایک سلطان کے دغل اور غاصبانہ حرکت کا ذکر آیا ہے:

اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ وَرَآءَ ھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًاO (الکہف:۷۹)

(خضر علیہ السلام نے کہا) وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنادوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا تھا۔

واعظ اندر مسجد و فرزندِ او در مدرسہ
آں بہ پیری کودکے ایں پیر درعہدِ شباب!

[ص ۴۸۷]

ایسے منافقوں کا ذکر سورۃ النساء میں یوں ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِیْرًاOۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًاO (النساء:۱۴۵۔۱۴۶)

(دین میں خلوص نہ ہونے کی وجہ سے) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تُو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا، مگر وہ جنھوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔

اے مسلماناں فغاں از فتنہ ہائے علم وفن
اہرمن اندر جہاں ارزاں ویزداں دیریاب!

[ص۴۸۷]

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ۖ وَّ يَتَّخِذَ هَا هُزُوًا‌ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ۝ (لقمٰن:۶)

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی باتیں (ہر وہ چیز جو حقیقت کے خلاف ہو) کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنا لیں۔ ان کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔

آج کل کے علم وفن کا عام نتیجہ یہی ہے کہ طلبہ نے اللہ سے رشتہ توڑا ہے اور شیطان سے رشتہ جوڑا ہے۔

ع شوخیِ باطل نگر! اندر کمینِ حق نشست

[ص۴۸۷]

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَ تَكۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝

اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔

(البقرہ:۴۲)

در کلیسا ابنِ مریم را بدار آویختند! مصطفٰیؐ از کعبہ ہجرت کردہ با اُم الکتاب!

[ص۴۸۷]

قرآن پاک میں کفروشرک اور عصیان کو بھی ظلم کہا گیا ہے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ فَاَنۡزَلۡنَا عَلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ۝ؑ

ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اُس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

(البقرہ:۵۹)

عیسٰی علیہ السّلام کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیا گیا پھر اللہ پاک نے ان کو اُوپر اٹھالیا۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ صَدُّوا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ

وہ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا

قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًاۢ بَعِیۡدًا○ بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

(النساء:۱۶۷)

ایسے ہی لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔

من درونِ شیشہ ہائے عصرِ حاضر دیدہ ام

آنچناں زہرے کہ از وے مارہا در پیچ و تاب!

[ص۴۸۸]

ایسے زہریلے لوگ ہی ''اصحاب الشمال'' ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں ان کے متعلق ارشاد ہے:

مَآ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ○ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ○ کیسے بائیں طرف والے؛ وہ جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں (ہوں گے)۔ (الواقعہ:۴۱-۴۲)

ایسے لوگوں کے رذائل کا ذکر ان آیتوں کے بعد آیا ہے۔

ع باضعیفاں گاہ نیروے پلنگاں می دہند

[ص۴۸۸]

منصب اور عہدے کے لیے اہلیت دیکھنی ضروری ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا ۙ وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ (النساء:۵۸) بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

تاکِ خویش از گریہ ہاے نیم شب سیراب دار

کز درونِ اُو شعاعِ آفتاب آید بروں

[ص۴۸۹]

سورۂ بنی اسرائیل میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا○ (بنی اسرائیل:۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب کھڑا کردے مقام محمود میں۔

سورۃ الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

کشادہ رُوز خوش و ناخوشِ زمانہ گذر　　زگلشن و قفس و دام و آشیانہ گذر

[ص۴۹۰]

صفحہ ۴۷۷ میں سورۃ الرعد کی آیت ۳۹ دیکھیں۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسۡتَقَرٌّ وَّ مُسۡتَوۡدَعٌ ط (الانعام:۹۸)

اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر ٹھکانا ہے (رہنے کا) اور ایک جگہ ہے سپردِ خاک ہونے کی (اسی لیے وطنیت کوئی چیز نہیں ہے)۔

زندگی در صدفِ خویش گُہر ساختن است

در دلِ شعلہ فرو رفتن و نگداختن است

[ص۴۹۱]

صفحہ ۴۸۲ میں سورۃ البلد کی آیت ۴، صفحہ ۴۸۴ میں سورۃ ہود کی آیت ۳، اور سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

مذہبِ زندہ دلاں خوابِ پریشانے نیست　　از ہمیں خاک جہانِ دگرے ساختن است

[ص۴۹۱]

سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۹ پہلے بھی آ چکی ہے، یعنی:

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ٥ (آل عمران:۱۳۹)

اور نہ سُستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۶ میں اُن خدا والوں کا بھی ذکر ہے جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ تھے اور وہ نہ سُست پڑے اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے۔

بروں زیں گُنبد در بستہ پیدا کردہ ام راہے

کہ از اندیشہ برتر می پرد آہِ سحر گاہے

[ص۴۹۲]

صفحہ ۴۸۹ میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ دیکھیں اور سورۃ الزمر کی آیت ۹ بھی دیکھیں۔

تُو اے شاہیں نشیمن در چمن کردی ازاں ترسم
ہوائے اُو ببالِ تو دہر پروازِ کوتاہے!

[ص۴۹۲]

تم مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیے گئے تھے لیکن تم عیش میں مبتلا ہو گئے ہو دنیا کی راحتیں بے شک ممنوع تو نہیں ہیں لیکن اُن میں پڑ کر اپنے منصب کے مطابق عمل نہ کرنا ممنوع ضرور ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف:۳۲)

آپؐ فرما دیں، کس نے حرام کی اللہ کی (دی ہوئی) وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق؟ آپؐ فرما دیں کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص اُنھی کی ہے۔ ہم یونہی مفصّل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کے لیے۔

اور سورۃ التوبہ میں وضاحت فرما دی ہے کہ مومن کی جان و مال اللہ نے خرید فرما لیے ہیں (اس لیے اس نظریے کے تحت اُسے اپنی زندگی گزارنی ہے)

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔

ع تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

[بال جبریل، ص۱۲۰]

من از صبحِ نخستیں نقشبندِ موج و گردابم
چو بحر آسودہ می گردد ز طوفاں چارہ برگیرم

[ص۴۹۳]

انسان محض مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی کَبَدٍ ؕO (البلد:۴) — بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

یقینِ مومنے دارد گمانِ کافرے دارد
چہ تدبیرا ے مسلماناں کہ کارم بادل افتادہ است
[ص۴۹۴]

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَO (یوسف:۱۰۶) — اوران میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

اور صحیح مومن کے لیے ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَO (الحجرات:۱۵) — ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اوراپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

اگر در دل جہانے تازۂ داری بروں آور
کہ افرنگ از جراحت ہائے پنہاں بسمل افتاد است!
[ص۴۹۵]

اب تو افرنگ خود اپنے کرتوُت سے پریشان ہوگیا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَO (المجادلہ:۱۹) — ان پر شیطان غالب آ گیا تو اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کردیا۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ یادرکھو، شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔

من آں علم وفراست باپرِ کاہے نمی گیرم
کہ از تیغ وسپر بیگانہ سازد مردِ غازی را!
[ص۴۹۶]

اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا — کیاوہ جس نے فرماں برداری میں رات کی

يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
(الزمر:۹)

گھڑیاں گزاریں سجود اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ آپ فرمادیں، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اس آیت میں صحیح علم والوں کا ذکر ہے اور یہی وہ ہیں جن کے متعلق سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ
(التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان و مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اس طرح معلوم ہوا کہ صحیح علم وہی ہے جو اس کے لیے قربانی دینے پر آمادہ کرے۔

بہر نرخے کہ ایں کالا بگیری سود مند اُفتد　　بزورِ بازوئے حیدرؓ بدہ ادراک رازی را

[ص۴۹۶]

علم و ادراک کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور حکمت بھی۔ اس کے لیے بھی اوپر کی آیتیں کافی ہیں۔

يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے دولتِ کثیر ملی۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر (صحیح) عقل والے۔

(البقرہ:۲۶۹)

آدم کہ ضمیر او نقشِ دوجہاں ریزد
بالذتِ آہے ہست، بے لذتِ آہے نیست!

[ص۴۹۷]

صفحہ ۴۹۶ کی آیات (الزمر: آیت ۹، التوبہ: آیت ۱۱۱، البقرہ: آیت ۲۶۹) دیکھیں۔

اقبال قبا پوشد در کارِ جہاں کوشد
دریاب کہ درویشی بادلق و کلاہے نیست!

[ص ۴۹۷]

اصل درویشی یہ ہے کہ خلقِ خدا کی بھلائی کے لیے کوشش کی جائے اور عملِ صالح پیش کیے جائیں۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ (العصر: ۱۔۳)

قسم ہے زمانے کی، بے شک انسان ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

نگاہِ خویش را از نوکِ سوزن تیز تر گرداں
چو جوہر در دلِ آئینہ راہے می تواں کردن!

[ص ۴۹۸]

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریٰت: ۲۰۔۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟

نہ ایں عالم حجاب او را نہ آں عالم نقاب اورا
اگر تابِ نظر داری نگاہے می تواں کردن

[ص ۴۹۸]

اگر تابِ نظر ہو تو اللہ کے بالکل قریب پہنچ کر بھی آنکھ چکا چوند نہیں ہوتی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم: ۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

زدستِ ساقیِ خاور دو جامِ ارغواں درکش
کہ از خاکِ تو خیزد نالۂ مستانہ پے در پے

[ص ۴۹۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور تمام نعمتوں کی تتمیم ہوئی۔ ان سے مستفیض ہونے کی ضرورت ہے اور کسی دوسرے سے نہیں۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدہ:۳)	آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کو پسند کیا۔

جن کے پاس سب کچھ ہے ان سے ہم نہیں مانگتے اور جن کے پاس کچھ نہیں ان سے ہم مانگتے ہیں۔

بگرداں جام و از ہنگامۂ افرنگ کمتر گوے
ہزاراں کارواں بگذشت ازیں ویرانہ پے در پے!

[ص ۴۹۹]

(افرنگ کی طرح بہت سی قومیں آچکی ہیں اور ختم ہوچکی ہیں۔ ان سے مرعوب ہوکر احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے)۔

وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ج (آل عمران:۱۴۰)	اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

ع عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است

[ص ۵۰۰]

اس دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد صرف انسان ہے (لولاک لما خلقت الافلاک)۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریٰت:۵۶)	اور میں نے جن اور آدمی اس لیے بنائے ہیں کہ میری ہی بندگی کریں۔

اللہ کی بندگی کرنے والا اور غیر اللہ سے بے تعلق ہونے والا شخص ہی اصل انسان ہے۔

تو ہم بذوقِ خودی رس کہ صاحبانِ طریق
بریدہ از ہمہ عالم بخویش پیوستند

[ص ۵۰۱]

غیر اللہ سے بے تعلق ہوکر خود اپنے اندر اللہ کی معرفت کو تلاش کرنا چاہیے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ (الحشر:۱۹) اور مت ہو جاؤ ویسے جنھوں نے بھلا دیا اللہ کو، پھر اس نے بھلا دیے ان کو ان کے جی۔

گویا اللہ کو یاد کرنے والے لوگ ہی خود کو پہچان سکتے ہیں۔

عشق اگر فرماں دہد از جانِ شیریں ہم گذر
عشق محبوب است و مقصود است و جاں مقصود نے!

[ص۵۰۲]

صفحہ ۴۹۶ میں سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

ع پیشِ من آئی؟ دمِ سردے، دلِ گرمے بیار

[ص۵۰۲]

اس کے لیے بھی صفحہ ۴۹۶ کی آیتیں الزمر: آیت ۹، التوبہ: آیت ۱۱۱ دیکھیں۔

ع نیش ہم باید کہ آدم را رگِ خوابے زند

[ص۵۰۲]

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ (البقرۃ:۱۵۵) اور ہم ضرور تمھیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔

ز رسم و راہِ شریعت نہ کردہ ام تحقیق جز ایں کہ منکرِ عشق است کافر و زندیق!

[ص۱۱۳]

شریعت بھی عمل کی تعلیم دیتی ہے جو عشق ہے۔ صفحہ ۴۹۷ میں سورۃ العصر کی آیتیں دیکھیں۔

ہزار بار نکو تر متاعِ بصری زِ دانشے کہ دل او را نمی کند تصدیق

[ص۱۱۳]

ایسا علم جس کی تصدیق دل نہ کرے اس سے بے علمی ہی بہتر ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ آپ فرما دیں، کیا برابر ہیں جاننے والے

لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر:۹) اور انجان؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو (صحیح) عقل والے ہیں۔

صحیح علم کی صحیح عقل اور دل ہی سے تصدیق ہو سکتی ہے۔

ع یقینِ سادہ دلاں بہ ز نکتہ ہائے دقیق!

[ص ۵۰۶]

فلسفیوں کی باریک باتوں سے سادہ دل لوگوں کا یقین اور ایمان زیادہ بہتر ہے۔ (اصل چیز ایمان اور یقین ہے جو عمل کے لیے سرگرم رکھتا ہے اور فلسفی کی طرح صرف گتھیوں کے سلجھانے میں مصروف نہیں رکھتا)۔

از ہمہ کس کنارہ گیر، صحبتِ آشنا طلب
ہم ز خدا خودی طلب ہم ز خودی خدا طلب

[ص ۵۰۷]

اللہ پاک بھی یہی چاہتا ہے کہ انسان خوددار ہو اور غیر اللہ کے آگے اپنا سر نہ جھکائے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ قف (القصص:۸۸) اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوُج۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

اللہ کو پہچاننے والوں کی صحبت میں بھی یہی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

راہ رواں برہنہ پا راہ تمام خار زار تا بہ مقامِ خودرسی راحلہ از رضا طلب!

[ص ۵۰۷]

ابراہیم علیہ السلام نے کتنی سخت آزمائشوں کی راہ طے کی تھی اور وہ راہ صرف تسلیم و رضا کے ذریعے طے کی تھی۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ لا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝

تو جب ان دونوں (ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام) نے ہمارے حکم پر گردن رکھ دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) اور ہم نے

(الصّٰفّٰت:۱۰۳۔۱۰۶) اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیمؑ بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی۔

ع چوں بہ کمال می رسد فقر دلیلِ خسروی است

[ص۵۰۷]

اللہ کو مانگنے والا جب کمال کو پہنچتا ہے تو وہی مقام اُس کی بادشاہی کا ہے۔
ابھی صفحہ ۵۰۷ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ آ چکی ہے۔

بنی جہاں را خود را نہ بنی تا چند ناداں غافل نشینی؟

[ص۵۰۷]

خود کو پہچاننا چاہیے، دنیا کو دیکھنے سے خود کو دیکھنا بہتر اور ضروری ہے۔
صفحہ ۵۰۱ میں سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ دیکھیں۔

ع دستِ کلیمی در آستینی

[ص۵۰۸]

موسیٰ علیہ السلام کی طرح یدِ بیضا تمھارے پاس بھی ہوسکتا ہے اور دنیا کو اس سے روشنی ہوسکتی ہے۔

وَاضۡمُمۡ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَۃً اُخۡرٰی ۙ لِنُرِیَکَ مِنۡ اٰیٰتِنَا الۡکُبۡرٰی ۚ اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا، خوب سفید نکلے بے کسی مرض کے۔ ایک اور نشانی کہ ہم نے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

(طٰہٰ:۲۲۔۲۳)

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیت کو مغلوب کیا۔ تم بھی اُن کے طریقے پر عمل کر کے باطل کو مغلوب اور مرعوب کر سکتے ہو۔

ع آدم بمیرد از بے یقینی

[ص۵۰۸]

انسان کی اصل زندگی ایمان اور یقین ہے کیونکہ اس کے اللہ کی ہر بات سچ ہے:

وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّ عَدۡلًا ؕ لَا اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور

مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ انصاف میں اور اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سنتا ہے اور جانتا ہے۔ (الانعام:۱۱۵)

ایسا یقین ہو جائے تو انسان ہر عیب سے بچ سکتا ہے اور ہر خیر سے زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

آہے کہ ز دل خیزد از بہرِ جگر سوزی است
در سینہ شکن او را آلودہ مکن لب ہا!

[ص۵۰۹]

آہ کے اظہار کی ضرورت نہیں، دل کو متاثر کرنے کی ضرورت ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ تو وہ کیا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (یقین اور ہدایت پر)۔ (الزمر:۲۲)

تو کیستی؟ ز کجائی؟ کہ آسمانِ کبود ہزار چشم براہِ تو از ستارہ کشود!

[ص۵۱۰]

آدم کو خلیفۃ اللہ (الانعام: آیت ۱۶۵) بتایا گیا ہے اور بنی آدم میں سے بہترین ہستی کو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) اللہ پاک نے عرش پر بُلایا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ○ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ؕ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ تو اُس جلوے اور اُس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (النجم:۹-۱۱)

اللہ نے بنی آدم کو کس قدر فضیلت دی۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۰، اس پر گواہ ہے۔

فرنگ اگرچہ ز افکارِ تو گرہ بکشاد بجرعۂ دگرے نشۂ ترا افزود

[ص۵۱۰]

مغرب نے گو کہ مسلمانوں ہی سے استفادہ کیا ہے لیکن اب انھوں نے مسلمانوں سے لی ہوئی چیزوں کو اپنے رنگ میں پیش کر کے ان کو اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔ صفحہ ۴۷۵ میں سورۃ المجادلہ کی

آیت ۱۹ دیکھیں۔

بہ ضبطِ جوشِ جنوں کوش در مقامِ نیاز

بہ ہوش باش و مرو باقبائے چاک آنجا!

[ص۵۱۱]

اللہ سے نیازمندی بھی ہو اور ولولہ بھی ہو تو کامیابی یقینی ہے ورنہ محض اندھا پن ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ (الزخرف:۳۶)	اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے (اللہ کی ہدایت سے بے نیازی ہو) ہم اُس پر ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں کہ وہ اس کا ساتھی رہے۔

اللہ کا انکار کر کے ترقی کرنے والے لوگ اندھے ہوتے ہیں کہ خود تو تخلیق کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے خالق کو نہیں پہچانتے۔

دانشِ مغربیاں، فلسفۂ مشرقیاں!

ہمہ بت خانہ و در طوفِ بتاں چیزے نیست

[ص۵۱۲]

مغرب کے علوم اور مشرق کا فلسفہ صرف علم تو سکھا دیتا ہے لیکن عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتا۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَاؕ (الاعراف:۱۷۹)	وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگذر

کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست

[ص۵۱۲]

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ:۲۹)	وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

سورۃ الجاثیہ میں ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کیا گیا جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کے حکم سے۔

بروزِ بزم سراپا چو پرنیان و حریر — بروزِ رزم خودآگاہ و تن فراموشند!
[ص ۵۱۳]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا کے اوصاف بیان ہوئے ہیں:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)	اور وہ لوگ اُن کے (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے) ساتھی ہیں۔ وہ کافروں پر بہت زیادہ سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اوصاف کا اُن پر پرتَو پڑا تھا جن کے متعلق سورۂ آل عمران میں ذکر ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (آل عمران:۱۵۹)	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوبؐ تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

نفس بہ سینہ گدازم کہ طائرِ حرمم — تواں ز گرمیِ آوازِ من شناخت مرا
[ص ۵۱۴]

مسلمان وہی ہے کہ جس کے نفس میں گرمی ہو اور وہ بیداری کا پیام دے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ط (الزمر:۱۰)	جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ o	اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا

لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًاo کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (یہ سب چیزیں ترغیب ہیں عمل کے لیے) (نوح:۱۹۔۲۰)

مثلِ شرر ذرّہ را تن بہ تپیدن دہم تن بہ تپیدن دہم، بالِ پریدن دہم!

[ص۵۱۵]

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ (الشوریٰ:۵۲) اور اسی طرح ہم نے تمھیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے۔

یہ جانفزا چیز جو دلوں میں زندگی پیدا کرتی ہے قرآن پاک ہے جس کی ترجمانی اقبال کر رہے ہیں۔

چوں ز مقامِ نمود نغمۂ شیریں زنم نیم شباں صبح را میلِ دمیدن دہم!

[ص۵۱۵]

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًاo (بنی اسرائیل:۷۸) بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ فجر کے قرآن (فجر کی نماز) کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے بھی حاضر رہتے ہیں۔ اس لیے انسان کو بھی عملی طور پر بیدار ہو جانا چاہیے۔

خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا تو اے دردآشنا بیگانہ شو از آشنائی ہا

[ص۵۱۶]

فرد کی خودی کو تنہائی اور ذاتی آشنائی چاہیے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

''زمانے کی قسم! بے شک آدمی ضرور گھاٹے میں ہے سوائے وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔''

اس سورۂ مبارکہ میں ایمان اور عمل صالح (دو چیزیں) فرد کے لیے ہیں اور حق اور صبر (دو دوسری چیزیں) جماعت کے لیے ہیں۔ (فرد کے لیے ایمان اور عمل صالح ذاتی آشنائی کے لیے ہیں)۔

چوں چراغِ لالہ سوزم در خیابانِ شما! اے جوانانِ عجم جانِ من و جانِ شما!

[ص۵۱۷]

صفحہ ۵۱۵ میں سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ دیکھیں۔ اقبال اپنے جوانوں کو قرآن کی تعلیم دے کر بیدار کرنا چاہتے ہیں۔

ع فروغِ آدمِ خاکی ز تازہ کاری ہاست

[ص ۵۱۷]

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۚ (الزخرف:۱۰)	وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمھارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ۔

یہ راستے اسی لیے ہیں کہ انسان راہ پائے اور تازہ تازہ عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو زیب دیں۔

شنیدہ ام سُخنِ شاعر و فقیہ و حکیم اگرچہ نخلِ بلند است برگ و بر ندہد!

[ص ۵۱۹]

یہ لوگ لمبی چوڑی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن عمل سے خالی ہیں۔

کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝ (الصّف:۳)	کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

ع ترا ناداں امیدِ غم گساری ہا ز افرنگ است؟

[ص ۵۲۱]

احساسِ کمتری کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں نے افرنگ کو اپنا امام بنا لیا ہے، حالانکہ وہ شیطان کے مطیع ہیں۔

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝ (المجادلہ:۱۹)	شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

سخن از بُود و نا بُود جہاں با من چہ می گوئی
من ایں دانم کہ من ہستم ندانم ایں چہ نیرنگ است

[ص ۵۲۱]

پہلے خودکو پہچاننا اور جاننا ضروری ہے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اسے دیکھنا بعد کی بات ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ O وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ O	اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟

(الذاریٰت:۲۰۔۲۱)

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است — اے کہ در قافلۂ بے ہمہ شو با ہمہ رو

[ص۵۲۲]

اجتماعی اور انفرادی دونوں قسموں کی زندگی ضروری ہے۔ اجتماعی زندگی کو اقبال نے بے خودی سے تعبیر کیا ہے اور انفرادی زندگی کو خودی کہا ہے۔ سورۃ العصر کی آیات دیکھیں جن میں فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح کو ضروری کہا گیا ہے اور جماعت کے لیے حق اور صبر کی تاکید کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر فرد اور جماعت میں یہ خصوصیات نہ ہوں تو پھر انسان خسارے ہی میں رہے گا۔

مرا ایں خاکدانِ من ز فردوسِ بریں خوشتر
مقامِ ذوق و شوق است ایں، حریمِ سوز و ساز است ایں

[ص۵۲۳]

اس دنیا میں عمل، سرگرمی اور بیداری کی ضرورت ہے اس لیے ہم کو یہ دنیا زیادہ پسند ہے۔

وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ O (البقرہ:۳۶)	اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے (یعنی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا نہیں ہے)۔
لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ط وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ط (الزمر:۱۰)	جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔
الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔
ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا	وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام

فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا..... (الملک:۱۵)	کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔
وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُکُوْا مِنْھَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ (نوح:۱۹۔۲۰)	اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔ (یہ سب راستے ذوق وشوق اور سوز و گداز کے لیے ہیں)

بہ نگاہے آشنائے چو درونِ لالہ دیدم ہمہ ذوق وشوق دیدم، ہمہ آہ و نالہ دیدم

[ص۵۲۴]

اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

جہانِ رنگ و بُو دانی و لے دل چیست می دانی؟
مہے کز حلقۂ آفاق سازد گردِ خود ہالہ!

[ص۵۲۶]

دل کی وسعت تمام عالم کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ۝ (ق:۳۷)	بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ایسے دل اور ایسی غائر نظر والے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہے کہ اللہ کی جماعت میں ایسے ہی لوگ شامل فرمائے گئے ہیں:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (المجادلہ:۲۲)	یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

باز ایں عالمِ دیرینہ جواں می بائست برگِ کاہش صفتِ کوہِ گراں می بائست

[ص۵۲۷]

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ..... (الانفال:۶۰)	اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کا سامان۔
ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً	یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں

اَنۡعَمَهَا عَلٰی قَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ۙ (الانفال:۵۳) دی گئی تھی بدلتا نہیں جب تک کہ وہ خود نہ بدل جائیں۔

اللہ پاک نعمت اور عزت دیتا ہے پھر جب انسان ان کی قدر نہیں کرتا تو پھر اللہ پاک وہ نعمت چھین لیتا ہے دوسروں کو دے دیتا ہے۔ انسان کو ہر وقت عمل اور جد و جہد کے لیے تیار رہنا چاہیے تاکہ یہ نعمت چھن نہ جائے۔

برقِ سینا شکوہ سنج از بے زبانی ہای شوق ہیچ کس در وادیِ ایمن تقاضائے نداشت!
[ص۵۲۸]

ع اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَا تَخَفۡ
[بال جبریل ص۴۰]

قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰیO (طٰہٰ:۶۸) ہم نے (موسیٰؑ سے) کہا، ڈر نہیں، بے شک تُو ہی غالب ہے۔

مانگنے والا ہو تو اب بھی سب کچھ مل سکتا ہے۔

سورۃ المؤمن: آیت ۶۰ میں ہے:

وَ قَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ؕ (المؤمن:۶۰) اور تمھارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو، میں قبول کروں گا۔

عشق از فریادِ ما ہنگامہ ہا تعمیر کرد
ورنہ ایں بزمِ خموشاں، ہیچ غوغائے نداشت!
[ص۵۲۸]

صفحہ ۵۲۹ کی آیتیں دیکھیں۔

ع بے زورِ سیل کشتیِ آدم نمی رود
[ص۵۲۹]

اس کے لیے صفحہ ۵۲۳ کی آیتیں دیکھیں۔

آمیختم نفس بہ نسیمِ سحر گہی! گشتم دریں چمن بہ گلاں نانہادہ پاے
[ص۵۲۹]

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ (الزمر:۹)

کیا وہ جس نے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزاریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۹ دیکھیں۔ (آہِ سحر گاہی اور نسیمِ سحر گاہی دونوں کا پیام بیداری ہے)۔

داغے بسینہ سوز کہ اندر شبِ وجود — خود را شناختن نتواں جز بایں چراغ
[ص ۵۳۰]

عشق کے بغیر خودی پیدا نہیں ہوتی اور عشق کا جذبہ اسی دنیا کی تعمیر کے لیے ہے۔ اس کے لیے صفحہ ۵۲۳ کی آیتیں دیکھیں۔

ع عشق است امامِ من، عقل است غلامِ من
[ص ۵۳۱]

ضربِ کلیم، ص ۳۷ میں ہے:

ع جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

عقل اور فلسفے سے ظن و تخمین پیدا ہوتا ہے اور عشق محض ایمان اور یقین سے۔

وَمَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا ۚ (النجم:۲۸)

اور انھیں اس کی کوئی خبر نہیں، وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

اس صفحے کے تمام اشعار میں اسی یقین والے عشق کا ذکر ہے۔

بے منزل آرمیدند پا از طلب کشیدند — شاید کہ خاکیاں را در سینہ دم نماندہ
[ص ۵۳۳]

انسان کس لیے پیدا کیا گیا؟ اس مقصد کو اس نے بھلا دیا ہے۔ صفحہ ۲۳ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

جب اسلام نے ایران کو دعوت دی تو وہاں کے لوگوں نے بعد میں مجوسیت اور افلاطونیت سے متاثر ہو کر ''نفیِ خودی'' کو اسلامی تصوف میں داخل کیا اور غالباً سب سے پہلے ۱۔اوحدی کرمانی ۲۔بابا فغانی اور ۳۔محمود شبستری نے اس ''نفیِ خودی'' کی تبلیغ میں زور صرف کیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے قوائے عمل میں اضمحلال پیدا ہوا۔ علامہ اقبال نے محمود شبستری کی مثنوی گلشنِ راز کے جواب میں یہ مثنوی (گلشن رازِ جدید) لکھی اور اس ''نفیِ خودی'' کے نظریے کی نفی کی۔ اس لیے لکھتے ہیں:

بطرزِ دیگر از مقصود گفتم جوابِ نامۂ محمود گفتم

ز عہدِ شیخ تا ایں روزگارے نزد مردے بجانِ ما شرارے

کفن در بر بخاکے آرمیدیم

ولے یک فتنۂ محشر ندیدیم

[ص۵۳۷-۵۳۸]

اسی انداز سے ان کے اشعار آتے ہیں۔ اس کے بعد محمود شبستری کی طرح اقبال بھی سوال اٹھاتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے:

نخست از فکرِ خویشم در تحیّر چہ چیز است آنکہ گویندش تفکّر

کدامیں فکرِ مارا شرطِ راہ است؟ چرا گہ طاعت و گاہے گنہ است

[ص۵۴۰]

اس کا جواب یہ ہے:

درونِ سینۂ آدم چہ نور است! چہ نور است ایں کہ غیبِ او حضور است

[ص۵۴۰]

یعنی عشق وہ نور ہے جس سے اس زندگی میں بیداری اور روشنی پیدا ہوتی ہے:

دو عالم می شود روزے شکارش فتد اندر کمندِ تابدارش

اگر ایں ہر دو عالم را بگیری ہمہ آفاق میرد، تو نہ میری

منہ پا در بیابانِ طلب سُست نخستیں گیر آں عالم کہ در تست

[ص۵۴۲]

پھر آخر میں ہے:

شکوہِ خسروی این است این است ہمیں ملک است کو توام بدین است

[ص۵۴۲]

انسان کے لیے دونوں جہانوں کی ہر چیز مسخر کی گئی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کیے گئے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ (سوچنے والے لوگ یعنی تسخیرِ نفس کرنے والے ہی تسخیرِ آفاق کر سکتے ہیں)
اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (لقمٰن:۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخّر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمھیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ۔
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ق (البقرہ:۲۹)	وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب (اللہ کے نائب اور خلیفہ کے لیے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بنائی گئی ہے)۔

سوال نمبر۲:

چہ بحر است ایں کہ علمش ساحل آمد؟ ز قعرِ او چہ گوہر حاصل آمد؟

[ص۵۴۳]

اس کے جواب میں علامہ اقبال فرماتے ہیں:

حیاتِ پُر نفس بحرِ روانے شعور و آگہی او را کرانے

[ص۵۴۳]

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

پہلے زندگی ہے پھر جانچ ہے، جس جانچ میں شعور وآ گہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

هُوَالَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِن رِّزْقِهٖ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ○ (الملک:۱۵)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اس زندگی میں عقل وشعور ہی کی مدد سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

سوال نمبر۳:

وصالِ ممکن و واجب بہم چیست؟ حدیثِ قُرب وبُعد وبیش وکم چیست؟
[ص۵۴۶]

اس کے جواب میں ہے:

کماں رازہ کن وآماج دریاب ز حرفم نکتۂ معراج دریاب
[ص۵۴۶]

ممکن الوجود کا واجب الوجود سے اتصال اس انداز سے ہوسکتا ہے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں حاصل ہوا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ (النجم:۹)

پس اُس جلوے اور اُس محبوؐب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اِس سے بھی کم۔

مجو مطلق دریں دیرِ مکافات کہ مطلق نیست جز نُور السمٰوات
[ص۵۴۶]

دنیا میں واجب الوجود کو صرف اس طرح دیکھ سکتے ہیں جس طرح سورۃ النور میں مذکور ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (یعنی نور موجود ہے، پھر بھی اس کو چھو نہیں سکتے)

چولنگ است اوسکوں را دوست دارد نہ بیند مغز و دل بر پوست دارد
[ص۵۴۷]

عقل لنگڑی اور بے طاقت ہے اس لیے سکون اور جمود کو پسند کرتی ہے، حرکت اور عمل سے

گریز کرتی ہے اور ظن و گمان میں مبتلا رکھتی ہے اس لیے حقیقت سے دُور ہے۔

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (النجم:۲۸)

مہ و سالت نمی ارزد بیک جو بحرفِ ''كَمْ لَبِثْتُمْ'' غوطہ زن شو

[ص ۵۴۷]

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (الکھف:۱۹)

ان میں (اصحابِ کہف میں سے) ایک کہنے والا بولا، تم یہاں کتنی دیر رہے؟ کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا ایک دن سے کم (یعنی زمان[۵] کو ہماری عقل احاطہ نہیں کرسکتی)۔

تن و جان را دوتا گفتن کلام است تن و جان را دوتا دیدن حرام است

بجاں پوشیدہ رمزِ کائنات است بدن حالے ز احوالِ حیات است

عروسِ معنی از صورت حنا بست نمودِ خویش را پیرایہ ہا بست[۶]

[ص ۵۴۷]

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ط (البقرہ:۲۴۷)

(اُن کے نبی نے فرمایا) بے شک اللہ نے اسے (طالوت کو) تم پر چُن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی۔

علم اور جسم دونوں کی کشادگی دے کر چُنا گیا۔ علم کا تعلق جان سے اور توانائی کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ گویا جان اور جسم دونوں پر ذمہ داری ہے۔

بدن را تا فرنگ از جاں جدا دید نگاہش ملک و دیں راہم دوتا دید

[ص ۵۴۷]

اسی لیے فرنگیوں نے اپنی سیاست کو دین سے الگ رکھا ہے اور اسی رنگ میں بعض اور لوگ بھی رنگ گئے ہیں۔ حالانکہ دین وہ نعمت ہے جو سیاست کو بھی احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (پھر روح

اور جسم کی تقسیم ہی غلط ہے۔ ایسی تقسیم ہی سے فلسفۂ مذہب میں بیسیوں نا قابلِ حل مسئلے پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت تصوّر کرتا ہے اور یہ تصوّر قرآن میں نہ صرف اسی ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے)۔[ے]

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰىo (طٰه:۵۵)	اسی (مٹی) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمھیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمھیں دوبارہ نکالیں گے۔

پھر سورۃ النساء: آیات (۵۶۔۵۷) میں جسمانی سزا اور جزا کا ذکر بھی آتا ہے۔

جہانِ چند و چوں زیرِ نگیں کُن ۔۔۔ بگردوں ماہ و پرویں را کمیں کُن
[ص ۵۴۸]

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَo (الجاثیہ:۱۳)	اور مسخّر کیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سوال نمبر۴:

قدیم و محدث از ہم چوں جدا شُد ۔۔۔ کہ ایں عالم شُد آں دیگر خدا شُد

اگر معروف و عارف ذاتِ پاک است ۔۔۔ چہ سودا در سرِ ایں مشتِ خاک است
[ص ۵۴۹]

جواب:

خودی را زندگی ایجادِ غیر است ۔۔۔ فراقِ عارف و معروف خیر است
[ص ۵۴۹]

خالق و مخلوق اور عارف و معروف کی تفریق اپنی جگہ ایک سببِ خیر ہے اور اسی سے انسانی خودی متعین ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ	اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمھارے نقشے بنائے، پھر ہم نے ملائکہ

(الاعراف:۱۱) سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

انسان کو فضیلت دی اور اسے اس کی خودی سے آگاہ کیا۔

جواب کے اشعار کی وضاحت علامہ اقبال کے ایک مکتوب سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے جس ڈرامے کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائریکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈرامے کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دُھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔ انسان صرف جویائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دُھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بیہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پا لیں۔[۸]

یہی بات وہ جواب میں اس طرح کہتے ہیں:

به بحرش گم شدن انجامِ ما نیست اگر او را تو در گیری فنا نیست

[ص ۵۵۱]

سوال نمبر ۵:

کہ من باشم مرا از ''من'' خبر کن چہ معنی دارد 'اندر خود سفر کن؟'

[ص ۵۵۲]

جواب میں ہے:

خودی تعویذِ حفظِ کائنات است نخستیں پرتوِ ذاتش حیات است

حیات از خوابِ خوش بیدار گردد درونش چوں یکے بسیار گردد

نہ اورا بے نمودِ ما کشودے نہ ما را بے کشودِ او نمودے

[ص ۵۵۳]

اوپر کی آیت (الاعراف:۱۱) اس کے لیے بھی کافی ہے۔

ع سفر در خود کن و بنگر کہ من چیست؟

[ص ۱۶۱]

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اوران جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو

اَنۡفُسَهُمۡ ؕ (الحشر:۱۹) اللہ نے ان کو بھلا دیا۔

(یعنی جو اللہ کو بھول جاتا ہے) تو گویا خود کو بھلا بیٹھتا ہے اور اگر انسان خود کو پہچان لے تو وہ یقیناً اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ یہی چیز ہے جسے ''اندر خود سفر کن'' کہتے ہیں)

چہ گویم از ''من'' وازتوش وتابش کند 'انّا عرضنا' بے نقابش

[ص۵۵۴]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (الاحزاب:۷۲) بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقّت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

فلک را لرزہ بر تن از فرِ اُو زمان و ہم مکاں اندر برِ اُو

[ص۵۵۴]

سوال نمبر۶:

چہ جزو است آنکہ او از کل فزون است؟

طریقِ جستنِ آں جزو چون است؟

[ص۵۵۵]

جواب میں ہے:

خودی زاندازہ ہائے ما فزون است خودی زاں کل کہ تو بینی فزون است

[ص۵۵۵]

انسان ضعیف البنیان ہونے کے باوجود اللہ کا نائب ہے اور اس کی صلاحیتیں بہت وسیع و عریض ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ (الانعام:۱۶۵)	اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی۔

ازاں مرگے کہ می آید چہ باک است
خودی چوں پختہ شد از مرگ پاک است

[ص ۵۵۷]

صفحہ ۵۴۹ کے سلسلے میں علامہ اقبال کی تحریر کا ایک اقتباس آچکا ہے وہ یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا (الکہف:۴۶)	اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) ان کا ثواب تمھارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی ہیں۔ (یعنی خیر کو بقا حاصل ہوگی۔ انسان اپنے منصب کے مطابق اور خودی کے لحاظ سے جو خیر پیش کرے گا اُسے فنا نہیں ہے)۔

سوال نمبر ۷:

مسافر چوں بود رہرو کدام است؟ کرا گویم کہ او مردِ تمام است؟

[ص ۵۵۸]

جواب میں ہے:

اگر چشمے کشائی بر دلِ خویش! درونِ سینہ بینی منزلِ خویش!
سفر اندر حضر کردن چنین است سفر از خود بخود کردن ہمیں است

[ص ۵۵۸]

یہ سفر دراصل خودی کا ارتقائی سفر ہے، یعنی خودی کے مسلسل ترقی یافتہ درجات تک پہنچنے کے لیے ہے، لیکن اس سفر کی کوئی آخری منزل نہیں ہے اور اگر انجام آگیا تو آرزو بھی ناپید ہو جائے گی

اور زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔

مجو پایاں کہ پایانے نداری | بپایاں تا رسی جانے نداری
[ص۵۵۸]

کمالِ زندگی دیدارِ ذات ہے:

چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی! | ترا اُو بیند و اُو را تُو بینی!

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم میں ہے

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ ○ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰىؕ ○ | تو اُس (جلوۂ خدا) اور اُس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔
(النجم:۹۔۱۰)

ایسے ہی انسانِ کامل کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کسے کو 'دید' عالم را امام است | من و تو ناتمامیم او تمام است!
اگر او را نیابی در طلب خیز | اگر یابی بدامانش در آویز
[ص۵۵۹]

سوال نمبر ۸:

کدامی نکتہ را نطق است انا الحق | چہ گوئی ہرزہ بود آں رمزِ مطلق
[ص۵۶۱]

جواب میں ہے کہ:

ایک مُغ یہی کہتا ہے کہ زندگی فریب میں آ کر من (انا) کا تصوّر پیدا کر دیتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم (انسان بھی) ایک سوتے ہوئے خدا کا خواب ہے۔ چنانچہ دلِ بیدار عقلِ نکتہ بیں، گمان و یقین سب کے سب خواب ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ تمام عالم کے وجود پر شک ہو سکتا ہے لیکن شک کرنے والا نفس کبھی موہوم نہیں ہو سکتا۔ حقیقتِ مطلق یعنی خدا کی ذات بھی حق ہے اور انسانی نفس (خودی) بھی حق ہے:

خودی را حق بداں باطل مپندار | خودی را کشتِ بے حاصل مپندار
[ص۵۶۳]

شنکر اچاریہ اور منصور حلاّج دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں انا الحق کہا۔ ہم کو چاہیے کہ ایسے

اقوال کو پسِ پشت ڈال کر عرفانِ خودی سے عرفانِ خدا حاصل کریں:

دگر از شنکر و منصور کم گوے! خدا را ہم براہِ خویشتن جوی

[ص ۵۶۳]

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ (الحشر:۱۹)	اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انھیں ان کی جانیں بھُلا دیں (یعنی خدا کی معرفت حاصل کرو گے تو خود کی معرفت بھی حاصل ہو سکے گی)۔

سوال نمبر ۹:

کہ شد بر سرِّ وحدت واقف آخر؟ شناسائے چہ آمد عارف آخر؟

[ص ۵۶۴]

جواب میں پہلے تمام کائنات کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ صرف خودی ایسی چیز ہے جس کو فنا نہیں:

خودی را لازوالے می تواں کرد فراقے را وصالے می تواں کرد

[ص ۵۶۵]

پھر فرماتے ہیں:

خدائے زندہ بے ذوقِ سخن نیست! تجلی ہائے او بے انجمن نیست!

' اَلَسْت ' از خلوتِ نازے کہ برخاست؟ ' بلٰی ' از پردۂ سازے کہ برخاست؟

[ص ۵۶۵-۵۶۶]

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ (الاعراف:۱۷۲)	اور (اے محبوبؐ یاد کرو) جب تمھارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انھیں خود اُن پر گواہ کیا، کیا میں تمھارا رب نہیں؟ سب بولے، کیوں نہیں؟

اگر مائیم، گرداں جامِ ساقی است به بزمش گرمیِ ہنگامہ باقی است[9]

[ص ۵۶۶]

انسان ہی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ	وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ

جَمِیۡعًا ؕ (البقرہ:۲۹) زمین میں ہے سب کا سب۔

از غلامی مردِ حق زنّار بند　　از غلامی گوہرش نا ارجمند
[ص۵۷۲]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں بھی کہتے ہیں:
غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفّع ہے۔[۱۰]
اسی چیز کو (موسیقی) عنوان میں بیان کیا ہے:

الحذر ایں نغمۂ موت است و بس　　نیستی در کسوتِ صوت است و بس
[ص۵۷۵]

یہی بات (مصوری) میں ہے:

ہمچناں دیدم فنِ صورت گری　　نے براہیمی درونے آزری
[ص۵۷۸]

علمِ حاضر پیشِ آفل در سجود　　شک بیفزود و یقیں از دل ربود
[ص۵۷۹]

سورۃ الانعام میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے:

قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ○　　بولے، مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

(الانعام:۷۶)

موجودہ علومِ مغربی شک اور گمان پیدا کرتے ہیں اور یقین سے دور کرتے ہیں۔ صفحہ ۵۸۲ میں ہے کہ غلامی میں عشق و مذہب بھی بے وقعت بن جاتے ہیں:

در غلامی عشق و مذہب را فراق　　انگبینِ زندگانی بد مذاق
[ص۵۸۲]

لیکن آزاد مَردوں کا فن بھی آزاد اور ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

سنگ ہا با سنگ ہا پیوستہ اند　　روز گارے را بآنے بستہ اند
[ص۵۸۵]

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- بالِ جبریل، ص۳۱۰ میں ہے:
عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام   اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

۲- اسی غزل میں ہے:
ع پیالہ گیر ز دستم کہ رفت کار از دست! [ص۴۱۱]
صفحہ ۴۶۵ میں بھی ہے:
ع چنگ را گیرید از دستم کہ کار از دست رفت
اسی طرح سودا کہتے ہیں:
ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

۳- سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو دونوں کے علم میں نقشبندی بزرگوں کے نام اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا نام لکھا ہوا تھا۔ دیکھیں Graham Bailey کی کتاب *Studies in North Indian Languages*۔

۴- علامہ اقبال نے اپنے دوسرے خطبے (انگریزی) میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔

۵- زمان کے مسئلے سے علامہ اقبال کو بہت دلچسپی تھی۔ دیکھیں اقبال نامہ حصہ اول، ۱۱۵۔ ۱۵۶۔ ۱۶۵۔ ۱۶۸۔ ۱۸۰ وغیرہ۔۔

۶- علامہ اقبال نے اپنے تیسرے انگریزی خطبے میں اس موضوع پر بحث کی ہے اور چوتھے خطبے میں بھی یہ بحث ہے۔ اور رومی کہتے ہیں:
پیکر از ماہست شُد نے ما ازو   بادہ از ماست شُد نے ما ازو

۷- خواجہ عبدالحمید کا مضمون آثارِ اقبال (حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۶ء)، صفحات ۲۷۔۳۷ میں دیکھیں۔

۸- اقبال نامہ حصہ اول، ص: ۲۹۷، مرتبہ شیخ عطاء اللہ

۹- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے فکر اقبال (باب ۱۵) میں گلشنِ رازِ جدید پر مفصّل بحث کی ہے۔

۱۰- اقبال نامہ (اوّل)، ص۲۰۱۔۲۰۲۔

❁❁❁

جاوید نامہ

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۲ء)

جاویدنامہ

علامہ اقبال ۲۰؍جنوری ۱۹۳۱ء کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرے زیرِ نظر حقائقِ اخلاقی وملّی ہیں۔ زبان میرے لیے ثانوی حیثیت رکھتی ہے بلکہ فنِ شعر سے بھی بحیثیت فن کے نابلد ہوں.......... آخری نظم جاوید نامہ جس کے دو ہزار شعر ہوں گے ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ مارچ تک ختم ہو جائے۔ یہ ایک قسم کی ڈیوائن کامیڈی ہے اور مثنوی مولانا روم کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اور اس میں غالبًا ہندوایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لیے نئی باتیں ہوں گی۔ ایرانیوں میں حسین ابن منصور حلاّج، قرۃ العین، ناصر خسرو علوی وغیرہ کا نظم میں ذکر آئے گا۔ جمال الدین افغانی کا پیغام مملکتِ روس کے نام ہوگا۔[۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج نے علم وادب کو بھی نوازا اور مختلف ادوار میں ایسے شاہکار تیار ہوئے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس عظیم واقعے سے متاثر ہیں۔ الوالعلاء المعرّی (م ۴۴۹ھ) کا رسالۃ الغفران اور محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کی الفتوحات المکیہ کے بعد دانتے (م ۲۱/۷/۱۳۲۱ء) کی طربیۂ الٰہیہ (Divine Comedy) بھی اسی واقعے سے متاثر ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شاہکار یعنی جاوید نامہ بھی اسی سے اثر پذیر ہے اور اس کا محرک وہ جذبہ ہے جو شاعر کو زمان ومکان کے تعینات سے گذر جانے کے لیے بے تاب کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ طبیعی حواس سے رہائی حاصل کر کے سیاحتِ افلاک اور ماوراء افلاک کے لیے روانہ ہوتا ہے اور مختلف اشخاص سے ملاقات بھی کرتا ہے اور ان کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ ایسے شاعر کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

مردے اندر جستجو آوارۂ ثابتے با فطرتِ سیارۂ!

[ص ۶۲۳]

چونکہ یہ نظم شروع سے آخر تک رمزیہ ہے، اس لیے بے محل نہ ہوگا اگر ہم یہاں اس کا ایک

خلاصہ پیش کریں۔

جاوید نامہ کی ابتدا مناجات سے ہوتی ہے۔ شاعر فریاد کرتا ہے کہ اس کے حصولِ مقاصد میں کوئی اس کا معاون نہیں۔ وہ مادی دنیا سے اللہ کے حضور میں پہنچنا چاہتا ہے اور التجا کرتا ہے کہ اُس کا پیام آیندہ نسلوں کے لیے ہدایت اور تقویت کا ذریعہ بنے۔

''تمہیدِ آسمانی'' میں آسمان کا زمین پر طنز ہے کہ وہ فطرتاً تاریک اور پست ہے اور آسمان کے نور سے منوّر ہے۔ زمین خجل ہو جاتی ہے لیکن آسمانوں کے اُدھر سے ندا آتی ہے کہ تو غمگین نہ ہو کہ تجھے بہت بڑی امانت دی گئی ہے۔ ''نغمۂ ملائک'' میں اسی ندا کا اعادہ ہے۔ پھر سفرنامۂ افلاک کی اصل ابتدا ''تمہیدِ زمینی'' سے ہوتی ہے۔ شاعر اپنی دنیا کے ہنگاموں سے علیحدہ ہو کر دریا کے کنارے خلوت گزیں ہوتا ہے جہاں وہ کیف و سرور کے عالم میں رومی کی ایک غزل ''آرزوست'' والی گنگناتا ہے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد رومی کی روح نمودار ہوتی ہے جس سے شاعر حقیقتِ وجود اور جان و تن وغیرہ مسائل کی وضاحت چاہتا ہے اور معراج کے اسرار جاننا چاہتا ہے۔ رومی کے کلام سے شاعر بے خود ہو جاتا ہے۔ اتنے میں زمان و مکان کا فرشتہ نمودار ہوتا ہے جو اس کو قیود و حجابات کو توڑنے کی ترکیب بتاتا ہے کہ لی مع اللہ وقتٌ کے یقین سے یہ طلسم ٹوٹ سکتا ہے۔ پھر شاعر مادی حجابات سے گزر کر رومی کی رہبری میں دوسری دنیا میں پہنچتا ہے اور اس کی پہلی منزل فلکِ قمر ہوتی ہے۔ وہاں ایک غار میں عارفِ ہندی ''جہاں دوست'' ملتا ہے جس سے شاعر کو حیات و ممات اور دوسرے بہت سے اسرار کی تشریح حاصل ہوتی ہے۔ پھر شاعر کی نظر سروش پر پڑتی ہے جس کی تخلیق اندیشۂ یزداں میں ہوئی تھی اور جو شاعروں کے الہامی نغمات کا محرّک ہے۔ رُومی یہاں بتاتا ہے کہ وہ شاعری جو نوعِ انساں کے اندر رفعت و عظمت کا جذبہ پیدا کرتی ہے ''پیغمبری'' کی وارث ہے۔ پھر شاعر کو رُومی طواسین (نبوت؟) کی سیر کراتا ہے۔ طاسین[۲] اوّل میں گوتم بدھ ہیں۔ طاسینِ دوم میں زرتشت اور اہرمن مصروفِ مکالمہ ہیں۔ زرتشت کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کی تقویت کے لیے بلا اور مصیبت بہت مفید ہیں اور یہ کہ خودی کے ارتقا میں خلوت بھی ہے اور اس سے آگے جلوت بھی ہے جس کے بغیر خودی ناتمام ہے۔ طاسینِ سوم میں طالسطائے اور افرنگین کا مکالمہ ہے جس سے افرنگین کہتی ہے کہ تو نے مسیحؑ کی ملّت کے ساتھ وہ

سلوک کیا جو فلاطوس نے میرے جسم کے ساتھ کیا تھا۔ طالسطائی کہتا ہے کہ تیرا جرم میرے جرم سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ تو نے مذہبِ مسیحؑ کی روح کو مسخ کر دیا ہے۔ طاسینِ چہارم میں ابوجہل کی روح، اسلام کے فروغ پانے پر جاہلی روایات کا ماتم کر رہی ہے۔

طواسین کی سیر کے بعد شاعر فلکِ عطارد میں پہنچتا ہے جہاں میدانوں کی شادابی اور دریاؤں کے ترنّم سے شاعر مسرور ہوتا ہے۔ اتنے میں اذان کی آواز آتی ہے۔ رومی بتاتا ہے کہ یہ اولیاء کا مقام ہے اور حضرت آدمؑ جنت چھوڑنے کے بعد تھوڑے عرصے کے لیے یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر دونوں اذان کی سمت روانہ ہوتے ہیں جہاں جمال الدین افغانی نماز پڑھا رہے ہیں اور سورۃ النجم کی تلاوت کر رہے ہیں جس سے شاعر پر وجد اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نماز کے بعد رومی نے شاعر کا تعارف افغانی اور سعید حلیم پاشا سے کرایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شاعر کو اُس کی طبیعت کی جولانی اور سرمستی کی وجہ سے میں ''زندہ رود'' کہتا ہوں۔ شاعر بتاتا ہے کہ عالمِ خاکی کے مسلمانوں کو وطنیت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے آفاقی تعلیم سے بے گانہ کر دیا ہے، نیز مغربی ملوکیت اور روسی اشتراکیت نے بڑے فتنے کھڑے کر دیے ہیں۔ افغانی اور سعید حلیم پاشا سے مشرق اور مغرب کی فطرت کے بنیادی فرق پر بھی گفتگو ہوئی۔ پاشا نے یہ بھی بتایا کہ تقلیدِ فرنگ سے مصطفٰی کمال کی قوم کو نئی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ عالمِ قرآنی کی تشکیل کی ضرورت ہے۔ افغانی نے اس تشکیل کے لیے: ۱۔ خلافتِ آدم ۲۔ حکومتِ الٰہی ۳۔ ارض، مِلکِ خداست ۴۔ حکمت، خیرِ کثیر است کو وسائل بتایا ہے اور اس کی تشریح بھی کی ہے۔ افغانی کو ملّتِ روسیہ کے ہاتھوں ملوکیت واستبداد کے خاتمے کی کچھ امید نظر آتی ہے لیکن وہ اس ملّت کو اسلامی نظام ہی کی دعوت دیتے ہیں۔ پھر فلکِ زہرہ میں رومی کے ساتھ شاعر پہنچتا ہے جہاں ہر قوم اور ہر عہد کے معبود جمع ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ انسان اب پھر ان کی پرستش قبول کر رہا ہے اور: ع

از چراغ مصطفٰیؐ اندیشہ چیست؟

[ص ۶۷۹]

رومی اور شاعر (زندہ رود) آگے بڑھتے ہیں۔ دریائے زہرہ موجیں مار رہا ہے لیکن موجیں ان دونوں کو راستہ دیتی ہیں۔ رومی سورۂ طٰہٰ پڑھتا ہوا اپنے ساتھی کو لے کر آگے بڑھتا ہے جہاں ایک چاند سے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں فرعون اور برطانوی جنرل کچنر کی روحیں عذاب

میں مبتلا نظر آئیں۔ فرعون آرزو کرتا ہے کہ کاش موسیٰؑ سے ایک بار ملنا نصیب ہو اور میں اس سے دلِ آگاہ مانگوں۔ کچنر فخر سے کہتا ہے کہ یورپ والوں نے مصر میں عہدِ قدیم کے آثار اور بیش بہا معلومات کے ذخیرے کھود نکالے ہیں۔ فرعون طنز سے کہتا ہے:

قبرِ ما را علم و حکمت بر کشود   لیکن اندر تربتِ مہدی چہ بود؟
[ص ۶۸۴]

پھر مہدی سوڈانی کی روح نمودار ہوتی ہے جو کچنر سے کہتی ہے کہ یہ میری خاک کا انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گز زمین بھی نہ مل سکی۔ پھر مہدی نے عربوں کو پیغام دیا ہے کہ وہ بیدار ہوں اور مدینہ سے مستفیض ہوں۔

بعد ازاں رومی اور شاعر فلکِ مریخ میں داخل ہوتے ہیں۔ رومی بتاتا ہے کہ وہاں کے لوگ علوم و فنون کے دلدادہ ہیں اور ان کے یہاں دل حاکم ہے اور بدن محکوم، اس لیے باہم کوئی تصادم نہیں۔ پھر یہ دونوں سیّاح حکیم مریخی سے ملتے ہیں جو فلزّاتِ زمین کی تحقیق سے بہت دلچسپی رکھتا ہے۔ پھر وہ ان دونوں کو مرغدین شہر کی سیر کراتا ہے جہاں کے لوگوں کو دولت اور وسائلِ معیشت کے احتکار کی ہوس نہیں ہے۔ زندہ رود (شاعر) کو وہ حکیم یہ بھی بتاتا ہے کہ تقدیر کی تبدیلی نفس یا خودی کی تبدیلی کے تابع ہے۔ پھر یہ لوگ ایک میدان میں پہنچتے ہیں جہاں افرنگ کی ایک عورت ہے جو عورتوں کو محکومی سے آزاد ہونے کی دعوت دے رہی ہے۔ رومی تبصرہ کرتے ہیں کہ واقعی نئی تہذیب کا مقصد مرگِ امومت ہے اور عورتوں کو ہر پابندی سے آزاد کرانا ہے۔ نیز یہ کہ یورپ میں عشق مفقود ہے جس سے زندگی میں حرارت اور تابندگی پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ دونوں فلکِ مشتری میں داخل ہوتے ہیں جہاں روشنی کے لیے کئی چاند ہیں لیکن زندگی کے ہنگامے نہیں ہیں۔ حلاّج، غالب اور قرۃ العین طاہرہ یہیں ہیں۔ زندہ رود پہلے حلاّج سے سوال کرتا ہے کہ تم لوگ مقامِ مومنین سے دور کیوں ہو؟ حلاّج جواب دیتا ہے کہ سیرِ دوام کی لذتیں خُلد کی نعمتوں سے کم نہیں۔ نیز یہ بتایا کہ میں خودی کے ''نور و نار'' کا رمز شناس تھا لیکن میری قوم والے اُسے نہ سمجھے اور مجھے سُولی پر چڑھا دیا۔ پھر زندہ رود نے غالب سے اس کے شعر (قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ) کے معنی پوچھے جس کی اس نے اقبال کے رنگ میں تشریح کی۔ پھر

'زندہ رود' نے اس سے نبوت سے متعلق اس کے معرکہ آرا اشعار کی روشنی میں دریافت کیا تو وہ خود کچھ الجھا ہوا معلوم ہوا۔ اور اس نے یہ شعر کہہ کر بات ختم کر دی:

آنچہ تو از من بخواہی کافری است　　　کافری کو ماورائے شاعری است

[ص۷۱۶]

حلاّج دوبارہ نبوّت، خودی اور دیدارِ الٰہی کے مسائل چھیڑتا ہے لیکن پھر رخصت ہو جاتا ہے کہ ہم ایک جگہ قیام کرنا اپنی طبیعت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد فضا میں تاریکی ہو جاتی ہے اور ابلیس (خواجۂ اہلِ فراق) نظر آتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا حرفِ استکبار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ آدم سے مجھے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مختاری تک پہنچا۔ پھر ابلیس فریاد کرتا ہے کہ میں آدم سے زیادہ پختہ ایک حریف چاہتا ہوں کیونکہ اس میں مدافعت اور میرے فرمان سے سرکشی کی قوّت ہی نہیں۔

پھر رومی اپنے ساتھی کو فلکِ زحل کی سیر کراتا ہے جہاں غدّاروں کی روحیں مبتلائے عذاب ہیں اور جنھیں دوزخ نے بھی قبول نہیں کیا۔ یہاں ایک سمت میں ایک نازنین ہے جو حسن و تابنا کی کے باوجود زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ روحِ ہندوستان ہے جو اہلِ ہند کی بے حسی پر نالاں ہے اور ان غدّاروں میں ایک یوں کہہ رہا ہے:

نے عدم ما را پذیرد، نے وجود　　　وائے از بے مہریِ بود و نبود!

[ص۷۳۴]

پھر رومی اور 'زندہ رود' عالمِ بے جہات (آں سوئے افلاک) میں پہنچتے ہیں۔ وہاں سرحد پر جرمن فلسفی نطشے کا مقام ہے۔ پھر آگے فردوس میں داخل ہوتے ہیں جہاں عیش و راحت کے تمام سامان ہیں لیکن رومی تنبیہ کرتا ہے کہ اعتبارِ حواس سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ سب ''تجلّی ذات'' کے مناظر ہیں۔ یہیں سامنے ایک شاندار محل نظر آتا ہے جو پنجاب کی ایک شاہزادی شرف النساء کا ہے۔ اس نے مرتے وقت اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ قرآن اور تلوار کو، مرنے کے بعد بھی اُس سے جدا نہ کیا جائے۔ اس محل سے آگے سیّد علی ہمدانی اور ملاّ طاہر غنی کاشمیری سے ملاقات ہوتی ہے۔ ہمدانی نصیحت کرتا ہے کہ اب مسلمان روحانی سر بلندی اور عزت کو دوبارہ حاصل کریں اور مادہ پرستی سے احتراز کریں۔ غنی کشمیری بھی اسی طرح گفتگو کرتا ہے۔ پھر یہ دونوں (رومی اور زندہ رود) روانہ

ہوتے ہیں کہ راستے میں بھرتری ہری سے ملاقات ہوتی ہے جو شاعری کے محرکات سے بحث کرتا ہے اور ایک غزل میں اپنے وطن والوں کو جدوجہد کا پیام دیتا ہے۔ پھر ان کا گذر ایک محل سرائے سے ہوتا ہے جہاں نادر شاہ ''ابدالی'' اور ٹیپو سلطان رہتے ہیں۔ ان سے حالاتِ حاضرہ اور بعض اصولی اور فلسفیانہ مباحث پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسی موقع پر فارسی شاعر ناصر خسرو کی روح نمودار ہوتی ہے اور ایک غزل سنا کر غائب ہو جاتی ہے۔ پھر زندہ رُود کے ذریعے سلطان ٹیپو دریائے کاویری کو ایک پیغام دیتا ہے جس میں حیات و ممات اور شہادت کی حقیقت بیان کی ہے۔ اب یہ دونوں فردوس سے رخصت ہوتے ہیں۔ راستے میں زندہ رود سے ایک غزل کے لیے حُوریں فرمائش کرتی ہیں۔ ان سے رخصت ہو کر ''حضور'' کا مقام ہے۔ زندہ رود وہاں حقیقتِ وجود اور آئینِ حیات کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ''ندائے جمال'' میں ان کا جواب ہوتا ہے۔ پھر زندہ رود جرأت کر کے ''تقدیرِ شرق و غرب'' کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا ہے کہ ناگاہ برقِ تجلّی گرتی ہے اور گردوپیش اس سے غرقِ نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشائی اپنے وجود کو تماشا میں منسلک ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ اب:

از ضمیر عالمِ بے چند و چوں یک نوائے سوز ناک آید بروں
[ص۷۸۳]

یہ ''نوائے سوزناک'' یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونیِ افرنگ مشو کہ نیرزد بجوے ایں ہمہ دیرینہ و نو
[ص۷۸۳]

زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است اے کہ در قافلۂ بے ہمہ شو با ہمہ رو!
[ص۷۸۳]

تو فروزندہ تر از مہرِ منیر آمدۂ آنچناں زی کہ بہ ہر ذرہ رسانی پرتو!
[ص۷۸۴]

اس نوا کے ساتھ یہ سیر ختم ہو جاتی ہے۔

یہ پوری نظم اقبال کے پسندیدہ خیالات و جذبات کا نچوڑ اور اس کے محبوب شعراء، علماء اور زعماء کا خاکہ ہے۔

اس جائزے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اس نظم کے قرآنی مضامین کا استقصا کیا جائے۔

آدمی اندر جہانِ ہفت رنگ ہر زماں گرمِ فغاں مانندِ چنگ!
آرزوے ہم نفس می سوزدش نالہ ہائے دل نواز آموزدش
لیکن ایں عالم کہ از آب و گل است کے تواں گفتن کہ دارائے دل است
[ص۵۹۵]

آدمی کو دل دیا گیا ہے اور ہم نفس کی آرزو بھی۔ علاّمہ اقبال کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کے پاس تڑپتا ہوا اور بے قرار دل ہو۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ ۝ (البلد:۴) — بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا مشقت میں رہتا۔ (پس وہ انسان ہی کیا جس کے پاس عمل کے لیے سرگرم دل نہ ہوا)۔

گرچہ برگردوں ہجومِ اختر است ہر یکے از دیگرے تنہا تر است!
ہر یکے مانندِ ما بیچارہ ایست در فضائے نیلگوں آوارہ ایست!
کارواں برگِ سفر ناکردہ ساز! بیکراں افلاک و شب ہا دیر باز!
ایں جہاں صید است وصیّادیم ما؟ یا اسیرِ رفتہ از یادیم ما؟
[ص۵۹۵]

وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الاعراف:۵۴) — اور سورج اور چاند ستارے سب اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ سُن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو ربّ ہے سارے جہانوں کا۔

لیکن انسان کی حیثیت ان سب سے جدا ہے۔ کیا وہ بھلا دیا گیا۔ ''رفتہ از یاد؟'' اس کا مقام بہت بلند ہے۔

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَـكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۖ (البقرہ:۲۹) — وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا ہے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

پھر اس کے بعد والی آیت میں ہے:

اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً — (اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) میں زمین

میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ (البقرہ:۳۰)

زار نالیدم صدائے برنخاست ہم نفس فرزندِ آدم را کجاست؟

[ص ۵۹۶]

اور رومی کہتے ہیں:

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زیں ہمرہانِ سُست عناصر دلم گرفت شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

[ص ۶۰۶]

صفحہ ۵۹۶ میں علامہ اقبال اُس دن کی آرزو کرتے ہیں جس دن انسان کی بیداری حاصل ہو سکے:

اے خوش آں روزے کہ از ایام نیست صبحِ او را نیم روز و شام نیست
روشن از نورش اگر گردد رواں صوت را چوں رنگ دیدن می تواں
غیب ہا از تابِ اُو گردد حضور نوبتِ اُو لا یزال و بے مرور!
اے خدا روزی کن آں روزے مرا وارہاں زیں روز بے سوزے مرا

[ص ۵۹۶]

ایسا دن گو کہ ابھی نصیب نہیں لیکن ضرور نصیب ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایک حل اس آیت میں موجود ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (الرعد:۱۱)

آیۂ تسخیر اندر شانِ کیست؟ ایں سپہرِ نیلگوں حیرانِ کیست؟

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ اور تمھارے لیے مسخّر کیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ (الجاثیہ:۱۲)

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ (لقمٰن:۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور تمھیں بھرپور نعمتیں دیں ظاہر اور چھپی ہوئی۔

راز دانِ 'عَلَّمَ الاَسمَا' کہ بود؟ مستِ آں ساقی وآں صہبا کہ بود؟
[ص۵۹۶]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَاo (البقرہ:۳۱)	اور سکھائے آدم کو تمام چیزوں کے نام۔

جب فرشتوں نے اللہ پاک کے سامنے انسان کو خلیفہ بنانے پر اعتراض کیا تو اس موقع پر انسان کی صلاحیت ظاہر کرنے کے لیے اللہ پاک نے اس کو تمام چیزوں کے نام سکھا کر اس کے شرف اور فضیلت کو فرشتوں پر ظاہر کیا۔

اے ترا تیرے کہ ما را سینہ سفت حرفِ 'اُدعُونیِ' کہ گفت وبا کہ گفت؟
[ص۵۹۶]

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (المومن:۶۰)	اور تمھارے رب نے فرمایا، مجھ سے مانگو۔ میں تمھاری درخواست قبول کروں گا (گویا مقبولیت کا وعدہ بھی اللہ پاک نے فرمایا)۔

عمر ہا بر خویش می پیچد وجود تا یکے بےتاب جاں آید فرود
[ص۵۹۷]

آدم علیہ السلام کے واقعے میں ہے کہ پہلے شیطان نے ان کو فریب دیا لیکن پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی اور انھیں چُن لیا، گویا بےتاب جان کے لیے بھی ایک وقت درکار ہوتا ہے۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰىۖo ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰىo (طٰہٰ:۱۲۱۔۱۲۲)	اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ پھر اُس کے رب نے اس کو چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور اپنے قربِ

خاص کی راہ دکھائی۔

علم در اندیشہ می گیرد مقام　　عشق را کاشانہ قلبِ لا ینام

[ص۵۹۸]

ناقص علم وہم وگمان پیدا کرتا ہے، لیکن عشق کا مقام قلب ہے جہاں یقین ہی یقین ہے۔ سورۃ التوبہ میں ایسے ناقص علم اور غیر یقینی ایمان والوں کے متعلق ہے کہ وہ لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد سے بچنے کے لیے رخصت مانگتے ہیں:

اِنَّمَا يَسۡتَاۡذِنُکَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ○ (التوبہ:۴۵)	آپؐ سے یہ چھٹی وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

زیرِ گردوں خویش را یابم غریب　　زآنسوئے گردوں بگو اِنّی قریب

[ص۵۹۸]

اے اللہ میں خود کو اس دنیا میں اکیلا پاتا ہوں۔ مجھے زمان ومکان کی قید سے آزاد کر کے اپنا قرب عطا فرما دے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ ؕ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡيَسۡتَجِيۡبُوۡا لِىۡ وَلۡيُؤۡمِنُوۡا بِىۡ لَعَلَّهُمۡ يَرۡشُدُوۡنَ○ (البقرہ:۱۸۶)	اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔ تو انھیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

تو فروغِ جاوداں ماچوں شرار　　یک دو دم داریم وآں ہم مستعار[۳]

[ص۵۹۸]

كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ○ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّکَ ذُوالۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ○ۚ	زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے آپؐ کے ربّ کی ذات جو عظمت اور بزرگی

(الرحمٰن:۲۶۔۲۷) والا ہے۔

زندگی از لذّتِ غیب و حضور بست نقشِ ایں جہانِ نزد و دُور

[ص۶۰۱]

اللہ سے جدائی کے بعد دوبارہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے اس زمان و مکان کی دنیا میں انسان آیا۔

وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ۝ اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (البقرہ:۳۶)

ماہ و اختر را خرام آموختند صد چراغ اندر فضا افروختند!

[ص۶۰۱]

وزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا۔ (فُصِّلَت:۱۲)

بر سپہرِ نیلگوں زد آفتاب خیمۂ زربفت با سیمیں طناب

[ص۶۰۲]

وَّ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۝ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا۝ اور تمھارے اوپر ہم نے سات مضبوط آسمان بنائے اور ان میں ایک نہایت چمکتا چراغ (سورج) رکھا۔ (النبا:۱۲۔۱۳)

از افق صُبحِ نخستیں سرکشید عالمِ نو زادہ را در بر کشید

[ص۶۰۲]

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ (یٰس:۳۷)

اے امینِ از امانت بے خبر غم مخور، اندر ضمیرِ خودنگر

[ص۶۰۲]

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (الاحزاب:۷۲)	بے شک ہم نے امانت کو پیش کیا آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقّت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

عقلِ آدم بر جہاں شبخوں زند　　عشقِ اُو بر لامکاں شبخوں زند!

[ص۶۰۳]

الَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

جانچ اور کام کے اچھے بُرے کی پہچان عقل ہی کے ذریعے ہوتی ہے، لیکن عشق کا مقام یہ ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرائیل:۱)	پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔

اس کے بعد سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس مبارک سفر سے متعلق ہیں۔

''ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را　　اوست سیّد جملہ موجودات را''

[ص۶۰۳]

جمالِ ذات کے عاشق کا ذکر ابھی سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں آیا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ رَبِّىۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِرَبِّىۡۤ اَحَدًا ۝ (الکھف:۳۸)	اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

یہ یقین نہ صرف انسان کو خلیفۃ اللہ بناتا ہے بلکہ ساری موجودات کا سردار بھی، کیونکہ اُسی کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

فروغِ مشتِ خاک از نوریاں افزوں شود روزے
زمیں از کوکبِ تقدیرِ اُو گردوں شود روزے
[ص۶۰۴]

اگر انسان اپنے مقام کو پہچان لے اور اپنے مقام (نیابتِ الٰہی) کے مطابق عمل پیش کرے تو خود زمین کا درجہ بلند ہو جائے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اس عزت اور فضیلت کا وعدہ ہے:

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰) اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔

جانم ملول گشت ز فرعون و ظلمِ اُو — آں نورِ حبیبِ موسیِ عمرانم آرزوست
[ص۶۰۶]

وَاَدۡخِلۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۟ قف (النمل:۱۲) تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ، وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ ہے کہ جس کے سامنے فرعونیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

انجمن روزِ الست آراستند — بر وجودِ خود شہادت خواستند
[ص۶۰۷]

وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ وَ اَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی ۚ شَهِدۡنَا ۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِیۡنَ ۙ (الاعراف:۱۷۲) اور (یاد کرو) جب تمھارے رب نے اولادِ آدم کی پُشت سے ان کی نسل نکالی اور انھیں خود ان پر گواہ کیا، کیا میں تمھارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

زندۂ یا مردۂ یا جاں بلب — از سہ شاہد کن شہادت را طلب

شاہدِ اوّل شعورِ خویشتن — خویش را دیدن بنورِ خویشتن
شاہدِ ثانی شعورِ دیگرے — خویش را دیدن بنورِ دیگرے
شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق — خویش را دیدن بنورِ ذاتِ حق
پیشِ ایں نور اربمانی استوار — حیّ و قائم چوں خدا خود را شمار[۴]
بر مقامِ خود رسیدن زندگی است — ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

[ص ۶۰۷]

تم زندہ ہو یا مردہ؟ اس امر کے لیے تین گواہ لاؤ۔ پہلا گواہ تو خود تمھارا عمل ہے کہ واقعی تم نے اپنے عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے یا نہیں۔ دوسرا گواہ وہ شخص ہے جو تمھارے عمل کو دیکھ کر کہہ سکے کہ واقعی تم زندہ ہو۔ پھر تیسرا گواہ اللہ پاک ہے جو تمھارے عمل کو اپنی بارگاہ میں مقبول بنائے۔ اس طرح انسان صحیح معنی میں اپنے مقام کو متعیّن کرنے کے قابل ہوسکتا ہے اور زندہ و پایندہ بن سکتا ہے۔ یہی ''سبیل اللہ'' ہے اور یہی ''شہادت'' ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ٥ (البقرہ:۱۵۴) — اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمھیں خبر نہیں۔

مردِ مومن در نسازد باصفات — مصطفیؐ راضی نہ شد لاّ بذات

[ص ۶۰۷]

جمالی مشہدی کا شعر ہے:

موسٰی زہوش رفت بیک جلوۂ صفات — تو عینِ ذات می نگری در تبسّمے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بھی چکا چوند نہ ہوئی۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى.......مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى٥ (النجم:۹۔۱۷) — پھر اللہ کے جلوے میں اور محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم.......(لیکن حضورؐ کی) آنکھ نہ چکا چوند ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

آمرو خالق بروں از امر و خلق — ما زشستِ روزگاراں خستہ حلق؟

[ص ۶۰۸]

اَلا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝ (الاعراف:۵۴)
سن لو، اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا۔

نکتہ ''الّا بسلطاں'' یادگیر ورنہ چوں مورو ملخ درِ گِل بمیر
[ص۶۰۸]

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۝ۚ (الرحمٰن:۳۳)
اے جن و انسان کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ جہاں جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔

جانِ بیدارے چو زاید در بدن لرزہ ہا افتد دریں دیرِ کہن!
[ص۶۰۹]

گفتم ''ایں زادن نمی دانم کہ چیست؟''
گفت ''شانے از شیونِ زندگی است!''
[ص۶۰۹]

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ۝ۚ اُسے ہر دن ایک کام ہے۔
(الرحمٰن:۲۹)

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ اُسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔
(البقرہ:۲۵۵)

یہ اللہ پاک کی بیداری اور ہمہ وقت عمل کا ذکر ہے۔ اس کے نائب کو بھی ہمہ وقت عمل کرنا چاہیے اور اس قدر کرنا چاہیے کہ اس کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک عالم لرز جائے۔ اسی عملِ پیہم کو اقبال ''عشق'' کہتے ہیں:

می نداند عشق سال و ماہ را دیر و زود و نزد و دورِ راہ را
[ص۶۱۰]

عشق شبخونے زدن بر لامکاں   گور را نادیدہ رفتن از جہاں!
[ص۶۱۰]

صفحہ ۶۰۳ کے شعر کے سلسلے میں سورۃ الملک: آیت ۲ اور سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت دیکھیں۔

عشق با نانِ جویں خیبر کشاد   عشق در اندامِ مہ چاکے نہاد!
[ص۶۱۰]

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اُس کا فعل اللہ کا ہوتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ   اور (اے محبوبؐ!) وہ خاک آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (الانفال:۱۷)

کِلّۂ نمرود بے ضربے شکست   لشکرِ فرعون بے حربے شکست!
[ص۶۱۰]

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے کہ (جب نمرود والوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا تو):

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝ۚ   ہم نے فرمایا، اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور اُن لوگوں نے اس کا بُرا چاہا تو ہم نے انھیں سب سے زیادہ زیاں کار کر دیا۔ (الانبیاء:۶۹۔۷۰)

(اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر مچھر بھیجے جو ان کا گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا)۔

وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ؕ   اور ہم نے بچا لیا موسٰی اور اس کے سب ساتھ والوں کو، پھر دوسروں کو (فرعون اور اس کی قوم کو) ڈبو دیا۔ (الشعراء:۶۵۔۶۶)

جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا فعل اور عمل اللہ کا فعل اور اللہ کی رضا ہو جاتا ہے بلکہ ایسے انسان کی رضا ہی اللہ کی رضا بن جاتی ہے۔

آدمی دید است باقی پوست است   دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

جملہ تن را در گداز اندر بصر | در نظر رو در نظر رو در نظر
[ص ۶۱۱]

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ | اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟

(الذاریٰت: ۲۰۔۲۱)

اللہ کو پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور بھولنے والا اندھا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ۝ (طٰہٰ: ۱۲۴) | اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

چشم بکشا برزمان و برمکاں | ایں دو یک حال است از احوالِ جاں
[ص ۶۱۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج زمان و مکان کے تمام قیود و حدود سے آزادی کی روشن دلیل ہے:

چیست جاں؟ جذب و سرور و سوز و درد | ذوقِ تسخیرِ سپہرِ گرد گرد
چیست تن؟ بارنگ و بُو خو کردن است | با مقامِ چار سو خو کردن است
از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دُور | چیست معراج؟ انقلاب اندر شعُور
[ص ۶۱۲]

جان اور زندگی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان سرگرمِ عمل ہو اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر آسمانوں اور زمین کے اندر کی تمام چیزوں کو مسخر کرے۔

جو لوگ صرف تن پروری کو اپنی معراج سمجھتے ہیں اور دنیوی کمال ہی کو اصل کمال سمجھتے ہیں وہ اسی چارسُو میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور وہ بھی نصیب نہیں ہوتے۔

زروان جو زمان و مکان کا فرشتہ ہے کہتا ہے:

آدم و افرشتہ در بندِ من است! | عالمِ شش روزہ فرزندِ من است!
'لی مع اللہ' ہر کرا در دل نشست | آں جوانمردے طلسمِ من شکست
[ص ۶۱۴]

عالم شش روزہ کے متعلق سورۃ الاعراف میں ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۝ آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔
(الاعراف:۵۴)

’’لی مع الله وقت‘‘—— میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے۔ حدیث ہے۔

جب انسان اللہ پاک کی معیّت اور قربت حاصل کر لیتا ہے تو پھر زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی زمان و مکان سے آزادی کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

ع عقلِ تو حاصلِ حیات، عشقِ تو سرِّ کائنات

[ص ۶۱۵]

وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ اور جسے حکمت دی گئی تو اسے دولتِ کثیر دی گئی۔
(البقرہ:۲۶۹)

وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔
(الاحقاف:۱۹)

صدق و صفاست زندگی، نشو و نماست زندگی
تا ابد از ازل بتازِ ملکِ خداست زندگی

[ص ۶۱۵]

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک زندگی قائم ہے۔ زندگی کی یہ بقا اپنی جگہ اس کی نشو و نما کی دلیل ہے اور صحیح زندگی وہی ہے جس میں صدق و صفا ہو۔

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ۙ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا ۝ۙ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا ۝ۙ
(الشّمس:۷۔۱۰)

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک کیا، پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

دبدبۂ قلندری، طنطنۂ سکندری آں ہمہ جذبۂ کلیمؑ، ایں ہمہ سحرِ سامری
[ص۶۱۶]

موسٰی علیہ السلام نے فرعونیت اور غیر اللہ کی اطاعت سے قوم کو آزاد کرانا چاہا اور سامری نے اپنے سحر سے گمراہ کرنا چاہا۔

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْ ۢ بَعْدِکَ وَ اَضَلَّھُمُ السَّامِرِیُّ۝ (طٰہٰ:۸۵)

(اللہ نے) فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بَلا میں ڈالا اور انھیں سامری نے گمراہ کردیا۔

(پھر موسٰی علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصّے میں تشریف لے گئے)۔موسٰی علیہ السلام کی غیر موجودگی میں سامری نے ایک بچھڑے کے ذریعے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کردیا کہ وہ ان کا معبود کہا گیا۔

ضربِ قلندری بیار، سدِّ سکندری شکن رسمِ کلیمؑ تازہ کُن، رونقِ ساحری شکن
[ص۶۱۶]

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِھِمَا قَوْمًا لَّا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ قَوْلًا۝ قَالُوْ یٰذَ الْقَرْنَیْنِ........ (الکھف:۹۳۔۹۴)

(سکندر ذوالقرنین) جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو اُن سے اُدھر ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ انھوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اور اُن میں ایک دیوار بنادیں؟

تمام برائیوں، فتنوں اور طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنا ایک مردِ مومن کی شان ہے۔

ایں زمین و آسماں مُلکِ خداست ایں مہ و پرویں ہمہ میراثِ ماست!
[ص۶۱۹]

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو

(البقرہ:۲۸۴) کچھ زمین میں ہے۔

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ ۟ۙ یُوۡرِثُہَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے۔ (الاعراف:۱۲۸)

در بیابانِ طلب دیوانہ شو! یعنی ابراہیمِ ایں بت خانہ شو!
[ص۶۱۹]

فَرَاغَ عَلَیۡہِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡیَمِیۡنِ ○ پھر اُن (بتوں) پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے۔ (الصّٰفٰت:۹۳)

(یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا، تم بھی تمام مشکلات اور دقتوں کے بتوں کو توڑ ڈالو)۔

از خدا ہفت آسماں دیگر طلب صد زماں و صد مکاں دیگر طلب
[ص۶۱۹]

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَہُنَّ ؕ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اُنھی کی طرح زمین بھی۔ (الطلاق:۱۲)

علاّمہ اقبال کہتے ہیں کہ اپنے حوصلے کو بلند کرو اور اس سے بھی زیادہ اپنے اللہ سے مانگو۔

گر نجاتِ ما فراغ از جستجوست گور خوشتر از بہشتِ رنگ و بُوست
[ص۶۱۹]

طلب اور جستجو کا نہ ہونا مرجانے کے مترادف ہے۔

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ○ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے کار بنایا اور تمھیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟ (المومنون:۱۱۵)

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ○ؕ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ (اللہ پاک کے یہاں پوچھا جائے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا عملِ صالح لایا)۔ (القیٰمہ:۳۶)

مردے اندر جستجو آوارۂ! ثابتے با فطرتِ سیارۂ!

[ص۶۲۳]

علامہ اقبال یہ شعر اپنے متعلق رومی سے کہلاتے ہیں یعنی وہ ہر انسان کو سرگرمِ عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:۶۹) — اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے۔

هُوَالَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ○ (الملک:۱۵) — وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کردی تو اُس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ○ (نوح:۱۹۔۲۰) — اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

(یہ سب سہولتیں اور راہیں اسی لیے ہیں کہ انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھے)۔

چشمِ برحق باز کردن بندگی است خویش را بے پردہ دیدن زندگی است

[ص۶۲۴]

وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ (الحشر:۱۹) — اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے (انھیں بلا میں ڈالا کہ) بھلا دیے اُن کو اُن کے جی۔

(یعنی جو اللہ کو بھول جائے وہ خود کو بھول جائے گا اور جو اللہ کو پہچانے گا وہ خود کو پہچان لے گا)۔
منصبِ خلافتِ الٰہی دراصل خودشناسی کے لیے اصل محرّک ہے۔

کوہستانِ قمر میں ایک فرشتے کو اُترتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تُو جو ہماری دنیا کو دیکھنے جا رہا ہے تو کیا:

از جمالِ زہرہَ بگداختی؟ دل بہ چاہِ بابلے انداختی؟

[ص ۶۲۵]

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ط (البقرہ:۱۰۲)	اور وہ (نافرمان لوگ) اُس علم کے پیچھے ہو لیے جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے

(دو فرشتے زہرہ کی محبت میں گرفتار ہوئے تھے اور اس کے نتیجے میں بابل کے کنویں میں قید کیے گئے تھے)۔

اُس فرشتے نے مشرق کے روشن مستقبل کی امید دلائی اور کہا (صفحہ ۳۷):

لعل ہا از سنگِ رہ آید بروں یوسفانِ او ز چہ آید بروں

[ص ۶۲۵]

وَ جَاءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ ط قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ ط (یوسف:۱۹)	اور ایک قافلہ آ نکلا، تو انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا اور کہنے لگا، لو یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو ایک لڑکا ہے۔

وہی فرشتہ پھر کہتا ہے کہ مشرق اب:

رخت بندد از مقامِ آزری تا شود خوگر ز ترکِ بُت گری

[ص ۶۲۵]

اس شعر میں جو تلمیح ہے سورۃ الانعام کی ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ O (الانعام:۷۴)	اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ بے شک میں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں۔

اے خوش آں قومے کہ جانِ او تپید از گِل خود خویش را باز آفرید!

[ص ۶۲۵]

وہ قوم کیسی خوش نصیب ہے کہ پھر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے اور عملِ صالح کی زندگی

اختیار کرتی ہے۔ کس طرح اللہ پاک نے انسان کے لیے بیدار ہونے کے اسباب بنائے ہیں۔

عرشیاں را صبحِ عید آں ساعتے — چوں شود بیدار چشمِ ملّتے

[ص ٦٢٥]

جب کوئی ملّت ایمان کے لحاظ سے بیدار ہو جاتی ہے اور اس میں یقین پیدا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی خوش ہوتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ	وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُس
لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَ	کے فرشتے کہ تمھیں اندھیروں سے اجالے
کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًاO	کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر بہت
(الاحزاب:۴۳:۳۳)	مہربان ہے۔

پیرِ ہندی اند کے دم در کشید — باز درمن دید و بے تابانہ دید

۱ گفت مرگِ عقل؟ گفتم ترکِ فکر
گفت مرگِ قلب؟ گفتم ترکِ ذکر

۲ گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گردِ رہ
گفت جاں؟ گفتم کہ رمزِ لا الٰہ

۳ گفت آدم؟ گفتم از اسرارِ اوست
گفت عالم؟ گفتم او خود روبروست

۴ گفت ایں علم و ہُنر؟ گفتم کہ پوست
گفت حجّت چیست؟ گفتم رُوئے دوست

۵ گفت دینِ عامیاں؟ گفتم شنید
گفت دینِ عارفاں؟ گفتم کہ دید

[ص ٦٢٥]

۱- اللہ پاک نے بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ	اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے
تَتَفَکَّرُوْنَO لا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط	کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر

(البقرہ:۲۱۹) کرو (اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گویا اس کی عقل مُردہ ہے)۔

اسی طرح بار بار ذِکر (اللہ کی یاد) کے لیے فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ۝ (البقرہ:۱۵۲) پس تم میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔

۲- تن کوئی چیز نہیں۔ جان وہ ہے جو اللہ کو پہچانے اور تقوٰی اختیار کرے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ (الشّمس:۹) بے شک مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کو ستھرا کیا۔ (برائیوں سے ستھرا کیا۔ اللہ کے پہچاننے ہی سے وہ ایسا کرسکتا ہے)۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ:۳۰) (اللہ نے فرشتوں سے فرمایا) بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اسی لیے انسان ''اسرارِ الٰہی'' میں سے ہے اور خود یہ دنیا بھی اسی لیے ہے کہ اللہ کو پہچانا جائے۔

۴- علم و ہنر بھی اللہ ہی کو پہچاننے کے لیے ہونا چاہیے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ:۳۱) اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے (تا کہ انسان خلافتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہو اور اس خلافت کے ذریعے اپنے اللہ کو پہچانتا رہے)۔

۵- عام لوگ دین کو سُن لیتے ہیں لیکن خواص تو دین کی حقیقت کو دیکھتے ہیں اور نیابت الٰہی کے احساس سے کمالاتِ انسانی کی معراج تک پہنچتے ہیں۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرائیل:۱)

پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک (اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کے لیے)۔

ذاتِ حق را نیست ایں عالم حجاب غوطہ را حائل نگردد نقشِ آب

[ص ۶۲۶]

اللہ پاک کو اِس دنیا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے قرآن کے ذریعے۔

وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ۙ﴿۰﴾ (بنی اسرائیل:۴۵)

اور جب (اے محبوبؐ) تم نے قرآن پڑھا تو ہم نے تمھارے اور اُن کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ حائل کر دیا۔

(قرآن اللہ پاک سے ہم کلامی کا ذریعہ بھی تو ہے):

اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا ﴿۰﴾ (بنی اسرائیل:۷۸)

بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے رُو برُو۔

زادن اندر عالمے دیگر خوش است تا شبابِ دیگرے آید بدست!

[ص ۶۲۶]

دوسری زندگی ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے ہر طرح ایک زبردست انعام ہے۔

مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۰﴾ (البقرہ:۶۲)

جو سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں اُن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انھیں کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

اِس شعر کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ:

ع اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

[بانگِ درا، ص ۲۵۹]

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا وَ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ (الملک:۱۵)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کردی تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔

اللہ پاک نے زمین میں بہت سے راستے اور اسباب پیدا کر دیے ہیں تا کہ انسان دنیوی ترقی بھی کرے۔

ع حق و رائے مرگ و عینِ زندگی است

[ص ۶۲۶]

اصل زندگی مرنے کے بعد ہی ہے۔ دوسری زندگی میں ایمان اور عملِ صالح والوں کے لیے جو اجر ہے اس کا اندازہ مرنے سے پہلے نہیں ہوسکتا۔ سورۃ الرحمٰن میں ان نعمتوں کا ذکر ہے۔

وَهُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ بِالَّیۡلِ وَیَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُمۡ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبۡعَثُکُمۡ فِیۡهِ لِیُقۡضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ (الانعام:۶۰)

اور وہی ہے جو رات کو تمھاری روحیں قبض کرتا ہے (نیند سے) اور جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کماؤ، پھر دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو۔

وقت؟ شیرینی بہ زہر آمیختہ رحمتِ عامے بہ قہر آمیختہ

[ص ۶۲۷]

وقت ایک مشکل پسند زندگی کی دعوت دیتا ہے:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ (البلد:۴)

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

امام شافعی کا مقولہ ہے:

الوقت سیفٌ ــــــ وقت ایک تلوار ہے۔

کافری مرگ است اے روشن نہاد کے سزد بامردہ غازی را جہاد

مردِ مومن زندہ و با خود بجنگ بر خود افتد ہمچو بر آہو پلنگ

[ص ۶۲۷]

مردِ مومن آسانیوں کو اختیار نہیں کرتا بلکہ صرف مشکلات کو دعوت دیتا ہے۔

کافرِ بیدار دل پیشِ صنم	بہ ز دیندارے کہ خفت اندر حرم!

[ص ۶۲۷]

اگر مسلمان اپنے اللہ کے آگے جا کر بھی اللہ سے غافل رہے تو اس کا مسلمان ہونا کس کام کا ہے؟ نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت اسی لیے مسلمان پڑھتا ہے۔

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۝ (الانعام:۷۹) بے شک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اُسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

ع	چشمِ کور است ایں کہ بیند ناصواب

[ص ۶۲۸]

قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوۡنَ۝ (الانعام:۵۰) آپؐ فرما دیں، کیا برابر ہو جائیں گے اندھے (کافر) اور انکھیارے (مومن)؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

صحبتِ گِل دانہ را سازد درخت	آدمی از صحبتِ گِل تیرہ بخت!
دانہ از گِل می پذیرد پیچ و تاب!	تا کند صیدِ شعاعِ آفتاب!

[ص ۶۲۸]

مٹی کی صحبت سے دانہ درخت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بھی سبق نہیں لیتا یہ دنیا، انسان کے لیے آخرت کی کھیتی ہے۔

وَلَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ۝ (البقرہ:۳۶) اور تمھیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے (ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا ہے)۔

جاں بہ تن ما را ز جذبِ این و آں	جذبِ تو پیدا و جذبِ ما نہاں!

[ص ۶۲۸]

پھول بھی ایک جذبہ اور جوش اپنے اندر رکھتا ہے، لیکن افسوس ہے اُس انسان پر جو عمل کا جذبہ ہی نہ رکھتا ہو۔

لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙ٥ نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اُس نے کوشش کی۔ (النجم:۳۹)

شانِ اُو جبریلی و نامش سروش می برد از ہوش و می آرد بہوش

[ص۶۲۹]

سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات میں ارشاد ہے:

اَلرَّحۡمٰنُۙ٥ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ٥ؕ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَۙ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ٥ رحمٰن نے اپنے محبوبؐ کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا۔ ماکان و ما یکون کا بیان انھیںؐ سکھایا۔ (الرحمٰن:۱۔۴)

یہ بیان اور گویائی اگر رحمٰن کی طرف متوجہ کر دے تو انسانیت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ اقبال نے اسی چیز کو سروش کہا ہے۔

چوں سُرمہٗ رازی را از دیدہ فرو شستم تقدیرِ امم دیدم پنہاں بہ کتاب اندر!

[ص۶۳۰]

منطقیانہ اور متکلمانہ انداز سے سوچنے کے بجائے اگر عشق اور وجدان سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس عشق کی وجہ سے اُمتوں کی تقدیر بن سکتی ہے۔ یہ عشق سوچنا نہیں سکھاتا بلکہ عمل کے لیے مشکلات کا مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ موسٰی علیہ السلام کی سخت کوشی اور مشکل پسندی سے سبق لینا چاہیے:

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا٥ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔ (الکھف:۶۰)

اسی بات کو بعد کے شعر میں کہا ہے:

برکشت و خیاباں پیچ، برکوہ و بیاباں پیچ
برقے کہ بخود پیچد میرد بہ سحاب اندر

[ص۶۳۰]

رومی آں عشق و محبت را دلیل ‏ ‏ تشنہ کاماں را کلامش سلسبیل

گفت آں شعرے کہ آتش اندرو ست ‏ ‏ اصلِ اُو از گرمیِ اللہ ھُو ست!

[ص۶۳۱]

شعر ہو یا گویائی (بیان) ہو اللہ کے رشتے ہی سے تاثیر اور سرگرمی پیدا کرتا ہے۔ گویائی (بیان) اللہ کی طرف سے جوشِ عمل کا پیام ہوتا ہے۔ صفحہ ۶۲۹ میں سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیتیں دیکھیں۔

خوں ازو اندر بدن سیّار تر ‏ ‏ قلب از روح الامیں بیدار تر

[ص۶۳۱]

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ؕ	اور بے شک یہ قرآن، رب العٰلمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامیں لے کر اترا تمھارے دل پر کہ تم ڈرسناؤ۔

(الشعراء: ۱۹۲۔۱۹۴)

اسی طرح جو کلام منشائے الٰہی کے مطابق ہو وہ بھی:

ع ‏ از دلِ خیزد بر دلِ ریزد

اے بسا شاعر کہ از سحرِ ہنر ‏ ‏ رہزنِ قلب است و ابلیسِ نظر!

شاعرِ ہندی! خدایش یار باد ‏ ‏ جانِ اُو بے لذتِ گفتار باد

عشق را خنیاگری آموختہ ‏ ‏ با خلیلاں آزری آموختہ

[ص۶۳۲]

اسی قسم کے شعرا کے متعلق سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے:

وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ؕ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۝ؕ وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ؕ	اور (ایسے) شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔

(الشعراء: ۲۲۴۔۲۲۶)

شعر را مقصود اگر آدم گری است ‏ ‏ شاعری ہم وارثِ پیغمبری است

[ص۶۳۲]

شعر اور گویائی سے اگر انسان میں عمل اور حق پسندی پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک طرح سے پیغمبری کی تقلید ہے جو انسان کو غیر اللہ سے ہٹا کر اللہ کی طرف لاتی ہے۔ ایسے شعراء کو حدیث میں الشعراء تلامیذ الرحمن کہا گیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ (ابراهيم:۲۴۔۲۵)	کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے کیسی مثال فرمائی پاکیزہ بات کی، جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

علّامہ پیغمبری کے فضائل بیان کرتے ہیں:

پاک سازد استخوان و ریشہ را　　　بالِ جبریلے دہد اندیشہ را
ہاے و ہوے اندرون کائنات　　　از لبِ اُو نجم و نور و نازعات
[ص۶۳۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورۂ آلِ عمران میں بیان کی گئی ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران:۱۶۴)	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہے مسلمانوں پر کہ اُن پر اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

سورۃ البقرہ: (آیت ۱۵۱) میں بھی قریب قریب انھیں الفاظ میں یہ تمام خصوصیات مذکور ہیں۔ یہی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے فضائل تھے جن سے فکر و اندیشہ اور علم و عمل کو پرواز اور ولولہ حاصل ہوا اور اُن کی زبانِ مبارک سے سورۃ النجم، سورۃ النور اور سورۃ النازعات وغیرہ تلاوت ہوئیں جن میں کائنات کے رموز بیان ہوئے ہیں۔

شوق راہِ خویش داند بے دلیل　　　شوقِ پروازے ببالِ جبرئیل!
[ص۶۳۳]

عشق کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ ''جادۂ صد سالہ'' کو بھی چشم زدن میں طے کر لیتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اس شوق کا منتہا ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا (بنی اسرائیل:۱) پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی شوق کے سفر کی تفصیل میں ہیں۔

از خود اندیش و ازیں بادیہ ترساں مگذر
کہ تو ہستی و وجودِ دو جہاں چیزے نیست
[ص۶۳۴]

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ۝ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۝ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱) اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمھیں سُوجھتا نہیں؟

خود اندیشی اور خود شناسی ہی سے نیابتِ الٰہی کے منصب کا احساس ہو سکتا ہے پھر اسی منصب کے مطابق عمل بھی ہونا چاہیے۔

ع حسنِ کردار و خیالاتِ خوشاں چیزے ہست
[ص۶۳۵]

ع عشق بدوش می کشد ایں ہمہ کوہسار را!
[ص۶۳۶]

عشق صرف مشکل پسندی سکھاتا ہے جو انسان کی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔

ص ۶۲۷ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ آ چکی ہے وہ دیکھیں۔

زندہ حق از جلوۂ سینائے تُست مرگِ من اندر یدِ بیضائے تُست!
[ص۶۳۷]

صفحہ ٦٣٧ کی تمام باتیں شیطان کہہ رہا ہے زرتشت سے۔ سورۃ التین: آیت ۲ میں طورِ سینا کا ذکر ہے اور سورۃ الاعراف: آیت ۱۰۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ۠ (الاعراف:۱۰۸)	اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔

ع اَرّہ و کِرم و صلیب انعامِ اوست!

[ص۴۹]

اَرّہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو ایک درخت میں چھپ گئے تھے۔ کافروں نے ان کو درخت سمیت آرہ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔

کِرم (کیڑا) سے اشارہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ہے جن کے جسمِ اطہر میں کیڑے پڑ گئے تھے اور آپ صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دعا کی:

اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىۡ مَسَّنِىَ الشَّيۡطٰنُ بِنُصۡبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (ص:۴۱۔۴۲)	جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا دی (ہم نے فرمایا) زمین پر اپنا پاؤں مار۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو (اس میں نہانے سے ان کو شفا ہوگئی)۔

صلیب سے اشارہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جن کو یہودیوں نے بزعمِ خود، سُولی پر چڑھا دیا تھا، لیکن سورۃ النساء میں وضاحت فرما دی ہے:

وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ ؕ (النساء:۱۵۷)	اور ہے یہ کہ انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اُسے سُولی دی بلکہ ان کو اشتباہ ہوگیا۔ (اُن کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا)۔

ع جز دعا با نوح تدبیرے نداشت

[ص٦٣٧]

نوح علیہ السلام نے خدا کی طرف بہت بلایا لیکن لوگوں نے پروا نہیں کی۔ سورۂ نوح میں

تفصیل ہے۔آخر آپ نے اللہ سے عرض کیا:

وَ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ۝ اور نوحؑ نے عرض کیا، اے میرے رب، زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔(اس کے بعد طوفان آیا)۔ (نوح:۲۶)

ع شہر را بگذار و در غارے نشیں

[ص ۶۳۷]

اصحابِ کہف نے یہی کیا تھا۔ظالم بادشاہ سے تنگ آ کر شہر چھوڑ دیا تھا۔

اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ...... جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ (الکھف:۱۰)

ع در کہستاں چوں کلیم آوارہ شو

[ص ۶۳۷]

موسٰی علیہ السلام مدین کی طرف چلے گئے جو فرعون کے قلمرو سے آٹھ روز کی مسافت پر تھا۔ سورۃ القصص آیات ۲۱۔۲۹ میں اس سفر کی تفصیل ہے اور شعیب علیہ السلام کے یہاں رہنے کا واقعہ بھی ہے۔اسی سفر میں وہ کہستان کا علاقہ ہوگا۔

وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلۡقَآءَ مَدۡیَنَ (القصص:۲۲) اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوا۔

مردِ حق بیں جز بحق خود را ندید لا الٰہ می گفت و در خوں می تپید!

عشق را در خوں تپیدن آبروست ارّہ و چوب ورسن عیدین اوست!

[ص ۶۳۸]

پہلے مصرعے کو حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) کے قول کی روشنی میں دیکھیے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ منصور حلاّج نے غلبۂ حال میں خود کو نہیں دیکھا اور کہہ دیا کہ انا الحق۔ اگر وہ غلبۂ حال میں نہ ہوتا تو اس کا ایسا کہنا کُفر قرار دیا جاتا۔ چنانچہ ''معنی انا الحق آنست کہ حق است، نہ من''۔[۵]

مردِ حق بیں صرف خدا کو دیکھتا ہے غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور مشکلات کا مقابلہ کرنا اپنی عزت کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔صفحہ ۶۳۰ میں سورۃ الکھف کی آیت دیکھیں۔ارہ و چوب ورسن کی تلمیح

صفحہ ۶۳۷ میں آ چکی ہے۔

چیست خلوت؟ درد و سوز و آرزوست — انجمن دید است و خلوت جستجوست
چیست آں؟ بگذشتن از دیر و کنشت — چیست ایں؟ تنہا نہ رفتن در بہشت!

[ص ۶۳۸-۶۳۹]

فرد اور جماعت کی ''خودی'' اور ''بے خودی'' جو اقبال کا خاص پیام ہے ان شعروں میں مذکور ہے۔

سورۃ العصر میں ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر: ۱۔۳)

(زمانے کی تاریخ کو گواہ کر کے ارشاد فرمایا ہے) انسان بے شک گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(یعنی ایمان اور عمل صالح ہر فرد کے لیے ہے اور جماعت کے لیے صبر کی تاکید ہو تو پھر انسان اور اس کی جماعت خسارے میں نہیں ہو سکتی)۔

طالسطائے افرنگین سے کہتا ہے کہ تُو (افرنگ) نے دینِ مسیحؑ کی روح کو مسخ کر دیا اور اپنے ہُنر کے ذریعے دوسروں پر چنگیزی کی ہے۔

حکمتے کو عقدۂ اشیا کشاد — با تو غیر از فکرِ چنگیزی نہ داد

[ص ۶۴۱]

یعنی علم اشیا میں ترقی کر کے دوسروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے۔ اسی لیے وہ آخر میں کہتا ہے:

مرگِ تو اہلِ جہاں را زندگی است — باش! تا بینی کہ انجامِ تو چیست!

[ص ۶۴۱]

سورۃ الحج میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جو کہنے کو تو دین پر ہیں لیکن دین سے الگ رہ کر اپنا عمل پیش کرتے ہیں:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ

اور کچھ لوگ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر رہ کر کرتے ہیں۔ پھر اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچ

فِتۡنَۃُ ۨ انۡقَلَبَ عَلٰی وَجۡہِہٖ ۚ۟ خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِیۡنُ ۝ (الحج:۱۱)

گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آپڑی تو منہ کے بل پلٹ گئے۔ دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے، صریح نقصان۔

ابوجہل کہہ رہا ہے:

سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ!

[ص ۶۴۲]

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا ۝

اور آپؐ فرما دیں کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

(بنی اسرائیل:۸۱)

صرصرے دہ با ہوائے بادیہ اَنَّھُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَہ

[ص ۶۴۴]

قومِ عاد کو بادِ صرصر کے ذریعے ہلاک کرنے کا واقعہ سورۃ الحاقہ میں آیا ہے کہ وہ قوم ہلاک کی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کھجوروں کے تنے گرے ہوئے ہیں۔ یہاں ابوجہل اپنے بتوں سے کہہ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کو ختم کردو۔ اسی طرح جیسا کہ سورۃ الحاقّہ کی آیت میں ارشاد ہے:

کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۝ۚ (الحاقّہ:۷) گویا وہ کھجور کے ٹنڈ ہیں گرے ہوئے۔

لیکن ابوجہل اوراس کے ساتھیوں کی گمراہی اور خسران بالکل یقینی ہے۔

یَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنۡفَعُہٗ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ ۝ۚ (الحج:۱۲)

وہ لوگ اللہ کے علاوہ ایسے کو پوجتے ہیں جو اُن کا برا بھلا کچھ نہ کرے یہی ہے دُور کی گمراہی۔

سیّد السادات مولانا جمال زندہ از گفتارِ اُو سنگ و سفال
ترک سالار آں حلیمِ دردمند فکرِ اُو مثلِ مقامِ اُو بلند

[ص ۶۴۸]

ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (آل عمران:۱۱۴)

وہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

قرأتِ آں پیر مردے سخت کوش　　سورۂ والنجم وآں دشتِ خموش!

قرأتے کز وے خلیل آید بہ وجد　　روحِ پاکِ جبرئیل آید بہ وجد!

[ص ۶۴۸-۶۴۹]

جمال الدین افغانی ایسا قرآن پڑھتے تھے، کہ روح میں وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الانفال:۲)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اُس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

ع　بے حجاب امّ الکتاب از قرأتش!

[ص ۶۴۹]

سورۂ آل عمران: آیت ۷۔ سورۃ الرعد: آیت ۳۹۔ سورۃ الزخرف: آیت ۴ میں اُم الکتاب (قرآن) کی شان مذکور ہے۔

ترک وایران وعرب مستِ فرنگ　　ہر کسے را در گلو شستِ فرنگ

[ص ۶۵۰]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ (المجادلہ:۱۹)

ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ وہ شیطان کی جماعت ہے۔

آں کفِ خاکے کہ نامیدی وطن　　ایں کہ گوئی مصر و ایران و یمن

با وطن اہلِ وطن را نسبتے است　　زانکہ از خاکش طلوعِ ملّتے است

اندریں نسبت اگر داری نظر　　نکتۂ بینی ز مو باریک تر
گرچہ از مشرق بر آید آفتاب　　با تجلی ہائے شوخ و بے حجاب
درتب وتاب است ازسوزِ دروں　　تاز قیدِ شرق وغرب آید بروں
[ص ۶۵۱]

مسلمانوں میں وطن اورنسل کوئی چیزنہیں ہے، یہ محض تعارف کا ذریعہ ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیےتقویٰ معیار ہے۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات:۱۳)　　بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جوتم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

ایمان کی تب وتاب اصل عزت اور پرہیز گاری ہے۔

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)　　اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کوعزت دی (یعنی اولادِ مشرق واولادِ مغرب کونہیں)

یہ اولادِ آدم ہی خلٰئف الارض ہے(الانعام:۱۶۵)۔

اشتراکیت نے ”مساواتِ شکم“ کی تعلیم دی ہےاورملوکیت نے ”مرگِ باطن“ پرزوردیا ہے۔

زندگانی سوختن با ساختن　　در گلے تخمِ دلے انداختن
[ص ۶۵۳]

دل ہوگا تو مشکل پسندی اورسخت کوشی ہی زندگانی کا مقصود ہوگا۔

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ ○ (الحج:۳۲)　　اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔

مولانا سلیمان ندوی نےتقویٰ کی حقیقت یوں بیان کی ہے:

وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اوراس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے .... تقویٰ کا اصلی تعلق دل سے ہےاوروہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اورثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امورِ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہےاورشعائرِ الٰہی کی تعظیم سے ان کومعمور کرتا ہے۔

سعید حلیم پاشا کی زبانی یہ شعر آتا ہے:

عشق چوں با زیرکی ہمبر شود　　نقشبندِ عالمِ دیگر شود

[ص ۶۵۳]

اَفَلا تُبۡصِرُوۡنَ ○　(الذاریٰت:۲۱)　کیا تمھیں سُوجھتا نہیں

اسی زیرکی کو بیدار کرنے کے لیے ہے۔

بندۂ مومن ز آیاتِ خداست　　ہر جہاں اندر برِ او چو قباست

چوں کہن گردد جہانے در برش　　می دہد قرآں جہانے دیگرش

[ص ۶۵۴]

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَ يُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا ۙ○　(بنی اسرائیل:۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو عملِ صالح پیش کریں کہ اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

عالمے در سینۂ ما گم ہنوز　　عالمے در انتظارِ قُم ہنوز

[ص ۶۵۵]

قرآن ہر وقت بیداری سکھاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ○ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۖ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۖ○　(المدثر:۱۔۳)

اے بالا پوش اوڑھنے والے! کھڑے ہو جاؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔

باطنِ اُو از تغیّر بے غمے　　ظاہرِ اُو انقلابِ ہر دمے

[ص ۶۵۵]

قرآن سے جو دنیا بنتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ　(آل عمران:۷)

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری جس کی بعض آیتیں محکم یعنی واضح معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں (ہر تغیّر سے پاک ہیں)۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مکتوبات (دفتر اوّل۔ مکتوب ۲۷۶) میں اس موضوع پر بحث کی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ پاک نے قرآن مجید کو دو قسم پر نازل فرمایا ہے:

ایک محکمات —— دوسرے متشابہات

قسمِ اوّل علمِ شرائع اور احکام کا منشا اور مبدا ہے اور قسمِ ثانی حقائق و اسرار کے علم کا مخزن ہے اور چہرہ اور قدم اور ساق اور انگلیاں، پورے جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں یہ سب متشابہات میں سے ہیں اور اسی طرح حروفِ مقطعات جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، وہ بھی متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل علمائے راسخین کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔ یہ فقیر قرآن مجید کی نسبت کیا لکھے؟ اس کا ایک ایک حرفِ مقطعات مثلِ دریائے مواج کے ہے اور علم محکمات علمِ متشابہات کی نسبت مثل پوست کے ہے۔ جو شخص علمِ محکمات سے واقف ہے اور وہ علمِ متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے وہ ایسا جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی خبر نہیں اور ایسا گمراہ ہے کہ جس کو اپنی گمراہی کا ہوش نہیں۔

—— (ترجمہ ملخص)[ے]

جمال الدین افغانی کی طرف سے جو ''محکماتِ عالمِ قرآنی'' بیان کیے ہیں وہ چار ہیں:

۱۔ خلافتِ آدم

۲۔ حکومتِ الٰہی

۳۔ ارض، مِلکِ خداست

۴۔ حکمت، خیرِ کثیر است

۱۔ خلافتِ آدم کے تحت فرماتے ہیں:

ابنِ آدم سرّے از اسرارِ عشق — در دو عالم ہر کجا آثارِ عشق

در مدارش نے شمال و نے جنوب — کوکبِ بے شرق و غرب و بے غروب

[ص ٦٥٦]

انسان کے لیے یہ دنیا پیدا کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ — وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ

جَمِیۡعًا ؕ	زمین میں ہے سب کا سب۔(اسی لیے اس
(البقرہ:۲۹)	زمین کو برتنا ہوگا)۔
وَ لِلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ٭ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا	اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔تو تم
فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ○	جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت
(البقرہ:۱۱۵)	تمھاری طرف متوجہ ہے) بے شک اللہ
	وسعت والا علم والا ہے (ہر سمت میں رہنے
	والے انسان کے لیے اللہ کی رحمت عام ہے)۔

نیابتِ الٰہی اور خلافتِ خداوندی آدم علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ یہ بہت بڑا انعام ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرشتوں سے اللہ پاک کا فرمان مذکور ہے:

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ	بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے
(البقرہ:۳۱)	والا ہوں۔

حرف اِنّی جاعِلٌ تقدیرِ اُو　　　از زمیں تا آسماں تفسیرِ اُو

[ص۶۵۶]

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی	اور تمھارے لیے مسخّر کیے جو کچھ آسمانوں
الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ	اور جو کچھ زمین میں ہیں سب کے سب۔
لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ○	بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے
(الجاثیہ:۱۳)	والوں کے لیے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح ارشاد ہے۔

خلافتِ آدم کے ذیل میں علامہ اقبال نے اپنی تمام تعلیمات کا نچوڑ پیش کر دیا ہے جن کا اعادہ ضروری معلوم نہیں ہوتا۔

چشمِ موسیٰؑ خواست دیدارِ وجود　　　ایں ہمہ از لذّتِ تحقیق بُود

لَن ترانی نکتہ ہا دارد دقیق　　　اندکے گم شو دریں بحرِ عمیق

[ص۶۵۸]

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ قَالَ لَنۡ	موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے

تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ ○ (الاعراف:۱۴۳)
پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجیے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو۔

مندرجہ بالا اشعار سے پہلے یہ شعر ہے:

صاحبِ تحقیق را جلوت عزیز صاحبِ تخلیق را خلوت عزیز
[ص۶۵۸]

صاحبِ تحقیق علم چاہتا ہے اور صاحبِ تخلیق عشق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے موسیٰ ؑ مقامِ محبّیت میں تھے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محبوبیت میں تھے۔[۸]

۲- ''محکماتِ عالمِ قرآنی'' کا دوسرا جز حکومتِ الٰہی ہے۔

بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام نے غلام اُورا نہ اُوکس را غلام
[ص۶۵۹]

وہ صرف اللہ کا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ ○ اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہ پکڑو۔
(القصص:۸۸)

رسم و راہ و دین و آئینش زحق زشت وخوب وتلخ ونوشینش زحق
عقلِ خود بیں غافل از بہبودِ غیر سودِ خود بیند، نہ بیند سودِ غیر
[ص۶۵۹]

بندۂ حق صرف اللہ اور قرآن سے تعلق رکھتا ہے اور ہر شخص کا بھلا چاہتا ہے لیکن عقلِ خود بیں (مثلاً فرنگ) دوسروں کا گلا گھونٹ کر اپنا فائدہ دیکھتی ہے۔ مدینہ والوں کے ایثار کے متعلق سورۃ الحشر میں ہے:

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِی
اور جنھوں نے پہلے اس شہر (مدینہ طیبہ) اور ایمان میں گھر بنا لیا، وہ دوست رکھتے ہیں

صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْ تُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَو كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر:۹)	انھیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز سے جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انھیں شدید محتاجی ہو اور اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

یعنی جو اپنے نفس کے لالچ میں گرفتار ہوا وہ ضرور خسارے میں ہے۔ اسی کیفیت کو مندرجہ بالا شعر میں عقلِ خود بیں کہا گیا ہے۔

۳۔ محکماتِ عالمِ قرآنی کا تیسرا جُز ''ارض، ملکِ خداست'' ہے، زمین پر سب کا حق ہے۔ دوسروں کا خون چوس کر عیش کرنا ایک انسان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے۔

باطن الارض لله ظاہر است ہر کہ ایں ظاہر نہ بیند کافر است
[ص۶۶۱]

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ (الاعراف:۱۲۸)	بے شک زمین اللہ کی ہے جس کو چاہے، مالک بنادے اپنے بندوں میں سے۔

از طریقِ آزری بیگانہ باش! بر مرادِ خود جہانِ نو تراش!
[ص۶۶۱]

آزر کی طرح بُت پرست نہ بن جاؤ اور زمین سے محبت نہ کرو بلکہ ہر وقت ایک نئی دنیا اور نئے نئے کام (لوگوں کے فائدے کے لیے) بناؤ۔

سورۃ الانعام میں آزر کا ذکر ملتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ (الانعام:۷۴)	اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو معبود قرار دیتے ہو؟

صفحہ ۶۵۶ میں انسانی صلاحیتوں سے متعلق سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، آ چکی ہے۔

۴۔ ''محکماتِ عالمِ قرآنی'' کا چوتھا جز یعنی ''حکمت خیر کثیر است'' ہے:

گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر — ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ (البقرہ:۲۶۹)

دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں اور جس کو دین کا فہم مل جائے اسے بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

چشمِ اُو بر وارداتِ کائنات — تا بہ بیند محکماتِ کائنات

[ص۶۶۲]

علم اور علم والے کی آنکھ کائنات کی واردات اور محکمات دیکھتی ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (آل عمران:۱۹۰۔۱۹۱)

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل موجود ہیں اہلِ عقل کے لیے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اے پروردگار! آپ نے اس مخلوق کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں — علم با عشق است از لاہوتیاں

[ص۶۶۳]

وہ علم بے کار ہے جس پر عمل نہ ہو، لیکن اگر عمل بھی ہو تو بہت بڑا انعام ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (المجادلہ:۱۱)

اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور اُن کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمھارے عمل کی خبر ہے (ایمان کے لیے علم اور عمل دونوں کی ضرورت ہے)۔

رفت سوزِ سینۂ تاتار و کُرد یا مسلماں مُرد یا قرآں بمُرد!
[ص۶۶۳]

تا تاریوں اور کُردوں نے اسلام کی خاطر کتنی قربانیاں دی ہیں لیکن اب عمل نہ ہونے سے مسلمان مسلمان نہیں رہا اور قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

سورۃ الفرقان میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا○
اور رسولؐ نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔ (الفرقان:۳۰)

دینِ حق از کافری رسوا تر است زانکہ مُلّا مومنِ کافر گر است!
[ص۶۶۴]

غلط قسم کے مُلّاؤں نے دین کو بدنام کیا ہے اور:

ع دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد
[ص۶۶۴]

سورۃ البقرہ میں سرکش لوگوں کے متعلق ارشاد ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰیص فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا۔ (البقرہ:۱۶)

مردِ حق کے لیے فرمایا کہ:

تو کلیمی چند باشی سرنگوں! دستِ خویش از آستیں آور بروں!
[ص۶۶۵]

سورۃ النمل میں موسٰی علیہ السلام سے خطاب ہے:

وَاَدْخِلْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ قف
اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال۔ نکلے گا سفید چمکتا بے عیب۔

(النمل:۱۲)

اسی طرح مردِ حق کو بے خوف ہو کر اللہ کے احکام بجالانا چاہییں۔

مردِ حق از کس نگیرد رنگ و بُو مردِ حق از حق پذیرد رنگ و بُو
[ص۶۶۵]

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۝ (البقرہ:۱۳۸)	ہم نے قبول کیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی (اللہ) کی عبادت کرتے ہیں۔

عیسائی لوگ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اُسے اُس پانی میں غوطہ دیتے اور کہتے کہ یہ اب سچا عیسائی ہو گیا ہے۔ اللہ پاک نے یہاں اس کا ردّ فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کا رنگ سچا ہے۔

مردِ حق کی شان یہ ہوتی ہے کہ:

ہر زماں اندر تپش جانے دگر — ہر زماں او را چو حق شانے دگر
راز ہا با مردِ مومن باز گوے — شرح رمزِ کُلَّ یومٍ باز گوے
[ص ۶۶۵]

یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ۝ۚ (الرحمٰن:۲۹)	اُس سے سب آسمانوں اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا ہے (یعنی ہر وقت اُس کا الگ کام اور ہر روز اُس کی نئی شان ہے)۔

اللہ کے نائب کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

''ملّتِ رُوسیہ'' سے خطاب ہے:

کہنہ شد افرنگ را آئین ودیں! — سوئے آں دیرِ کہن دیگر مبیں
کردۂ کارِ خداونداں تمام — بگذر از لَا جانب اِلَّا خرام
[ص ۶۶۷]

افرنگ کے بے عمل دین کو چھوڑ کر روس نے اس سے نفرت یہاں تک بڑھا لی کہ اُس دین کے خدا سے بھی انکار کر دیا۔ ''خداونداں'' کا انکار تو صحیح ہے لیکن اللہ کا انکار سب سے بڑا جرم ہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝ۖۚ (الانفال:۵۵)	بے شک سب جانوروں میں بدتر (اللہ کے نزدیک) وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے۔

اسی ملّتِ روسیہ سے پھر خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

داستانِ کہنہ شستی باب باب فکر را روشن کُن از اُمّ الکتاب
با سیہ فاماں یدِ بیضا کہ داد؟ مژدۂ لا قیصر و کسریٰ کہ داد؟

[ص ۶۶۷]

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ط (ابراھیم:۵) اور انھیں اللہ کے دن (یعنی تاریخ) یاد دلا۔

کہا جاتا ہے کہ موسٰی علیہ السلام کا رنگ سفید نہیں تھا۔ اسی لیے ''سیہ فاماں'' کہا ہے۔ یدِ بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۶۶۵ میں (سورۃ النمل:۱۲) میں ہے۔ ''لا قیصر و کسریٰ'' کا مژدہ قرآن نے ہی دیا تھا:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ط وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ط لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم:۲۔۶)

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔ حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔ وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

عرب کے مشرکین فارس کے مجوسیوں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن رومی چونکہ اہلِ کتاب تھے اس لیے ان کو مسلمان پسند کرتے تھے۔ بہرحال مسلمانوں کی پسند کو اللہ نے پسند کیا اور اہلِ فارس کو شکست ہوئی اور اس شکست کی خبر قرآن ہی نے دی تھی۔

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر فکر را کامل ندیدم جز بذکر
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب کارِ جان است ایں نہ کارِ کام و لب

[ص ۶۶۸]

قرآن فکر بھی سکھلاتا ہے:

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذاریٰت:۲۱) کیا تمھیں سوجھتا نہیں۔

قرآن ذکر بھی سکھلاتا ہے:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ پس پکارو اللہ کو نرے اس کے بندے ہو

الْکٰفِرُوْنَO (المومن:۱۴) کر۔ گو کہ کافروں کو ناگوار ہو۔

ذوق وشوق کو ادب سکھانا یہی ہے کہ اس کو خالص اللہ کے لیے پیدا کیا جائے، تاکہ غیر اللہ کو زک پہنچے اور اس کے لیے ''کارِ جاں'' اور سخت کوشی کی ضرورت ہے۔ موسیٰؑ کی سخت کوشی کا ذکر صفحہ ۶۳۰ (سورۃ الکہف: آیت ۶۰) میں آچکا ہے۔

چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ — دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ!
ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو — لَنْ تَنَالُو الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

[ص ۶۶۸]

خواجہ (سرمایہ دار) کی موت کا سبق قرآن میں ملتا ہے:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۵ قُلِ الْعَفْوَ ط (البقرہ:۲۱۹)
اور آپؐ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو آپؐ فرمادیں کہ جو تمھاری خالص ضرورت سے زیادہ ہو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌO (آل عمران:۹۲)
تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ کو معلوم ہے۔

از ربا آخر چہ می زاید؟ فتن! — کس نداند لذتِ قرضِ حسن!

[ص ۶۶۸]

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَO ج (آل عمران:۳۰)
اے ایمان والو! مت کھاؤ سود دُونے پر دُونا اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

سود سے بچنے میں فلاح ہے، ورنہ فساد ہی فساد ہے۔ اور اگر اللہ کو قرض دیا جائے یعنی اس کی راہ میں خرچ کیا جائے تو یہ فائدہ ہے، سورۃ التغابن میں ارشاد ہے:

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ — اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس

لَکُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ۙ﴿۱۷﴾ کو تمھارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا اور وہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان بڑا بردبار ہے۔

(التغابن:۱۷)

رزقِ خود را از زمیں بردن رواست
ایں 'متاعِ' بندہ و مِلکِ خداست
[ص ۶۶۸]

وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ اور برسایا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے تمھارے کھانے کے لیے۔

(البقرہ:۲۲)

اس مضمون کی آیتیں بہت سی ہیں جن میں بتایا ہے کہ اللہ پاک نے پانی برسا کر زمین پر انسان کو رزق عطا کیا اس لیے اُسے زمین پر ہی اپنی روزی تلاش کرنی چاہیے۔ لیکن یاد رہے کہ متاعًا لَّکُم (النازعات: آیت ۳۳) یعنی صرف تمھارے فائدے کے لیے ہے، ورنہ حقیقت میں یہ زمین اللہ کی ہے:

اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰہِ ۟ۙ قف بے شک زمین کا مالک اللہ ہے۔

(الاعراف: آیت ۱۲۸)

بندۂ مومن امیں، حق مالک است
غیرِ حق ہر شے کہ بینی ہالک است
[ص ۶۶۸]

کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ؕ ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز اس کی ذات کے۔

(القصص:۸۸)

کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ۚ﴿ۖ﴾ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ۚ﴿﴾ جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپؐ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

(الرحمٰن:۲۶-۲۷)

رایتِ حق از ملوک آمد نگوں   قریہ ہا از دخلِ شاں خوار و زبوں
[ص۶۶۹]

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ (النمل:۳۴)

ملکہ (سباء) نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور یہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

آب و نانِ ماست از یک مائدہ   دودۂ آدم 'کَنَفْسٍ وَّاحِدَہ'

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (لقمٰن:۲۸)

تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا (اور) سب کچھ دیکھتا ہے۔

مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست ایں   زندہ و پایندہ و گویاست ایں
[ص۶۶۹]

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الحدید:۳)

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

جب اللہ ایسا ہے تو اُس کا قرآن بھی ایسا ہوگا۔ اللہ خود اپنے ایسے قرآن کی حفاظت فرماتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر:۹)

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

با مسلماں گفت جاں بر کف بنہ   ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ
[ص۶۶۹]

قرآن نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا اور ضرورت سے زیادہ مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○

سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجیے اور اس کے ذریعے ان کا زور و شور سے مقابلہ

کیجیے۔ (الفرقان:۵۲)

سورۃ البقرہ میں ضرورت سے زائد مال کے خرچ کر دینے کا حکم ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ ۵ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ	اور آپؐ سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں۔آپؐ فرما دیں کہ جو بچے اپنے خالص خرچ سے۔ (البقرہ:۲۱۹)

ترسم از روزے کہ محرومش کنند آتشِ خود بر دل دیگر زنند!
[ص ۶۷۰]

جب کوئی قوم اپنے رسولؐ اور کتاب کی پیروی نہیں کرتی تو اُن پر کوئی دوسری قوم مسلط کر دی جاتی ہے۔موجودہ بے عمل مسلمان کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ کہیں اس پر کوئی دوسری قوم مسلط نہ کر دی جائے۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَo	پھر ہم نے ان (نافرمانوں) کے بعد تمھیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں، تم کیسے کام کرتے ہو؟ (یونس:۱۴)

جاں از امید است چوں جوئے رواں ترکِ اُمید است مرگِ جاوداں
[ص ۶۷۰]

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَo	بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ (یوسف:۸۷)

امتحانِ پاک مرداں از بلاست تشنگاں را تشنہ تر کردن رواست
[ص ۶۷۱]

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ	اور ضرور ہم تمھیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ (البقرہ:۱۵۵)

در گذر مثلِ کلیم از رودِ نیل　　سوئے آتش گام زن مثلِ خلیل

[ص۶۷۱]

وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ۝ۚ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ۝ؕ (الشعراء:۶۵۔۶۶)

اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اُس کے سب ساتھیوں کو۔ پھر دوسروں کو (یعنی فرعون اور اس کی قوم کو) ڈبو دیا۔

فَجَعَلَھُمۡ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیۡرًا لَّھُمۡ (الانبیاء:۵۸)

پس (ابراہیمؑ نے) ان سب کو چورا کر دیا مگر ایک کو جو سب کا بڑا تھا۔

شعر میں موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی طرح آزمائشوں اور مشکلوں میں مبتلا ہونے کی دعوت ہے۔

در رہِ اُو مرگ وحشر وحشر و مرگ　　جز تب و تابے ندارد ساز و برگ

در فضائے صد سپہرِ نیلگوں　　غوطہ پیہم خوردہ باز آید بروں

خود حریمِ خویش و ابراہیمِ خویش　　چوں ذبیح اللہ در تسلیم خویش

پیشِ اُو نُہ آسماں نُہ خیبر است　　ضربتِ اُو از مقامِ حیدر است

[ص۶۷۵]

اللہ کے پاک بندوں کے جوش، ولولہ، سخت کوشی اور مشکل پسندی کا ذکر ان اشعار میں ہے اور ان کی تلمیحات کی وضاحت پہلے کئی مرتبہ آ چکی ہے۔ یہ سب مخصوص عبدیت کے علمبردار تھے اور اس عبدیت کا منتہیٰ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں نظر آتا ہے:

تا زُمَا زَاغَ الْبَصَر' گیرد نصیب　　بر مقامِ 'عبدہٗ' گردد رقیب

[ص۶۷۵]

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اسی مخصوص اور ممتاز مقامِ عبدیت کا ذکر ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ (بنی اسرائیل:۱)

پاکی ہے اس کی جس نے بھیجا اپنے عبد کو۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی۝ؕ (النجم:۱۰)

پھر وحی کی اپنے عبد کی طرف جو وحی کی۔

اللہ اور اُس کے محبوبؐ ہی کو اس مقامِ قرب کے راز و نیاز سے آگاہی ہوگی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰیO نگاہ جو نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔

(النجم:۱۷)

ع تاز ’ مَا زَاغَ البَصَر‘ گیرد نصیب

[ص۶۷۵]

اسی ممتاز ترین عبد کا حصہ تھا جو باعثِ تخلیقِ کائنات، باعثِ تکمیلِ دین اور سارے جہانوں کے لیے رسول بھی اور رحمت بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس عبدیت کو عینِ ذات کا قُرب حاصل ہوا:

موسیٰؑ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات تو عینِ ذات می نگری در تبسّمے!

(جمالؔی مشہدی)

وصل اگر پایانِ شوق است الحذر اے خنک آہ و فغانِ بے اثر!

[ص۶۷۶]

اگر حصولِ مقصد سے شوق ختم ہو جاتا ہے تو ایسے حصول ہی کی ضرورت نہیں۔ انسان مسلسل اور پیہم سعی و عمل کے لیے پیدا ہوا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍؕO بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

(البلد:۴)

اور اس طرح سورۃ الانشراح میں تسلی بھی دی ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاؕO (الانشراح:۶) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

اس وادی (فلکِ زہرہ) میں ’’خدایانِ کہن‘‘ موجود تھے اور اُن میں سے ہر ایک اللہ کے ’’ذکرِ جمیل‘‘ سے اعراض والا تھا۔

ہر یکے ترسندہ از ’ذکرِ جمیل‘ ہر یکے آزردہ از ضربِ خلیلؑ

[ص۶۷۸]

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌO اور جس کو رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی ہے۔

(الزخرف:۳۶)

سورۃ الصفٰت میں ابراہیم علیہ السلام کی ضرب کا ذکر ہے:

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ○	پھران (بتوں) پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور توڑنے لگے۔

(الصٰفٰت:۹۳)

شیطان (بعل) خوش ہوکر کہتا ہے کہ:

ع در دلِ آدم بجز افکار چیست؟

[ص۶۷۹]

آج کا آدم صرف سوچنا جانتا ہے، عمل نہیں جانتا۔ بہرحال عمل کرنا یا نہ کرنا سب اللہ پر روشن ہے۔

وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ	اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تم پر، جب تم لگتے ہو اس میں۔

(یونس:۶۱)

پھر وہی شیطان خوشی میں کہتا ہے:

در نگر آں حلقہ وحدت شکست   آلِ ابراہیمؑ بے ذوقِ الست!

[ص۶۷۹]

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ	اور جب تمھارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور اقرار کرایا اُن سے اُن کی جانوں پر، کیا میں نہیں ہوں تمھارا رب، بولے ہاں ہے، ہم اقرار کرتے ہیں۔

(الاعراف:۱۷۲)

لیکن آج آلِ ابراہیمؑ جو بُت شکن تھی، اللہ کی محبت سے سرشار نہیں حالانکہ اس کے متعلق سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا○	پس ہم نے دی ابراہیمؑ کے گھر میں کتاب اور حکمت اور اُن کو دی ہم نے بڑی سلطنت۔

(النساء:۵۴)

حاکمی بے نورِ جاں خام است خام | بے یدِ بیضا ملوکیت حرام
حاکمی از ضُعفِ محکوماں قوی است | بیخش از حرمانِ محروماں قوی است

[ص ۶۸۳]

سورۃ الاعراف میں بھی موسٰی علیہ السلام کے یدِ بیضا کا ذکر ہے:

وَّ نَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ۠ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا۔ (الاعراف:۱۰۸)

اللہ پاک کی ایسی نشانی حاصل ہو جائے تو صحیح حاکمی ہوگی ورنہ نہیں۔ جہاں اللہ کی نشانی نہیں ہے وہاں عدل نہیں اور وہاں جبر ہی حاکمی کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک ہر موقع پر عدل و احسان کا امر کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ۝ (النحل:۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

سرگذشتِ مصر و فرعون و کلیم | می تواں دیدن ز آثار قدیم!

[ص ۶۸۴]

مختلف ادوار میں انبیا علیہم السلام تشریف لا کر ہدایت فرماتے رہے لیکن ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی فرعون ان کو جھٹلاتا رہا۔ اللہ پاک نے بار ہا آثار قدیمہ کے مطالعے کے لیے فرمایا ہے تا کہ عبرت حاصل ہو:

قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ انۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ۝ آپ فرما دیں کہ ذرا زمین میں چلو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(الانعام:۱۱)

لیکن قومِ فرنگ جو مصر میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کراتی ہے اُس کا مقصد 'علم و حکمت' کی تلاش نہیں ہے بلکہ اُن سے انتقام اور اُن کی تباہی اُس قوم کا مقصد ہے۔ آخر مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوانے کی کیا ضرورت درپیش تھی؟ (دراصل مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے!)

جاوید نامہ میں مہدی سوڈانی کی روح کے نمودار ہونے کا ذکر ہے جو لارڈ کچنر سے خطاب کرتی ہے کہ میری خاک کا یہ انتقام تھا کہ تجھے قبر کے لیے دو گز زمین بھی نہ مل سکی۔ (مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بہت سے انگریز مارے گئے تھے، فتح سوڈان کے بعد لارڈ کچنر نے مہدی سوڈانی کی قبر کو کھدوا کر ان کی نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے اور ان کو دریائے نیل میں پھینک دیا۔ لیکن خود کچنر ۱۹۱٦ء میں روس کی سفارت پر جاتے ہوئے سمندر میں غرق ہو گیا۔

ع : مرقدے جز در یمِ شورے نداد

مہدی سوڈانی کی زبانی یہ پیام ہے:

خاکِ بطحا، خالدِ دیگر بزاے   نغمۂ توحید را دیگر سراے
اے نخیلِ دشتِ تو بالندہ تر   بر نخیزد از تو فاروقے دگر؟

[ص ٦۸۵]

اب پھر حضرت خالدؓ اور حضرت عمرؓ جیسے بزرگوں کی ضرورت ہے جن کی شان سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ   کافروں پر بہت سخت، آپس میں بہت نرم۔

(الفتح:۲۹)

سارباں یاراں بہ یثرب ما بہ نجد   آں حدی کو ناقہ را آرد بہ وجد!

[ص ٦۸٦]

اب پھر (عربی) ایمانی جوش کی ضرورت ہے تاکہ نجد اور دوسرے باہر کے اسلامی ملک نئے سرے سے ایمان تازہ کریں اور کفر کا سختی سے مقابلہ کریں۔ سورۃ التوبہ میں اسی ایمانی جوش کو بیدار کرنے کا پیام ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ   اے نبیؐ! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کرو۔ (التوبہ:۷۳)

مستی و ذوق و سرور از حکمِ جاں   جسم راغیب و حضور از حکمِ جاں!

[ص ٦۸۹]

جان (دل) ہی کی وجہ سے مستی اور جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اسی کی بدولت جسم کو حضور

(عمل) یا غیب (بے عملی) حاصل ہوتا ہے۔ جان کے بغیر جسم کی کوئی قیمت نہیں، لیکن جسم کے بغیر جان کو حضور نہیں۔

وَنَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ۙ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۝ۙ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝ۙ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۝ؕ (الشمس:۷۔۱۰)	اور جان کی (قسم) اور اس نے جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

ع تا ابوالآبا فریبِ او نخورد

[ص۶۹۳]

آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا تھا۔

فَوَسۡوَسَ اِلَيۡهِ الشَّيۡطٰنُ (طٰہٰ:۱۲۰)	تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔

ع خدمت آمد مقصدِ علم و ہُنر

[ص۶۹۴]

علم و ہنر بلکہ خود اسلام ہی بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے ہے۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (النحل:۹۷)	جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جِلائیں گے۔

گر ز یک تقدیر خوں گردد جگر خواہ از حق حکمِ تقدیرِ دگر

[ص۶۹۵]

اگر ایک کام میں کامیابی نہیں ہوتی اور خوامخواہ جگر کاوی ہوتی ہے تب بھی ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ دوسرے مقصد کی طرف بڑھنا چاہیے۔

ع کوششِ بیہودہ بہ اُز خفتگی (رومی)

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ — اور نہ سستی کرو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

(آل عمران:۱۳۹)

رنج بے گنج است، تقدیر ایں چنیں — گنج بے رنج است، تقدیر ایں چنیں

[ص٦۹٦]

اے کہ می گوئی متاعِ ما ز ماست — مردِ ناداں ایں ہمہ ملکِ خداست

ارضِ حق را ارضِ خود دانی بگو — چیست شرحِ آیۂ لا تُفْسِدُوْا

[ص٦۹۷]

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ — کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

(البقرہ:۱۰۷)

(خدا کی زمین کو تو اپنی زمین کہتا ہے اس سے بڑھ کر فساد فی الارض اور کیا ہوگا؟)۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا — اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد۔

(الاعراف:۵٦)

(صحیح چیز تو یہ ہے کہ زمین ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کے لیے دی گئی ہے)۔

وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝ — اور تمھارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔

(البقرہ:۳٦)

از امومت زرد روئے مادراں — اے خنک آزادیِ بے شوہراں

[ص٦۹۹]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءًۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝ — اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمھیں دیکھ رہا ہے۔

(النساء:۱)

زندگی را شرع و آئیں است عشق!
اصلِ تہذیب است دیں، دین است عشق!
[ص۷۰۰]

دین ہی اصل تہذیب ہے جس سے زندگی منظّم بن جاتی ہے۔ منظّم، مہذب اور متمدّن قومیں دین کی وجہ سے ہیں اور یہ دین محض اللہ کے لیے عشق اور ولولہ پیدا کرتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ (النور:۵۵)

اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور اُن کے لیے اُن کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کر لیا ہے اور وہ اُن کے خوف کو دور کرنے کے بعد امن سے بدل دے گا۔

کارِ حکمت دیدن و فرسودن است
کارِ عرفاں دیدن و افزودن است
آں بسنجد در ترازوے ہُنر
ایں بسنجد در ترازوئے نظر
آں بدست آورد آب و خاک را
ایں بدست آورد جانِ پاک را
[ص۷۰۳]

حکمت اور فلسفہ صرف سوچنا سکھاتا ہے اور عرفان و عشق کا کام عمل پر آمادہ کرنا ہے۔ اس عرفان و عشق کے لیے نظر (صحبت) اور جان کی ضرورت ہے اور یہی صحیح علم اور صحیح عقل ہے جو عمل کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَّ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر:۱۰)

آپؐ فرما دیں، اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو۔ جنھوں نے بھلائی کی اُن کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

صبر اور ہمت والوں کو اس دنیا میں بھی اجر ہے کہ اللہ کی زمین میں بڑے بڑے کاموں کے لیے بڑی وُسعت ہے۔ زمین کی وُسعت عمل والے کے لیے ہے، صرف سوچنے والوں کے لیے نہیں ہے۔

مرید ہمتِ آں رہروم کہ پا نہ گذاشت به جادۂ کہ درو کوہ دشت و دریا نیست
[ص ۷۰۵]

میں ایسے شخص کو پسند کرتا ہوں جو مشکلات سے گھبراتا نہیں بلکہ پسند کرتا ہے، کیونکہ اللہ پاک کی بشارت ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ؕ پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

(الانشراح:۵۔۶)

ز حیدرؓیم من و تو ز ما عجب نبود گر آفتاب سوے خاوراں بگردانیم
[ص ۷۰۶]

ایک روایت مشہور ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس حالت میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا۔ پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو سورج مغرب سے مشرق کی طرف لوٹا اور پھر دونوں نے نمازِ عصر ادا کی۔

ہر کہ در آفاق گردد بوتراب باز گرداند ز مغرب آفتاب
[اسرار و رموز: ص ۴۸]

مسلمان اگر مسلمان بن جائیں تو مشرق میں اب بھی ان کا آفتاب طلوع ہو سکتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ آپؐ نے خاک پھینکی تو آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (الانفال:۱۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (الفتح:۱۰)

جنتِ مُلّا مے و حور و غلام جنتِ آزادگاں سیرِ دوام
[ص ۷۰۸]

ایک نرا ملّا حور و قصور کی خاطر سعیِ عبادت کرتا ہے لیکن آزاد (احرار) لوگ مرنے کے بعد

بھی سیرِ دوام میں مصروف رہتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (البقرہ:۱۵۴)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمھیں خبر نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ ‏ لرزد از نیروے او ابلیس و مرگ

جبر دینِ مردِ صاحب ہمت است ‏ جبرِ مرداں از کمالِ قوت است

[ص۷۰۹]

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)

اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوّت تمھیں بن پڑے۔

ایمانی قوت کے ساتھ جسمانی قوت کی بھی ضرورت ہے۔اسی سے قوموں کی تقدیریں بنتی ہیں۔

از گناہِ بندۂ صاحب جنوں ‏ کائناتِ تازۂ آید بروں!

شوقِ بے حد پردہ ہا را بر درد ‏ کہنگی را از تماشا می برد!

[ص۷۱۲]

مومناں با خوے و بوے کافراں ‏ لا الٰہ گویان و از خود منکراں!

امرِ حق، گفتند نقشِ باطل است ‏ زانکہ او وابستۂ آب و گِل است

[ص۷۱۳]

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا○ (بنی اسرائیل:۸۵)

اور یہ لوگ آپؐ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپؐ فرما دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

انسانی فہم و فراست اس روح کو کیا سمجھے؟ بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور وہی لے لیتا ہے ــــــ ہم پیدا ہوئے تھے تب ہماری روح کہاں تھی اور جب مر جائیں گے تب یہ روح کہاں رہے

گی؟ یہ سب باتیں چھوٹی سی کھوپڑی والا کیا سمجھ سکتا ہے!

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود　　رحمۃ للعالمینؐ ہم بود!

[ص۷۱۴]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حال کے ہیئت داں کہتے ہیں کہ بعض ستاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے۔ اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعالمینؐ کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔[9]

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ　　اور ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔　(الانبیاء:۱۰۷)

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست　　رحمۃٌ للعالمینؐ انتہا است!

[ص۷۱۵]

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ　　پاکی بیان کرو اپنے رب کی جو سب سے بلند ہے۔ جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھا، پھر راہ بتائی۔　(الاعلیٰ:۱-۳)

خلق اور تقدیر اور ہدایت کا منتہا رحمۃ للعالمینؐ ہے۔

شاعراں بزمِ سخن آراستند　　ایں کلیماں بے یدِ بیضا ستند

[ص۷۱۶]

آج کل کے شعرا کے کلام میں بیداری، روشنی اور عمل کا پیغام کہیں نہیں ہے۔ ید بیضا کا ذکر ابھی صفحہ ۶۶۵ (سورۂ النمل: آیت ۱۲) میں آچکا ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو　　آں کہ از خاکش بروید آرزُو

یا زنُورِ مصطفیٰؐ اُو را بہاست　　یا ہنُوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است

[ص۷۱۶]

پیشِ اُو گیتی جبیں فرسودہ است　　خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است!

[ص۷۱۶]

صفحہ ۷۱۵ کا اقتباس اور اس سے پہلے کے صفحے ۶۷۵ کی بحث مقامِ عبدیت سے متعلق دیکھیں۔ صفحہ ۷۱۶ میں حلاج کی زبانی یہی بحث بالتفصیل آئی ہے۔

مدعا پیدا نگردد زیں دو بیت   تانہ بینی از مقامِ مَا رَمَیْتَ!
[ص ۷۱۷]

اس مخصوص اور سب سے ممتاز مقامِ عبدیت کو اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے جب سورۃ الانفال کی یہ آیت سمجھی جائے:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۚ   اور (اے محبوبؐ) وہ خاک جو آپؐ نے پھینکی، آپ نے نہیں پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔
(الانفال: ۱۷)

معنیِ دیدارِ آں آخر زماںؐ   حکمِ اُو بَر خویشتن کردن رواں
در جہاں زی چوں رسولؐ انس و جاں   تا چو او باشی قبولِ انس و جاں
باز خود را بیں، ہمیں دیدارِ اوست   سُنّتِ او سرّے از اسرارِ اوست
[ص ۷۱۸]

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ   آپؐ فرما دیں کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمھیں اپنا دوست رکھے گا۔
(آل عمران: ۳۱)

نقشِ حق اوّل بجاں انداختن   باز اُو را در جہاں انداختن
نقشِ جاں تا در جہاں گردد تمام   می شود دیدارِ حق دیدارِ عام!
[ص ۷۱۸]

نقشِ حق داری؟ جہاں نخچیرِ تُست   ہم عناں تقدیر با تدبیرِ تُست!
[ص ۷۱۹]

دل میں کلمۂ توحید کا نقش بٹھانا گویا غیر اللہ سے آزادی ہے اور جب یہ نقش پختہ ہو جاتا ہے تو تمام عالم ''نخچیر'' بن جاتا ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط   کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟
(الزمر: ۳۶)

جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

''نقشِ حق'' کس طرح بٹھایا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے:

یا بزورِ دلبری انداختند | یا بزورِ قاھری انداختند!

زانکہ حق در دلبری پیداتر است | دلبری از قاھری اولیٰ تر است[۱]

[ص ۷۱۹]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا کے متعلق ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹) اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ کافروں کے لیے بہت سخت ہیں لیکن آپس میں بہت نرم۔

زاہد اندر عالمِ دنیا غریب | عاشق اندر عالمِ عقبیٰ غریب

[ص ۷۲۰]

زاہد اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھتا ہے جو بالکل صحیح ہے لیکن عاشق دوسری دنیا کو بھی مسافر خانہ سمجھتا ہے اور وہاں بھی نچلا نہیں بیٹھنا چاہتا، بلکہ عمل چاہتا ہے۔ ابدی زندگی والے (مثلاً شہدا) دوسری دنیا میں بھی اپنی زندگی کا ثبوت اپنے عمل سے دینا چاہتے ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِO (الرحمٰن:۴۶) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنّتیں ہیں۔

دل میں خشیتِ الٰہی رکھنے والے صحیح معنی میں اللہ سے رشتہ رکھتے ہیں۔ اُنھی کے لیے دو جنّتیں ہیں: ایک جنت اپنے رب سے ڈرنے کا صلہ اور دوسری جنت دنیا کی محبت ترک کرنے کا صلہ۔ (دنیا کی محبت ترک کرنے والے ہی اللہ کی محبت رکھتے ہیں اور وہی صحیح معنی میں عاشق ہیں)۔

معرفت را انتہا نابودن است | زندگی اندر فنا آسودن است؟

[ص ۷۲۰]

اس سوال کا جواب یہ ہے:

سُکرِ یاراں از تہی پیمانگی است | نیستی از معرفت بیگانگی است

اے کہ جوئی در فنا مقصود را　　در نمی یابد عدم موجود را!

[ص۷۲۰]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال وعواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے لیکن ہندی اور ایرانی صوفیہ میں سے اکثر نے مسئلۂ فنا کی تفسیر فلسفۂ ویدانت اور بدھ مت کے زیرِ اثر کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہیں۔ [اقبال نامہ/۱،ص۲۰۲،۲۰۳]

دراصل معرفت کا صحیح اور بہترین ذوق رکھنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ کیا کبھی انھوں نے اپنے قول یا فعل سے معرفت کے معنی ''نابودن'' بتائے ہیں یا حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر سب سے زیادہ زور نہیں دیا ہے؟ اللہ پاک نے اپنی محبت اور معرفت رکھنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اساس قرار دیا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	آپؐ فرما دیں، اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو (پس) اللہ تم سے محبت کرے گا۔
(آل عمران:۳۱)	

خواجۂ اہلِ فراق یعنی شیطان کے متعلق کہا گیا ہے:

ما جہولٔ او عارفِ بود و نبود　　کفرِ او ایں راز را برما کشود!

از فتادن لذّتِ برخاستن　　عیشِ افزودن ز دردِ کاستن!

عاشقی در نارِ او وا سوختن　　سوختن بے نارِ اُو ناسوختن!

[ص۷۲۱]

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ	اور انسان نے (وہ امانت) اٹھالی۔ بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا نادان ہے۔
(الاحزاب:۷۲)	

انسان کے برعکس شیطان کو شیطٰنًا مریداً (سرکش شیطان۔ النساء: آیت ۱۱۷ اور الحج:

آیت ۳۳[۱۱]) کہا گیا ہے۔ اس کی سرکشی (اور اس کے نتیجے میں) درماندگی سے اس میں ''آتشِ فراق'' پیدا ہوئی جو (بقولِ اقبال) ایک لحاظ سے عشق کی علامت ہے۔

ع ہر زماں دیدن تپیدن کارِ ماست

[ص۷۲۲]

یہ عاشق کا عمل ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحے بے قرار رہتا ہے۔

ابھی سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ مذکور ہوئی۔ ''ظلوماً'' کے معنی ہی اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والے کے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۝ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔ (البلد:۴)

من 'بلیٰ' پردۂ 'لا' گفتہ ام گفتۂ من خوشتر از نا گفتہ ام!

[ص۷۲۴]

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۚ شَهِدْنَا ۚ (الاعراف:۱۷۲)

اور جب نکالی آپؐ کے رب نے آدم کی اولاد ان کی پیٹھ سے اور اقرار کروایا اُن سے اُن کی جان پر، کیا میں نہیں ہوں تمھارا رب؟ بولے، کیوں نہیں؟ ہم تو قائل ہیں۔

یہاں 'بلیٰ' اور 'لا' کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان انکار ہی کا اقرار کرتا ہے کہ یہ انکار صرف فراق کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے تھا اور یہ کہ مجھے آدم سے ہمدردی تھی کہ وہ میرے بعد مجبوری سے مختاری تک پہنچا پھر شیطان فریاد کرتا ہے کہ یہ آدم مجھ سے سرتابی نہیں کرتا اس لیے اس سے زیادہ پختہ حریف مجھے چاہیے:

ع خاکش از ذوقِ 'ابا' بیگانۂ

[ص۷۲۵]

صد ہزار افرشتۂ تندر بدست قہرِ حق را قاسم از روزِ الست!

دُرّہ پیہم می زند سیّارہ را! از مدارش پُر کند سیّارہ را!

[ص۷۲۹]

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الحجر:۱۶۔۱۷)	اور ہم نے بنائے ہیں آسمان میں بُرج اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں اور محفوظ رکھا ہم نے اُس کو ہر شیطان مردُود سے مگر جو چوری سے سُن بھاگا تو اس کے پیچھے پڑا انگارا چمکتا ہوا۔

سورۂ الصّٰفّٰت: آیات ۶۔۱۰، اور سورۃ الجن: آیت ۹ میں بھی یہ مضمون ہے۔

فلکِ زحل میں ارواحِ رذیلہ ملتی ہیں جنھوں نے ملک وملّت سے غداری کی تھی اور اس خباثت کی وجہ سے دوزخ بھی انھیں قبول نہیں کرتا۔[۱۲]

ع جعفر از بنگال و صادق از دکن

[ص ۷۳۰]

یہیں ایک سمت میں روحِ ہندوستان ہے جو اپنے حسن وخوبی کے باوجود زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور فریاد کرتی ہے کہ اس کے لوگ صرف ماضی کو دیکھتے ہیں، حال پر نظر نہیں کرتے۔

بر زمانِ رفتہ می بندد نظر   از تشِ افسردہ می سوزد جگر

[ص ۷۳۲]

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ؕ (الانعام:۱۰۵)	تم کو پہنچ چکیں سوجھ کی باتیں تمھارے رب سے۔ پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے بُرے کو۔

اللہ پاک اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے۔ کوئی نہ دیکھے تو اُس کا قصور ہے۔ ماضی کو لیے بیٹھنا اور حال کو بھول جانا بھی اندھاپن ہے۔

گفت، جاں سرّے زاسرارِ من است   حفظِ جان و ہدمِ تن کارِ من است

[ص ۷۳۴]

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِيْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ (الحجر:۲۳)	اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی ہیں وارث۔

''آں سوئے افلاک'' کی سیر شروع[۱۳] ہوتی ہے اور سرحد پر جرمن نطشہ (Nietzsche) کی

روح سے ملاقات ہوتی ہے:

درمیانِ ایں دو عالم جائے اوست	نغمۂ دیرینہ اندر نائے اوست!
[ص۷۴۰]

اگلے صفحے میں اس کے متعلق ہے:

او بہ لا در ماند و تا الاّ نرفت	از مقامِ عبدہٗ بیگانہ رفت!

کاش بودے در زمانِ احمدے	تا رسیدے بر سرورے سرمدے
[ص۷۴۱]

عیسائیت نے گوشہ نشینی اور بے عملی کی تعلیم دی تو وہاں کے مفکرین نے نہ صرف عیسائیت سے بلکہ عیسائیت کے خدا سے بھی احتراز کیا۔ طالسطائے کا ذکر اُوپر آ چکا ہے۔ اُسی کی طرح نطشہ بھی ایسے خدا کا منکر تھا۔ اُوپر کے شعر میں 'احمدے' سے مراد (جیسا کہ خود علامہ اقبال نے حاشیے میں لکھا ہے) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ہیں جنھوں نے اکبری فتنے کے خلاف (تن تنہا) سردھڑ کی بازی لگائی اور اسلام کا علم بلند کیا اور دین میں جو خرابیاں پیدا کر دی گئی تھی ان کو دُور کر کے صحیح دین پھر پیش کیا۔ ایسے ہی لوگوں کی ضرورت مغرب میں بھی تھی۔ بہر حال بغیر اللہ کو مانے ہوئے انسانی فضیلت کے لیے کوئی معیار قائم نہیں ہوسکتا۔

وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ○ (آل عمران:۸۵)	اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں رہے گا۔

رومی سمجھاتے ہیں کہ جنّت کیا ہے:

ایں کہ بینی قصر ہائے رنگ رنگ	اصلش از اعمال و نے از خشت و سنگ!
[ص۷۴۳]

یہ مضمون بہت سی آیتوں میں آتا ہے مثلاً سورۂ محمدؐ میں بھی اس مضمون کو دہرایا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ (محمد:۱۲)	بے شک اللہ داخل کرے گا اُن کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے، جنّتوں میں۔

اور جنّت میں یہ بھی ہوگا:

زندگی ایں جا ز دیدار است و بس　　ذوقِ دیدار است وگفتار است و بس

[ص۷۴۳]

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًاۚ○ (الدھر:۱۱)　　سو اللہ اُن کو اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا۔

ع　مومناں را تیغ با قرآں بس است

[ص۷۴۵]

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْؕ (الانفال:۶۰)　　اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن اور دوسرے بھی اُن کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ اُن کو جانتا ہے۔

یہ تو تیغ اور ساز و سامان کے متعلق حکم ہے اور قرآن کی فضیلت یہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ○ (یونس:۵۷)　　اے لوگو، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی بیماری کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

از تو خواہم سرِّ یزداں را کلید　　طاعت از ما جُست و شیطاں آفرید

[ص۷۴۷]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ (الذاریٰت:۵۶)　　اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ اور انسان کو مگر صرف اپنی ہی عبادت کے لیے۔

اور شیطان کو اسی لیے پیدا کیا کہ اس کی برائی کو دیکھ کر دین کی اچھائی کی تمیز ہو سکے۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ○ وَلَا　　اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا اور نہ اندھیرا

الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُۙ ○ اور اُجالا۔

(فاطر:۱۹۔۲۰)

وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ اور جس کو وہ پکارتے ہیں اُس (اللہ) کے سوا، وہی باطل ہے۔ (الحج:۶۲)

بزم با دیو است آدم را وبال رزم با دیو است آدم را جمال!
[ص ۷۴۸]

اس سے پہلے کی آیتیں یہاں کے لیے بھی کافی ہیں۔

دستِ مزدِ اُو بدستِ دیگراں ماہیِ رودش بہ شستِ دیگراں!
[ص ۷۴۹]

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا (النحل:۷۵) اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر اُس کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے

(یعنی وہ قدرت رکھتا ہے اور دوسرا قدرت نہیں رکھتا، تو کیا یہ دونوں برابر ہوں گے؟)۔

بادِ صبا اگر بہ جنیوا گذر کنی حرفے ز ما بہ مجلسِ اقوام باز گوے
دہقان وکشت وجوے وخیاباں فروختند قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند
[ص ۷۶۰]

پیامِ مشرق، ص ۱۹۳ میں بھی کہا ہے:

ع بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

جنیوا کی مجلسِ اقوام ہو یا آج کی کوئی بھی ایسی انجمن ہو، سب کا واحد مقصد کمزوروں کو ہڑپ کرنا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ:۲) اور باہم مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کام میں اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی گناہ اور زیادتی میں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِيْتًا ۝ (النساء:۸۵)

جو کسی نیک کام کے لیے سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا اور جو سفارش کرے، بُری سفارش (یعنی بُرے کام کے لیے) اُسے بھی اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے۔

جلوہ مستی؟ خویش را دریافتن! | در شباں چوں کوکبے برتافتن!
خویش را نایافتن نابودن است | یافتن، خود را بخود بخشودن است!
ہر کہ خود را دید و غیر از خود ندید | رخت از زندانِ خود بیروں کشید!

[ص ۷۵۱]

خودشناسی اور خودنگری کی ضرورت ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمھارے اندر۔ کیا تم کو سوجھ نہیں؟

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الحشر:۱۹)

اور مت ہو جاؤ اُن جیسے جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ تو اللہ نے اُن کو بھلا دیے اُن کے جی۔ یہی لوگ ہیں نافرمان۔

فاش گویم با تو اے والا مقام | باج را جز باد و کس دادن حرام!
یا 'اولی الامری' کہ 'منکم' شانِ اوست | آیۂ حق حجت و برہانِ اوست
یا جواں مردے چو صرصر تند خیز | شہر گیر و خویش باز اندر ستیز
روزِ کیں کشور کشا از قاہری | روزِ صلح از شیوہ ہائے دلبری

[ص ۷۵۲۔۷۵۳]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں سے آمر (اختیار والے) ہیں۔

(یعنی اُسی امیر کی اطاعت کا حکم ہے جو خود بھی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اور وہ ایمان والوں میں سے ہے۔ یعنی اگر وہ اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے تو پھر تم بھی اس کی اطاعت مت کرو)۔

یا تو ایسے امیر کی اطاعت کرو یا اُس کی جو دشمن (کفر و باطل) کے لیے بہت سخت ہو اور اپنوں کے لیے بہت نرم۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)	اور وہ لوگ جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں کافروں کے لیے بہت سخت اور آپس میں بہت نرم ہیں۔

(یہی لوگ سخت کوش اور مشکل پسند ہوتے ہیں اور یہی لوگ بڑی سے بڑی سلطنت (طاقت) کو آسانی سے زیر کر لیتے ہیں)۔

پھر صفحہ ۷۵۳ میں غنی کی زبانی بتایا ہے کہ کشمیر کے برہمن زادگان جو اسلام لا کر سخت کوش ہو جاتے ہیں اُن سے فرنگ بھی ڈرتا ہے، تو پھر وہ مایوس کیوں؟

ع زندگی جولاں میانِ کوہ و دشت

[ص۷۵۴]

کاروانہا را صدائے تو درا — تو ز اہلِ خطّہ نومیدی چرا؟
باش تا بینی کہ بے آوازِ صور — ملّتے بر خیزد از خاکِ قبور!

[ص۷۵۵]

یہ پاکستان کی تشکیل کی پیشین گوئی ہے۔ الٰہ آباد میں ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں علامہ اقبال نے صدارت کی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

سورۃ التوبہ سے اس مبارک موقع کے لیے یہ آیت لی جا سکتی ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ (التوبہ:۳)	اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ دونوں دستبردار

ہوتے ہیں مشرکوں سے۔

فتح مکہ کے بعد حج کے موقع پر اعلان ہوا کہ چار مہینے ان مشرکین کو مہلت دی جاتی ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت میں ہے کہ اس مدت میں خواہ لڑائی کریں خواہ وطن چھوڑ دیں یا مسلمان ہو جائیں اور یہ عجب اتفاق ہے کہ علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت ۲۹۔۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو فرمائی یعنی ۸۔۹ شعبان ۱۳۴۹ھ کو اور وہ حج کی تاریخوں سے پورے چار مہینے پہلے فرمائی تھی۔ وہ اعلان حج کے موقع پر تھا اور یہ اعلان حج سے پہلے۔

پھر رومی اور زندہ رُود (شاعر) آگے بڑھتے ہیں تو راستے میں بھرتری ہری سے ملاقات ہوتی ہے:

پادشاہے بانوائے ارجمند ہم بہ فقر اندر مقامِ او بلند!

[ص ۷۵۷]

اس سے شاعر پوچھتا ہے:

شعر را سوز از کجا آید، بگوئے از خودی یا از خدا آید بگوئے

[ص ۷۵۷]

بھرتری ہری جواب دیتا ہے:

جانِ ما را لذت اندر جستجوست شعر را سوز از مقامِ آرزوست!

[ص ۷۵۸]

یعنی وہ بھی قرآن کے انداز میں اُس بات (اور شعر) کو صحیح قرار دیتا ہے جو ستھری ہو اور آرزو یا جستجو (خیر) کی طرف لے جائے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(ابراھیم:۲۷)

پھر بھرتری ہری صرف عمل کو زندگی کا ثبوت قرار دیتا ہے خواہ عمل کیسا ہی ہو۔

ع زندگانی ہمہ کردار چہ زیبا وچہ زشت!

[ص ۷۵۹]

اور پھر کہتا ہے:

پیشِ آئینِ مکافاتِ عمل سجدہ گزار زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت!

[ص ۷۵۹]

بھرتری ہری اور اقبال کے پیام میں یہیں سے فرق قائم ہو جاتا ہے۔

پھر ۱۔نادر شاہ، ۲۔ابدالی، ۳۔سلطان ٹیپو شہید سے حالاتِ حاضرہ وغیرہ پر گفتگو ہوتی ہے۔ نادر شاہ سے شاعر نے ایران کی یہ کیفیت بتائی ہے:

کار آں وارفتۂ ملک و نسب ذکرِ شاپور است و تحقیرِ عرب!
[ص ۷۶۲]

روزگارِ اُو تہی از واردات از قبورِ کہنہ می جوید حیات!
آہ احسانِ عرب نشناختند از تشِ افرنگیاں بگداختند!
[ص ۷۶۳]

انھوں نے ملک ونسب پر فخر کرنا شروع کیا ہے اور عرب سے آئے ہوئے دین کو فراموش کر دیا ہے۔حالانکہ سورۃ الحجرات میں یہ ارشاد ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ بے شک عزت اللہ کے یہاں اُسی کی بڑی جس کا تقویٰ بڑا۔ (الحجرات:۱۳)

اسی دوران شاعر ناصر خسرو ایک مستانہ غزل سنا کر غائب ہو جاتا ہے۔اس کا ایک شعر ہے:

دیں گرامی شُد بہ دانا و بناداں خوار گشت پیشِ ناداں دیں چو پیشِ گاو باشد یاسمن!
[ص ۷۶۴]

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَاللّٰہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَھُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۚۖ۝ بے شک سب سے بدتر جانور اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا پھر وہ نہیں مانتے۔ (الانفال:۵۵)

در نہادِ ما تب و تاب از دل است خاک را بیداری و خواب از دل است!
[ص ۷۶۵]

(ابدالی کہتے ہیں کہ) دل زندہ ہے تو انسان زندہ ہے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ھُوَ شَھِیۡدٌ ۝ اس میں سوچنے کی جگہ ہے اُس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر۔اور وہ ہے گواہ پکا۔ (ق:۳۷)

علم و فن را اے جوانِ شوخ و شنگ مغز می باید نہ ملبوسِ فرنگ!

[ص ۷۶۶]

مغربی تہذیب سیکھ لینے سے علم و فن میں ترقی نہیں ہو جاتی۔ ضربِ کلیم، ص ۶۴۰ میں علامہ نے فرمایا ہے:

کھلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لا الٰہ نہیں!

[ص ۷۶۶]

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ۙ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؕ (الشعراء: ۸۸۔۸۹) — جس دن نہ کام آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل (کفر اور شرک سے پاک) لے کر آئے۔

سلطان ٹیپو کی زبانی اقبال کے کلام کی مقبولیت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر سلطان شہید اقبال کے ذریعے دریائے کاویری کو پیام دیتے ہیں۔ ان کا مشہور پیام تو یہ ہے:

زندگی را چیست رسم و دین و کیش؟ یک دمِ شیری بہ از صد سالِ میش!

[ص ۷۷۳]

لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ۙ (طٰہٰ: ۶۸) — خوف نہ کر۔ بے شک تُو ہی غالب رہے گا۔

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۚ (لقمٰن: ۱۷) — اور استقلال اختیار کر اُس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔

وَلَا تَہِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۙ (آل عمران: ۱۳۹) — اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

بندۂ حق ضیغم و آہوست مرگ یک مقام از صد مقامِ اوست مرگ!
می فتد بر مرگ آں مردِ تمام مثلِ شاہینے کہ افتد بر حمام!

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری است! جنگِ مومن سنّتِ پیغمبریؐ است!
[ص۷۷۳]

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً ۚ (النمل:۳۴)
بے شک جب بادشاہ داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اُس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ (النساء:۷۶)
جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

ع جنگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست!
[ص۷۷۴]

راہرو کو داند اسرارِ سفر ترسد از منزل ز رہزن بیشتر
[ص۷۷۵]

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ۚ (الرحمٰن:۲۹) ہر دن اُس (اللہ) کو ایک دھندا ہے۔
اسی طرح اللہ کے خلیفہ کو بھی ہر وقت سرگرمِ عمل ہونا چاہیے۔

بہ آدمے نہ رسیدی، خدا چہ می جوئی ز خود گریختۂ آشنا چہ می جوئی!
[ص۷۷۵]

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ؕ (الحشر:۱۹)
اور مت ہو جاؤ اُن جیسے جنھوں نے بھلا دیا اللہ کو تو اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے جی
(یعنی جو اللہ کو بھلا دے وہ خود کو بھلا دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ جو خود کو پہچان لیتا ہے وہ خدا کو پہچان لیتا ہے)۔

علم را مقصود اگر باشد نظر می شود ہم جادہ و ہم راہبر
[ص۷۷۶]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ''تزکیۂ نفس'' ہوتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ
بے شک اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ایمان

رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ (آل عمران:۱۶۴)

والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول انھی میں۔ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور سنوارتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب اور دانش (کام) کی بات۔

آنکہ گوید لا الٰہ بے چارہ ایست
فکرش از بے مرکزی آوارہ ایست!

چار مرگ اندر پئے ایں دیر میر
سود خوار و والی و مُلّا و پیر!

[ص ۷۷۸]

ہمارے غریب مسلمان اپنی مرکزیت سے جدا کر دیے گئے ہیں۔ اُن کو ہمارے سود خوار دشمنوں نے، حاکموں نے، ان پڑھ ملاؤں اور نذرانے وصول کرنے والے پیروں نے غلام بنا رکھا ہے۔ ان چار دشمنوں کے برعکس قرآن پاک میں نظامِ تمدن کے یہ چار ارکان سورۃ الحدید میں بیان فرمائے گئے ہیں:

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِيۡدَ فِيۡهِ بَاۡسٌ شَدِيۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالۡغَيۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ۝ (الحدید:۲۵)

ہم نے رسولوں کو دلائل (واضح احکام) کے ساتھ بھیجا ہے اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری ہے تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا (پیدا کیا)۔ اس میں سخت طاقت (جنگی) ہے اور لوگوں کے لیے کئی منافع ہیں اور یہ اس لیے کہ اللہ جان لے کہ کون اُس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت قوت والا اور زبردست ہے۔

۱- رسول اپنی عملی زندگی پیش کرتے ہیں۔
۲- کتاب وہ صحیفہ ہے جسے ”دستور“ کہنا چاہیے اور جس پر عمل کرنے سے انسان کی شخصی اور اجتماعی زندگی بنتی ہے۔
۳- میزان میں عدل و توازن ہے۔ اس میں دولت اور مبادلۂ اشیا وغیرہ سب آ جاتی ہیں۔
۴- حدید (لوہا) سے جنگی سامان، مشینیں اور جدید آلات بنتے ہیں۔

نظامِ تمدن ان چار چیزوں سے درست ہوتا ہے اور اُن چار شخصیتوں سے تباہ ہوتا ہے جن کا ذکر اُوپر کے اشعار میں ہے۔

چیست بودن دانی اے مردِ نجیب؟ از جمالِ ذاتِ حق بُردن نصیب!
[ص ۷۷۸]

ہر کہ اُو را قوتِ تخلیق نیست پیشِ ما جز کافر و زندیق نیست!
[ص ۷۷۹]

خلیفۃ اللہ کو اللہ کے اوصاف کا پَرتو اپنے اُوپر ڈال کر غیر معمولی کام انجام دینے چاہییں کیونکہ اُسے ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (لقمٰن:۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پھر دیں تمھیں اپنی نعمتیں کھُلی اور چھُپی۔

زندگانی نیست تکرارِ نفس اصلِ او از حیّ و قیوم است و بس!
[ص ۷۸۰]

زندگانی صرف سانسوں کا الٹ پھیر نہیں ہے بلکہ اس میں حیّ و قیوم والی صفات ہونی چاہییں۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۵ (البقرہ:۲۵۵)	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا۔

قربِ جاں بہ آنکہ گفت 'انّی قریبٌ' از حیاتِ جاوداں بردن نصیب!
[ص ۷۸۰]

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ:۱۸۶)	اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی، جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست کرے۔

بندہ اپنے اللہ سے اس قدر قریب ہے تو پھر اسے حیاتِ جاوداں کیونکر نصیب نہ ہوگی؟

چیست ملّت اے کہ گوئی لا الٰہ؟ با ہزاراں چشم بودن یک نگہ!

[ص۷۸۰]

یک نگاہی را بچشمِ کم مبیں از تجلی ہائے توحید است ایں!

ملتے چوں می شود توحید مست قوت و جبروت می آید بدست!

[ص۷۸۱]

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

(البقرہ:۲۱۳)

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ج

بے شک پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور نیک راہ جہانوں کے لوگوں کے لیے۔

(آل عمران:۹۶)

اللہ پاک نے لوگوں کو ہدایت پر متحد فرمانے کے لیے مکہ کو پہلا گھر بنایا۔ یہ اتحاد تمام قوت و جبروت کا پیش خیمہ ہے۔

زندگی خواہی خودی را پیش کُن چار سو را غرق اندر خویش کُن

[ص۷۸۱]

صفحہ ۷۷۹ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ دیکھیں۔ اس کے علاوہ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں۔

پھر زندہ رود (شاعر) جرأت کر کے ''تقدیرِ غرب و شرق'' کو بے حجاب دیکھنے کی آرزو کرتا ہے کہ ناگاہ برقِ ''تجلی جلال'' گرتی ہے اور گرد و پیش اس سے غرقِ نور ہو جاتے ہیں اور یہ تماشائی اپنے وجود کو ''جلوہ مست'' دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اب:

از ضمیرِ عالم بے چند و چوں یک نوائے سوز ناک آید بروں!

[ص۷۸۳]

یہ ''نوائے سوز ناک'' یہ ہے:

بگذر از خاور و افسونی افرنگ مشو کہ نیرزد بجوے ایں ہمہ دیرینہ و نَو

[ص۷۸۳]

یہ غزل زبورِ عجم صفحہ ۵۲۲ کی ہے۔

اس کے بعد ''خطاب بہ جاوید'' (سخنے بہ نژادِ نو) ہے۔

گرچہ من صد نکتہ گفتم بے حجاب نکتۂ دارم کہ ناید در کتاب!
گر بگویم می شود پیچیدہ تر حرف و صوت او را کند پوشیدہ تر!
سوزِ اُو را از نگاہِ من بگیر یا ز آہِ صبح گاہِ من بگیر!

[ص ۷۸۷]

آخری شعر میں ''نگاہ''[۱۴] سے مراد ''صحبت'' ہے اور ''آہِ صبح گاہی'' کے متعلق سورۃ المزمل میں ہے:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلاً ؕ (المزمل:۶) بے شک رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے) کچلنے میں اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

ایسے لوگوں کو سورۃ الذٰریٰت: آیات ۱۵۔۱۶ میں متقین اور محسنین کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ:

کَانُوْا قَلِیْلاً مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۝ وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۝ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت معافی مانگتے اور ان کے مال میں حصہ تھا مانگنے والے کا اور محتاج کا۔

(الذاریٰت:۱۷۔۱۹)

گویا صبح اٹھنے والے یعنی شب بیدار لوگ ہی صحیح بصیرت سے نوازے جاتے ہیں اور انھی کی صحبت اکسیر کا کام کرتی ہے۔

آنکہ بود اللہ اُو را ساز و برگ فتنۂ اُو حُبِّ مال و ترسِ مرگ[۱۵]

[ص ۷۸۸]

پہلے کا مسلمان جو اللہ کا ہوتا تھا وہ حبِ مال کو فتنہ سمجھتا تھا۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ (التغابن:۱۵) تمھارے اموال اور اولاد تمھارے لیے فتنہ (آزمائش کی چیز) ہیں۔

آن شکوہِ رِبّی الاعلیٰ کجاست ایں گناہِ اوست یا تقصیرِ ماست؟

[ص ۷۸۹]

مسلماں جب سبحان ربی الاعلیٰ کہتا تھا تو پوری کائنات (غیراللہ کی) کانپ جاتی تھی کیونکہ وہ صرف خدا کو غالب اور غیرِ خدا کو مغلوب ہونے کا اعلان کرتا تھا۔

لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰیO خوف نہ کر۔ بے شک تُو ہی غالب رہے گا۔

(طٰہٰ:۶۸)

آجکل ''ایشیا'' کے لوگ ایسے ہیں:

قلبِ اُو بے وارداتِ نو بنو — حاصلش را کس نگیرد باد و جو!

عقل و دین و دانش و ناموس و ننگ — بستۂ فتراکِ لُردانِ فرنگ!

[ص۷۸۹]

سخت کوشی اور مشکل پسندی ترک کر دی ہے اور احساسِ کمتری میں ''لُردانِ فرنگ'' نے مبتلا کر دیا ہے (جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں)۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ (المجادلہ:۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو تُو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں اُن سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ؕ (المجادلہ:۱۹)

شیطان نے اُن پر قابو پا لیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

اس غفلت سے چونکا دینے کے لیے اقبال نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے۔

حرف پیچا پیچ[۱۶] و حرفِ نیش دار — تا کنم عقل و دلِ مرداں شکار!

[ص۷۹۰]

سوختن می باید اندر نارِ حس — تابدانی نُقرۂ خود را ز مِس

علمِ حق اوّل حواس، آخر حضور — آخر او می نگنجد در شعور

[ص۷۹۱]

علمِ حق وہی ہے جو حواس میں ''سوختن'' (گرمی اور بیداری) پیدا کرے اور اچھے بُرے میں تمیز سکھائے، پھر اللہ کے حضور میں پہنچا دے۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ — اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ — میں ایمان لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو خوب واقف ہے۔ (المجادلہ:۱۱)

یہ علمِ حق والوں کے لیے بشارت ہے اور اسی علم کو صحیح علم کہتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ — کیا برابر ہوتے ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟ (الزمر:۹)

جو لوگ رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتے ہیں، اُس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں، اُن کو اسی آیت میں علم والا، کہا گیا ہے۔

منکرِ حق نزد مُلّا کافر است — منکرِ خود نزدِ من کافر تر است!

[ص ۷۹۱]

عالم تو یہی فتویٰ دے گا کہ خدا کا منکر جو بھی ہے کافر ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ شخص زیادہ بڑا کافر ہے جو خود کو نہیں پہچانتا۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ — اور تم لوگ اُن جیسے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے خود ان کی جان سے ان کو فراموش کرا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں۔ (الحشر:۱۹)

اللہ کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا لازم و ملزوم ہو گیا ہے۔

آں بہ انکارِ وجود آمد عجول — ایں عجول و ہم ظلوم و ہم جہول

[ص ۷۹۱]

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ — اور انسان بُرائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جیسی بھلائی کی درخواست اور انسان جلد باز ہے (بنی اسرائیل:۱۱)

(وہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا جلد قبول ہو حالانکہ اس کے لیے اس میں خیر نہیں ہے)۔

وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ — اور وہ (امانت) انسان نے اپنے ذمہ لے لی۔ بے شک وہ بے ترس اور نادان ہے۔ (الاحزاب:۷۲)

شیوۂ اخلاص را محکم بگیر پاک شو از خوفِ سلطان و امیر

[ص ۷۹۱]

فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ۝ (الزمر:۲) پس بندگی کر اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی۔ (اور سلطان و امیر کی پروا نہ کرو۔)

فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ (المائدہ:۴۴) پس تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو۔

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ (الاحزاب:۳۷) اور اللہ سے چاہیے زیادہ تجھ کو ڈرنا۔

غیر اللہ سے ڈر کوئی چیز نہیں۔ غیر اللہ کے خلاف نبرد آزمائی سے اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَـكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ‌ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ۝ (آل عمران:۱۷۳) یہ ایسے (متقی اور نیک) لوگ ہیں کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ ان لوگوں نے (اہل مکہ نے) تمھارے لیے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیے تو اس نے اُن کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہی کیا خوب کارساز ہے۔

عدل در قہر و رضا از کف مدہ قصد در فقر و غنا از کف مدہ

[ص ۷۹۱]

عدل کے لیے سورۃ المائدہ میں ہے:

وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا‌ ؕ (المائدہ:۸) اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہرگز نہ چھوڑو۔

وَاقۡصِدۡ فِىۡ مَشۡيِكَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِكَ‌ ؕ (لقمٰن:۱۹) اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر اپنی آواز۔

فقر و غنا میں قصد (بیچ کی چال) کے لیے سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًاO	اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ، تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔
(بنی اسرائیل:۲۹)	

غایت، بخل اور اسراف سے اجتناب کریں اور کسی کے فقر و احتیاج پر رحم کھا کر خود کو پریشانی میں نہ ڈالیں۔

ع سیرِ آدم را مقام آمد حرام!

[ص۷۹۲]

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی انسان کا اصل مقام ہے۔ موسٰی علیہ السلام کے عمل سے کتنا بڑا سبق ملتا ہے۔ سورۃ الکہف میں فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًاO	اور (یاد کرو) جب کہا موسٰیؑ نے اپنے خادم سے کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔
(الکھف:۶۰)	

''سیروا فی الارض'' کی کئی آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔

سرِّ دیں صدقِ مقال، اکلِ حلال　　خلوت و جلوت تماشائے جمال

[ص۷۹۲]

۱- صدقِ مقال کے لیے سوۃ التوبہ میں بیان ہوا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَO	اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔
(التوبہ:۱۱۹)	
وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِO	اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔
(الحج:۳۰)	

۲- اکلِ حلال کے لیے سورۃ البقرہ میں تاکید فرمائی ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ	کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے روزی دی ہے تم کو۔
(البقرہ:۵۷)	

۳۔ ’’خلوت وجلوت تماشائے جمال‘‘ کے لیے سورۃ الملک میں فرمایا ہے:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (الملک:۱۳)

اور تم لوگ چھپی کہو اپنی بات یا کھول کر۔ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے بھید۔

سورۃ التغابن: آیت ۴ میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

در رہِ دیں سخت چوں الماس زی
دل بحق بر بند و بے وسواس زی!
[ص ۷۹۲]

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصّف: ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

مردِ مومن را عزیز اے نکتہ رس
چیست جز قرآن و شمشیر و فرس؟
[ص ۷۹۲]

قرآن کے متعلق سورۂ فصلت میں ہے:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۝ (فصلت:۴۲)

اس کے پاس باطل نہیں آتا، نہ اس کے سامنے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

اور شمشیر و فرس کے متعلق فرمایا:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (الانفال:۶۰)

اور تیار رکھو اُن کے لیے جتنا ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (جنگی ساز و سامان)۔

دیں سراپا سوختن اندر طلب
انتہایش عشق و آغازش ادب!
[ص ۷۹۳]

دین کی ابتدا ادب اور تزکیۂ نفس سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا عشق ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ ۙ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝ ۙ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ ۙ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ ؕ (الشمس:۷۔۱۰)

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیز گاری کا اُس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اُس کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس

نے خاک میں ملایا۔

نفس کو پاک کرنا با مراد ہونا ہے اور جب ابتدا ایسی ہوگی تو عمل میں سرگرمی ہوگی۔ اسی سے خوشحالی اور نیک انجامی ہوگی۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَھُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ۝ (الرعد:۲۹)

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے اُن کے لیے خوشحالی اور نیک انجامی ہے۔

حرفِ بد را برلب آوردن خطاست — کافر و مومن ہمہ خلقِ خداست!

[ص ۷۹۳]

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ (الانعام:۱۰۸)

اور بُرا مت کہو (دشنام مت دو) اُن کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔

(جھوٹے معبودوں کو بھی دشنام نہ دو۔ تو پھر جھوٹے پجاریوں کو کیوں کر دشنام دینا صحیح ہوسکتا ہے؟)

آدمیت احترام آدمی — باخبر شو از مقامِ آدمی

[ص ۷۹۳]

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰھُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰھُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰھُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۰)

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو اور خشکی وتری میں ان کو سوار کردیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت دی۔

اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر — می شود از کثرتِ نعمت ضریر!

[ص ۷۹۴]

وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ (الشوریٰ:۲۷)

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کردیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے۔

اگلے اشعار میں موجودہ مسلمانوں کے ادبار کا ذکر ہے جیسا کہ اقبال نامہ: (اول)

ص ۲۵۰ میں مذکور ہے۔ ان اشعار میں علامہ مردِ حق کے اوصاف بیان کرتے ہیں:

اوّل اندر نارِ خود سوزد ترا   باز سلطانی بیاموزد ترا
ماہمہ با سوزِ او صاحب دلیم   ورنہ نقشِ باطلِ آب و گلیم

[ص ۷۹۵]

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت:۶۹)

اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

ترسم ایں عصرے کہ تو زادی دراں   در بدن غرق است و کم داند ز جاں!

آج کے لوگ ہوا و ہوس کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ (الجاثیہ:۲۳)

تو کیا آپؐ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

رقصِ تن در گردش آرد خاک را   رقصِ جاں برہم زند افلاک را
علم و حکم از رقصِ جاں آید بدست   ہم زمیں ہم آسماں آید بدست

[ص ۷۹۶]

جان کو عمل کے لیے آمادہ کرنے سے زمین و آسمان کی ہر چیز مسخّر ہو جاتی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳)

اور مسخر بنایا جو کچھ آسمانوں کے اندر اور زمین کے اندر ہے سب کو اپنی طرف سے۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ لقمٰن میں بھی یہی مضمون دہرایا گیا ہے۔

یہ تمام نصائح جاوید اقبال (صاحبزادہ) کے ذریعے قوم کے تمام نوجوانوں کے لیے ہیں:

سرِّ دینِ مصطفےٰؐ گویم ترا! ہم بقبر اندر دعا گویم ترا!

[ص۷۹۶]

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۱۵۔۲۱۶۔

۲- طٰس قرآن کے حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو رمزیہ ہیں۔ منصور حلاج کی کتاب الطواسین کا ذکر اقبال نامہ: (اول)، ص ۵۴، ۷۹ میں آتا ہے۔

۳- اسی سلسلے میں کہتے ہیں:

ع آئینم من جاودانی کن مرا ص ۵۹۸

اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۲، ۲۰۳ میں ہے:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔

۴- شاہد عادل کہ بے تصدیقِ اُو
زندگی ما را چو گُل را رنگ و بُو

در حضورش کس نماند استوار ور بماند ہست اُو کامل عیار

[جاوید نامہ: ص ۶۰۸]

۵- مکتوباتِ مجددی، دفتر اوّل، مکتوب ۴۳۔

۶- سیرۃ النبیؐ، (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۴۲۸/۵۔

۷- تفصیل کے لیے اصل فارسی مکتوب دیکھیں۔ یہ صرف خلاصہ ہے۔

۸- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات (دفتر اوّل، مکتوب ۴۴، دفتر دوم، مکتوب ۶) میں اس محبیت اور محبوبیّت پر بحث کی ہے۔

۹- اقبال نامہ: (اول)، ص ۱۱۷۔ مولانا سلیمان ندوی نے اس پر نوٹ لکھا ہے:

اسی معنی کا ایک اثر بھی تفسیروں میں مروی ہے جو اثر ابنِ عباس کے نام سے ہے۔ اس اثر کی تاویل و تشریح

میں مولانا قاسم صاحب کا رسالہ ''تحذیر الناس فی اثر ابن عباس'' اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا ایک مضمون ہے جو اس بحث میں دیکھنے کے قابل ہے۔

۱۰- نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے دل میں اللہ کا نقش بٹھانے کی سعی کرتے ہیں۔ دوسرے سلاسل بھی ایسا کرتے ہیں لیکن بعد میں کرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہا نے مکتوبات (۲/۲۷/۴۶؛ ۳/۳/۳) میں کلمۂ طیبہ کی حقیقت پر بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی ہیں کہ دل میں سوائے اللہ کے کوئی اور مطلوب نہ ہو اور نہ مقصود و معبود۔ اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی ہیں کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی بھی پیروی نہ کی جائے۔ مکتوبات ۱/۱۰۹۔ ۱۱۶۔ ۱۵۳ وغیرہ میں یہی بحث آتی ہے۔

۱۱- اس موضوع کے لیے دیکھیں: اقبال نامہ: (اول)، ص ۲۰۳۔ ۴۱۱

۱۲- ان غداروں کے متعلق ہے:

ع بندۂ غدار را مولا کجاست؟

[ص ۷۳۵]

۱۳- اس سیر کے سلسلے میں یہ شعر بھی آتا ہے:

چشمِ من صد عالم شش روزہ دید تا حدِ ایں کائنات آمد پدید

[ص ۷۳۹]

اس عالمِ شش روزہ کے متعلق سورۃ ق میں ہے:

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ (ق:۳۸) — اور ہم نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ ۶ دنوں میں۔

۱۴- ملفوظاتِ اقبال (صفحہ ۶۸) میں ہے کہ علامہ اقبال نے بتایا کہ نظر (نگاہ) سے مراد صحبت ہے۔

۱۵- اسی کے بعد یہ شعر آتے ہیں:

صحبتش با عصرِ حاضر در گرفت حرفِ دیں را از دو ''پیغمبر'' گرفت
آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد!

[ص ۷۸۸]

محمد علی باب اور غلام احمد قادیانی نے موجودہ نسل کو گمراہ کیا ہے۔

۱۶- حرفِ پیچا پیچ سے مراد کتاب تشکیل جدیدِ الٰہیاتِ اسلامیہ (انگریزی) ہے۔ علامہ اقبال نے حاشیے میں اس بات کی صراحت بھی کر دی ہے۔

۱۷- سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ غِلۡظَةً ؕ — ان کفار سے لڑو جو آس پاس ہیں اور ان کو تمھارے اندر سختی پانا چاہیے۔

(التوبہ: ۱۲۳)

❀❀❀

بالِ جبریل

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۵ء)

بالِ جبریل

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں

[ص۲۹۷]

اللہ کو اللہ ہی کی خاطر چاہنے والا جب اس کے حریم میں پہنچتا ہے تو ایک شور اِٹھتا ہے کہ کیا ایسا بھی کوئی چاہنے والا ہے جو صفات کی وجہ سے نہیں بلکہ ذات کی وجہ سے مجھے چاہتا ہے؟ اور عالمِ صفات میں بھی ایک ہلچل مچ جاتی ہے کہ صفات کی پروانہ کرتے ہوئے یہ چاہنے والا سیدھا حریمِ ذات میں پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک خاص الخاص موحد کی شان ہے۔

هُوَاللّٰهُ رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا۝ وہ اللہ ہی میرا رب ہے۔ اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ (الکھف:۳۸)

اقبال نے جاوید نامہ، ص۷۰۶ میں یوں بھی کہا ہے:

مردِ مومن در نسازد با صفات مصطفیٰؐ راضی نشد الّا بذات!

یہ ایک شعر بھی شہرت رکھتا ہے:

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات تُوؐ عینِ ذات می نگری در تبسمے!

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقشبند
میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں

[ص۲۹۷]

گو کہ انسان دیر و حرم ہی کے توسط سے اللہ پاک تک پہنچتا ہے لیکن وہ اُس کا ہو جاتا ہے تو پھر زمان و مکان کا پابند نہیں رہتا۔

وَ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌO (البقرہ:۱۱۵)	اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ) ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

تُو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں

[ص۲۹۷]

انسان جیسے ضعیف البنیان کو خلیفۃ اللہ کا منصب عطا فرمایا جانا ہی اللہ پاک کا سب سے عظیم راز ہے جو فاش کیا گیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَO (البقرہ:۳۰)	اور جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، بولے، کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خوں ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا، مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟

[ص۲۹۸]

لامکاں میں عشق نہیں، فرشتے ضرور عبادت کرتے ہیں لیکن دردِ دل صرف انسان کو بخشا گیا ہے۔ چنانچہ ’’ہنگامہ ہائے شوق‘‘ کے لیے انسان اس دنیا میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے۔

اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا! وہ راز داں تیرا ہے یا میرا؟

[ص۲۹۸]

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ:۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

ابلیس کا غرور اور اس کا انکار بھی اللہ پاک کا ایک راز معلوم ہوتا ہے۔

محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟

[ص ۲۹۸]

یہاں ''حرفِ شیریں'' غالباً اقبال نے اپنے کلام ہی کے متعلق کہا ہے جو قرآن کی ترجمانی کرتا ہے اور جس کے متعلق رموزِ بے خودی ص ۱۶۸ میں انھوں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس طرح ''عرضِ حال'' کیا ہے:

گر دلم آئینۂ بے جوہر است ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است
اے فروغت صبحِ اعصار و دہور چشمِ تُو بینندۂ مَا فِی الصُّدُوْر
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کُن ایں خیاباں را ز خارم پاک کُن!
تنگ کُن رختِ حیات اندر برم اہلِ ملّت را نگہدار از شرم
سبز کشتِ نا بسامانم مکُن بہرہ گیر از ابر نیسانم مکُن
خشک گرداں بادہ در انگُورِ من زہر ریز اندر مئے کافُورِ من
روزِ محشر خوار و رسوا کُن مرا بے نصیب از بوسۂ پا کُن مرا
گر دُرِ اسرارِ قرآں سفتہ ام با مسلماناں اگر حق گفتہ ام
اے کہ از احسانِ تُو، ناکس کس است یک دعایت مزدِ گفتارم بس است
عرض کُن پیشِ خدائے عزّ و جل عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل!

سورۂ بنی اسرائیل میں اس ہدایت اور بشارت کے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاۙ○ والوں کو جو اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔
(بنی اسرائیل:۹)

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

[ص۲۹۸]

صفحہ ۲۹۸ کی پہلی آیت یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

گیسوئے تاب دار کو اَور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر

[ص۲۹۹]

اے اللہ، تُو اپنے اندر اور بھی کشش پیدا کر دے تا کہ لوگ تیری محبت میں اپنا ہوش و خرد اور قلب و نظر سب کچھ کھو بیٹھیں۔ لیکن اللہ کی محبت کا دار و مدار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○
(آل عمران:۳۱)

(اے محبوبؐ) آپؐ فرما دیں کہ لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرےؐ فرمانبردار بن جاؤ (پھر) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر!

[ص۲۹۹]

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ

پس شیطان نے اس سے (جنت سے) انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انھیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا، نیچے

اِلٰی حِیْنٍ○ اُترو۔ آپس میں ایک تمھارا دوسرے کا دشمن اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (البقرہ:۳۶)

یہ مشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم، تیری لذتِ ایجاد!

[ص۳۰۰]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ○ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد:۴)

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گُل! یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مُراد؟

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ○ بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔ (التین:۴)

لیکن یہ انسان جلد فنا ہو جاتا ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً ؕ وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ○ (الانبیاء:۳۵) ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تمھاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے، جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

قصور وار، غریب الدّیار ہوں، لیکن ترا خرابہ فرشتے نہ کرسکے آباد!

سورۃ البقرۃ کی آیات ۳۰،۳۴،۳۶ کا ذکر صفحات ۲۹۸،۲۹۹ میں آچکا ہے۔

[ص۳۰۰]

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد!

[ص۳۰۰]

سورۃ البلد: آیت ۴، اور سورۃ التین: آیت ۴ کا ابھی ذکر ہوا۔ اسی جفا طلب انسان نے اس دنیا کو آباد کر کے ''احسن تقویم'' کا مقام حاصل کیا ہے۔

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں   وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیّاد!
[ص۳۰۰]

سورۃ البلد: آیت ۴ میں ہے جو ابھی پچھلے صفحے میں مذکور ہے۔
انسان کو مشکلات کا مقابلہ کرنا اور آسانیوں سے گریز کرنا ہی زیب دیتا ہے۔

میری بساط کیا ہے؟ تب و تابِ یک نفس!
شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا
[ص۳۰۱]

انسان ایک دم کے لیے جیتا ہے، اس لیے وہ کہاں تک مشقّتوں کی مشق کرتا رہے گا؟
سورۃ الانبیاء کی آیت ۳۵ اُوپر گزر چکی ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۝ (الانبیاء:۳۵)	ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تمھاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے، جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر   حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تُو نے   اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر
[ص۳۰۱]

جب کامل ایمان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے تو نانِ شعیر کھانے کے باوجود درِ خیبر کو اکھاڑ دینے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝	اور زور اللہ کا ہے اور اُسؐ کے رسولؐ کا اور ایمان والوں کا، لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

(المنافقون:۸)

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے!
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے!
[ص۳۰۲]

اگر میں سراپا دل بن گیا تو پھر مزید مشکلات کو دعوت دینی ہوگی، کیونکہ دل ہی تمام مشکلات کو لبیک کہتا ہے اور عشق ہی مشکل پسندی کا دوسرا نام ہے۔

سورۂ ق میں جنت اُس کے لیے مقرر کی گئی ہے جو اخلاص مند، طاعت پذیر اور صحیح العقیدہ دل رکھتا ہے:

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِۨ ۝ (ق:۳۳) جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

بنایا عشق نے دریائے نا پیدا کراں مجھ کو
یہ میری خودنگہداری مِرا ساحل نہ بن جائے!

[ص۳۰۲]

عشق اور جوش (ولولہ) کی وجہ سے جو خودنگری کی وجہ سے ہے عمل والے کی وسعت اور صلاحیت کی کوئی حد نہیں رہتی۔

وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳) اور تمھارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اُس کے حکم سے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

[ص۳۰۲]

انسان کی صلاحیتوں اور اس کی تسخیری قوتوں کو دیکھ کر ستارے بھی (گویا) سہمے جاتے ہیں۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت کا منتہٰی ہے، کیونکہ وہ اللہ سے اتنے قریب پہنچ گئے کہ:

فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۝ (النجم:۹) تو اُس جلوے اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی!

[ص۳۰۳]

مسلمانوں کے دلوں میں سوزِ آرزو اس لیے کم ہے کہ اللہ پاک کو انھوں نے ابھی تک پوری طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین وغیرہ کی خلقت ہی مسلمانوں کے لیے غورو فکر اور اللہ کے عرفان کا بیش بہا سرمایہ پیش کرتی ہے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ○

(البقرہ:۱۶۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

ان تمام چیزوں میں اللہ کی ''پیدائی'' اور ظہور موجود ہے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گِل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی!

[ص۳۰۳]

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا○ (مریم:۹۶)

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

اللہ کے پیارے بندے اپنے عملِ صالح کی وجہ سے قبولِ عام حاصل کر لیتے ہیں۔ افسوس

کہ اب ایران میں ایسے بندے نہیں رہے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

[ص۳۰۳]

سورۂ ابراہیم میں کلمہ گو لوگوں کے لیے ثبات اور فلاح کی بشارت ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃ (ابراھیم:۲۷)	اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (کلمۂ ایمان پر) دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ایمان کا جذبہ عود کر آتا ہے اور مومن اسی سے ثبات حاصل کرتا ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

[ص۳۰۴]

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جابر حکومت کا مقابلہ کیا۔ ایسے ہی بزرگوں کے لیے سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہے:

وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ۝ (الجمعہ:۳)	اور اُن (اُمیوں میں) سے اوروں کو (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو اگلوں سے نہیں ملے اور وہی عزت اور حکمت والا ہے۔

عشق کی تیغِ جگر دار اُڑا لی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

[ص۳۰۴]

علم بغیر عشق کے مکمل نہیں اور عشق دراصل ایمان ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ	اللہ پاک تم میں سے ایمان والوں کے اور

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ان کے جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند
(المجادلہ:۱۱) فرمائے گا۔

علم کے ساتھ ایمان ہو گا تو عمل کے لیے عشق اور ولولہ پیدا ہو گا۔

مٹا دیا مِرے ساقی نے عالمِ من و تُو پلا کے مجھ کو مے لا اِلٰہ اِلّا ھُو
[ص ۳۰۵]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اُسے پاکی ہو
(التوبہ:۳۱) اُن کے شرک سے۔

گدائے میکدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبُو
[ص ۳۰۵]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اُسے غیر اللہ کی پروا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ ہی سے اُسے دنیا بھی مل سکتی ہے اور آخرت بھی۔

فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝ پس آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

(النجم:۲۵)

ع متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
[ص ۳۰۶]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ اے لوگو، تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی
هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (فاطر:۱۵) بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا۔

اللہ کا محتاج ہونا اور اُسی سے اپنی آرزو رکھنا بہت بڑا سرمایہ ہے۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟
[ص ۳۰]

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى پھر جب وہ (اسمٰعیل علیہ السلام) اُس (ابراہیم

فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ○ (الصٰفٰت:۱۰۲)	علیہ السلام) کے ساتھ کام کے قابل ہوگیا، کہا، اے میرے بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ، تیری کیا رائے ہے؟ کہا، اے میرے باپ، کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی!
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ!

صفحہ ۳۰۲ میں سورۂ مریم: آیت ۹۶ کی تلمیح ملاحظہ ہو۔

مرے خاک وخوں سے تُو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ!

[ص ۳۰۷]

یہ دنیا مسلمان کے جہاد اور شہادت کی وجہ سے آباد ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ○ (الحج:۷۸)	اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔ اُس نے تمھیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

اور شہید کو ’تب وتابِ جاودانہ‘ (ابدی زندگی حاصل ہے۔)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (البقرہ:۱۵۴)	اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمھیں خبر نہیں۔

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی — کیا ہے اس نے فقیروں کو وارثِ پرویز

صفحہ ۳۰۴ کی آیت ۱۱: سورۃ المجادلہ ملاحظہ فرمائیں۔

نہ چھین لذتِ آہِ سحر گہی مجھ سے نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز
[ص ۳۰۸]

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلاًؕ○ بے شک رات کا اٹھنا زیادہ وہ دباوَ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

رات کا اٹھنا بہت بڑی سعادت اور برکت ہے۔اس وقت اٹھنے سے سمجھ بوجھ اور غور وفکر کی بھی بڑی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

حدیثِ بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز! زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ ستیز!
[ص ۳۰۸]

حالات کو اپنے مطابق بنانا چاہیے۔حالات کا شکار نہیں بننا چاہیے۔

لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَ اَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۠○

(المجادلہ:۲۲)

تم نہ پاوَ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی۔اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔سنتا ہے، اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی[۱]

اللہ پاک نے انسان کو بزرگی دی لیکن جب وہ اللہ کو چھوڑ دیتا ہے تو شیطان کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۠o (بنی اسرئیل:۷۰)	اور البتہ ہم نے آدمؑ کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو سوار کر دیا اور قابو عطا کیا خشکی اور تری پر اور اُن کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

لیکن ایسی فضیلت والا انسان جب شیطان کے قبضے میں چلا جاتا ہے تو سب فضیلت کھو بیٹھتا ہے۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِكْرَ اللّٰهِؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَo (المجادلہ:۱۹)	ان پر شیطان غالب آ گیا تو اُس نے اُن کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا — یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی!

[ص ۳۰۹]

صفحہ ۳۰۲ کی تلمیح سورۂ مریم: آیت ۹۶ ملاحظہ ہو۔

اللہ کے پیاروں کی نگاہ میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ ایک عالم اُن کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

بادشاہ اپنی فوجی طاقت سے غالب آجاتا ہے اور اللہ والے اپنے عملِ صالح اور خلقِ عظیم سے تمام لوگوں پر چھا جاتے ہیں۔

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرِ کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی!

[ص ۳۰۹]

آج کل کے رہنماؤں کا یہ حال ہے کہ اُن کی نفس پرستی کی وجہ سے لوگ اُن سے دُور ہو جاتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ''خوئے دل نوازی'' سے سب کو اپنا شیدا بنائے ہوئے تھے۔

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ ۖ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ○ (آل عمران:۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے گرد سے چھٹ جاتے۔ تو تم انھیں معاف کر دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکّل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

عشق کی اک جَست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

[ص۳۱۰]

صحیح ایمان حاصل ہو تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب قبضۂ قدرت میں آ سکتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ○ (الجاثیہ:۱۳)

اور تمھارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں، ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۂ لقمان کی آیت ۲۰ میں بھی ایسا ہی مضمون ہے۔

اک دانشِ نورانی، اک دانشِ بُرہانی ہے دانشِ برہانی، حیرت کی فراوانی

[ص۳۱۱]

پیامِ مشرق، ص۳۴۸ میں بھی ہے:

با نوریاں بگو کہ زعقلِ بلند دست ما خاکیاں بدوشِ ثریا سوارہ ایم

پیامِ مشرق، ص۲۷۷ میں برگساں کا پیغام یہ ہے:

ع عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

قلب وہی ہے جو اللہ کو پہچانے اور اس پر پورا یقین رکھ کر اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کو

بروئے کار لائے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ..... (ق:۳۷)	بے شک اس (قرآن) میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہے........

اسی کو دانشِ نورانی بھی کہتے ہیں۔ ورنہ دانشِ برہانی تو صرف بحث کرنا سکھاتی ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَ عَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ○ (الشوریٰ:۱۶)	اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ مسلمان اس کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ ان کی دلیل محض بے ثبات ہے، اُن کے ربّ کے پاس اور اُن پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اس پیکرِ خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی!

[ص ۳۱۱]

انسان کے لیے ایمان والا دل ہی سب سے زیادہ اہم ہے اور وہ اللہ کے لیے ہے۔

وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ (النحل:۱۰۶)	اور اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان حاصل کرتا ہے۔

اور اصلی نیکی بھی ایمان والا دل ہے۔

وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ...... (البقرہ:۱۷۷)	اور ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ پر..........

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں   ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

[ص ۳۱۱]

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ○ (الاعلیٰ:۳)	اور جس نے ٹھہرایا (تقدیر لکھی) پھر راہ بتائی (یعنی اللہ پاک نے تقدیر بے شک بنائی ہے، لیکن راہِ ہدایت بھی بتائی ہے)۔

یا رب! یہ جہانِ گذراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنر مند؟

[ص۳۱۲]

مردانِ صفا کیش کے لیے سورۃ النساء میں فرمایا ہے:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (النساء:۷۷)

آپ فرما دیں کہ دنیا کی متاع تھوڑی ہے اور آخرت اچھی ہے تقویٰ والے کے لیے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا لِنَفۡتِنَہُمۡ فِیۡہِ ؕ وَ رِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰیO (طٰہٰ:۱۳۱)

اور نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے کافروں کے جوڑوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف) جیتی دنیا کی تازگی، تاکہ ہم اس کے سبب انھیں فتنہ میں ڈالیں اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے دیرپا ہے۔

دنیا پاس ہوتے ہوئے بھی دنیا سے بے رغبتی ہی صفا کیشی ہے۔

خودی سے اس طلسم رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تُو سمجھا، نہ میں سمجھا!

[ص۳۱۴]

خودی سے مراد تعیینِ ذات یا عرفانِ نفس ہے۔ یہ ہر چیز کی اندرونی ماہیت کا نام ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ آگے بڑھے اور راہِ عمل طے کرے۔ خودی دنیا کے ہر ذرے میں موجود ہے اور کائنات میں تمام تغیّرات اور حرکات اسی فطرت کے مظاہر ہیں۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اہۡتَدَیۡتُمۡ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَO (المائدہ:۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی محافظت کرو) تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ جو گمراہ ہوا جبکہ تم راہ پر ہو۔ تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔

انسانی خودی جس قدر حق تعالٰی کی خودی کے قریب آتی جائے گی اسی قدر کامیاب کہلائے گی۔ انسان کے اندر خدا کے وجود کا وجدانی شعور اور اس کے پانے کی حقیقی تڑپ اور کشش پائی جاتی ہے۔

اوپر کے شعر میں اسی خودی کو توحید کا منشا کہا گیا ہے۔ گویا ہر چیز کی اندرونی ماہیت اسی توحید کے حصول کے لیے گامزن ہے۔

نگہ پیدا کر اے غافل تجلّی عین فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

[ص ۳۱۴]

اللہ پاک کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے۔ اس لیے ہر چیز اپنی مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لیے بے قرار ہے۔ خودی کی اصل وحدت ہے جو کثرت میں ظہور کیے ہوئے ہے لیکن مقصدِ حیات جذب و شوق ہے، فنا نہیں ہے۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ (فصّلت:۵۳)

ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے اندر، یہاں تک کہ ان پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاّج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

[ص ۳۱۵]

وہ علم، وہ فلسفہ اور وہ عقل جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے، اقبال کے نزدیک بے کار ہے۔ البتہ وجدان اور عرفان ہی سرفروشی سکھاتا ہے۔

قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَ انۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ○ قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ○ۙ وَ اَرَادُوۡا بِهٖ کَیۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِیۡنَ ○ۚ (الانبیاء:۶۸۔۷۰)

(کفار) بولے اس (ابراہیمؑ) کو جلا دو۔ اور مدد کرو اپنے معبودوں کی، اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا، اسے آگ ٹھنڈک ہو جا اور آرام ہو جا ابراہیمؑ پر۔ اور وہ (کفار) چاہنے لگے اس کا بُرا۔ پھر انھی کو ہم نے خسارے میں ڈالا۔

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زِرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا!

[ص ۳۱۵]

وَ قَالَ مُوۡسٰۤی اِنۡ تَکۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ﴿۸﴾ (ابراھیم:۸)	اور موسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جاؤ، تو بے شک اللہ بے پروا، سب خوبیوں والا ہے۔

اللہ کا نائب بھی اسی طرح بے پروا ہوتا ہے۔

استغنا یہی ہے کہ سب سے رشتہ توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑا جائے اور صرف اُس پر بھروسا رکھا جائے۔

وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۳﴾ (المائدہ:۲۳)	اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا!

[ص ۳۱۵]

مشرق میں دین تو ہے لیکن دین سے محبت پیدا کرانے والے مخلص لوگ اب نہیں ہیں اور مغرب میں جو دین ہے اس میں کوئی کشش نہیں ہے۔

سورۃ الانعام میں دین سے صحیح محبت کرنے والوں کی زندگی کا ذکر اس طرح آتا ہے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾ (الانعام:۱۶۲)	آپؐ فرما دیں کہ بے شک میری نماز، میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ الا

[ص ۳۱۶]

تہذیب حاضر اللہ کی منکر ہے صرف لا ہی کہتی ہے اس لیے تباہی کی طرف جا رہی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰیO (طٰہٰ:۱۲۴)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اُٹھائیں گے۔

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا!

سورۃ الاعراف میں ایسے گمراہ لوگوں کے متعلق ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَاؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَO (الاعراف:۱۷۹)

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں (یعنی صحیح راہ والے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں اور سُن سکتے ہیں)۔

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمّت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

[ص۳۱۶]

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸)

اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا!

[ص۳۱۷]

وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَOؑ (الاعراف:۱۰۸)

اور (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا (فرعونیت حیرت میں پڑ گئی)۔

محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری
محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا

[ص ۳۱۷]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo (مریم:۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاقo

میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

دین ہی صحیح محبت پیدا کرتا ہے جس سے سب کے حقوق ادا ہو سکتے ہیں۔

وہ دانائے سبلؐ، ختم الرسلؐ، مولائے کلؐ جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طاہا

[ص ۳۱۷]

۱ - وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ و مِنْهَا جَآئِرٌ ط (النحل:۹)

اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَo (الفاتحہ:۵)

ہم کو سیدھی راہ چلا۔

ٹھیک اور سیدھی راہ پر قائم کرنے والے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o لا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo ط (یٰسن:۳۔۴)

بے شک آپؐ رسولوں میں سے ہیں سیدھی راہ پر۔

۲ - مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَ کَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًاo ع

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ سب

کچھ جانتا ہے۔ (الاحزاب:۴۰)

۳- حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے کہ وہ کل کائنات[۲] میں افضل و اعلیٰ ہیں، اللہ پاک اور اس کے فرشتے ہر وقت ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ مسلمانوں پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۝ (الاحزاب:۵۶) — بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

۴- وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۝ۙ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ۝ۙ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۝ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۝ۡ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ۝ۙ (التین:۱-۵) — انجیر کی قسم اور زیتون اور طورِ سینا اور اس امان والے شہر کی (قسم)، بے شک ہم نے انسان کو بنایا خوب سے خوب اندازے پر۔ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے۔

ان آیات میں اللہ پاک نے انجیر اور زیتون کو انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے مذکور فرمایا ہے اور اس کی روحانی صحت کے لیے کوہ سینا کی موسوی ہم کلامی اور حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کو ایک نمونہ بنا کر پیش فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس طرح یاد کرنا کہ گویا ہم کلامی ہو رہی ہے اور حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بڑی سے بڑی مشکل کو خوشی اور رغبت سے اور رضائے الٰہی سمجھ کر برداشت کرنا انسانی کمالات کے لیے سب سے بڑا اسوۂ حسنہ ہے۔ اگر ان چیزوں کو انسان اختیار کرے تو وہ احسنِ تقویم پر پہنچ جاتا ہے ورنہ اسفل سافلین میں دھکیل دیا جاتا ہے۔

۵- حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پیام کے پہنچانے میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائیں:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ہود:۱۱۲) — (اے حبیبؐ) قائم رہو جیسا تمھیں حکم ہے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

شیبتنی سورۃ ہود — سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا (یعنی سورۂ ہود میں جو حکم آیا ہے اس کی تعمیل نے مجھے بوڑھا بنا دیا)۔

جب مکہ معظّمہ کے سارے قبیلوں کے سردار جمع ہو کر ابو طالب سے شکوہ کرنے آئے کہ تمھارے بھتیجے کو اب خاموش ہو جانا چاہیے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے دین کی تبلیغ میں جس عشق و مستی سے سرگرم رہے ہیں اس کی مثال اوّلین و آخرین میں کہیں نظر نہیں آتی۔

۶- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وحی ہے۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ	اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ مگر وحی کی جاتی ہے (یعنی حضور کا ہر قول وحی کا مقام رکھتا ہے)۔
(النجم:۳-۴)	

۷- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول (اوپر کی دلیل سے) فرقان بھی ہے (یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ ہے)۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَاۙ	بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنائے۔
(الفرقان:۱)	

۸- یٰسین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۹- طٰہٰ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اے حلقۂ درویشاں وہ مردِ خدا کیسا ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستا خیز!
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!
[ص ۳۱۸]

اقبال ایسے درویشوں کو پسند کرتے ہیں جو لوگوں کو عمل کے لیے آمادہ کر دیں اور ان کا تزکیہ اس طرح ہو کہ لوگوں کے باطنی امراض دور ہو جائیں۔

سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۴ میں (اور اسی سے ملتی جلتی آیت الجمعہ ۲ میں) حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم کی چار خصوصیات اس طرح بیان فرمائی ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (آل عمران:۱۶۴)	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن پر انھی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے۔ اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھُلی گمراہی میں تھے۔

قرآن سناتا ہے جو انھوں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا، کفر و ضلالت اور ملکاتِ رذیلہ سے پاک کرتا ہے اور نفس کی قوتِ عملیہ وعلمیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے۔

جو لوگ اپنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشیں کہلاتے ہیں ان کا عمل بھی یہی ہونا چاہیے ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا   اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

[ص ۳۱۸]

سورۃ النمل میں ملکۂ سبا کی زبانی فرمایا گیا ہے:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ○ (النمل:۳۴)	بولی، بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل۔ اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

ستارہ کیا مِری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں

[ص ۳۱۹]

جو خود محکوم ہو وہ مجھ پر کیا اثر انداز ہوگا اور میری تقدیر کو وہ کیا بنائے گا یا بگاڑے گا؟

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ	اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے دبے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ اسی کے

ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ (الاعراف:۵۴)

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی!
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں!

[ص۳۱۹]

جب انسان مختلف وہم وگمان کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ پھر کچھ نہیں کر سکتا۔ گویا اس کی خودی مر جاتی ہے لیکن جب خیال اور نظر کو وہ یقین کے تابع کر لیتا ہے تو پھر وہ صحیح زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

سورۃ الجاثیہ میں منکرین کے متعلق فرمایا ہے کہ:

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ○ — اور انھیں اس (بات کا) علم نہیں، وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں (یعنی علم اور یقین والے لوگ ظن وگمان میں نہیں پڑے رہتے)۔ (الجاثیہ:۲۴)

سورۃ الانعام: آیات ۱۱۶، ۱۴۸۔، سورۂ یونس: آیت ۶۶ وغیرہ میں بھی ایسے اٹکل لگانے والے اور ظن وگمان میں پڑنے والے لوگوں کا ذکر ہے جو یقین سے محروم ہیں اور جب یقین سے محروم ہیں تو پھر گویا اپنے نظریات کو کسی ایک مرکزِ خیال پر قائم نہیں کر سکتے۔

ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیِ شوق — نہ مال و دولتِ قاروں نہ فکرِ افلاطوں!

[ص۳۱۹]

ایک مردِ مومن نہ دولت کی ہوس رکھتا ہے اور نہ افلاطون جیسی کھوکھلی عقل رکھتا ہے بلکہ وہ اللہ پر یقین رکھ کر پاک ضمیر، بلند نگاہ اور جذب و مستی حاصل کرتا ہے۔

۱- پاک ضمیر کے لیے ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا○ — بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے (نفس کو) ستھرا کیا۔ (الشمس:۱۹)

۲- بلند نگاہ کے لیے ارشاد آتا ہے:

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ — تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا؟ ہم نے اسے کیسا بنایا اور سنوارا اور اس میں

وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ۙ‏ تَبۡصِرَةً وَّ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ (ق:۶-۸)

کہیں رخنہ نہیں۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں لنگر ڈالے اور اس میں ہر جا بارونق جوڑا اُگایا۔ سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لیے (یہ سب اس لیے ہے کہ بینائی اور بصیرت حاصل ہو)۔

۳- مستیِ شوق کے لیے ارشاد ہے:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَجَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ (الحجرات:۱۵)

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا، اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردوں!

[ص۳۱۹]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی رفعت اور فضیلت کے منتہا کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰى‌ ۚ‏ (النجم:۹)

پس اس جلوے اور اس محبوبؐ میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (قرب اپنے کمال کو پہنچا اور نزدیکی اپنی غایت کو پہنچی)۔

علاج آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا　　تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں!

[ص۳۲۰]

فرنگیوں نے احساسِ کمتری پیدا کر کے بے عمل بنا دیا ہے۔ رومی (ان کے برعکس) سخت کوشی اور عشق کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ع　کوششِ بے ہودہ بہ از خفتگی

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍؕ‏

بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا

پیدا کیا۔ (البلد:۴)

عالمِ آب و خاک و باد! سرِّ عیاں ہے تُو کہ میں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تُو کہ میں؟

[ص۳۲۰]

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۝ — اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا بجا (طور پر)۔ وہ ان کے شرک سے برتر ہے۔ (النحل:۳)

وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۝ — اور مسخّر کیے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔ (الجاثیہ:۱۳)

تُو ابھی رہ گذر میں ہے، قیدِ مقام سے گذر!
مصر و حجاز سے گذر، پارس و شام سے گذر!

[ص۳۲۱]

مسلمان کسی مقام کا بن کر نہیں رہ جاتا۔ اس کے یہاں مقام کا پیوند کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے لیے ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ — بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ (الحجرات:۱۳)

سورۃ الانعام: آیت ۹۸ میں بھی اس طرح کا بیان ملتا ہے:

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گذر، بادہ و جام سے گذر!

[ص۳۲۱]

اللہ کے نیک بندے جنت کے لالچ میں اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ (الانعام:۱۶۲)

آپؐ فرما دیں کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

گرچہ ہے دلکُشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار
طائرکِ بلند بال دانہ و دام سے گذر!

[ص۳۲۱]

وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ (العنکبوت:۳۸)

اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے اور انھیں صحیح راہ سے روک دیا۔

اسی طرح کا مضمون سورۃ الانفال: آیت ۴۸ اور سورۃ النمل: آیت ۲۴ میں بھی آتا ہے۔
''حسنِ فرنگ'' میں شراب، جوا، بُت پرستی، شگون لینا وغیرہ خاص ہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ:۹۰)

اے ایمان والو، بے شک شراب اور جوا اور بُت (یا عبادت کے لیے نصب کی ہوئی چیزیں) اور فال، شیطان کے عمل کی ناپاکی ہے۔ پس تم اس (ناپاکی) سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تیغِ ھلال کی طرح عیشِ نیام سے گذر!

[ص۳۲۱]

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَؕ (البقرہ:۶۰)

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔

موسیٰ علیہ السلام کے طریقے پر ہم کو بھی بالواسطہ مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ صفحہ ۳۲۰ کی سورۃ النحل: آیت ۳ اور سورۃ الجاثیہ: آیت ۳ بھی دیکھیں۔

نگاہِ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اُڑ جائیں
نہ آہِ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی!

[ص ۳۲۲]

سخت کوشی اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ کمزوری اور حسرت و یاس ایک مسلمان کا شیوہ نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا طریقہ اس سے پہلے والے شعر کے ذیل میں آ چکا ہے۔ پھر ان کا طریقۂ سخت کوشی سورۃ الکہف میں ہمارے لیے ایک نمونہ ہے:

لَآ اَبۡرَحُ حَتّٰٓی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا○	میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں (سالہا سال چلتا جاؤں)۔ (الکھف:۶۰)

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی!

[ص ۳۲۲]

ہم کوئی جوش اور امنگ ہی نہیں رکھتے۔ یہی سب سے بڑا مرض ہے، حالانکہ ہمارے لیے سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا	وہی ہے جس نے تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا ہے سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی!

[ص ۳۲۲]

روٹی اور پانی سے جو پُتلا بنا ہے وہ انسان کا نہیں جب تک کہ اس میں آرزو اور اُمنگ نہ ہو۔ اس کے لیے گذشتہ آیت دیکھیے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

[ص ۳۲۳]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○ (المائدہ:۱۰۵)

اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کردے گا۔

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سُود و سودا مکر و فن

[ص۳۲۳]

وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (النحل:۱۰۶)

اور اس (مومن) کا دل ایمان کے ساتھ ہی اطمینان حاصل کرتا ہے۔

جوش اور ولولہ (عمل کے لیے جذبہ) دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ (الرعد:۱۱)

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تُو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن!

[ص۳۲۳]

جب غیر اللہ کے آگے انسان (جو مسجودِ ملائک ہے) جھک جاتا ہے تو من کے ساتھ وہ اپنا تن بھی بیچ دیتا ہے۔ یہ من اور تن دونوں کی توہین ہے۔

وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ○ (الحج:۳۱)

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروّت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

[ص۳۲۳]

......فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا (آل عمران:۱۰۳)
پس اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:۲۹)
آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور مہربانی کرنے والے۔

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

[ص۳۲۴]

اربابِ تعلیم نے مسلمانوں کو پیٹ کے لیے تعلیم حاصل کرنے کا سبق دیا ہے حالانکہ مسلمان صرف ایسی تعلیم کے لیے پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ (البقرہ:۳۱)
اور اللہ نے آدمؑ کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے (یعنی اشیا کے حقائق کی تعلیم دی)۔

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰)
اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔

اس بزرگی اور فضیلت (خلیفۃ اللہ) کی حیثیت سے اس کے عمل ہونے چاہییں۔

قلندر جز دو حرفِ لا اللہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

[ص۳۲۴]

ہمارے وہ علما جو صرف علم کی نمائش کرتے ہیں، وہ ایسے قلندر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے جو غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟
(الزمر:۳۶)

حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

[ص۳۲۴]

مسلمان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ٥ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا (البلد:۴) پیدا کیا۔

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم

[ص۳۲۴]

وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ٥ (الحج:۳۲) اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی زبان میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم!

[ص۳۲۵]

صفحہ ۳۲۳ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

[ص ۳۲۵]

پیٹ کی خاطر دوسروں کی غلامی اختیار کرنا کس قدر مذموم ہے۔ دل کی آزادی چاہیے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط ○ — سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد:۲۸)

یہی دل کا اطمینان اور چین، دل کی آزادی ہے۔

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

جو شخص ایسا دل نہیں رکھتا وہ نڈر نہیں ہوسکتا۔ بے خوف دل اس کا ہوتا ہے جو غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ○ — وہ جو اللہ کا پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے۔

(الاحزاب:۳۹)

ہے ذوقِ تجلّی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تُو نِرا صاحبِ ادراک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

انسان محض عقل نہیں رکھتا بلکہ اللہ سے ہم کلام اور اس کے دیدار سے بھی مشرف ہوسکتا ہے۔ صفحہ ۳۱۷ میں سورۃ التین کی تفسیر دیکھیں۔

وہ آنکھ کہ ہے سُرمۂ افرنگ سے روشن — پُرکار و سخن ساز ہے! نم ناک نہیں ہے!

[ص ۳۲۵]

صفحہ ۳۲۰ میں سورۃ العنکبوت آیت ۲۸ دیکھیں۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث — مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!
[ص۳۲۶]

ایک حدیث آتی ہے کہ:

لولاک لما خلقت الافلاک — اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔

اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ۝ (الانبیاء:۱۰۵) — زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔

وَ اَوۡرَثَکُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَ دِیَارَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ وَ اَرۡضًا لَّمۡ تَطَئُوۡهَا ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا۝ؑ (الاحزاب:۲۷) — اور ہم نے تمھارے ہاتھ لگائے ان (کافروں) کی زمین اوران کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (النور:۵۵) — اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عملِ صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی۔

ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
[ص۳۲۶]

قول وفعل میں یکسانیت ایک مسلمان کا شیوہ ہے:

کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ۝ (الصّف:۳) — کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا — غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق
[ص۳۲۶]

امام رازی کی متکلمانہ شان کے سبھی معترف ہیں لیکن یقین کی پختگی ہی انسان کو صحیح منزل تک پہنچا سکتی ہے۔[۳]

فَاَمَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِیۡنَ○ (القصص:۶۷)

پس وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا، قریب ہے کہ وہ فلاح یاب لوگوں میں سے ہو۔

یہی ایمانِ کامل اور یقینِ کامل تمام فلاح اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی نہ ہو، تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق
[ص ۳۲۷]

سورۃ الحج کی آیت ۳۲ سے عشق کی تشریح کی گئی ہے۔ اگر ''تقوی القلوب'' ہی نہ ہو تو نام کی مسلمانی بے کار ہو۔

کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی!
[ص ۳۲۷]

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ○ (الحجرات:۱۴)

گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپؐ فرما دیں، تم ایمان تو نہیں لائے۔ ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔ اور ابھی ایمان تمھارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو گے تو تمھارے کسی عمل کا تمھیں نقصان نہ دے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مومن ہو تو اس کا عمل صحیح ہوگا اور اس میں شانِ استغنا پیدا ہوگی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی!

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے

رَسُولِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ o

(الحجرات:۱۵)

رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔

ایمان والوں کا ایمان ہی کافروں کو مرعوب کر دیتا ہے۔ اسلحہ تو علیحدہ چیز ہے۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ج وَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ ط وَ بِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ o

(آل عمران:۱۵۱)

کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کہ انھوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بُرا ٹھکانا ظالموں کا ہے۔

یعنی مشرک بننے سے بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بزدلی شمشیر رکھنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان حاصل کرنے سے ختم ہوتی ہے۔

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب بہشتِ مغربیاں، جلوہ ہائے پا بر کاب!

صفحہ ۳۲۱ کی آیات (العنکبوت:۳۸؛ النمل:۲۴؛ المائدۃ:۹) دیکھیں۔

وہ سجدہ، روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!

[ص ۳۲۸]

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا

(النساء:۳۶)

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ (نہ جاندار کو نہ بے جان کو، نہ اس کی ربوبیت میں اور نہ اس کی عبادت میں)۔

دراصل ایسا سجدہ کرنے والے ہی نہ رہے ورنہ ان کے سامنے غیر اللہ طاقتیں کانپ جاتیں۔ یہ سجدہ ایک چیلنج ہے تمام غیر اللہ کو اور ایک اعلان ہے بندے کا کہ وہ اب صرف اللہ کے آگے جھکے گا اور غیر اللہ کی نفی کرے گا۔

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری!
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
[ص ۳۲۹]

''تقوی القلوب'' کا ذکر آ چکا ہے۔ سورۂ ق میں بھی قلب سے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ھُوَ شَھِیۡدٌ○ (ق:۳۷)

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ رہے۔

دل سے سمجھنے والا اور غور سے سننے والا ہی صحیح معنوں میں بیدار ہے اور اسی بیداری سے وہ بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے، سلطانی بھی عیّاری!
[ص ۳۲۹]

خلوص اور ایثار کا فقدان ہے اور ہر جگہ عیاری ہی عیاری ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰہِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَھُمۡ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا○ (النساء:۱۴۶)

مگر وہ جنھوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لیے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو اجرِ عظیم دے گا۔

یہ تمام باتیں اخلاص ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ ریا اور منافقت ہے جس کا ذکر اسی سورہ میں مذکورہ آیت سے پہلے ہی آیا ہے۔

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری
[ص ۳۳۰]

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡھِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰھُمۡ ذِکۡرَ

شیطان نے اُن پر قابو پالیا ہے۔ پس اس

اللّٰہِؕ (المجادلہ:۱۹) نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔
اسی لیے گرفتاری بھی آزادی معلوم ہوتی ہے۔

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی تو بے لذتِ نیاز نہیں

[ص۳۳۰]

خودی کے معنی (اقبال کے یہاں) تکبّر نہیں بلکہ خود شناسی ہیں۔ جب انسان اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور خلیفۃ اللہ ہونے کا احساس اپنے دل میں کرنے لگتا ہے تو عظیم کارنامے انجام دیتا ہے۔ پھر اللہ سے نیازمندانہ ناز بھی کرنے لگتا ہے جیسا کہ اقبال نے جگہ جگہ کیا ہے مثلاً:

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

[ص۲۹۸]

ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَـنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ۝ (یونس:۱۴)
پھر ہم نے اُن کے بعد تمھیں زمین میں (اپنا) جانشین بنایا کہ دیکھیں، تم کیسے کام کرتے ہو۔

وَ فِى الۡاَرۡضِ اٰيٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِيۡنَ۝ وَ فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ‌ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۝ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے شکارِ مردہ سزا وارِ شاہ باز نہیں

[ص۳۳۰]

شہباز[۴] (شاہین) کبھی مردار نہیں کھاتا۔ اسی طرح بیدار دل والا مسلمان کبھی گھٹیا چیزوں پر نظر نہیں کرتا اور بیدار دل کا تعلق عشق سے ہے جو زور اور مستی پیدا کرتا ہے۔

میرِ سپاہ نا سزا، لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیرِ نیم کش، جس کا نہ ہو کوئی ہدف

[ص۳۳۱]

آج کل کے لیڈروں میں وہ صلاحیت نہیں ہے جو قوم کو متحد کر کے باطل کے سامنے کھڑا کر دے۔ حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت کو یک جان و دو قالب کر کے کفر و باطل کے خلاف بنیانِ مرصوص بنا دیا تھا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:۲۹)	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے سخت ہیں کافروں پر اور نرم ہیں آپس میں۔
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصّف:۴)	بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر، گویا وہ عمارت ہے رانگا پلائی۔

کھول کے کیا بیاں کروں سرِّ مقامِ مرگ و عشق
عشق ہے مرگِ باشرف، مرگ، حیاتِ بے شرف!

[ص ۳۳۱]

اللہ کی محبت میں قتل ہونا ابدی زندگی ہے۔ عشق اور تقویٰ القلوب ہی تن من دھن کی بازی لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۴)	اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمھیں خبر نہیں۔

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش　　لاکھ حکیم سربجیب، ایک کلیم سربہ کف!

[ص ۳۳۱]

مولانائے روم کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ لاکھوں فلاسفر جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں، ہیچ ہیں ایک سرفروش اور باعمل کلیم کے مقابلے میں، جو عمل اور عشق سکھاتا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝ (المائدہ:۷۷)	اور ایسے لوگوں کی پیروی (ان کی خواہش کی پیروی) نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔

ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ الحج کی آیت ۴۶ میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ دل رکھتے ہیں لیکن سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طُور سے آتی ہے بانگِ لَا تخف

[ص۳۳۲]

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰیO (طٰہٰ:۶۸) — ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈرو۔ بے شک تم ہی غالب ہو۔

موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح کی تسلی کا ذکر سورۂ طٰہٰ: آیت ۲۱؛ سورۃ النمل: آیت ۱۰؛ سورۃ القصص: آیت ۳۱ میں بھی ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی شان بھی یہی تھی کہ وہ ڈٹ کر اپنے کام میں لگ جاتے تھے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًاO (الکھف:۶۰) — اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک میں وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

[ص۳۳۲]

ملوکیت ہو یا جمہوریت ہو، عدل کی ضرورت ہے جو دین کے لوازم میں سے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَO (النحل:۹۰) — بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے۔ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

دین اور اسلام کی حکومت کی غرض و غایت سورۃ الحج میں بیان فرمائی ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا — (وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں

الصّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِo (الحج:۴۱)

غلبہ اور اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور برائی سے لوگوں کو روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

نخچیرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی
لطفِ خلشِ پیکاں، آسودگیِ فتراک!
[ص ۳۳۳]

عشق والوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر مشکل میں راحت حاصل کرتے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍo (البلد:۴)

بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

اسی لیے مشقت اٹھانا اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو پھر اس کی زندگی بے کار ہے۔

اے رہروِ فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی
نے راہِ عمل پیدا، نے شاخِ یقیں نمناک!
[ص ۳۳۳]

ایمان کے ساتھ عمل اور یقینِ کامل دونوں ضروری ہیں۔ پھر انسان اشرف المخلوقات بن سکتا ہے۔

قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَo (البقرہ:۱۱۸)

بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لیے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُا لْبَرِیَّۃِo (البیّنہ:۷)

بے شک جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

کمالِ ترک نہیں آب و گل سے مہجوری!
کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری!
[ص ۳۳۴]

گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ دنیا کی چیزوں سے خود کو محروم کر لیا جائے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام کائنات کو مسخر کر لیا جائے:

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

اور تمھارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں اور

اَلْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَo (الجاثیہ:۱۳) زمین میں ہے سب کا سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری

[ص۳۳۴]

خاندانِ مغلیہ جب بے عمل ہو گیا تو نہ وہ فقر کے لیے موزوں رہا اور نہ سلطنت کے لیے۔

وَالْعَصْرِo اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍo اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِo (العصر:۱۔۳) زمانے کی قسم (زمانے کی تاریخ اٹھا کر دیکھو) بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

بغیر ایمان اور عمل صالح نیز حق اور صبر کے، انسان خسارے میں ہے۔

وہ ملتفت ہوں تو کنجِ قفس بھی آزادی! نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری!

[ص۳۳۴]

فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَo (یونس:۱۱) پس ہم چھوڑ رکھتے ہیں جن کو اُمید نہیں ہماری ملاقات کی، اپنی شرارت میں بھٹکتے۔

جن کو اللہ سے امید نہیں ان کے لیے ہر جگہ محرومی ہے۔

عقل گو آستاں سے دور نہیں اُس کی تقدیر میں حضور نہیں

صفحہ ۳۳۱ میں سورۃ المائدۃ: آیت ۷۷ اور سورۃ الحج: آیت ۴۶ کی آیتیں مذکور ہیں، وہی یہاں کے لیے دیکھیے۔

ناصبوری ہے زندگی دل کی! آہ! وہ دل کہ ناصبور نہیں

[ص۳۳۵]

وہ دل ہی کیا جس میں تڑپ نہ ہو اور عمل کے لیے لگن نہ ہو۔ سورۃ الحج: آیت ۳۲ میں تقویٰ

القلوب کا ذکر ہے۔ صفحہ ۳۲۴، ۳۲۷ میں بھی اس کا ذکر آ چکا ہے۔

ہر گُہر نے صدف کو توڑ دیا — تُو ہی آمادۂ ظہُور نہیں!

[ص ۳۳۵]

ہر چیز بڑھ رہی ہے اور اُگ رہی ہے لیکن انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ اسی لیے گھاٹے میں ہے۔

وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ۙ — اور تمھاری تخلیق میں اور جتنے جان دار جو وہ بکھیرتا ہے ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔ (الجاثیہ:۴)

گویا ہر چیز جو پیدا ہوئی ہے وہ بڑھ رہی ہے اور اللہ پاک کی معرفت کا سبق دے رہی ہے۔

اَرِنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر — یہ حدیثِ کلیمؑ و طُور نہیں!

[ص ۳۳۵]

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کے دیدار کے لیے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ — (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا، اے رب میرے، مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (الاعراف:۱۴۳)

لیکن اقبال نے یہاں ارنی سے یہ مراد لی ہے کہ انسان اپنی شان کے مطابق عمل دکھائے ورنہ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا — وہی ذات ہے جس نے تمھارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)

جب یہ سب کچھ اسی کے لیے ہے تو وہ کیوں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھتا ہے؟

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں — تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں!

[ص ۳۳۶]

جب انسان اپنی خودی کو پہچان لیتا ہے اور اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کر لیتا ہے تو زمین و

آسمان کی حدود سے بھی گذر جاتا ہے۔ سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر صفحہ ۳۳۴ کے شعر کے ساتھ تو آ چکا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی!

[ص ۳۳۷]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:۵۵)	اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی۔

خودی کو پہچاننے والے لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں۔

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تُو نے
مجھے کیا گِلہ ہو تجھ سے، تُو نہ رہ نشیں نہ راہی!

[ص ۳۳۷]

فلسفی تو صرف سوچنا سکھاتا ہے، منزلِ مقصود کے لیے عمل پیرا ہونا نہیں سکھاتا۔ صفحہ ۳۳۱ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۷۷ ملاحظہ ہو۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الّا!
لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

[ص ۳۳۷]

آج کا مسلمان کہیں کا ہو، دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں کہتا، ورنہ اسے غیر اللہ کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدا لآ الٰہ الّا اللّٰہ!

[ص ۳۳۸]

موجودہ مدرسوں نے لا الٰہ الا اللہ کا صحیح عقیدہ ہی دلوں سے دُور کرا دیا ہے۔ اس لیے طلبہ کی اقدار ہی بدل گئی ہیں۔ اس سے اوپر والے شعر کی آیات دیکھیں۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں   ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا   حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

[ص ۳۳۹]

حیات بڑھنے کا نام ہے اور ممات مرنے کا نام ہے، یعنی عمل والے زندہ ہیں اور بے عمل لوگ مُردہ ہیں۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ	ہم نے دولت و مال میں لوگوں کو متفاوت کیا
الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ	تا کہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے
لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا	خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو۔

(الزخرف:۳۲)

غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آئے اور مال دار کو کام کرنے والے مل جائیں تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر، پورا نظامِ عالم ایک نظامِ عمل ہے، بے عملی نہیں ہے۔

رگوں میں گردشِ خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں

[ص ۳۳۹]

اس کے لیے بھی اوپر کی آیت کافی ہے۔

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے؟   خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے!

[ص ۳۴۰]

دوسروں سے چھین جھپٹ کر کے بادشاہ بن جانا بادشاہی نہیں ہے بلکہ گداگری ہے۔ اہلِ فقر جو خدا کے سوا کسی کے محتاج نہیں، ایسی بادشاہی کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ سے رجوع ہوتے ہیں اُن کے لیے سورۂ ہود میں یہ بشارت ہے۔

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ   اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی

يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ھود:۳)

طرف توبہ کرو۔ تمھیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا (یعنی دین و دنیا میں)۔

اور جو لوگ پیسہ بٹورتے ہیں ان کے لیے یہ وعید سورۃ التوبہ میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (التوبہ:۳۴)

اے ایمان والو، بے شک بہت سے پادری اور جوگی لوگ، لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انھیں بشارت سناؤ دردناک عذاب کی۔

یہاں ناحق مال کھانے والوں پر بھی وعید ہے۔

بُتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

[ص ۳۴۰]

غیر اللہ سے امید رکھنا، یعنی ایسوں سے امید رکھنا جو خود کوئی طاقت نہیں رکھتے، یقیناً کُفر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ (الحج:۷۳)

وہ جنھیں اللہ کے سوا تم پُوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگر سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!

[ص ۳۴۰]

وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَ فِىٓ

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے

اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ○ لیے اور خود تم میں، تو کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟ (سوجھتا نہیں)۔ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)

نہ تُو زمین کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تُو نہیں جہاں کے لیے
[ص۳۴۱]

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خاروخس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے
[ص۳۴۱]

عقل کو چاہیے کہ خاروخس کے لیے نہ ہو (بے کار سوچنے کے لیے نہیں) بلکہ نیستاں کے لیے ہو کہ جہاں آگ لگادے اور دل کی طرح محبت اور عشق کی دمساز ہو، کیونکہ دل وہی ہے جو اللہ کی ہدایت پاتا ہے۔

وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ یَهۡدِ قَلۡبَهٗ اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے قلب کو ہدایت فرماتا ہے۔ (التغابن:۱۱)

اور جو لوگ اس ہدایت سے محروم ہیں اُن کے پاس دل تو ہیں لیکن اس دل میں صحیح سمجھ کا مادہ نہیں ہے۔

لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔
(الاعراف:۱۷۹)

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے
[ص۳۴۱]

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ وَلَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَا نۡفَضُّوۡا مِنۡ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان لوگوں کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند

حَوْلِکَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَo (آل عمران:۱۵۹)

مزاج، سخت دل ہوتے تو ضرور تمھارے گرد سے پریشان ہوجاتے، تو تم انھیں معاف فرما دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو، اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

تو اے اسیرِ مکاں، لامکاں سے دُور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دُور نہیں

[ص۳۴۲]

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِo (ق:۱۶)

اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

مقامِ عقل سے آساں گذر گیا اقبال مقامِ شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ!

[ص۳۴۳]

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

[ص۳۷۶]

صفحہ ۴۹ میں سورۃ التغابن: آیت ۱۱؛ اور سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۹ کی آیتیں آ چکی ہیں۔
شوق (عشق) عمل کی طرف آمادہ کرتا ہے اور بغیر عمل کے کچھ بھی حاصل نہیں۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo (النجم:۳۹)

اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو اس نے کوشش کی۔

احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اوّل، سوز و تب و تاب آخر

[ص۳۴۴]

عشق میں سرگرمی اور تڑپ شروع سے آخر تک رہتی ہے۔ انسان کی تخلیق ہی مشقت سے ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ۝ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔ (البلد:۴)

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

[ص ۳۴۴]

قوموں کو پہلے مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بعد میں آرام نصیب ہوتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اے محبوبؐ، کیا تم نے نہیں دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰؑ کے بعد ہوا وہ جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے، ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں۔ (البقرہ:۲۴۶)

ہر شے مسافر ہر چیز راہی! کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی!

[ص ۳۴۵]

ہر چیز راہِ سفر میں ہے اور ایک جگہ ٹھہری ہوئی نہیں ہے۔

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَۃٍ ثُمَّ یُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ ثُمَّ لِتَکُوۡنُوۡا شُیُوۡخًا ۚ وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی مِنۡ قَبۡلُ وَ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۝ (المومن:۶۷) وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے بنایا، پھر پانی کی بوند سے، پھر خون کی پھٹک سے، پھر تمھیں نکالتا ہے بچہ، پھر تمھیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو، پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو۔ اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ سمجھو۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں بھی کھیتی کے پھوٹنے، اُگنے اور بڑھنے کی مثال آئی ہے:

کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ جیسے ایک کھیتی۔ اس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اُسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق

پر سیدھی کھڑی ہوئی۔ (الفتح:۲۹)

اسی طرح ہر مخلوق چل رہی ہے اور ایک مقام پر نہیں ہے۔

تو مردِ میداں، تُو میرِ لشکر نوری حضوری تیرے سپاہی!

[ص۳۴۵]

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)

ہر چیز ہے محوِ خود نمائی ہر ذرّہ شہیدِ کبریائی!

[ص۳۴۵]

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ ھُوَ شَھِیْدٌO بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو رکھتا ہو دل، یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

(ق:۳۷)

بے ذوقِ نمودِ زندگی، موت تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

رائی زورِ خودی سے پربت پربت ضعفِ خودی سے رائی

[ص۳۴۵]

ہر چیز میں اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جب یہ صلاحیت نہیں رہتی تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَO وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمھارے لیے اس میں راستے کیے کہ تم راہ پاؤ (اپنے منازل و مقاصد کی طرف)۔ (الزخرف:۱۰)

جب یہ راستے تلاش نہیں کیے جاتے تو زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ! ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ!

[ص۳۴۶]

علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء میں برطانیہ حکومت کے زوال کی یہ پیش گوئی کر دی ہے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ O لا وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ O

(آل عمران:۱۴۰۔۱۴۱)

اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ (کافر) بھی ویسے ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی) اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

علامہ اقبال نے ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ان کے زوال کی پیش گوئی کی تھی جو صحیح ثابت ہوئی۔

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں — گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

[ص ۳۴۶]

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

اور جو لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے!

[ص ۳۴۷]

جب بندہ اللہ کی رضا کے لیے خود کو وقف کر دیتا ہے اور اپنی حیات و ممات اس کے آگے پیش کر دیتا ہے تو پھر اللہ بھی اُس کی رضا کو اپنی رضا قرار دیتا ہے۔ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اسی لیے کہا گیا ہے کہ الذی کان رأیۂ موافق بالوحی والکتاب)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ — بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاۙ۝ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَاؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًاۙ۝ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَاؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۝ وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا۝

(الفتح:۱۸۔۲۲)

جب وہ اس درخت کے نیچے تمھاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو اُن کے دلوں میں ہے تو اُن پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنے والی فتح (فتح خیبر) کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم حاصل کرو گے تو تمھیں یہ جلد عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمھیں سیدھی راہ دکھائے۔ اور ایک فتح اور (فتح مکہ) جو تمھارے بل کی نہ تھی، وہ اللہ کے قبضے میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر کافر تم سے لڑیں تو ضرور تمھارے مقابلے سے پیٹھ پھیر دیں گے، پھر کوئی حمایتی نہ پائیں گے، نہ مددگار۔

جب بندہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر کے اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر جو وہ چاہتا ہے اللہ بھی وہی چاہتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۷)

جب آپؐ نے تیر چلایا تو آپؐ نے نہیں چلایا بلکہ اللہ نے چلایا۔

ع نوائے صبح گاہی نے جگر خوں کر دیا میرا

[ص ۳۴۸]

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًاؕ۝ (المزمل:۶)

بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی کُھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
[ص ۳۴۸]

جب عشق اور لگن کے ساتھ خود شناسی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان خود کو خلیفۃ اللہ سمجھنے لگتا ہے تو اُس کا عمل بھی اسی منصب کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کسی بادشاہ سے کم نہیں ہوتا۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ط
(الانعام:۱۶۵)

اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اُس چیز میں جو تمھیں عطا کی (اللہ کا نائب ہونا ہی سب سے بڑی شاہی ہے)۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!
[ص ۳۴۸]

ابھی سورۃ المزمل کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ق صلے عَسٰٓی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا٥
(بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کردے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے)۔

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!
[ص ۳۴۸]

وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ج٥
(الحشر:۹)

غیر اللہ کی محتاجی، نفس کے لالچ کی وجہ سے ہوتی ہے جو انسان کو اُس کی بلندی سے گرا دیتی ہے۔ اور وہ لوگ جو اس لالچ سے بچ جاتے ہیں وہی کامیاب ہیں۔

صوفیہ کے نزدیک چار عالم ہیں:

۱- عالمِ لاہوت (ذات)

۲- عالمِ جبروت (صفات)

۳- عالمِ ملکوت (اسماء)

۴- عالمِ ناسُوت (عالمِ ظاہر)

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی! اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!
[ص ۳۴۹]

جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۚ ۝ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ؕ۝ (یونس:۶۲-۶۳)

سُن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ اسی لیے ولی اپنے اللہ کے قرب کی وجہ سے ہر وقت نصرت والا ہوتا ہے اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیانِ مشتاقی!
[ص ۳۵۰]

صرف مشکلات کو لبیک کہنا زندگی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کردار میں اس پیہم کوشش اور مشکل پسندی کا اس طرح بیان سورۃ الکہف میں آتا ہے:

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِفَتٰهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤى اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا۝ (الکہف:۶۰)

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ۝ (الرعد:۱۱)

بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی برّاقی!

[ص۳۵۰]

صفحہ ۳۲۱ میں سورۃ الکھف کی آیت ۳۸ دیکھیں، سورۃ الانفال: آیت ۴۸ اور سورۃ النمل: آیت ۲۴ بھی دیکھیں۔

فطرت کو خرد کے رو برو کر تسخیرِ مقامِ رنگ و بُو کر

[ص۳۵۱]

فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم:۳۰)	پس تم یک سُو ہو کر اپنا رخ دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

انسان کی قابلیت اور صلاحیت اللہ پاک کی قوت وقدرت کی پیروی میں ہونا چاہیے۔ خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرتِ الٰہیہ کا اتباع کرنا چاہیے۔

تاروں کی فضا ہے بے کرانہ تو بھی یہ مقامِ آرزو کر

[ص۳۵۱]

تاروں کی فضا کی وسعت کی طرح انسان کی آرزو میں بھی وسعت ہونی چاہیے کیونکہ اس کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب کا سب اس کی طرف سے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

یقیں پیدا کر اے ناداں، یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری!

[ص ۳۵۱]

اللہ نے بندے کو اپنا نائب بنایا۔ یہ سب سے افضل مقام ہے جو یقین کی بدولت حاصل ہوسکتا ہے۔ صفحہ ۳۴۱ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ دیکھیں۔

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے، دُوری!

[ص ۳۵۲]

دل زندہ نہ ہو تو انسان اپنے ادراک سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی دل کے متعلق سورۃ الحج کی آیت ۳۲ اور سورۂ ق کی آیت ۳۷ بھی دیکھیں۔

عقل عیار ہے سَو بھیس بنا لیتی ہے   عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم!

[ص ۳۵۲]

عقل کے غلط استعمال سے بے عملی کے لیے ہزار حیلے بن جاتے ہیں لیکن عشق ان حیلوں سے بے نیاز ہے۔ ایسی عقل کے متعلق سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (الاعراف:۱۷۹)	وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر، نظر آتے ہیں مقیم!

[ص ۳۵۳]

اہلِ عشق کبھی ایک منزل پر مقیم نہیں ہو جاتے بلکہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

ہے گراں سیرِ غمِ راحلہ و زاد سے تُو   کوہ و دریا سے گذر سکتے ہیں مانندِ نسیم

[ص ۳۵۳]

بڑی سے بڑی مشکل (عشق کی وجہ سے) آسان ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۳۵۰ میں سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱ کی آیتیں دیکھیں۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں — ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

[ص ۳۵۳]

اس سے پہلے والی آیتوں کے حوالے کافی ہیں۔ اس غزل کے دوسرے اشعار میں بھی ''عیشِ منزل'' اور ''زمان و مکاں'' کی قید کو حرام قرار دیا ہے اور عشق کی صلاحیتوں اور اس کے اعجاز کا تذکرہ کیا ہے۔

تھا 'اَرِنی' گو کلیمؑ، میں 'اَرنی' گو نہیں — اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام!

[ص ۳۵۴]

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دیدار کے لیے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ	موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (الاعراف:۱۴۳)

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کا جلوہ دیکھنے کی آرزو کی۔ وہ محبّ تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیّتِ تام حاصل تھی۔[۵] اسی لیے اللہ پاک نے (آل عمران) میں یوں فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ	اے میرے محبوبؐ! آپؐ فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔ (آل عمران:۳۱)

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل — اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل!

[ص ۳۵۵]

اَمَّنۡ ہُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ ؕ قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا	کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گذریں سجود میں اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے،

یَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۫ (الزمر:۹)

کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ آپؐ فرما دیں، کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

علم اور قرآن کا تعلق جبریل علیہ السلام سے ہے اور عشق و عمل کی بیداری کے لیے گویا صورِ اسرافیل مفید ہے۔ سورۃ المجادلہ میں بھی ایسے علم والے کے بلند درجات کا ذکر ہے اور عمل صالح اور عشق والے کے لیے ہر چیز آسان ہو جاتی ہے:

وَ اَمَّا مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الۡحُسۡنٰی ۚ وَ سَنَقُوۡلُ لَهٗ مِنۡ اَمۡرِنَا یُسۡرًا ؕ (الکھف:۸۸)

اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیے تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اُسے آسان کام کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ!

[ص ۳۵۵]

سورۃ الحج میں ہمارے دین کو دینِ ابراہیمؑ کہا ہے:

مِلَّةَ اَبِیۡكُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ (الحج:۷۸) تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔

گویا یہ دینِ ابراہیمیؑ ہے جس میں تسلیم و رضا کی خونیں داستان ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے صاحبزادے کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی اور امام حسینؓ نے بھی اپنی اور اپنے بہتر۷۲ رفقا کی قربانی اللہ کی رضا کے لیے دی۔

وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ (العنکبوت:۶)

وَ مَنۡ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفۡسِهٖ (فاطر:۱۸)

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ (الجاثیہ:۱۵)

ان تمام قربانیوں کا محرک صرف دین ہے اور یہی داستانِ حرم ہے۔

علم کی حد سے پَرے بندۂ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

[ص ۳۵۶]

ایسے علم اور فلسفے سے جو صرف سوچنا سکھائے اور مشکلات کی بھیانک شکل دکھا کر عمل سے روک دے، کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی جگہ عشق (جذبۂ عمل) کی ضرورت ہے جو حضور میں پہنچا دیتا ہے۔

سورۃ التوبہ میں اللہ سے رشتہ رکھنے کی اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کی باتیں ہیں:

اِنَّآ اِلَی اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۝	ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے (شوق اور رغبت ہی سے حضوری حاصل ہوسکتی ہے)۔
(التوبہ:۵۹)	

نہ ستارے میں ہے، نے گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر مِرے نالۂ بیباک میں ہے

[ص ۳۵۷]

لوگوں نے گردشِ افلاک اور ستاروں کو اپنی تقدیر پر اثر انداز سمجھ لیا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ اقبال کے نالہ وزاری سے قوم میں ایسی صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے جو عمل کے لیے کھڑی ہو جائے۔ یہ نالہ وزاری قوم کی بیداری کے لیے ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا۔

قُمْ فَاَنْذِرْ۝ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ۝	کھڑے ہو جاؤ، پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔
(المدثر:۲۔۳)	

خراب کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر فغاں کہ تخت و مصلّٰی کمالِ زرّاقی!

[ص ۳۵۷]

حکومت اس لیے دی جاتی ہے کہ اوامر ونواہی کی پابندی ہو۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝	(وہ مسلمان ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں غلبہ واقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔
(الحج:۴۱)	

لیکن حاکموں نے یہ منصب چھوڑ دیا ہے۔ اسی لیے دوسروں سے بھیک مانگتے ہیں۔ اور ہماری خانقاہوں میں بھی ریاکاری رہ گئی ہے۔

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۠ (الماعون:۴۔۷)

پس خرابی ہے اُن نمازیوں کو جو اپنی نماز (کی حقیقت) کو بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی — سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی!

[ص ۳۵۸]

مسلمان کا پیوند کسی جگہ سے نہیں ہے۔

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:۱۳)

بے شک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا، اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آفاقی ہے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (السبا:۲۸)

اور اے محبوبؐ! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پُرسوز — نصیبِ مدرسہ یا رب یہ آبِ آتش ناک!

[ص ۳۵۸]

آج کل کی تعلیم والوں کے دلوں میں یقین کی قوت نہیں ہے اسی لیے عشق اور گرمی سے محروم ہیں۔
صفحہ ۳۴۸ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۶ ملاحظہ ہو۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک!

[ص ۳۵۹]

صفحہ ۳۵۲ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹ ملاحظہ ہو۔
جنوں اور عشق ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ؕ○ — اور جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے (اس کے کام آسان ہو جائیں گے)۔ (الکھف:۸۸)

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی — مِرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک!

صفحہ ۳۲۶ میں سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۵، اور سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ ملاحظہ ہوں۔

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ — یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ!

[ص۳۵۹]

کمال حاصل کرنا ہے تو ایک طرف ہو کر لگ کر اُس کے ہو جاؤ۔ سورۃ الانعام میں نہایت بلیغ انداز میں ہے:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ — کہو اللہ، پھر انھیں (غیر اللہ کو) چھوڑ دو۔ (الانعام:۹۱)

پس اللہ کے ہو کر رہو اور غیر اللہ کو چھوڑ دو۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل — یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لآ اللہ میں ہے

[ص۳۶۰]

ابراہیم علیہ السلام کی طرح تمام بتوں کو توڑ دو۔ یہی کلمۂ طیبہ کا مقصد ہے جو غیر اللہ کی نفی سکھاتا ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ — کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

(الزمر:۳۶)

جو اللہ کا ہو گیا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت ۹۲ بھی اوپر آ چکی ہے، وہ بھی دیکھیں۔

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے — فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے!

برطانیہ کے زوال کے متعلق صفحہ ۳۴۶ میں بھی فرمایا ہے۔ وہاں کی آیت ملاحظہ ہو۔

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک — رکھتی ہے مگر طاقتِ پرواز مری خاک!

[ص۳۶۱]

انسان بے شک مٹی سے بنایا گیا ہے لیکن اگر ایمان ہے تو وہ عملِ صالح کے لاتعداد مظاہرے کرسکتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

یہ ارشاد اسی لیے ہے کہ انسان سمجھے کہ جب اُس کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے اُسے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا زیب دیتا ہے یا عمل پیش کرنا؟

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد مِری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد
[ص۳۶۲]

علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات (ص۵۲) میں سورۂ ق سے نئی تخلیق کے لیے استدلال کیا ہے:

بَلْ هُمْ فِىْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۠ (ق:۱۵) بلکہ وہ لوگ نئی تخلیق کی طرف سے شبہ میں ہیں۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمیؑ ہے کارِ بے بنیاد!
[ص۳۶۲]

گاندھی نے مرن برت رکھا تھا کہ اچھوتوں کو اُن کے غصب شدہ حقوق برہمنوں سے مل جائیں، لیکن اس طرح کوئی کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ موسیٰ علیہ السلام کی شان عمل کی وجہ سے نمایاں ہے۔ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کی وجہ سے نہیں۔ ان کے عصا کا ذکر سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۷ وغیرہ میں کئی جگہ آیا ہے اور ان کے عزم و حوصلے کی بات سورۃ الکہف: آیت ۶۰ میں ہے جس کے لیے صفحہ ۵۸ دیکھیں۔

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!
[ص۳۶۳]

گویا اقبال نے فرشتوں پر ظاہر کردیا کہ آدم اپنی تڑپ اور عشق سے کیا کیا کارنامے انجام

دے سکتا ہے اور آدم کو بتایا کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے، اس لیے اللہ کے نائب کے منصب کے مطابق اُسے بڑے سے بڑے عمل پیش کرنے ہوں گے۔

سورۃ الانعام: آیت ۱۶۶، اور سورۃ الفاطر: آیت ۳۹ کا ذکر کئی جگہ اوپر آ چکا ہے۔ صفحہ ۳۵۹ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

نے مہرہ باقی، نے مہرہ بازی جیتا ہے رومی، ہارا ہے رازی!
[ص ۳۶۳]

رومی کا شعر یہ ہے:

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے فخر رازی رازدارِ دیں بُدے

دراصل وہ عقل اور فلسفہ بے کار ہے جو صرف سوچنا سکھائے۔ رومی کی طرح سخت کوشی کی دعوت دی جائے تو کامیابی ہو سکتی ہے۔

سورۃ الکہف: آیت ۶۰، اور سورۃ الرعد: آیت ۱۱، اوپر آ چکی ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

آزر کا پیشہ خارا تراشی کارِ خلیلاں خارا گدازی!
[ص ۳۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر پتھر سے بُت تراشتے تھے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً (الانعام:۷۴)	اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا، کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو؟

اور ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا۔

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ○ (الانبیاء:۵۸)	پس (ابراہیم علیہ السلام نے) سب کو چُورا کر دیا مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں (حجت قائم ہو)۔

اسی طرح غیر اللہ کی نفی ضروری ہے۔

تُو زندگی ہے، پایندگی ہے باقی ہے جو کچھ سب خاک بازی!

صفحہ ۳۶۱ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹ آ چکی ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

تیری طبیعت ہے اور، تیرا زمانہ ہے اور تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ!
[ص ۳۶۴]

اکثر موجودہ خانقاہیں جو صرف گوشہ نشینی یا ساز و آہنگ سے تعلق رکھتی ہیں وہ باعمل شخص کے لیے مناسب نہیں۔ سورۃ البقرہ: آیت ۲۹، جس کا حوالہ ص ۶۹ میں ابھی آیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب یہ دنیا سب کی سب انسان کے لیے بنائی گئی ہے تو اُسے برتنے کی ضرورت ہے، اس سے الگ رہنے اور تارک الدنیا ہونے سے زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ!
[ص ۳۶۴]

خانقاہ کی غلامی کی طرح اس عقل اور فلسفے کی غلامی بھی زہر ہے جو صرف سوچنا سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔

صفحہ ۳۶۹ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹، اور سورۃ الکہف کی آیت ۸۸ دیکھیں۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیریؓ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی!
[ص ۳۶۵]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۝ (النساء:۵۹)
اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔

یہ حکم راعی اور رعایا دونوں کے لیے ہے۔ اگر حاکم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر اُس کی اطاعت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے یہی پیام دیا ہے۔

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی!
[ص ۳۶۵]

ممکن ہے کہ علامہ اقبال نے پاکستان کو ایسی خوبیوں کا حامل ہونے کی یہ پیش گوئی کی ہو۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو ایمان

الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ (المجادلہ:١١)
لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا اور اللہ خوب واقف ہے اُس سے جو تم عمل کرتے ہو۔

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو
[ص۳٦٦]

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ○ وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں، تو کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا۔

دکھائی دے گا تو اپنے اندر اور زمین میں اللہ کی نشانیاں نظر آئیں گی۔

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسرو
[ص۳٦٦]

شہاب الدین محمد غوری کے غلام قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں ۶۰۲ھ سے ۶۰۷ھ تک حکومت کی ہے۔ اس حکومت کو آخر کار زوال آیا۔ لیکن امیر خسرو کا کلام پڑھیے جس کی تازگی و شگفتگی ابھی تک باقی ہے۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:۸۳)
لوگوں سے عمدہ طریقے سے بات کرو۔

قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (بنی اسرائیل:۵۳)
میرے بندوں سے فرما دو کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ○ (الاحزاب:۷۰)
اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور بات کہو سیدھی (سچی اور پکّی)۔

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش!
ایک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش!
[ص۳٦٦]

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ
جس دن (قیامت کے دن) بدل دی جائے گی زمین، اس زمین کے سوا اور آسمان

الْقَھَّارِo (ابراھیم:۴۸) (بھی) اور لوگ نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِo (المومن:۱۷) آج ہر جان اپنے کیے کا بدلہ پائے گی۔ آج کسی پر زیادتی نہیں۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں وہ شبانی کہ ہے تمہیدِ کلیم اللّٰہی!

[ص ۳۶۷]

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے

اگر کوئی شعیب آئے میّسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

[ص ۳۸۰]

سورۃ القصص کی آیات ۲۲ تا ۲۸ میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں کہ وہ مدین میں کس طرح شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور دس سال تک اُن کی ملازمت کی۔ اس واقعے سے یہاں علامہ اقبال نے بھی ایک صحیح عارف کی صحبت حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک! ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی!

[ص ۳۶۸]

صوفیہ کے نزدیک حیرت کی دو قسمیں ہیں:

۱- حیرتِ محمود جو مشاہدۂ تجلیات سے طاری ہوتی ہے:

من عرف الله قل کلامهٗ و دام تحیرهٗ۔

۲- حیرتِ مذموم یعنی سرگشتگی جو منکرین کا خاصہ ہے۔

حیرتِ محمود کی مثال موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ (الاعراف:۱۴۳) جب اُس (موسیٰؑ) کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰؑ گرے بے ہوش۔

چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسّس | جی سکتے ہیں بے روشنیِ دانش و فرہنگ!

[ص ۳۶۸]

اللہ کے آگے جھک جانے کے بعد ایسا عزم اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہتی (کرمِ کتابی بننے کی ضرورت بھی نہیں رہتی)۔

وَ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ‌ؕ (ھود:۱۲۳)	اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو۔
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ‌ؕ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِيًّا۝ (مریم:۶۵)	آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا مالک، تو اُسے پُوجو اور اس کی بندگی پر ثابت رہو کیا تو کسی ایسے (بُت) کو جانتا ہے جو اس (اللہ) کے نام کا ہو؟
وَ قَالَ مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ۝ (یونس:۸۴)	اور موسیٰؑ نے کہا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسا کرو اگر تم مسلمان ہو۔

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ | بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ!

[ص ۳۶۸]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا‌ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ۝ (لقمٰن:۶)	اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں (لہو ولعب) خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ بے سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں۔ اُن کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔
وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ (النمل:۲۴)	اور سنوار دیے اُن کے لیے شیطان نے اُن کے اعمال۔

لہو ولعب اور شیطانی کاموں سے احتراز چاہیے۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

[ص ۳۶۹]

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۬ۙ لِنَفۡتِنَہُمۡ فِیۡہِ ؕ وَ رِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ○ (طٰہٰ:۱۳۱)

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں ان کو آزمائیں۔اور تیرؔے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

پس جب اللہ پاک اپنے انعام کا وعدہ کر کے دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کی تعلیم دے رہا ہے تو پھر بندہ کیوں غیر اللہ کا محتاج بنے؟

علم کا مقصود ہے پاکیِ عقل و خرد　　فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیحؑ و کلیم　　علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقامِ نظر، علم مقامِ خبر　　فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ!

[ص۳۶۹]

یہ تمام اشعار قریب قریب ایک ہی مفہوم والے ہیں۔علم و حکمت کی رغبت کے لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے۔

رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۴)　　اے رب، بڑھاتا رہ مجھے علم میں۔

وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا (البقرہ:۲۶۹)　　اور جس کو حکمت دی گئی تو گویا اُسے دولتِ کثیر دی گئی۔

علم و حکمت سے ضرور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن یہ چیزیں ''چراغِ راہ'' ہیں۔اصل منزلِ مقصود جو غیر اللہ سے بے نیازی اور اللہ سے حضوری سکھاتی ہے وہ بندے کو اللہ کی رضا میں ضم کر دیتی ہے اور وہ کہتا ہے:

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ○

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام:۱۶۲)

ازل سے اہلِ خرد کا مقام ہے اعراف! تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور
[ص ۳۷۰]

غیب یعنی حواسِ انسانی کا احوالِ خلق کی طرف متوجہ ہونا اور حضور یعنی خود کو خدا کے روبرو موجود سمجھنا ـــــ یہ صوفیہ کا قول ہے، لیکن افلاطون دوسرے طریقے سے یوں کہتا ہے کہ اشیائے کائنات کا علم محض کلیات، تصوّرات اور عالمگیر صداقتوں کے ذریعے سے کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن چونکہ اشیاء ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں ہے۔ چنانچہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔ گویا اس نے عالمِ موجودات کا انکار اور عالمِ غیر محسوس کا اثبات کیا۔ اقبال کے شعر میں یہی ذکر ہے کہ افلاطون کو غیب و حضور کے متعین کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اور وہ ظن و تخمین ہی کی دنیا میں رہا۔ خرد والے اور ظن و تخمین والے گھاٹے میں ہیں:

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ○

رخصت وہی مانگتے ہیں آپ سے جو یقین نہیں کرتے اللہ پر اور یومِ آخر پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے، سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے ہیں۔ (التوبہ:۴۵)

یہ آیت دراصل جہاد سے بچنے والوں کے متعلق ہے۔ یہاں حقیقت سے بچنے والوں پر بھی صادق آتی ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشاف

[ص ۳۷۰]

فخر الدین محمد رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) نے تفسیرِ کبیر لکھی اور محمد بن عمر جار اللہ زمخشری (المتوفی ۵۳۷ھ) نے تفسیرِ کشاف لکھی۔

علامہ اقبال کے والد صاحب نے ان کے بچپن میں یہ نصیحت کی تھی کہ:

جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمھارے قلب پر بھی اسی طرح اترتا ہے، جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں۔[۶]

لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَهٗ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر، جو آپ پر نازل کیا

بِعِلۡمِہٖ ج (النساء:۱۶۶) ہے اپنے علم کے ساتھ (نزولِ قرآن اللہ کے علم اور شہادت کے ساتھ ہے)۔

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا مسائلِ نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب
[ص ۳۷۱]

غلط قسم کے مولویوں نے اپنے حلوے مانڈے کی خاطر چھوٹی چھوٹی باتوں سے گروہ بندی کی ہوئی ہے۔

مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡہِ وَاتَّقُوۡہُ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (الروم:۳۱۔۳۲) اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ اُن میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے۔ ہر گروہ (کے لوگ) اُس پر جو اُن کے پاس ہے، مگن ہیں۔

سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی
سنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب
سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب
[ص ۳۷۱]

صدیوں تک تُرک نے یورپ اور ایشیا کے علاقوں پر اپنا قبضہ رکھا۔ پھر پہلی جنگِ عظیم میں کمزور ہو گیا۔ تاہم مصطفٰے کمال پاشا نے اُسے تقویت دی لیکن اب وہ خود کو یورپ کا مُلک کہنے میں فخر محسوس کرنے لگا ہے۔ اگر وہ خود کو مسلمان سمجھے تو آسمانوں کی بلندی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ (الجاثیہ:۱۳) اور مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اپنے حکم سے بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات!
یا وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ ملّا و جمادات و نباتات!

[ص ۳۷۱]

''مردانِ خود آگاہ'' وسعتِ افلاک میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ ابھی سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھی ہے۔انسان کے علاوہ دوسری مخلوق صرف تسبیح ہی کرتی ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ج	اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔

(الحشر:۱)، (الصّف:۱)

ظلامِ بحر میں کھو کر سنبھل جا تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج! ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

[ص ۳۷۲]

مسلمان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ سخت کوشی اور پیہم جستجو کے لیے پیدا ہوا ہے۔سورۃ الکھف (آیت ۶۰) میں موسیٰؑ کے ذریعے پیام ہے جس کا ذکر صفحہ ۳۵۰ میں آچکا ہے۔ صفحہ ۳۶۸ میں سورۂ ہود: آیت ۱۲۳، سورۂ مریم: آیت ۶۵، اور سورۂ یونس: آیت ۸۴ بھی ملاحظہ ہوں۔

مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں؟ جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں؟

[ص ۳۷۳]

مسلمان کسی مکان کا پابند نہیں اور اسی کے لیے سارا جہاں پیدا کیا گیا ہے۔
صفحہ ۳۶۱ میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ دیکھیں۔

یقیں مثلِ خلیلؑ آتش نشینی! یقیں اللہ مستی، خود گزینی!
[ص ۳۷۳]

یقین اور ایمانِ کامل ہو تو ابراہیم علیہ السلام کی آگ بھی گلزار بن جاتی ہے۔

قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ۙ﴿ۙ۶۹﴾ (الانبیاء:۶۹) ہم نے حکم دیا، اے آگ، ہو جا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے۔

ع ہر اک ذرّہ میں ہے شاید مکیں دل
[ص ۳۷۴]

ہر چیز میں دل ہوگا کیونکہ ہر چیز اگتی اور بڑھتی ہے۔ صفحہ ۳۶۵ میں سورۃ الذاریٰت کی آیتیں ۲۰-۲۱ دیکھیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ بھی آ چکی ہے، یعنی:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ اے ایمان والو! اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی حفاظت کرو)۔

یہی خودی ہر مخلوق کے دل میں ہے جو اُسے آگے بڑھنے میں آمادگی سکھاتی ہے۔

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے
[ص ۳۷۴]

مسلمان ہی کے لیے یہ کائنات بنائی گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ: آیت ۲۹، سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۵، اور سورۃ الاحزاب: آیت ۲۷ اُوپر آ چکی ہیں۔

ع نہیں ممکن امیری بے فقیری!
[ص ۳۸۵]

فقیر سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ یہی بے نیازی اصل امیری ہے۔ صفحہ ۳۶۹ میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۳۱ مذکور ہوئی ہے وہ دیکھیں۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش خودی کی زد میں ہے ساری خدائی
[ص ۳۸۵]

خودی کی بہترین مثال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جو انسانیت کی معراج ہے اور خودی جو ہر چیز میں موجود ہے اس کے پسِ پردہ اللہ کی ذات ہے جس سے خودی کی تخلیق ہوتی ہے۔

سورۃ المائدہ: آیت ۱۰۵، اور سورۃ الجاثیہ ۱۱۳ کے علاوہ انسانیت کی معراج کبھی رحمۃ للعالمینؐ (الانبیاء: آیت ۱۰۷) کبھی رؤفٌ رحیمؐ (التوبہ: آیت ۱۲۸) اور کبھی خاتم النبیینؐ (الاحزاب: آیت ۴۰) کی شان میں نظر آتی ہے اور کبھی دین و نعمت کی تکمیل (المائدہ: آیت ۳) کی خوشخبری سناتی ہے۔ یہی مقام خودی کا منتہا ہے۔

نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی　　　اماں شاید ملے اللہ ھُو میں

[ص ۳۷۵]

(سورۃ المزمل: آیت ۲) کا حکم بھی ہے اور امان و سکون کے لیے سورۃ الرعد میں ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ۝　　　سن لو۔ اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(الرعد: ۲۸)

جمالِ عشق و مستی نے نوازی　　　جلالِ عشق و مستی بے نیازی

کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدرؓ　　　زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی!

[ص ۳۷۵]

جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جذبِ کامل حاصل کر لیتا ہے تو وہ رومی کی طرح کہتا ہے:

بشنو از نے چوں حکایت می کند　　　وز جدائی ہا شکایت می کند

ایسا شخص تمام عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حیدری قوتِ بازو بھی حاصل کر لیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے فخر الدین رازی کی متکلمانہ بحث کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ یقینِ کامل کا نمونہ ہوتا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۶۹)

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ، نیکوں کے ساتھ ہے (ان کی مدد فرماتا ہے)۔

مری تقدیر ہے خاشاک سوزی　　فقط بجلی ہوں میں، حاصل نہیں میں
[ص ۳۷۶]

لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیۙ۝ (النجم:۳۹)　　انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

حدیث میں بھی ہے:

السعی منی والاتمام من اللہ۝　　کوشش میری اور نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور　　چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے
[ص ۳۷۶]

صفحہ ۳۴۳ کی آیتیں دیکھیں۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے　　مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
[ص ۳۷۷]

مسلمانوں کا جوش اور ولولہ جو محبت اور عشق کے لوازمات میں سے ہے ختم ہو گیا ہے۔ اسی کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا ایمان یہ ہونا چاہیے جو سورۃ الانعام میں مذکور ہے کہ:

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَۙ۝ (الانعام:۱۶۲)　　بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

مسلمان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور یہ مقام اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب عشق ہو اور عشق جوش اور ولولے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

جوانوں کو مِری آہِ سحر دے　　پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے　　مِرا نور بصیرت عام کر دے
[ص ۳۷۸]

شاہیں بچے یعنی مسلمان۔ شاہین میں اسلامی فقر کی خصوصیات ملتی ہیں، یعنی:

۱۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ دوسرے کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔

۳۔ بلند پرواز ہے۔
۴۔ خلوت پسند ہے۔
۵۔ تیز نگاہ ہے۔
آہِ سحر۔ تہجد کی بیداری:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ — بے شک رات کا اٹھنا، وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔ (المزمل:۶)

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں — غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن — کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

[ص۳۷۸]

اللہ کے فضل سے میں کسی بادشاہ کا غلام نہیں ہوں جو اللہ کا صحیح بندہ ہوتا ہے وہ غیر اللہ کا محتاج نہیں ہوتا۔

اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ — سن لو، اُسی (اللہ کے) ہاتھ میں ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ (الاعراف:۵۴)

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ○ — بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے (الاعراف:۵۶) (پھر وہ نیک کسی غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟)

کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق — کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر — کبھی مولا علیؓ، خیبر شکن عشق!

[ص۳۷۹]

صفحہ ۳۷۵ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر — شریکِ زمرہ لَا یَحۡزَنُوۡن کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — مِرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

[ص۳۷۹]

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ — سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف

يَحۡزَنُوۡنَ○ ج ؔ (یونس:۶۲) ہے نہ کچھ غم۔

عارفین کے نزدیک ولایت نام ہے قربِ الٰہی کا اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

[ص۳۷۹]

بوالحسن یعنی حضرت علیؓ سے یہ قول نہج البلاغہ میں منقول ہے:

انہ یموت من مات مناو لیس بمیت — جو مرتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک مر جاتا ہے لیکن اس کی روح نہیں مرتی۔

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا○ — آپؐ فرما دیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمھیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(بنی اسرائیل:۸۵)

مرگِ بدن کے بعد روح کا قائم رہنا صحیح ہے لیکن انسان اس بات کو کیا سمجھ سکتا ہے؟

ع نہ خودبیں، نے خدابیں، نے جہاں بیں

[ص۳۸۰]

انسان کا مقام کتنا بلند ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے (البقرہ:۳۰) اور اسی کے لیے ہر چیز پیدا کی گئی ہے (البقرہ:۲۹)، لیکن جب وہ اپنے اس مقام کو نہیں پہچانتا، وہ احسن التقویم کی منزل سے واقف نہیں ہوتا تو پھر:

ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سَافِلِیۡنَ○ لا — پھر ہم نے اسے نیچے سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا۔ (سورۃ التین:۵)

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

[ص۳۸۰]

اس ''دو قدم'' کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ) نے مکتوبات: دفتر اوّل، مکتوب ۱۱۵ میں لکھا ہے:

یہ راہ جسے ہم طے کرنا چاہتے ہیں سات قدموں کی ہے۔ دو قدم عالمِ خلق میں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں........بعضوں نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم کی ہے۔

اس سے اُن کی مراد عالمِ خلق اور عالمِ امر ہے۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط (الاعراف:۵۴)

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے | وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج | یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے

[ص۳۸۱]

ہم رسمیہ مسلمان ہیں، صحیح مسلمان نہیں۔ ہماری مثال ان لوگوں جیسی ہے جن کا ذکر سورۃ الحجرات میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (الحجرات:۱۴)	گنوار بولے، ہم ایمان لائے۔ آپؐ فرما دیں کہ تم ایمان تو نہ لائے، ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمھارے دلوں میں کہاں داخل ہوا؟ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو گے تو تمھارے کسی عمل کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کُھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی | گیا دورِ حدیثِ لن ترانی
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار | وہی مہدی، وہی آخر زمانی

[ص۳۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا تھا لن ترانی (الاعراف:۱۴۳)، لیکن اب زمانہ یہ ہے کہ انسان خود نگری اور خودی کی بدولت بڑے سے بڑے مدارج حاصل کرسکتا ہے، یعنی عمل اور عشق اصل راز ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو

كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ (آل عمران:۱۳۹) گے اگر تم مومن ہو۔

مومن کے ایمان کا تقاضا عمل اور عشق ہے۔

ع فقط امروز ہے تیرا زمانہ

[ص۳۸۱]

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ○ (الرحمٰن:۲۹) وہ ہر دن ایک دھندے میں ہے۔

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ○ (البقرہ:۲۵۵) اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

جب اللہ ایسا ہے تو اس کا نائب کیوں بے عمل ہے اور کیوں آج بیدار نہیں؟

صفحہ ۳۶۹ میں سورۂ طٰہٰ : آیت ۱۲۱ دیکھیں۔

تنِ روح سے بے زار ہے حق خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

صفحہ ۳۸۰ میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۹، اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ دیکھیں۔

تجھے گُر فقر و شاہی کا بتا دوں غریبی میں نگہبانی خودی کی

میں صورتِ گل دستِ صبا کا نہیں محتاج

کرتا ہے مِرا جوشِ جنوں میری قبا چاک!

[ص۳۸۲]

مسلمان غیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس کا ایمان ہی اس کو عشق اور عمل سکھاتا ہے۔ صفحہ ۳۸۱ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۳۹ دیکھیں۔

ہے یہی میری نماز، ہے یہی میرا وضو میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو!

[ص۳۸۳]

جنّت کی بشارت اُن لوگوں کے لیے ہے جو اس کی طرف رجوع کریں اور رجوع کرتا ہوا دل رکھتے ہوں۔

هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ

یہ ہے وہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو ہر رجوع لانے نگہداشت والے کے لیے۔ جو

مُّنِيۡبِۙ۝ رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔ (ق:۳۲۔۳۳)

ع صحبتِ اہلِ صفا، نور و حضور و سرُور [ص ۳۸۳]

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ‌ۚ

اور اپنے آپ کو ثابت قدم رکھ اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی (رضا) چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں اُن سے نہ ہٹنے پائیں۔ (الکہف:۲۸)

تجھ سے گریباں مرا مطلعِ صبحِ نشُور تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اللہ ھُو [ص ۳۸۳]

صفحہ ۳۷۵ میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۸ آ چکی ہے وہ دیکھیں۔

سلسلۂ روز و شب، نقش گرِ حادثات! سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات! [ص ۳۸۵]

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور کشتی دریا میں جو لوگوں کے فائدے کے لیے چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں مسخّر ہیں، ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ (البقرہ:۱۶۴)

سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۰، اور سورۂ یونس: آیت ۶ وغیرہ میں بھی ایسے مضامین ہیں۔

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رَو، جس میں نہ دن ہے نہ رات!

[ص ۳۸۵]

صفحہ ۳۸۱ میں سورۂ رحمٰن کی آیت ۲۹، اور سورۂ البقرۃ کی آیت ۵۵ دیکھیں

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا   نقشِ کہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا

[ص ۳۸۶]

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ (الرحمٰن:۲۶) زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

ع عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اُس پر حرام

[ص ۳۸۶]

جوش، ولولہ، دُھن اور لگن سے زندگی عبارت ہے۔

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲) اور جو شخص شعائرِ الٰہی کا احترام کرتا ہے اس کا طریقِ عمل قلب کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

تقویٰ دراصل ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گویا تقویٰ جو اقبال کی اصطلاح میں عشق ہے ایک ایجابی صفت ہے جو پہلے دل سے تعلق رکھتی ہے پھر تمام جوارح سے اور اسی سے بیداری پیدا ہوتی ہے جو انسان کو عملِ پیہم کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ صفحہ ۳۲۴ میں بھی یہ بحث آ چکی ہے۔

عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفٰےؐ!   عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام!

[ص ۳۸۶]

''تقوی القلوب''، جس کا ذکر ابھی آیا، جبریل علیہ السلام نے بھی اسی کا پیام دیا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کی عملی تعلیم دی۔ جبریل علیہ السلام کو بھی چونکہ سورۃ التکویر میں (انہ لقول رسولٍ کریم) رسول کہا گیا ہے اس لیے یہاں بھی عشق کو (جس کا پیام جبریل علیہ السلام لائے ہیں) ''خدا کا رسول'' کہا ہے۔ بہرحال عشق ہی خدا کا مقصد ہے، ورنہ آدم کی تخلیق بے کار ہو جائے گی۔

قطرۂ خونِ جگر، سِل کو بناتا ہے دل   خونِ جگر سے صدا سوز و سرُور و سرُود
[ص ۳۸۷]

یہی تقویٰ القلوب انسان کو جگر کاوی کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ مسجدِ قرطبہ بھی اسی کا مظاہرہ ہے۔ اور اسی لیے:

ع عرشِ معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں![ک]

پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسّر تو کیا   اس کو میسّر نہیں سوز و گدازِ سجود!
[ص ۳۸۷]

فرشتے عبادت کرتے ہیں لیکن اس عبادت میں لذت صرف انسان کو اس کے قلب کے سوز کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں، کہ ہے   اُس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیمؑ و خلیلؑ
[ص ۳۸۸]

مسلمان کی اذان سے غیر اللہ کے انکار کا اعلان ہوا کرتا ہے۔ یہ اعلان اگر دل سے ہے تو گویا ابراہیم علیہ السلام کی طرح بُت شکنی اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعونی طاقت کی بیخ کنی کا اعلان ہے، جو مسلمان ایسا ایمان رکھتا ہے وہ کبھی مٹ نہیں سکتا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط   اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے (فلاح کے) دکھادیں گے۔ (العنکبوت:۶۹)

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ   غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز
[ص ۳۸۸]

ایک حدیث قدسی ہے:

وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیّٰ عَبْدِیْ بِشَیٍٔ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ وَ لَا یَزَالُ عَبْدِی یتقرب اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ،فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ، کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِی یُبْصِرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ

جو فرائض میں نے عاید کرر کھے ہیں اُن سے بڑھ کر مجھے کوئی شے محبوب نہیں جس کے ذریعے میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔ بندہ مجھ سے نوافل (عبادت) کے ذریعے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے

یَمۡشِی بِهَا — دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰیۚ (الانفال:۱۷) — (اے محبوبؐ) جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡؕ (الفتح:۱۰) — اللہ کا ہاتھ اُن کے (مومنوں کے) ہاتھو پر ہے۔

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دل نواز

[ص۳۸۹]

مسلمان کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفات سورۂ آل عمران میں بیان کی گئی ہیں۔ انھی کا پیرو مسلمان کو ہونا چاہیے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡۚ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ۪ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَی اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِیۡنَ۝ (آل عمران:۱۵۹)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوبؐ، تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے گرد سے پریشان ہوجاتے۔ تو تم انھیں معاف فرما دو اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں اُن سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو! رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز!
[ص۳۸۹]

سورۂ فتح کی آخری آیت میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ (الفتح:۲۹)
محمد رسول اللہ ہیں اور ان کے ساتھی جو ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اوپر کی آیت سورۃ آل عمران بھی دیکھیں۔

نقطۂ پُرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز
[ص۳۹۰]

مردِ خدا کے ایمان اور یقین ہی کے گرد تمام عالم گھومتا ہے اور وہ سب پر غالب رہتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۝ (آل عمران:۱۳۹)
اور مت سستی کرو اور مت غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو

عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں گرمیِ محفل ہے وہ
[ص۳۹۰]

مومنِ کامل ہر خیر کا مرجع ہے اور اسی کی وجہ سے دنیا کی محفل میں گرمی ہے، کیونکہ اسی کے لیے دنیا بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًاۖ (البقرہ:۲۹)
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اور خلیفۃ اللہ بھی ہے (سورۃ الانعام: آیت ۱۶۵)۔

آہ وہ مردانِ حق! وہ عربی شہسوار
حاملِ ''خلقِ عظیم''، صاحبِ صدق و یقیں
[ص۳۹۰]

مردانِ حق کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سورۃ القلم میں ہے:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ٥ (القلم:۴) اور بے شک آپؐ کے اخلاق بہت بلند ہیں۔

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنتِ اہل دل فقر ہے، شاہی نہیں

[ص۳۹۰]

سورۃ النور میں حکومت کے اہل ہونے کی یہ بشارت آئی ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا (النور: ۵۵)

اللہ نے وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلافت (حکومت) دے گا جس طرح اُن سے پہلوں کو دی اور ضرور اُن کے دین کو مضبوط کر دے گا جس کو اس نے پسند کیا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

[ص۳۹۱]

ایک حدیث (گو کہ موضوع ہے) اس طرح ہے:

انّی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن[8] یمن کی طرف سے مجھے خدا کی خوشبو آتی ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ وہیں کے تھے، اُن کے متعلق یہ اشارہ ہے۔[9]

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کش مکشِ انقلاب!

[ص۳۹۲]

یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُوْلِی الْاَبْصَارِ ٥ (النور:۴۴)

اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک اس میں عبرت ہے نگاہ والوں کے لیے۔

وَ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ج (آل عمران:۱۴۰)
اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

ع ہے سوزِ دروں سے زندگانی

[ص۳۹۵]

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (آل عمران:۳۹)
اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کہیں ہے

[ص۳۹۵]

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق (البقرہ:۲۹)
وہی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں

[ص۳۹۶]

دل کی تسلی صرف اللہ سے رشتہ رکھنے میں ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ط (الرعد:۲۸)
سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دل کا چین ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

[ص۳۹۷]

شہادت ابدی زندگی ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (البقرہ:۱۵۴)
اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ہاں تم کو خبر نہیں۔

پھر شہید کا درجہ صدیق کے بعد ہی ہوتا ہے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ (النساء:٦٩)	اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کردے وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لا تذر میں!

[ص ۳۹۷]

نوح علیہ السلام کی دعا سورۂ نوح میں ہے:

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ (نوح:۲٦)	اور نوح نے عرض کی، اے میرے رب، ان کافروں میں سے کسی کو بھی روئے زمین پر باقی نہ چھوڑ۔

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات!

حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پایندہ تری ذات!

[ص ۳۹۸]

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ (فصلت:۵۳)	اب ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کی جانوں میں حتیٰ کہ کھل جائے اُن پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

آج آنکھ نے دیکھا تو وہ عالم ہوا ثابت!

میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کے خرافات!

[ص ۳۹۸]

عرب میں قبیلۂ عُذرہ کا ایک دروغ گو شخص خرافہ تھا۔ اسی سے یہ لفظ بنایا گیا، یعنی لغو باتیں۔ کلیسا والوں نے خلافِ عقل باتیں (عقائد و اعمال) شروع کر دی تھیں اس لیے اُن کے خلاف احتجاج شروع ہوا، پھر یہ احتجاج ضد اور نفرت کی حد تک پہنچ گیا حتیٰ کہ کلیسا کے بتائے ہوئے خدا کا

بھی انکار ہونے لگا۔

وَ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ○ (فصلت:۲۹)	اور کافر بولے (جہنم میں)، اے ہمارے رب، ہمیں دکھا وہ دونوں جنّ اور آدمی، جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں کہ وہ ہوں نیچے سے نیچے والوں میں۔

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت — پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

[ص۳۹۹]

یورپ والوں کے علم، تدبّر وغیرہ کا مقصد صرف خون چوسنا ہے کیونکہ ان پر شیطان نے قابو پالیا ہے۔

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّيۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ○ (المجادلہ:۱۹)	ان پر شیطان نے قابو پالیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔ سن رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

اسی لیے اس جماعت کی وجہ سے ہے:

ع — بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس

ع — ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

[ص۴۰۰]

وَ فِيۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ○ (الذاریٰت:۱۹)	اور اُن کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا۔

مزدور کو محروم رکھا جاتا ہے اور اسے اس کا پورا حق نہیں دیا جاتا۔

وَ تَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّمًّا ۙ○ وَّ تُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ○ (الفجر:۱۹۔۲۰)	اور میراث کا مال ہپ ہپ کھاتے ہو اور مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

ع کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟

[ص۴۰۰]

معیشت پر اترانے والوں کی ہلاکت یقینی ہے۔

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَاۚ (القصص:۵۸) اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیے جو اپنے عیش پر اُترا گئے تھے۔

ع دانش و دین و علم و فن بندگیِ ہوس تمام

صفحہ ۳۹۹ کی آیت دیکھیں۔

ع جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی

[ص۴۰۱]

زندگی بغیر عشق کے اور عشق بغیر خودی کے نہیں ہے۔ صفحہ ۳۸۶ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

[ص۴۰۲]

صفحہ ۴۰۰ میں سورۃ الذاریات: آیت ۱۹، سورۃ الفجر: آیات ۲-۱۹، اور سورۃ القصص: آیت ۵۸ دیکھیں۔

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب!
کوہِ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں!
گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دُھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں!

[ص۴۰۳]

امام صالح شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن حسن البوصیری (المتوفی ۶۹۴ھ/۱۲۹۶ء) کا قصیدۂ بُردہ اس طرح شروع ہوتا ہے:

امن تذکر جیرانٍ بذی سلم مزجت دمعاً جریٰ من مقلةٍ بدم
ام هبت الریح من تلقآء کاظمةٍ او اومض البرق فی الظلمآء من اضم

”کیا تجھے ذی سلم کے ہمسائے یاد آ گئے کہ آنسو ملا ہوا خون تیری آنکھوں سے جاری ہے یا

کاظمہ کی طرف سے ہوا آ گئی، یا اضم سے اندھیری رات میں بجلی چمکی؟''

کاظمہ (مدینہ) اور کوہِ اضم (مدینہ کے قریب پہاڑ) کے متعلق:

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

[ص ۴۰۳]

ایک مسلمان کے لیے کونین میں اس سے زیادہ دلکش اور راحت افزا مقام کوئی نہیں ــــ رومی کہتے ہیں:

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۝ (الانبیاء:۱۰۷) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

ایسے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیار کی چیزیں اقبال کو کیوں عزیز نہ ہوتیں؟

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں

گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

[ص ۴۰۴]

کیا پوری قوم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح حق کے لیے قربانی دینے والا اب کوئی نہیں۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا۝ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسولؐ کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑ دی تھی۔

اب بھی ہمارے حاکم ایسے ہی ہیں لیکن قومِ حجاز میں کوئی حسینؓ نظر نہیں آتا۔

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق!
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

[ص۴۰۴]

ایمان کی گرمی اور تقوی القلوب نہ ہوتا تو یہ تمام واقعات ہمیشہ کے لیے زندگی نہ پاتے۔ صفحہ ۳۸۶ میں سورۃ الحج کی آیت ۳۲ دیکھیں۔

آیۂ کائنات کا معنیِ دیریاب تُو!
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بُو!

[ص۴۰۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبییّن ہیں جن کی منتظر کائنات رہی ہے۔

سورۃ الاحزاب میں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۠ (الاحزاب:۴۰)	محمدؐ تمھارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اگر معنیِ دیریاب سے مراد اللہ پاک ہے تو پھر سورۃ الانعام: آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝ (الانعام:۱۰۳)	نگاہیں اُس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ لطیف اور باخبر ہے۔

لوح بھی تُو، قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب!
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!

[ص۴۰۵]

ہر چیز مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر چیز سے وہ بلند ہے۔ ضرب کلیم، صفحہ ۵۲۲ میں بھی کہا ہے کہ: ع قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود!
فقرِ جنید و با یزید، تیرا جمالِ بے نقاب!
[ص ۴۰۵]

علامہ اقبال اپنے ایک، خط میں لکھتے ہیں:

دینِ اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رُو سے ہر شے پر مقدم ہے نفسِ انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ اُن کے عمل کے لیے حدود معین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام اصطلاحِ اسلام میں شریعت یا قانونِ الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانونِ الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ مسولینی نے حبشہ کو محض جوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں، دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے بہر حال حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے، بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔[۱۱]

اسلامی حکومت اور اسلامی فقر دونوں کا مقصد امر بالمعروف اور دعوتِ خیر ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○	اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ وہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

(آل عمران:۱۰۴)

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا! عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بُولہب!
[ص ۴۰۶]

مظاہر کے عرفان میں عقل مدد تو دے سکتی ہے لیکن حقائق کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ عشق کا مفہوم، جیسا کہ خود علامہ اقبال نے ایک جگہ بتایا، ہر اس چیز کو اپنے اندر جذب کرنا ہے جو اعلیٰ اور اکمل ہو۔ یہ صرف جذباتی چیز نہیں بلکہ قوتِ فعال بھی ہے۔ گویا اعلیٰ اور اکمل کی طلب ایک طرح

سے عشقِ الٰہی کے مترادف ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اس عشق کا سب سے اعلیٰ مظہر ہیں اور اُس قسم کی عقل کا نمائندہ ابُولہب ہے۔

قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِیۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ۚ (یونس:۱۵)

آپ ؐ فرما دیں، مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے (قرآنی آیات کو) بدل دوں میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے (اعلیٰ اور اکمل کی طلب کی یہ شان ہے)۔

وَ اِذَا قِیۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَیۡبَ فِیۡهَا قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِیۡ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۝ (الجاثیہ:۳۲)

اور جب کہا جاتا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا اور قیامت میں شک نہیں، تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے، ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں (یہ ظن وتخمین والی عقل ایسا سوچتی ہے)۔

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ۝ۚ (النجم:۲۸)

اور بے شک گمان، یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

گرمیِ آرزو فراق! شورشِ ہائے و ہُو فراق!
موج کی جستجو فراق! قطرہ کی آبرو فراق!

[ص ۴۰۶]

ہجر کی وجہ سے تڑپ پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ و اکمل کی طلب بھی۔ اقبال فنا اور وصل کے قائل نہیں بلکہ درد و اضطراب اور سوز و فراق کو روحِ انسانی کا نقطۂ عروج مانتے ہیں۔

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ۝ؕ (النمل:۶۲)

یا وہ لاچار کی سنتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمھیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی خدا ہے؟ بہت ہی کم دھیان کرتے ہیں۔

پکارنا اور اضطراب میں مبتلا ہونا طلب کی دلیل ہے۔ پھر یہ طلب نیابتِ الٰہی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتی ہے۔

در یوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں! اللہ کا سو شکر کہ پروانہ نہیں میں!

[ص ۴۰۷]

اس شعر میں سبق دیا ہے کہ غیر اللہ کی محتاجی سے بچنا چاہیے۔

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُکَ وَلَا يَضُرُّکَ ۚ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ ○ (یونس:۱۰۶)

اور اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکار جو نہ تیرا بھلا کر سکے اور نہ بُرا۔ پھر اگر تو ایسا کرے تو اس وقت تُو ظالموں میں سے ہوگا۔

ہزار گونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ! یہ ایک بات کہ آدم ہے صاحبِ مقصود

[ص ۴۰۸]

انسان اگر یہ سمجھ لے کہ اُسی کے لیے دنیا پیدا کی گئی تو وہ غیر اللہ سے فراغت پا لے گا اور ہر طرح کے فروغ کے لیے کوشاں رہے گا۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۚ (البقرہ:۲۹)

وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

مانگنے والا گدا ہے! صدقہ مانگے یا خراج!
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

[ص ۴۰۹]

ایک دنیوی بادشاہ کا کردار سورۃ الکہف میں حضرت خضرؑ کے بیان میں مذکور ہے:

اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَکَانَتۡ لِمَسٰکِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِی الۡبَحۡرِ فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَ کَانَ وَرَآءَ هُمۡ مَّلِکٌ يَّاۡخُذُ کُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا ○ (الکھف:۷۹)

وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار کر دوں اور اُن کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

عام بادشاہوں کا یہی حال ہے جو دوسروں کے مال کی بدولت بادشاہ بنتے ہیں۔

صفحہ ۳۷۱ میں سورۃ الروم کی آیتیں ۳۲-۳۱ دیکھیں۔

نہیں فردوس مقامِ جدل و قال و اقوال بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت!
[ص ۴۰۹]

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
[ص ۴۱۰]

جب اللہ کے لیے حکومت تھی تو امر بالمعروف کے لیے تھی اور جب یہ حکومت دنیا کے لیے ہوگئی تو پھر ہوس ہی ہوس کارفرما ہوگئی۔ صفحہ ۴۰۵ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۰۴، اور صفحہ ۴۰۹ میں سورۃ الکہف کی آیت ۷۹ دیکھیں۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
[ص ۴۱۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (السباء:۲۸) اور اے محبوبؐ ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا۔

(بشیر، یعنی کثرت سے اللہ کے انعامات کی خوشخبری سنانے والا۔ نذیر، یعنی نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا۔) اس سے پہلے والی آیتیں دیکھیں وہ کافی ہیں۔

دہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں!
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں!
[ص ۴۱۱]

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰہُ ؕ (الرعد:۱۶) آپؐ فرما دیں کہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا؟ فرما دیں کہ اللہ۔

اس نظم کے مضامین، سورۂ ابراہیم کی درج ذیل آیات سے ماخوذ ہیں:

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۚ۝ وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ (ابراھیم:۳۲۔۳۴)

تمھارے کھانے کو پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتی کو مسخّر کیا کہ اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمھارے لیے ندیاں مسخّر کیں اور تمھارے لیے سورج اور چاند مسخّر کیے جو برابر چل رہے ہیں اور تمھارے لیے رات اور دن مسخّر کیے اور تمھیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بے شک انسان بڑا ظالم، بڑا ناشکرا ہے۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی!

[ص۴۱۲]

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝ (فاطر:۸)

تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اُس کا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اُس نے اُسے بھلا سمجھا، ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا؟ پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔ تو تمھاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

غیر اللہ سے بے نیازی اور صرف اللہ کے آگے جھکنا ہی اصل استغنا ہے۔ صفحہ ۴۰۷ کی آیت بھی دیکھیں۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفان ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں!

[ص۴۱۲]

اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ○ (یوسف:۸۷) بے شک اللہ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے، مگر کافر۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں! ص۴۱۲

اقبال نے مسلمان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے کہ اس میں یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں:

۱- خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا شکار نہیں کھاتا؛
۲- بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛
۳- بلند پرواز ہے؛
۴- خلوت پسند ہے؛
۵- تیز نگاہ ہے؛

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ○ؕ (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں
[ص۴۱۳]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی عین زندگی اور عین شباب ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْؕ (الرعد:۱۱) بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

شاہین اپنے بچے سے کہتا ہے:

جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر!
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں
[ص۴۱۳]

وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْؕ (الانعام:۳۸) اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں۔

اللہ پاک نے زمین پر چلنے والوں اور آسمانوں پر اڑنے والوں کو تم جیسا بنایا ہے۔ وہ بھی حرکت اور عمل کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔

تو شاخ سے کیوں پھوٹا، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا
اک جذبۂ پیدائی، اک لذتِ یکتائی!

[ص۴۱۳]

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ (الزخرف:۱۰)	وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمھارے لیے اس میں راستے (منازل اور مقاصد کی طرف) کیے کہ تم راہ پاؤ۔

اسی بات کو اسی غزل میں آگے بیان کیا ہے:

ع ہے گرمیِ آدم سے ہنگامۂ عالم گرم!

[ص۴۱۴]

''ساقی نامہ'' جس میں یہی عمل، حرکت، گرمی، پیہم کوشش، مسلسل جستجو اور مشکل پسندی کے پیام ہیں:

ع ٹھہرتے نہیں آشیاں میں طیور
ع رُکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ!
ع لڑا دے ممولے کو شہباز سے!
ع پرانی سیاست گری خوار ہے!
ع گیا دورِ سرمایہ داری گیا
ع گراں خواب چینی سنبھلنے لگے!

[ص۴۱۴-۴۱۵]

اس کے بعد مسلمانوں کے اِدبار کا ذکر ہے کہ:

تمدن، تصوف، شریعت، کلام بتانِ عجم کے پجاری تمام

[ص۴۱۶]

مسلمانوں نے اپنے تمام کاموں میں قرآن و حدیث کی پیروی کے بجائے عجم کی پیروی اپنا رکھی ہے۔ اسی لیے:

حقیقت خرافات میں کھو گئی   یہ اُمت روایات میں کھو گئی
[ص ۴۱۶]

وَ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ (المائدہ:۴۸)

اور ہم نے آپؐ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری جو تصدیق کرنے والی ہے اُن کتابوں کی جو اس سے پہلے آ چکی ہیں اور وہ ان پر محافظ و گواہ ہے۔ پس آپؐ ان میں اُسی کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اُس کو چھوڑ کر جو آپؐ کے پاس حق کے ساتھ آیا ہے۔

خطیبوں کی لچھے دار تقریریں اور صوفیوں کے عجمی خیالات رہ گئے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے   مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے
[ص ۴۱۶]

جوش اور گرمی، عمل کے لیے سرگرمی اور تن دہی نہ ہونے سے آج کا مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے، حالانکہ وہ عمل کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾ (الملک:۲)

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمھاری جانچ ہو (دنیا کی زندگی میں) کہ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا اور بخشش والا ہے۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے   دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے
[ص ۴۱۶]

اے اللہ ہم کو پھر عمل کی توفیق دے تا کہ ہم صحیح معنوں میں تیرے نائب اور خلیفہ کہلائے جا سکیں۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ (یونس:۱۴)

پھر ہم نے ان کے بعد (بعض اُمتوں کے بعد) تمھیں زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

مِرا عشق، میری نظر بخش دے — جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
[ص۴۱۶]

میری قوم کے نوجوان میری طرح دیکھنے کی توفیق حاصل کریں۔

وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸) — اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔

پھر اقبال اپنے قلبی واردات اور ذاتی جذبات بیان کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قوم بھی اسی طرح ہو جائے۔

دما دم رواں ہے یمِ زندگی — ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمُود — کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود
گراں گرچہ ہے صحبتِ آب و ِگل — خوش آئی اسے محنت آب و ِگل
[ص۴۱۷]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ (البلد:۴) — بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الاحقاف:۱۹) — اور ہر ایک کے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

الَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (السجدہ:۷) — وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (العنکبوت:۲۰) — آپؐ فرما دیں، زمین میں سفر کر کے دیکھو، اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے۔

فریبِ نظر ہے سکون و ثبات — تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود — کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تُو راز ہے زندگی — فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
مذاقِ دوئی سے بنی زوج زوج — اٹھی دشت و کہسار سے فوج فوج
[ص۴۱۸-۴۱۹]

صفحہ ۴۱۳ کی آیتیں دیکھیں۔ یعنی الرعد: آیت ۱۱، الانعام: آیت ۳۸، الزخرف: آیت ۱۰۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ (یٰسٓ:۳۶)	پاکی ہے اُسے جس نے سب جوڑ سے بنائے ان چیزوں سے جنھیں زمین اُگاتی ہے اور خود اُن سے (اُن کی جانوں سے) اور اُن چیزوں سے جن کی انھیں خبر نہیں۔

زمانہ کہ زنجیر ایّام ہے — دموں کے اُلٹ پھیر کا نام ہے
[ص۴۱۹]

وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیۡنَ النَّاسِ ۚ (آل عمران:۱۴۰)	اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں (کبھی کسی کی باری ہے کبھی کسی کی)۔

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے — خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات! — خودی کیا ہے؟ بیداریِ کائنات!
خودی جلوہ بدمست وخلوت پسند! — سمندر ہے اک بوند پانی میں بند!
[ص۴۱۹]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَیۡکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ۚ لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَیۡتُمۡ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ○ (المائدہ:۱۰۵)	اے ایمان والو، تم اپنی فکر رکھو (اپنی خودی کی محافظت کرو) تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔ تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ بتا دے گا جو تم کرتے تھے۔

بعد کے اشعار میں بھی خودی کی تعریف وتشریح آتی ہے۔

خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب — وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند — رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
[ص۴۲۰]

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!

[ص ۳۴۸]

غیر اللہ کی محتاجی اپنے نفس کے لالچ کی وجہ سے ہے اور خودی کے منافی ہے۔

وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۚ (الحشر:۹)	اور جو شخص اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہے۔

بندۂ حرص کا ذکر سورۃ الاعراف: آیت ۱۷۶ میں آیا ہے۔

تری آگ اِس خاک داں سے نہیں جہاں تجھ سے ہے، تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہِ گراں توڑ کر! طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر!
خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید! زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید!

[ص ۴۲۰]

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۖ (البقرہ:۲۹)	وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔
وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخّر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اس کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

سورۃ الدہر کی ابتدائی تین آیتوں میں انسان کو نیست سے ہست کرنے کی منزلیں بتائی گئی ہیں۔ اسی طرح سورۃ الحج کی آیت: ۵ میں ہے۔ انسان اسی طرح منزلیں طے کرتا ہوا آگے سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ جس قدر کسی چیز کی خودی قوی ہے اسی قدر اس کی زندگی پائیدار ہے۔ چنانچہ انسان کی خودی اس قدر قوی ہونی چاہیے کہ وہ ہر مقاومت پر غالب آجائے۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ!

[ص ۴۲۱]

ع لا تسبوا الدھر فرمانِ نبیؐ ست (اسرارِ خودی ص۷۲)

یعنی زمانے کو بُرا نہ کہو۔ علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی فرمائش پر اپنے فلسفے کا جو خاکہ تیار کیا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

زمانے کو لمحات میں تقسیم کر دینے سے ہم اسے مکان سے وابستہ کرتے ہیں۔ اسی لیے اس کو عبور کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ زمانے کی حقیقت اس وقت آشکارا ہو سکتی ہے جب ہم اپنی ذات میں غوطہ زنی کریں، کیونکہ حقیقی زمانہ خود ہماری حیات ہی ہے .... دراصل ہم غیر زمانی ہیں اور موجودہ مقیّد بالزمان زندگی میں بھی کبھی کبھی ہمیں اپنے غیر زمانی ہونے کا احساس ہو سکتا ہے اگرچہ آنی ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۝ (الحشر:۱۸)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور ہر نفس دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا، اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بے تابی!

خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی!

[ص۴۲۳]

عشق اور جوش (ولولہ، دُھن، لگن) کی وجہ سے انسان میں سیمابی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اسے سرگرمِ عمل کرتی ہے۔

فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ‌ؕ (مریم:۶۵)

فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ‌ؕ (ہود:۱۲۳)

لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ۝ (النجم:۳۹)

وغیرہ آیتیں پہلے بھی مذکور ہوئی ہیں۔

ع گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی!

[ص۴۲۳]

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ بے شک رات کا اٹھنا بہت زیادہ دباؤ ڈالتا

قِيۡلًاؕ۝ (المزمل:٦) ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

خورشیدِ جہاں تاب کی ضَو تیرے شرر میں!
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہُنر میں!
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں!
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں!
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

[ص۴۲۵]

صفحہ۴۲۳ کی آیتوں کے علاوہ سورۃ الرعد کی آیت ہے:

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰى لَهُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ۝ (الرعد:۲۹) وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام۔

سورۃ العصر بھی ملاحظہ ہو۔

ع محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے

صفحہ۴۱۷ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

ع ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ!

[ص۴۲۵]

صفحہ۳۴۷ کی آیتوں میں تفصیل سے بحث آ چکی ہے۔

صفحات ۴۲۶ تا ۴۳۴ میں مریدِ ہندی (یعنی اقبال) کے سوالات آتے ہیں جن کے جوابات پیرِ رومی کی ''مثنوی'' سے جمع کیے گئے ہیں۔

علم را برتَن زنی مارے بود علم را بردل زنی یارے بود

[ص۴۲۶]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا تھی کہ:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ اے رب ہمارے اور بھیج ان میں (ہماری ذرّیت میں سے) ایک رسول انھی میں سے

وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ع O (البقرہ:۱۲۹)

کہ اُن پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور انھیں سکھائے تیری کتاب اور حکمت اور ان کا تزکیہ فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

یعنی علم کتاب وحکمت کے بعد تزکیہ ہے اور علم کا مقصد بھی یہی ہے۔

برسماعِ راست ہرکس چیر نیست! طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست!

[ص ۴۲۷]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط

بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(النساء:۵۸)

یہاں امانت وسیع معنوں میں ہے۔ مادی اور غیر مادی چیزیں (مثلاً علم، ووٹ وغیرہ) بھی جن پر ہمارا قابو ہے غیر اہل کو نہیں دینا چاہیے۔

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

[ص ۴۲۷]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ O (التوبہ:۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ O

اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

(الاعراف:۱۹۹)

نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن بر زُجاجِ دوست سنگِ دوست زن

ص ۱۳۵

اللہ کے حکم کے آگے چُون وچرا کی گنجائش نہیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo (الانعام:۱۶۲)	آپؐ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، پروردگار ہے سب جہانوں کا۔

ظاہرِ نقرہ گر اسپید است و نو   دست و جامہ ہم سیہ گردد ازو

صفحہ ۴۱۷ کی آیتیں (التوبہ:۱۱۹، الاعراف:۱۹۹) دیکھیں۔

مرغِ پَر نارُستہ چوں پرّاں شود   طعمہٴ ہر گربہٴ درّاں شود

[ص ۴۲۸]

آہ مکتب کا جوانِ گرم خوں   ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں

[ص ۴۲۸]

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (النور:۲۱)	مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے، اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے گا تو وہ بے شک حکم دے گا بے حیائی کا اور برے کام کا۔

قلب پہلو می زند بازر بشب   انتظارِ روز می دارد ذہب

[ص ۴۲۸]

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًاo (بنی اسرائیل:۸۱)	حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ظاہرش را پشہٴ آرد بچرخ   باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ

[ص ۴۲۹]

ضعیف البنیان انسان کے لیے سورۃ الجاثیہ میں ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ	اور تمھارے لیے مسخّر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب، اس

کے حکم سے۔ (الجاثیہ:۱۳)

آدمی دیداست، باقی پوست است دید آں باشد کہ دید دوست است

[ص۴۲۹]

اللہ کو پہچاننے والا ہی آنکھ والا ہے اور اُسے بھولنے والا اندھا ہے۔

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰىO (طٰہٰ:۱۲۴)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ ہے اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا اٹھائیں گے۔

سورۂ ص: آیت ۴۵ میں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کو ہاتھ والا اور آنکھ والا کہا ہے، سورۃ الذاریٰت: آیات ۲۰۔۲۱ میں آنکھوں والوں کا ذکر ہے جو زمین میں اور اپنی جانوں میں دیکھتے ہیں۔

ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بُود! زانکہ بر جندل گماں بردند عُود!

[ص۴۲۹]

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَO (المومن:۸۲)

کیا انھوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے اُن سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت زیادہ اور زمین میں نشانیاں (محل اور عمارتیں) ان سے زیادہ، تو اُن کے کام کیا آیا جو انھوں نے کمایا؟

تا دلِ صاحب دلے نامد بہ درد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

[ص۴۳۰]

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں (یعنی فرعون کے قبطیوں) کی سخت پکڑ ہوئی۔

وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِO (الحج: ۴۴)

اور موسیٰؑ کی تکذیب ہوئی تو ہم نے کافروں کو بہت ڈھیل دی، پھر انھیں پکڑا تو کیسا ہوا میرا عذاب؟

زیرکی بفروش و حیرانی بخر — زیرکی ظن است و حیرانی نظر!

[ص۴۳۰]

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًاo — اور بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (النجم:۲۸)

قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ — بے شک خوب جدا ہوگئی نیک راہ (یقین) گمراہی سے۔ (البقرہ:۲۵۶)

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی — بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی!

[ص۴۳۰]

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo — اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے) اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (المائدہ:۳۵)

بال بازاں را سوے سلطاں برد — بال زاغاں را بگورستاں برد

[ص۴۳۱]

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰیo وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰیo — جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا اور جس نے مقدر کیا پھر راہ دکھائی۔ (الاعلیٰ:۲۔۳)

بے شک ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی لیکن راہِ ہدایت بھی دی ہے تا کہ اچھے بُرے میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ

[ص۴۳۱]

اسلام نے رہبانیت نہیں سکھائی بلکہ حق و باطل کے درمیان تفریق کر کے حقوق العباد پر زیادہ زور دیا ہے۔ جہاد مومن کے لیے خصوصی فائدے پہنچاتا ہے۔

وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ — اور جس نے جہاد کیا (اللہ کی راہ میں کوشش

(العنکبوت:٦) کی) تو اپنے بھلے ہی کے لیے کوشش کی۔

بندہ باش و بر زمین رو چوں سمند چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
[ص۴۳۱]

اللہ کے بندے بن جاؤ پھر سب کچھ مل سکتا ہے۔

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ (هود:١٢٣)	اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے تو اُس کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا رکھو اور تمھارا رب تمھارے کاموں سے غافل نہیں۔

پس قیامت شو قیامت را بہ بیں دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں
[ص۴۳۲]

یعنی اخلاص ہر کام میں کامیابی دلاتا ہے۔

اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۝ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۝ (ص:٤٦-٤٧)	بے شک ہم نے انھیں (پیغمبرانؑ کو) ایک خلوص کی بات سے امتیاز بخشا کہ وہ اس گھر کی (دارِ آخرت کی) یاد ہے اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چُنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

آں کہ ارزد صید را عشق است و بس لیکن او کے گنجد اندر دامِ کس!
[ص۴۳۲]

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝	اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران:١٣٩)

عشق اور لگن ہو اور سستی نہ ہو تو ایمان کی برکت سے کامیابی ہوگی۔

دانہ باشی مرغکانت بر چنند! غنچہ باشی کودکانت بر کنند!
[ص۴۳۲]

خود کو مضبوط رکھنا چاہیے تا کہ کوئی طاقت غالب نہ آ سکے۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ (الانفال:٦٠)

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے، قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے (ان کاموں کے لیے) اور جو کچھ تم اللہ کی خوشنودی میں خرچ کرو گے تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں قوّۃ کے ذیل میں اسلحہ اور جسمانی قوت بھی ہے اور رباط الخیل (گھوڑوں کی بندھی قطار) میں بری، بحری اور فضائی انتظامات بھی آ جاتے ہیں۔

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست! دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست!
[ص۴۳۳]

اقبال ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ع عرشِ معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں
[ص۳۸۷]

سورۂ حج کی آیت ۳۲ میں تقوی القلوب کی صلاحیتوں کا ذکر اوپر کئی جگہ آ چکا ہے۔

آں کہ بر افلاک رفتارش بود بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود
[ص۴۳۴]

سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ کا ذکر بھی کئی جگہ اوپر آ چکا ہے کہ انسان کے لیے آسمانوں میں اور زمین میں ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔

علم و حکمت زاید از نانِ حلال عشق و رقّت آید از نانِ حلال
[ص۴۳۴]

۱- رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًاo (طٰہٰ:۱۱۴) اے رب، بڑھا تا رہ مجھے علم میں۔

۲- وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ (البقرہ:۲۶۹) اور جس کو حکمت دی گئی تو (گویا) اُسے دولتِ کثیر دی گئی۔

۳- اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَ جِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ (الانفال:۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں۔

سورۃ المؤمنون: آیت ۶۰؛ الزمر: آیت ۲۳ میں بھی ایسے مضمون ہیں۔
ایمان والوں کی پہچانیں اُوپر بتائی گئیں۔ ایمان نہ ہو تو پھر کچھ نہیں۔

ع خلوت از اغیار باید، نے ز یار

[ص ۴۳۴]

وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ o (الاعراف:۱۹۹) اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o (الانعام:۱۰۶) اور کنارہ کر مشرکوں سے۔

کارِ مرداں روشنی و گرمی است کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

[ص ۴۳۴]

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ o ع (آل عمران:۲۰۰) اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب رہو۔

وَلَا تَہِنُوۡا (آل عمران:۱۳۹) اور سستی مت کرو۔

جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات
اس کے حق میں تَقۡنَطُوۡا اچھا ہے یا لَا تَقۡنَطُوۡا؟

[ص ۴۳۶]

یہاں شیطان، جبریل علیہ السلام سے کہہ رہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو میں نے سجدہ نہیں کیا اس لیے راندۂ درگاہ ہوا۔ لیکن کائنات میں میری وجہ سے حق و باطل کی جنگ ہوئی اور میری وجہ سے وہاں سوز اور گرمی پیدا ہوئی۔

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ (الزمر:۵۳)

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

کھو دیے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!
[ص ۴۳۶]

وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ (البقرہ:۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔

ع قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہُو؟
[ص ۴۳۶]

اسی صفحے کی اُوپر کی آیتیں دیکھیں کہ شیطان کے انکار ہی کی وجہ سے بنی آدم کو خیر و شر میں امتیاز کرنے کا موقع ملا۔

واقف ہو اگر لذتِ بیداریِ شب سے اونچی ہے ثریّا سے بھی یہ خاکِ پُر اسرار
[ص ۴۳۷]

وَ مِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمھارے لیے مقامِ محمود ہے۔

یہ جوہر اگر کار فرما نہیں ہے تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی
[ص ۴۳۸]

یہ جوہر یعنی محبت اور عشق (تقوی القلوب) ہی وہ شے ہے جس کی وجہ سے علم و حکمت سراپا خیر ہے، ورنہ نہیں۔ صفحہ ۴۳۴ میں سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۱۴، البقرہ: آیت ۲۲۹؛ الانفال: آیت ۲ وغیرہ آ چکی ہیں۔

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی!
[ص ۴۳۸]

داغِ جگر (سوزِ جگر) سحر خیزی سے حاصل ہوتا ہے۔ ص ۴۳۷ کی آیت دیکھیں۔

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر نیا زمانہ، نئے صبح و شام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

عشق (تقوی القلوب) کی وجہ سے بڑے بڑے کام انجام دیے جا سکتے ہیں۔
سورۃ الکہف: آیت ۶۰ اور سورۃ الحج: آیت ۳۲ دیکھیں۔

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ (النمل:۶۰)

یا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے۔ تمھاری طاقت نہ تھی کہ اُن کے پیڑ اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں (جو لوگ مشرک ہیں)۔

مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر
[ص ۴۳۹]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (فاطر:۱۵)

اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔ جو اللہ کا محتاج ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ (یونس:۱۰۶)

اور اللہ کے سوا اُس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے اور نہ بُرا۔

حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں!

[ص ۴۴۰]

حکیم ابوعلی ابن سینا فلسفی تھے اور رومی اہلِ عشق تھے۔ اہلِ عشق اپنی منزلِ مقصود کو آسانی سے پہچان لیتا ہے لیکن فلسفی اپنی گتھیوں کے سلجھانے ہی میں عمر ختم کر دیتا ہے۔

وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (النور:۳۱) اور اللہ کی طرف رجوع کرو اے مسلمانو، سب کے سب۔ اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

پوری طرح رجوع الی اللہ دراصل عشق سکھاتا ہے اور پھر یقینی کامیابی ہے۔

اگلے صفحے پر رومی کا شعر نقل کیا ہے:

ہر کہ کاہ و جَو خورد قرباں شود ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

[ص ۴۴۱]

گھاس کھانے والے جانور ذبح کیے جاتے ہیں لیکن نورِ حق سے مستفید ہونے والے لوگ قرآن کی طرح ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل:۸۲) اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

ایک روایت ہے کہ قرآن سے شغف رکھنے والوں کی عمر بڑھا دی جاتی ہے خواہ لوحِ محفوظ میں کم ہو۔

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر! جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز!

[ص ۴۴۲]

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۷) اور اے محبوبؐ وہ جو تم نے مٹی پھینکی تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

یعنی مردانِ خدا کا ہر عمل خدا کا عمل ہوتا ہے۔

ع ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس!

[ص ۴۴۲]

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا ؕ (المنافقون:۱۱) اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ (وقت) آجائے گا۔

ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب!
ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملّت کا شباب!

[ص۴۴۳]

صحیح فکر و عمل مطلوب ہے اور وہی انقلاب ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ؕ (الرعد:۱۱) خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (حالؔی)

اس نظم کا عنوان ''مسولینی'' ہے۔اس کا آخری شعر یہ ہے:

فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے؟
وہ کہ ہے جس کی نگہ مثلِ شعاعِ آفتاب!

[ص۴۴۳]

اقبال نامہ، دوم میں آل احمد سرور کے نام ایک مکتوب میں اقبال فرماتے ہیں: ''اس (مسولینی) کی نگاہ میں ایک ناممکن البیان تیزی ہے جس کو شعاعِ آفتاب سے تعبیر کر سکتے ہیں۔''

ع کرتے ہیں عطا مردِ فرومایہ کو میری؟

[ص۴۴۳]

کیا فرومایہ لوگ دولت مند ہوتے ہیں:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝ (الکھف:۴۶) مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) ہیں۔ اُن کا ثواب تمھارے رب کے یہاں بہتر اور وہ اُمیدیں سب سے بھلی۔[۱۱]

زمانے میں جھوٹا ہے اس کا نگیں جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں

بخاکِ بدن دانۂ دل فشاں — کہ ایں دانہ دارد ز حاصل نشاں
[ص ۴۴۴]

سورۂ ق میں بتایا ہے کہ دلِ بیدار ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ هُوَ شَهِیۡدٌ۝ (ق:۳۷)

بے شک اس میں نصیحت ہے اُس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو (یعنی جس کی خودی بیدار ہو)۔

سرشکِ دیدۂ نادر بہ داغ لالہ فشاں — چناں کہ آتشِ او را دگر فرو نہ نشاں
[ص ۴۴۵]

نادر شاہ افغان کے جوشِ ایمانی کو سراہا گیا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے سورۃ العنکبوت میں ہے:

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۝ (العنکبوت:۶۹)

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

ع قبائل ہوں ملّت کی وحدت میں گُم
[ص ۴۴۶]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ۝ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو، ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

صفحہ ۴۴۲ میں سورۃ الرعد کی آیت ۱۱ دیکھیں اور اس سے پہلے والی سورۃ الحجرات کی آیت ۱۳ بھی دیکھیں۔ اس نظم کا یہ شعر بھی انھی آیات کی روشنی میں دیکھیں۔

اگر محصُور ہیں مردانِ تاتار — نہیں اللہ کی تقدیر محصُور

خودی را سوز و تابے دیگرے دہ جہاں را انقلابے دیگرے دہ
[ص ۴۴۷]

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
[ص ۴۴۸]

صفحہ ۴۴۴ میں سورۂ ق کی آیت ۳۷ دیکھیں۔

اسی سلسلے کے یہ دو شعر ہیں:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور!
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور!

[ص ۴۴۸]

تَبۡصِرَةً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ٥ (ق:۸) دیکھنا اور سمجھنا ہر رجوع والے بندے کے لیے ہے۔

رجوع الی اللہ کرنے سے نگاہ حقیقت کو دیکھنے لگتی ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!
[ص ۴۴۹]

سورۃ الانفال میں ہے کہ خود کو قوت کی چیزوں سے تیار رکھا کرو:

وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ وَ اٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ‌ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ‌ۚ اَللّٰهُ يَعۡلَمُهُمۡ‌ؕ (الانفال:۶۰) اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (سامان) جس سے ڈرتے رہیں اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن اور دوسرے بھی ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے، اللہ اُن کو جانتا ہے۔

حدیث میں ہے:

اَلۡمُؤۡمنُ الۡقَوِیُّ خَیۡرٌ وَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ قوی مومن، کمزور مومن سے، خدا کے

الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ: (صحیح مسلم:۴۱۵/۳) نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔

وہی بُت فروشی وہی بُت گری ہے سنیما ہے یا صنعت آزری ہے؟

[ص۴۵۰]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝ (لقمٰن:٦)

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو خریدتے ہیں ''باتوں کا کھیل تماشا'' تاکہ ''غیر علم'' کے ذریعے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اُسے ہنسی مذاق (کا ذریعہ) بنائیں۔ انھی کے لیے ذلّت کا عذاب ہے۔

لہوالحدیث میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کا وقت ضائع کرے اور اللہ کی راہ سے ہٹائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۵ھ) کے پیام کو اس طرح پیش کیا ہے:

عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں پیدا کلہِ فقر سے ہو طرۂ دستار

[ص۴۵۱]

اہل اللہ کو ظاہری شان و شوکت زیب نہیں دیتی کیونکہ یہ شان و شوکت ''خدمتِ سرکار'' کی بدولت ہے۔ گویا اللہ والے دنیا والوں کے محتاج ہیں۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝ (الزمر:٣٦)

کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور تمھیں ڈراتے ہیں اُس کے سوا دوسروں سے، اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔

اس کھیل میں تعیینِ مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں میں پیادہ

[ص۴۵۱]

موجودہ سیاست میں بڑی مکاری اور عیاری ہے۔

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا اور وہ مکر نہیں کرتے مگر خود اپنی جانوں پر اور

یَشۡعُرُوۡنَO (الانعام:۱۲۳) انھیں شعور نہیں۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری! اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری!
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری! اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری!
اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری! میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری!

[ص۴۵۲]

حضرت شاہ غلام علی دہلوی (المتوفی ۱۲۴۰ھ) اپنے مکتوب نمبر ۹۳ میں لکھتے ہیں:

(۱)۔ فقرِ مذموم آنکہ از عدمِ اسباب بے صبری نماید۔ معاذ اللہ سیاہ روئی در آخرت است۔ خلافِ امر خدا و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کردہ باشد کہ امر بصبر وقوع یافتہ و در دنیا شکایت و اظہارِ تنگی بے آبروئی است۔ **الفقر سواد الوجہ فی الدارین** ثابت شد۔

(۲)۔ فقرِ محمود آنکہ از عدمِ اسباب صبر بلکہ رضا بلکہ التذاذ بآن نماید و در باطن عدم آرزو و عدمِ التفات بغیر وثوق بہ رجا و خوف و توجہ بحضرتِ کبریا سبحانہ، **کانک تراہ تلک** قوی باشد و این گاہ مرتبۂ احسان آنچناں غلبہ کند کہ ہر جا مشہود او حق باشد۔ **الفقر اذا تم ھو اللّٰہ** یعنی عدم التفات بغیر......''

وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَO (العنکبوت:۶۹) اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکی (احسان) والوں کے ساتھ ہے۔

ع خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض

[ص۴۵۲]

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۟ قف (النساء:۷۷) آپؐ فرما دیں، دنیا کی متاع تھوڑی (حقیر) ہے اور آخرت بہتر ہے اس شخص کے لیے جس نے تقویٰ کیا (خودی خود تقوی القلوب ہے)۔

شایاں ہے مجھے غمِ جدائی یہ خاک ہے محرمِ جدائی

[ص۴۵۳]

سورۃ البقرہ میں آدم علیہ السلام کے اخراج کا ذکر آتا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ ص
پس شیطان نے اُس (جنت) سے انھیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے اُن کو الگ کر دیا۔ (البقرہ:۳۶)

ہجر اور جدائی ہی سے آتشِ شوق بڑھتی ہے۔

ع قم باذن اللّٰہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے

[ص۴۵۳]

اللہ جب اپنے بندے کے درجات بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ اس کے اذن سے مردہ کو بھی زندہ کر سکتا ہے جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق سورۃ المائدہ میں ہے:

وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ ۚ
اور جب نکال کھڑے کرتا مُردے میرے حکم سے۔ (المائدہ:۱۱۰)

بندے کو یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں محو کر دیتا ہے۔ سورۃ الفتح: آیات ۱۸۔۲۲۔ اور سورۃ الانفال: آیت ۱۷ بھی دیکھیں۔

ع جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست!

[ص۴۵۴]

صفحہ ۴۵۱ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۴ دیکھیں۔

اگر لہُو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
اگر لہُو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

[ص۴۵۵]

ایسے دل اور جوش والوں کے لیے جنت کی راحتیں مقرر ہیں۔

مَنۡ خَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِيۡبِ ۙ
جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرتا ہوا دل لایا۔ (ق:۳۳)

جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اُس کا
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد

[ص۴۵۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوئی تو اُن کا مقام سورۃ النجم میں یوں بتایا ہے:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰىۚ۝ (کبھی) تمھارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (النجم:۲)

ع شیخِ مکتب ہے اک عمارت گر

[ص۴۵۶]

آج کل کے استادوں نے راج مزدور کا کام شروع کر رکھا ہے۔ شاگردوں کی تربیت سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''یزکّیھم'' پر بھی زور دیا ہے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَۚ۝

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں انھی سے ایک رسول کو بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

ع حکیم سرِّ محبت سے بے نصیب رہا

[ص۴۵۶]

فلسفی نے خرد کی گتھیاں ضرور سلجھائیں لیکن عمل کے لیے آمادگی نہ دکھائی جو محبت اور عشق والوں کا حصہ ہے۔

صفحہ ۴۴۵ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا لہُو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

[ص۴۵۷]

یہاں بھی سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۹ دیکھیں۔

میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

[ص۴۵۸]

آج کل کے پیروں نے بھی دوسروں سے نذرانے لینے کی عادت سیکھ لی ہے اور جو صحیح

منصب اُن کا تھا وہ انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔ صفحہ ۴۵۶ کی آیت (آل عمران:۱۶۴) یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے!

[ص۴۵۹]

قُلۡ یَتَوَفّٰکُمۡ مَّلَکُ الۡمَوۡتِ الَّذِیۡ وُکِّلَ بِکُمۡ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ۠ (السجدہ:۱۱)

(اے میرے محبوبؐ) آپؐ فرما دیں، تمھیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔ پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیام مسلمان سنتے ہیں اور کافر توجہ نہیں دیتے۔

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گذر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے!

[ص۴۵۹]

یہاں سورۃ العنکبوت کی آیت ۲۷ کافی ہے۔

اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد!

[ص۴۶۰]

جس قوم کے افراد ہر بند سے آزاد ہوں اور خدا کو بھی نہ مانیں اُن کے متعلق سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ اَعۡمَالُہُمۡ کَرَمَادِ ۣاشۡتَدَّتۡ بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقۡدِرُوۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا عَلٰی شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ۝ (ابراھیم:۱۸)

جن لوگوں نے اپنے رب کو نہ مانا اُن کی مثال یہ ہے کہ ان کے اعمال راکھ کی طرح ہیں کہ آندھی کے دن ہوا لے اُڑی جو کچھ انھوں نے کمایا۔ اُن میں سے کسی چیز پر اُن کا بس نہیں چلے گا۔ یہی سخت گمراہی ہے۔ ایسے بے لگام لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بے

کا رہو کر رہتا ہے۔

ع میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں!

[ص۴۶۱]

مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب مسخر ہو سکتا ہے۔
سورۂ الجاثیہ کی آیت ۱۳، اور سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ اُوپر مذکور ہوئیں۔

زہراب ہے اُس قوم کے حق میں مَے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خود دار و ہُنر مند

[ص۴۶۲]

وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O (الانعام:۵۹) اور کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب (قرآن) میں لکھا نہ ہو۔

قرآن اور دینِ اسلام ما کان و ما یکون کے جملہ علوم سکھاتا ہے۔ اُسے چھوڑ کر دوسروں کی غلامی کرنا زہرِ ہلاہل ہے۔

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے:

اسی کشمکش میں گذریں مری زندگی کی راتیں کبھی سوز و سازِ رومی، کبھی پیچ و تابِ رازی

علم و عشق کے مقابلے کے لیے اشعار آچکے ہیں۔ رومی کا شعر ہے:

حاصلِ عمر سہ سخن بیش نیست خام بُدم پختہ شدم سوختم

۲- البوصیری کے قصیدۂ بردہ میں ہے:

محمد سیّد الکونین و الثقلین والفریقین من عربٍ و من عجمٖ

۳- امام فخر الدین رازی کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے کہ نزع کے وقت شیطان ان کو ورغلاتا اور بہکانا چاہتا تھا اور ان کے متکلمانہ دلائل کو ردّ کر رہا تھا۔ اتنے میں اُن کے شیخ (نجم الدین کبریٰ) کو پتا چلا تو انھوں نے رازی

سے فرمایا کہ شیطان سے کہہ دو کہ میرا ایمان اللہ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ میرے شہر کی بوڑھی عورتوں کا ہوتا ہے (یعنی بغیر دلیل کے ان کا یقین کامل ہوتا ہے)۔ لیکن اس قصے کی صحت کے لیے کوئی سند نہیں ہے۔

۴- اقبال نامہ (اول) ص۲۰۵ میں شاہین کی خصوصیات بیان کی ہیں:
۱- خوددار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔
۲- بے تعلق ہے: کہ آشیانہ نہیں بناتا۔
۳- بلند پرواز ہے۔
۴- خلوت پسند ہے۔
۵- تیز نگاہ ہے۔

۵- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے یہی بات مکتوبات (دفتر دوم: مکتوب ۷) میں تحریر فرمائی ہے۔

۶- رسالہ اقبال (لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء، ص۴۹)۔ مولانا سلیمان ندوی نے رسالہ جوہر (دہلی ۱۹۴۸ء) میں بھی یہ واقعہ دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔

۷- راقم الحروف شاعر نہیں لیکن کبھی یہ شعر کہا تھا:

قلب را عرشِ الٰہی گفتہ اند — ایں زمیں را آسمانے دیگر است

۸- قرآن پاک میں یعقوب علیہ السلام کے متعلق سورۂ یوسف: آیت ۹۴ میں آیا ہے کہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی تھی:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ — بے شک میں یوسفؑ کی خوشبو پاتا ہوں۔

۹- اس کے بعد جو اشعار ہیں ان میں دو تلمیح یہ ہیں:

ع دیکھ چکا المنی شورشِ اصلاحِ دیں

یعنی Luther (۱۴۸۳ء تا ۱۵۴۶ء) جس نے رومن کیتھولک کے خلاف Protestants کی بنیاد ڈالی تھی۔ پھر French Revolution کے مطابق تلمیح ہے:

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب

۱۰- اقبال نامہ (اول)، ص۲۰۲، ۲۰۳۔ صفاتِ وجود ایجابیہ (یعنی حیات، قدرت، علم ارادہ وغیرہ) جو انسان میں پائی جاتی ہیں وہ دراصل حق تعالیٰ کی صفات کا پرتو ہیں۔ صفحہ ۹۶ میں یہ شعر آچکا ہے:

تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل — وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل

۱۱- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ دنیوی اعزاز کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو کافروں کو نہ دیا جاتا۔

مثنوی

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۶ء)

مثنوی

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

سپاہِ تازہ بر انگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است
[ص۸۰۱]

سورۃ الانعام کی مسلسل تین آیتیں اس طرح ختم ہوتی ہیں:

ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ (۱۵۱)

ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۝ (۱۵۲)

ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (۱۵۳)

ان سب آیتوں میں اوامر اور نواہی کو ملحوظ رکھنے کے لیے احکام ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ اِیَّاھُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ (الانعام:۱۵۱)

آپؐ فرما دیں، آؤ میں تمھیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمھارے رب نے حرام کیا۔ یہ کہ اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث۔ ہم تمھیں اور انھیں سب کو رزق دیں گے۔ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو اُن میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ اور جس جان کی اللہ نے حُرمت رکھی اُسے ناحق نہ مارو۔ یہ تمھیں حکم فرمایا ہے کہ تمھیں عقل ہو۔

چنانچہ صحیح عقل جو تقویٰ القلوب ہے اور امر و نواہی کو ملحوظ رکھنے پر آمادہ کرتی ہے اور غلط قسم کی عقل احکام الٰہی کی پروا نہیں کرتی۔ اقبال صحیح عقل تقویٰ القلوب اور عشق پر زور دیتے ہیں۔[1]

گماں مبر کہ خرد را حساب و میزاں نیست
نگاہِ بندۂ مومن قیامتِ خرد است
[ص۸۰۱]

جو صحیح عقل نہیں ہوتی اس کے لیے بندۂ مومن کی نگاہ ہی قیامت ہے اور ایسی عقل کا محاسبہ بھی ضرور ہوگا:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال:۸)
تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے وہ دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اُسے دیکھے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا
اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمھارا حساب لیا جائے۔ (خدا جانے حساب کی گھڑی کب آ جائے)۔

اُمتاں را زندگی جذبِ دروں کم نظر ایں جذب را گوید جنوں
[ص۸۰۳]

حضرت حسن بصری سے اُن کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ آپ نے صحابۂ کرامؓ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟

فرمایا کہ اگر تم ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سب کے سب دیوانے ہیں........

جذبِ دروں، جسے تقویٰ القلوب اور عشق بھی کہیے، قوموں کو زندگی بخشتا ہے اور غلط قسم کی عقل جو وہم وگماں اور غیر یقین کی طرف آمادہ کرتی ہے محض فریب ہے۔

وَ مَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ۝ (الحج:۳۲)
اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔

شعائر اللہ کو ملحوظ رکھنے والے لوگ دنیا والوں کو مجنون نظر آتے ہیں۔

مومن از عزم و توکّل قاہر است گر ندارد ایں دو جوہر کافر است
[ص۸۰۴]

ایک مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں:

اس ملک میں قناعت اور توکل کے وہ معنی لیے جاتے ہیں جو عربی زبان میں ہرگز نہیں ہیں۔[۲]

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَo (آل عمران:۱۵۹)

پس، جب کسی بات کا پکّا ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسا کرو۔ بے شک توکّل والے لوگ اللہ کو پیارے ہیں (توکل یعنی اللہ پاک پر اعتماد اور سب کاموں کو اس کے سپرد کردینا)۔

اے خوش آں مردے کہ دل باکس نداد بندِ غیر اللہ را از پا کشاد
[ص۸۰۴]

کلمۂ طیّبہ کا بھی یہی پیام ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا هُوَ (القصص:۸۸)

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ پکارو۔ کوئی خدا (طاقت) نہیں سوائے اُس (اللہ) کے (یعنی غیر اللہ کو طاقت نہ سمجھو)۔

یوسفِ ما را اگر گُرگے برد بہ کہ مردے ناکسے او را خرد
[ص۸۰۴]

سورۂ یوسف میں ہے

کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے جھوٹ کہا کہ:

فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ (یوسف:۱۷) پس اُسے (یوسفؑ کو) بھیڑیا کھا گیا۔

غلط شخص کو اگر بھیڑیا کھالے تو اُس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح چاہیے کہ ہماری بات صحیح آدمی تک پہنچے تاکہ وہ سمجھ سکے کہ قرآن کس طرح غیر اللہ کی محتاجی سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔

قلزمی؟ بادشت و در پیہم ستیز شبنمی؟ خود را بہ گلبرگے بریز
[ص۸۰۵]

تم کو مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ آسانیوں میں رہنا تمھیں زیب نہیں دیتا۔ تم قُلزم ہو، شبنم نہیں۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد:۴)

چوں شود اندیشۂ قومے خراب ناسرہ گردد بدستش سیم ناب
[ص ۸۰۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ افسوس ہے مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربیّ تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔[۳]

احساس کمتری کی وجہ سے اپنی چیزوں کو بے قیمت سمجھنے لگتے ہیں۔

وَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ۝ اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اُتری ہے (تو سننے والے) تُو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ (الانعام:۱۱۴)

اسی شعر کے مضمون کے تسلسل میں کئی اشعار ہیں جو مترادف کہے جاسکتے ہیں۔

تا نبوّت حکمِ حق جاری کند پشتِ پا بر حکمِ سلطاں می زند
[ص ۸۰۸]

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍؕ۝ (فاطر:۱۳) یہ ہے اللہ تمہارا رب۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو وہ دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں (جب نبوت، اللہ کا حکم جاری کرتی ہے تو بادشاہ کے حکم پر لات ماردیتی ہے۔)

معنیِ جبریل و قرآن است او فطرۃ اللہ را نگہبان است او
[ص ۸۰۸]

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ (الروم:۳۰)

پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہوکر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا (دینِ الٰہی پر قائم رہو جس پر اللہ نے خلق کو پیدا کیا) اللہ کی بنائی چیز کو نہ بدلنا۔

اندر آہِ صبح گاہِ او حیات | تازہ از صبحِ نمودش کائنات

[ص۸۰۸]

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمھارے لیے مقامِ محمود ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے غلاموں کی سحر خیزی سے کائنات کی تقدیر بدل جاتی ہے۔

درسِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ می دہد | تا دلے در سینۂ آدم نہد

[ص۸۰۹]

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (یونس:۶۲)

سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

چوں فنا اندر رضائے حق شود | بندۂ مومن قضائے حق شود

[ص۸۰۹]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال وعواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے اور بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔[۴]

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

اور (اے محبوبؐ) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم

نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (الانفال:۱۷)

ابتدائے عشق و مستی قاہری است — انتہائے عشق و مستی دلبری است

[ص۸۱۰]

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح:۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے رفقا کافروں پر سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علامہ اقبال ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

مسلم حنیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت اپنے قلب کی گرمی سے تحلیل کرتا ہے اور اس کا دائرۂ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی تناقضات پر بھی حاوی ہے۔ پھر مسلم جو حامل ہے محدثیت کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا کیونکر کسی شے میں جذب ہوسکتا ہے۔ البتہ اس زمان و مکان کی مقید دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان (عرب) ہے جو مسلم کو جذب کرسکتا ہے اور اُس کی قوتِ جاذبہ ذوقی اور فطری نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)[۵]

گر بگیرد سوز و تاب از لا الٰہ — جز بکامِ او نگردد مہر و مہ

[ص۸۱۰]

صفحہ ۸۰۴ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ بھی دیکھیں۔

حکمتِ اربابِ کیں مکر است و فن — مکر و فن؟ تخریبِ جاں تعمیرِ تن!

[ص۸۱۱]

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْکُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ مَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ یَبُوْرُ ○

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے (مقامِ قبول و رضا تک پہنچتا ہے) پاکیزہ کلام اور عملِ صالح اُسے بلند کرتا ہے اور جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب

ہے اور انھی کا مکر برباد ہوگا۔ (فاطر:۱۰)

مکر کرنے والے تعمیرِ تن اور دنیا کی عزت چاہتے ہیں تو عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

مکتب از تدبیرِ او گیرد نظام — تا بکامِ خواجہ اندیشد غلام

[ص ۸۱۱]

وہ ایک مکتوب میں بھی فرماتے ہیں:

آخر اس غلامی کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس کون سا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی آئندہ نسلوں کو اسلامی تصوّرات کے بننے اور بگڑنے کی تاریخ سے آگاہ کر سکیں۔ غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۶]

اور ایسی غلام قوم کا مقصدِ زندگی یہ ہوتا ہے:

ہر زماں اندر تلاشِ ساز و برگ — کارِ اُو فکرِ معاش و ترسِ مرگ

[ص ۸۱۲]

ایسے لوگ جب خوار کیے جاتے ہیں تو اس کا ایک سبب مال کی محبت بھی ہے۔ سورۃ الفجر میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے:

وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ — اور تم مال کی نہایت محبت رکھتے ہو۔

(الفجر:۲۰)

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ — آپ ؐ فرما دیں، ہرگز تمھیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور تب تو دنیا نہ برتنے دیے جاؤ گے مگر تھوڑی۔ (الاحزاب:۱۶)

نکتہٗ می گویم از مردانِ حال — اُمتاں را لا جلال الّا جمال

تا نہ رمزِ لا الٰہ آید بدست — بندِ غیر اللہ را نتواں شکست

[ص ۸۱۳]

جب تک غیر اللہ کی قوت کا انکار نہ کیا جائے ایک انسان اپنے اللہ کا بندہ ہونے کا اہل (مستحق) نہیں۔

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ (الذاریٰت:۵۰) پس ہر جگہ سے بھاگ کر اللہ کے ہاں پناہ لو۔

سورۃ التوبہ میں بھی اسی خدائی آسرے کو اللہ کی مہربانی کا مترادف کہا گیا ہے:

لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ (التوبہ:۱۱۸) کوئی پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف (یعنی اسی کے پاس ہے)۔

چیست فقر اے بندگانِ آب و گِل ۔۔۔ یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دل
فقر کارِ خویش را سنجیدن است ۔۔۔ بر دو حرفِ لا الٰہ پیچیدن است
فقر خیبر گیر با نانِ شعیر ۔۔۔ بستۂ فتراکِ او سلطان و میر
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست ۔۔۔ ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ ست

[ص۸۱۶]

جو اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا وہی صحیح قسم کا فقر رکھتا ہے۔ پھر ایسے شخص سے خیبر شکنی، ذوق وشوق، تسلیم و رضا وغیرہ بکثرت صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس میں تمام فضائل پیدا ہو جاتے ہیں اور جو غیر اللہ کا محتاج ہوتا ہے اُس میں تمام رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ گویا صحیح مردِ مومن ہی اہلِ فقر ہے اور اللہ کی جماعت میں ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ط وَ یُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ع (المجادلہ:۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی

جماعت ہے۔ دیکھو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

(یعنی اللہ کی جماعت والے اللہ کی رضا کے لیے اپنی محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دیتے ہیں اور غیر اللہ کی پروا بھی نہیں کرتے اور نہ غیر اللہ کو کوئی طاقت سمجھتے ہیں)۔

سورۂ ابراہیم میں ایسے لوگوں کے ثبات واستحکام کا ذکر ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ (ابراھیم:۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں مضبوط بات سے مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

سورۃ الانبیا میں (ایسے لوگوں کے) حق کے متعلق ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُہٗ فَاِذَا ھُوَ زَاھِقٌ (الانبیاء:۱۸)	بات یہ ہے کہ ہم حق کو باطل کے سر پر دے مارتے ہیں پس (اس طرح) وہ اس کا (باطل کا) سر توڑ دیتا ہے، پھر وہ (باطل) فنا ہو جاتا ہے۔

غرض کہ بڑی سے بڑی قوتیں بھی اہلِ فقر اور اہلِ ایمان کے آگے ہیچ ہیں۔

قلبِ اُو را قوت از جذب وسلوک　　　پیشِ سلطاں نعرۂ اُو لا ملوک!
[ص ۸۱۷]

وَّ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (الفرقان:۲)	اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں (حکومت صرف اللہ کی ہے)۔

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات　　　بندہ از تاثیرِ اُو مولا صفات
[ص ۸۱۸]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ؕ	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمھیں بھرپور دے دیں گے اپنی

نعمتیں ظاہر اور پوشیدہ۔ (لقمٰن:۲۰)

فقرِ مومن لرزۂ بحر و بر است فقرِ کافر خلوتِ دشت و در است

[ص ۸۱۸]

کافر سادھو اور جوگی لوگ گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتے ہیں لیکن مومن گوشہ نشینی کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اُس کے لیے دنیا کو برتنا اور حقوق العباد ادا کرنا ہی عبادت ہے اور بحر و بر میں صرف مومن کو غالب رہنا ہے۔

اوپر والی آیت یہاں بھی دیکھیں۔

ایں جہانِ کہنہ در باز اے جواں دل ز غیر اللہ پرداز اے جواں

[ص ۸۱۹]

دل کو غیر اللہ کے تعلق سے خالی کر دو اور ایک نئی (صحیح) دنیا تیار کرو۔[۸]

از جمال مصطفیٰؐ بیگانہ کرد عصرِ ما ما را ز ما بیگانہ کرد

[ص ۸۲۰]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سے موجودہ زمانہ محروم اور غیر منوّر رہے۔ حالانکہ صرف ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی سے فلاحِ دارین وابستہ ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱) بے شک تمھیں رسولؐ اللہ کی پیروی ہی میں بہتری ہے۔

پیشِ او کوہِ گراں مانندِ کاہ اندرونِ تست سیلِ بے پناہ

[ص ۸۲۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

میں عمل کی تمام صور و اشکالِ مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام و استقلال حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں نے سکون و جمود اور اس نوع کے تصوّف کو جس کا دائرہ محض قیاس آرائیوں تک محدود

ہو، مردود قرار دیا ہے۔[۹]

مردِ حُر کے اوصاف بیان ہوتے ہیں:

مردِ حُر محکم ز وِردِ لا تخف　　ما بہ میداں سر بجیب او سر بکف!

[ص۸۲۲]

لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰیO　　ڈر نہیں، بے شک تو ہی غالب ہے۔

(طٰہٰ:٦٨)

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO (آل عمران:١٣٩)　　اور نہ سستی کرو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

پائے خود را آنچناں محکم نہد　　نبضِ رہ از سوزِ او بر می جہد

[ص۸۲۲]

سورۂ آلِ عمران میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ‌ۚ....O (آل عمران:۴۹)　　کہ میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے........۔

اللہ کے پیاروں کی وجہ سے زمین سے بھی سوز اور گرمی پیدا ہوسکتی ہے اور مُردہ قوتیں بھی بیدار ہوسکتی ہیں۔

يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO (المائدہ:١٦)　　(قرآن) جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہو اُس کی رضا کا، بچاؤ کی راہ پر اور اُن کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کے ذریعے، لوگوں کو صحیح راہ نصیب ہوئی اور قوموں میں زندگی پیدا ہوئی۔

سرِّ دیں مارا خبر، اُو را نظر　　اُو درونِ خانہ، ما بیرونِ در

[ص۸۲۲]

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے پوچھا، مثنوی، پس چہ باید کرد........میں آپ کے مصرع (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں ''نظر'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''صحبت''۔[۱۰]

لیکن اس مثنوی میں ایسا کوئی مصرع نہیں ہے۔ البتہ مثنوی ''مسافر'' (ص ۶۹) میں موجود ہے لیکن اس کا مترادف یہاں کا مصرع ہے، یعنی:

سرِّ دیں مارا خبر، اُو را نظر

[ص۸۲۲]

نظر یقیناً صحبت ہے۔ صحابہ کرامؓ اسی صحبت اور معیت کی وجہ سے صحابہ کہلائے گئے اور انبیاء بنی اسرائیل (علیہ السلام) جیسا ان کا مقام ہوا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)	محمدؐ تو اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

در جہانِ بے ثبات اُو را ثبات مرگ اُو را از مقاماتِ حیات!

[ص۸۲۳]

سورۂ ابراہیم میں ایسے لوگوں کے ثبات کا ذکر ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ۚ (ابراھیم:۲۷)	اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں مضبوط بات سے مستعد اور ثابت قدم رکھتا ہے۔

''مال را گر بہرِ دیں باشی حمول نِعْمَ مَالٌ صَالِحٌ گوید رسولؐ''

[ص۸۲۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

نِعْمَ مَالٌ صَالِحٌ	اگر مال دینی امور پر خرچ کرنے کے لیے جمع کیا جائے تو وہ مال صالح ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ	بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی

اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط (التوبہ:۱۱۱)

جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں اس بدلے میں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔

تا ندانی نکتۂ اکلِ حلال بر جماعت زیستن گردد وبال

[ص۸۲۶]

سورۃ الزخرف میں اس اکلِ حلال کی تقسیم کا ذکر ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا ط (الزخرف:۳۲)

ہم نے اُن میں اُن کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی تا کہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے (اور دنیا کا نظام چل سکے۔ اسی طرح نظامِ جماعت قائم رکھا گیا ہے اور کوئی کسی پر بوجھ نہیں)۔

حکمش از عدل است و تسلیم و رضاست بیخِ اُو اندر ضمیرِ مصطفیٰؐ است

[ص۸۲۷]

شریعت کا حکم، عدل اور تسلیم و رضا کے لیے ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ O (النحل:۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

اور تسلیم و رضا بھی مسلمان کی شان ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O (الانعام:۱۶۲)

آپؐ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

از شریعت اَحسَنُ التَقوِیم شو   وارثِ ایمانِ ابراہیم شو
[ص ۸۲۷]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ۝ (التین:۴)   بے شک ہم نے انسان کو بہترین طریق پر بنایا۔

مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ هٰذَا........ (الحج:۷۸)   تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین۔ اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اِس قرآن میں۔

پس طریقت چیست اے والا صفات   شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات
[ص ۸۲۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حدودِ خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکامِ الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔[۱۱]

صفحہ ۸۲۷ کی آیت (سورۃ الانعام:۱۶۳) یہاں کے لیے دیکھیں۔

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم   تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن   نکتۂ شرعِ مبیں را فاش کن
کس نہ گردد در جہاں محتاجِ کس   نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس
[ص ۸۲۸]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

میں نے آپ کے مخلص کا خط پڑھا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے احباب اور مخلصین آپ سے اُس روحانیت کی بنا پر جو آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پائی ہے بہت بڑی بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ان امیدوں میں مَیں بھی شریک ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و

اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علم اسلام بلند کیا اُن کی اولادیں دنیوی جاہ ومنصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہوگئیں۔ اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاء اللہ۔ وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ انھیں بزرگوں کی اولاد سے کسی کی روحانیت کو بیدار کر دے اور کلمۂ اسلام کے اعلا پر مامور کرے۔[۱۲]

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَھُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ۝ (الرعد:۲۹)

وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے ان کو خوش حالی ہے اور اچھا انجام۔

صحیح خوش حالی اور صحیح خوشی دراصل ایمان اور عملِ صالح ہے جو غیر اللہ کی محتاجی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

زندہ قومے بود از تاویلِ مُرد آتشِ او در ضمیر اُو فسُرد

[ص ۸۲۸]

اور ضربِ کلیم، ص ۴۸۴ میں فرمایا ہے:

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں بھی لکھا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل وشعار میں باطنی معنی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت SUBTLE طریق تنسیخ کا ہے۔ اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو........[۱۳]

بنی اسرائیل نے جب ایسی تاویل کی تھی اور معنی بدل دیے تھے تو ان پر سخت عذاب نازل ہوا تھا۔

فَبَدَّلَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا قَوۡلًا غَیۡرَ الَّذِیۡ قِیۡلَ لَھُمۡ فَاَنۡزَلۡنَا عَلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ۝

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اُس کے سوا، تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا، بدلہ اُن کی بے حکمی کا۔

(البقرہ:۵۹)

یہ عذاب طاعون تھا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار نفوس ہلاک ہوئے۔

اُمتے کز آرزو نیشے نہ خورد   نقشِ اُو را فطرت از گیتی سترد

[ص ۸۲۹]

آرزو (عملِ صالح) ہی کامیابی کا راز ہے ورنہ تباہی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عملِ صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اُن سے پہلے لوگوں کو دی اور ضرور اُن کے لیے مضبوط کر دے گا ان کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا (اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ان نعمتوں سے محروم رہے گا)۔

آشیانش گر چہ در آب و گل است   نُہ فلک سرگشتۂ ایں یک دل است

[ص ۸۳۰]

آرزو والا دل جس کا ابھی پچھلے شعر میں ذکر آیا ہے ایمان اور عملِ صالح والا ہوتا ہے۔

وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن:۱۱)

اور جو اللہ پر ایمان لائے (یقین رکھے) اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔

ایمان اور عمل صالح والے کامیاب ہوتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ النور کی آیت ۵۵ میں آیا ہے اور جن کا ذکر سورۃ العصر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

سیاسیاتِ حاضرہ

گرمیِ ہنگامۂ جمہور دید   پردہ بر روئے ملوکیت کشید[۱۴]

سلطنت را جامعِ اقوام گفت   کارِ خود را پختہ کردو خام گفت

در فضایش بال و پر نتواں کشود ۔۔۔ با کلیدش ہیچ در نتواں کشود

[ص۸۳۱]

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ (القصص:۵۰)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالموں کو۔

پیشِ فرعوناں بگو حرفِ کلیم ۔۔۔ تا کند ضربِ تو دریا را دو نیم

[ص۸۳۲]

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ۝ۚ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ۝ۚ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ۝ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ۝ؕ (الشعراء:۶۳-۶۶)

تو ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار۔ تو جبھی دریا پھٹ گیا، تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو (یعنی فرعون اور فرعونیوں کو) اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھیوں کو۔ پھر دوسروں کو (یعنی فرعون اور فرعونیوں کو) ڈبو دیا۔

وا غم از رسوائیِ ایں کارواں ۔۔۔ در امیرِ او ندیدم نورِ جاں

تن پرست و جاہ مست و کم نگہ ۔۔۔ اندرونش بے نصیب از لا الٰہ!

در حرم زاد و کلیسا را مرید ۔۔۔ پردۂ ناموسِ مارا بر درید

[ص۸۳۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مداہنت آ گئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد اُن کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔[۱۵]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ

بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں سپرد کر دو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں

تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ (النساء:۵۸) فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

امانت وسیع معنی میں غیر مادی چیزوں پر بھی حاوی ہے۔ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دیں عیدِ محکوماں ہجومِ مومنیں

[ص ۸۳۴]

وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۙ ‎۝‏ لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ......‎۝‏ (الحج:۲۷-۲۸)

اور لوگوں میں حج کی ندا عام کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں تا کہ وہ (لوگ) اپنا فائدہ پائیں (دین اور دنیا دونوں کا)۔

مسلمانوں کے اجتماع سے مقصود ''**یعظم شعائر اللّٰہ**'' (سورۃ الحج) بھی ہے اور دین و دنیا کے فائدے بھی مقصود ہیں۔

حرفے چند با اُمتِ عربیہ

در جہانِ نزد و دُور و دیر و زود اوّلیں خوانندۂ قرآں کہ بود؟

[ص ۸۳۵]

نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ۙ ‎۝‏ عَلٰی قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۙ ‎۝‏ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ؕ ‎۝‏ (الشعراء:۱۹۳-۱۹۵)

اسے (قرآن کو) روح الامین لے کر اترا۔ تمھارے دل پر (کہ دل تمیز و عقل و اختیار کا مقام ہے) کہ تم ڈر سناؤ، روشن عربی زبان میں۔

قرآن کے سب سے پہلے مخاطب عرب لوگ ہی ہیں۔

علم و حکمت ریزۂ از خوانِ کیست؟ آیۂ فَاَصۡبَحۡتُمۡ اندر شانِ کیست؟

[ص ۸۳۵]

وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ

اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔ جب تم

اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا (آل عمران:۱۰۳)	میں بَیر تھا۔ اس نے تمھارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اُس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

دین ہی کی وجہ سے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

از دمِ سیراب آں اُمی لقب لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب

ص ۳۹

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الاعراف میں دو جگہ (آیات ۱۵۷۔۱۵۸) النّبی الامی کہا گیا ہے۔ اُن کے طفیل میں صحرائے عرب کے دلوں میں عشق پیدا ہوا۔ ابھی سورۂ الِ عمران کی آیت ۱۰۳ مذکور ہوئی۔

سطوتِ بانگِ صلٰوت اندر نبرد قرأتِ الصٰفّٰت اندر نبرد

[ص ۸۳۶]

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ۝ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ۝ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ۝ اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ۝ (الصٰفّٰت:۱۔۴)	قسم ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں (مجاہدین کے گروہ جو دشمنانِ حق کے مقابل ہوتے ہیں) پھر اُن کی کہ جھڑک کر چلائیں (مجاہدین جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں) پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ بے شک تمھارا معبود ضرور ایک ہے۔

یہ سب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ دین کے ایسے مجاہدین تیار ہوئے۔

ہر کہ از بندِ خودی وارست، مُرد ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مُرد

[ص ۸۳۷]

وہ عرب جس پر اسلام نے نعمتوں کے تمام دروازے کھول دیے اب دشمنوں کے فریب میں آ کر عرب قومیت کے نعرے لگانے لگے ہیں۔

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا	اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور

تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۰۳) آپس میں پھٹ نہ جانا۔

قوت از جمعیتِ دینِ مبیں دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں
[ص ۸۳۷]

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ قف فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ج۝ (محمد:۲۱) پھر جب حکم ناطق ہو چکا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو اُن کا بھلا تھا۔(اللہ سے سچا رہنے میں یعنی اخلاص و یقیں ہی میں بھلائی ہے۔)

یورپ از شمشیرِ خود بسمل فتاد زیرِ گردوں رسمِ لا دینی نہاد
[ص ۸۳۹]

یورپ نے دین کو چھوڑ کر لا دینی اختیار کی ہے اس لیے اس کی تباہی قریب ہے۔

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۝ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا (میری ہدایت سے روگردانی کی) تو بے شک اس کے لیے زندگانی تنگ (تلخ) ہے اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

ہر کہ آیاتِ خدا بیند حُر است اصل ایں حکمت ز حکمِ اُنظر است
[ص ۸۳۹]

اس دوسرے مصرعے کے حاشیے میں خود علامہ اقبال نے لکھا ہے کہ یہ ''تلمیح ہے آیۂ قرآنی کی طرف: اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (الغاشیہ:۱۷)'' یعنی نظامِ فطرت کا بغور مطالعہ کرو۔ اس آیت کے ساتھ ہی آیتیں آتی ہیں کہ: اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیے گئے اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی۔

علمِ اشیا خاکِ ما را کیمیاست آہ! در افرنگ تاثیرش جداست
[ص ۸۴۰]

علمِ اشیا (سائنس) سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۝ اور اللہ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔

(البقرہ:۳۱)

علم کی وجہ سے آدم مسجودِ ملائکہ ہوئے۔ ان کا طالبِ عفو ہونا اور اللہ سے رجوع کرنا عشق کی وجہ سے ہے۔[۱۶]

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است　　چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

[ص ۸۴۰]

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO (المجادلہ:۱۱)

اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور ان کے جنھیں علم دیا گیا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

یزدانی علم و عقل ایمان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن جب وہ ایمان سے آزاد ہو جائے تو پھر وہ شیطانی ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے:

وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِا للّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ (التغابن:۱۱)

اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دیتا ہے۔

ع　در جنیوا چیست غیر از مکر و فن

[ص ۸۴۱]

جنیوا ہو یا کوئی جمعیتِ اقوام کا مرکز ہو:

ع　بہرِ تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند　　پیام مشرق ص ۱۹۳

یہ سب حزب الشیطٰن ہیں۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (المجادلہ:۱۹)

شیطان نے اُن پر قابو پا لیا ہے۔ پس اُس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔

اہلِ حق را زندگی از قوت است　　قوتِ ہر ملت از جمعیت است

[ص ۸۴۱]

وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)
اورتم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کی چیزیں (سامان)۔

ہم ہنر، ہم دیں ز خاکِ خاور است
رشکِ گردوں خاکِ پاکِ خاور است

[ص ۸۴۱]

تمام بڑے ادیان و مذاہب مشرق ہی سے اٹھے اور وہ سب اسلام ہی تھے جن کے ذریعے مختلف علوم وفنون جاری ہوئے۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِيۡ هٰذَا (الحج:۷۸)
اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں۔

قُلۡ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ○ (البقرہ:۱۴۲)
آپؐ فرما دیں کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

دانی از افرنگ و از کارِ فرنگ — تا کجا در قیدِ زُنّارِ فرنگ
زخم ازو، نشتر ازو، سوزن ازو — ماو جوئے خون و امیدِ رفو
خود بدانی بادشاہی قاہری است — قاہری در عصرِ ما سوداگری است

[ص ۸۴۲]

یورپ نے جس طرح ہم لوگوں کوفریب میں رکھا ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنَا فِىۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ اَكٰبِرَ مُجۡرِمِيۡهَا لِيَمۡكُرُوۡا فِيۡهَا ؕ وَ مَا يَمۡكُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِهِمۡ وَ مَا يَشۡعُرُوۡنَ ○ (الانعام:۱۲۳)
اور یونہی رکھے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہ گاروں کے سردار کہ مکر کریں وہاں اور جو مکر کرتے ہیں سو اپنے ہی اوپر اور نہیں سوچتے۔

در حضورِ رسالتمآب ﷺ

اس عنوان کے نیچے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

شبِ سہ اپریل ۱۹۳۶ء کہ در دار الاقبال بھوپال بودم سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ را در خواب دیدم فرمودند کہ از علالتِ خویش در حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عرض کن۔

یہی بات وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

۳۔اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سرسیّد علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں ''تم کب سے بیمار ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''دو سال سے'' اوپر مدت گزر گئی۔'' فرمایا: ''حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو۔'' میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرض داشت کے چند شعر جو اَب طویل ہوگئی ہے میری زبان پر جاری ہوگئے۔ ان شاء اللہ ایک مثنوی فارسی ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' نام کے ساتھ یہ عرض داشت شائع ہوگی۔ ۴ اپریل کی صبح سے میری آواز میں کچھ تبدیلی شروع ہوئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف تر ہے اور اس میں وہ رنگ (Ring) عود کر رہا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔ گو اس ترقی کی رفتار بہت سست ہے جسم میں بھی عام کمزوری ہے..... [۱۷]

اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ — وا رہاں ایں قوم را از ترسِ مرگ

سوختی لات و مناتِ کہنہ را — تازہ کردی کائناتِ کہنہ را

در جہانِ ذکر و فکرِ انس و جاں — تو صلوٰتِ صبح، تو بانگِ اذاں

[ص ۸۴۴]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے کائنات سے غیر اللہ کی پرستش ختم ہوئی تھی اور انھی کے طفیل میں کائنات کو بیداری حاصل ہوئی تھی۔

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (سباء:۲۸) — اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ٥ (الانبیاء:۱۰۷) — اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

مومن و از رمزِ مرگ آگاہ نیست　　　در دِلش لا غالب الا اللّٰہ نیست
[ص۸۴۵]

وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (یوسف:۲۱)　　　اور اللہ غالب رہتا ہے اپنے امر پر اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (اللہ ہی غالب ہے، موت غالب نہیں)۔

قم باذنی گوے و اُو را زندہ کن!　　　در دِلش الله ھُو را زندہ کن!
[ص۸۴۶]

سورۂ آل عمران: آیت ۴۹ میں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ یہاں اقبال نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی ہے کہ افرنگ زدہ مسلمان کو آپ زندہ و بیدار فرما دیں۔ صرف اس لیے:

ع　تا مسلماں باز بیند خویش را
[ص۸۴۶]

پھر اقبال نے اپنی آواز کی خرابی کا ذکر اس طرح کیا ہے:

نغمۂ من در گلوئے من شکست　　　شعلۂ از سینہ ام بیروں نہ جست
در نفس سوزِ جگر باقی نماند　　　لطفِ قرآنِ سحر باقی نماند
[ص۸۴۶]

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا○ (بنی اسرائیل:۷۸)　　　بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

آگے چل کر عرض کرتے ہیں کہ جس طرح عربی قصیدۂ بردہ کے مصنف بوصیری کو آپ ؐ کی خدمت میں عرض کرنے سے فالج کی بیماری سے نجات ملی اسی طرح مجھے بھی گلے کی خرابی سے نجات حاصل ہو۔

چوں بصیری از تو می خواہم کشود　　　تا بمن باز آید آں روزے کہ بود
[ص۸۴۱]

گرچہ کشتِ عمرِ من بے حاصل است　　　چیزکے دارم کہ نامِ اُو دل است

دارمش پوشیدہ از چشمِ جہاں کز سُمِ شبدیزِ تو دارد نشاں!
[ص۸۴۸]

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ (الشعراء:۸۸-۸۹) جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور ہوا سلامت دل لے کر۔

یہ سلامت دل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی میں حاصل ہوسکتا ہے۔

اندریں دشت و درے پہناورے بو کہ آید کاروانے دیگرے
[ص۸۴۸]

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۴۲۸/۵ میں اسی تقویٰ القلوب کو (اقبال کی اصطلاح میں عشق) خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت سے تعبیر کیا ہے۔

۲- اقبال نامہ: (اول)، ص۴۱۔

۳- ایضاً، ص۳۴۔۳۵۔

۴- ایضاً، ص۲۰۲۔۲۰۳۔

۵- ایضاً، ص۱۵۔

۶- ایضاً، ص۲۰۱۔۲۰۲۔

۷- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ ۵۰۲/۴ میں یہی ترجمہ کیا ہے۔

۸- صفحہ ۸۱۹ میں یہ شعر بھی ہے:

از سہ قرن ایں امتِ خوار و زبوں!
زندہ بے سوز و سرورِ اندروں!

بالِ جبریل میں بھی کہا ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

شعر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (م ۱۰۳۴ھ) کے متعلق اشارہ ہے۔

۹- اقبال نامہ (اول)، ص۴۶۵۔

۱۰- ملفوظاتِ اقبال، ص۶۸۔

۱۱- اقبال نامہ (اول)، ص۲۰۲۔۲۰۳۔

۱۲- ایضاً، ص۲۳۱۔۲۳۲۔

۱۳- ایضاً، ص۳۵۔

۱۴- پیامِ مشرق میں ہے:

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

۱۵- اقبال نامہ (اول)، ص۲۵۰۔

۱۶- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال (لاہور، بزمِ اقبال، س ن) ص۳۸۴۔

۱۷- اقبال نامہ (اول)، ص۴۱۴۔

علامہ اقبال نے ایک خط میں یہ بھی اظہار کیا ہے کہ:
میں سر سیّد کو انیسویں صدی میں مشرقی دنیا کا سب سے بڑا سیاسی مدبّر سمجھتا ہوں۔
دیکھیں رسالہ صحیفہ لاہور۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص۲۳۳۔

مثنوی

مسافر

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۴ء)

مثنوی

مسافر

یعنی سیاحتِ چندروزہ افغانستان......اکتوبر۱۹۳۳ء

تجویز یہ تھی کہ ۱۳۔اکتوبر ۱۹۳۳ء کے جشنِ استقلال کے موقع پر مولانا سلیمان ندوی، علامہ اقبال، سر سید راس مسعود اور ڈاکٹر ہادی حسن کابل پہنچ جائیں لیکن مولانا سلیمان ندوی کو پاسپورٹ دیر میں ملا۔ اور وہ ۲۵ اکتوبر کو پشاور سے روانہ ہو سکے۔ بقیہ حضرات ۲۱ اکتوبر کو وہاں سے روانہ ہوگئے تھے۔ علامہ اقبال نے حضرت نادر شاہ کی ملاقات کا ذکر مثنوی مسافر (ص ۶۱ ع شہرِ کابل، خطہ ٔجنت نظیر) میں کیا ہے۔

انجمن ادبی کابل نے بھی ان مہمانوں کا استقبال کیا۔ ۳۰ اکتوبر کو یہ حضرات غزنیں بھی گئے اور دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر قندھار پہنچے۔ وہاں خرقہ شریف کی زیارت کی جس کا ذکر علامہ اقبال نے اس مثنوی (ص ۷۷۔ ع خرقۂ آن برزخُ لا یبغیان .....) میں کیا ہے ۲ نومبر کو وہاں سے چمن پہنچے، پھر واپس اپنے اپنے مستقر کو روانہ ہوئے۔[1]

اس سے پہلے ۲۴ مارچ ۱۹۳۲ء کو چھ شعر ''ملتِ کہسار کے نام'' علامہ اقبال نے لکھے تھے جو کابل نام کے رسالے میں شائع ہوئے تھے:

صبا بگوی بافغانِ کوہسارِ از من
بمنزلے رسد آں ملتے کہ خود نگر است
مریدِ پیر خراباتیانِ خودبیں شو
نگاہِ اُو از عقابِ گرسنہ تیز تر است
ضمیرِ تست کہ نقشِ زمانۂ تو کشد
نہ حرکتِ فلک است ایں نہ گردشِ قمر است

دگر بسلسلۂ کوہسار خود بنگر
کہ تُو کلیمی و صبحِ تجلّی دگر است
بیا بیا کہ دامانِ نادر آویزیم
کہ مردِ پاک نہاد است و صاحبِ نظر است
یکے است ضربتِ اقبال و ضربتِ فرہاد
جز ایں کہ تیشۂ مارا نشانہ بر جگر است[۲]

یہ مثنوی نادر شاہ کی شہادت (نومبر ۱۹۳۳ء) کے بعد شائع ہوئی اس لیے اس کی تمہید میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

اے صبا اے رہ نوردِ تیز گام — در طوافِ مرقدش نرمک خرام
شاہ درخواب است، پا آہستہ نہ — غنچہ را آہستہ تر بکشا گرہ
از حضور او مرا فرماں رسید — آنکہ جانِ تازہ در خاکم دمید
''سوختیم از گرمیِ آوازِ تو — اے خوش آں قومے کہ داند رازِ تو

تا کجا در بندہا باشی اسیر — تو کلیمی راہِ سینائے بگیر!''
[ص۸۵۲]

وَ نَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ○ — اور اُسے (موسیٰؑ کو) ہم نے طُور کی جانب سے ندا فرمائی اور اُسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا۔ (مریم:۵۲)

آہ قومے بے تب و تابِ حیات! — روز گارش بے نصیب از واردات
[ص۸۵۲]

افسوس ہے اُس قوم پر جس میں بیداری نہیں اور عمل کے لیے سرگرمی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
(الرعد:۱۱) (حالیؔ)

اے ز خود پوشیدہ خود را بازیاب
در مسلمانی حرام است ایں حجاب!
رمزِ دینِ مصطفیٰؐ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش را شاہنشہی است!
چیست دیں؟ دریافتن اسرارِ خویش
زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش

[ص۸۵۴]

خودکو پہچانو کہ خدا نے تمھیں اپنا نائب بنایا ہے۔ چنانچہ تمھارا عمل اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ (الانعام:۱۶۵)	اور وہی ہے جس نے زمین میں تمھیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمھیں آزمائے اس چیز میں جو تمھیں عطا کی۔

برگ و سازِ کائنات از وحدت است　　　　اندریں عالم حیات از وحدت است

[ص۸۵۶]

صرف خدا کو ایک طاقت سمجھنا اور خود کو متحد کرنا بھی وحدت ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (القصص:۸۸)	اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو طاقت نہ جان۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۰۳)	اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

علامہ اقبال اپنے رفقا کے ساتھ کابل پہنچے۔ نادر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے فرمایا:

غیرِ قرآں غمگسارِ من نہ بود　　　　قوّتش ہر باب را برمن کشود

[ص۸۵۹]

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًاۙ (بنی اسرائیل:۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے۔

بابر کے مزار پر علامہ اقبال کے جذبات میں پھر گرمی پیدا ہوئی اور انھوں نے کہا:

اگرچہ پیرِ حرم وردِ لا الٰہ دارد کجا نگاہ کہ بُرّندہ تر ز پولاد است!

[ص۸۶۰]

زبان سے لا الٰہ الا اللّٰہ کہنا آسان ہے۔ عمل سے اس کلمۂ توحید کی شان کو ظاہر کرنا چاہیے کہ غیر اللّٰہ کو خاطر میں بھی نہ لائیں۔

صفحہ ۸۵۶ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں اور سورۃ الفتح کی آخری آیت میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرات کے متعلق ہے کہ:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

خفتہ در خاکش حکیمِ غزنوی از نوائے او دلِ مرداں قوی!

[ص۸۶۲]

غزنین میں حکیم سنائی (المتوفی ۵۴۵ھ) کے مزار کی زیارت کی جنھوں نے لوگوں میں صحیح عرفان کی تبلیغ کی تھی اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تزکیۂ نفس کے لیے سعی فرمائی تھی اُس کی انھوں نے پیروی کی تھی۔[۳]

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے، (نفس کو قوتِ عملیہ وعلمیہ دے کر پاک کرتا ہے) اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے

اور وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ذیل میں روحِ سنائی کا جواب مذکور ہے:

مومناں زیرِ سپہرِ لاجورد
زندہ از عشق اند و نے از خواب و خورد
می ندانی عشق و مستی از کجاست؟
ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیؐ است
زندۂ تا سوزِ او در جانِ تست
ایں نگہ دارندۂ ایمانِ تست

[ص۸۶۴]

حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عشق و عمل، حرکت اور بیداری سکھاتا ہے، رہبانیت نہیں سکھاتا۔

وَ رَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (الحدید:۲۷)

اور رہبانیت کو اُن لوگوں نے خود ایجاد کرلیا تھا۔ ہم نے اس کو اُن پر واجب نہیں کیا تھا۔

یہ عیسائیوں کی ایجاد تھی۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲)

(اللہ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الاحقاف:۱۹)

اور ہر ایک کے مرتبے اُن کے اعمال کے مطابق ہیں۔

دل ز دیں سرچشمۂ ہر قوت است دیں ہمہ از معجزاتِ صحبت است

[ص۸۶۵]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ۝ (ق:۳۷)

بے شک اس میں اُس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگاتا ہو۔ اور ایسا دل،

معیت اور صحبت ہی سے تیار ہوتا ہے۔

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں معیت اور صحبت والوں ہی کے متعلق ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

اور وہ لوگ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت (صحبت) میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علم وحکمت از کتب، دیں از نظر | دیں مجو اندر کتب اے بے خبر

[ص ۸۶۵]

محمد حسین عرشی لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ میں نے پوچھا:''مثنوی پس چه باید کرد،.......میں آپ کے مصرعے (علم و حکمت از کتب، دیں از نظر) میں نظر سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا:''صحبت''۔[۴]

یہ مصرع مثنوی پس چه باید کرد کے اس دوسرے حصے ''(مسافر)'' میں ہے۔

مصطفیؐ بحراست وموجِ اُو بلند | خیز وایں دریا بجوے خویش بند
مدتے بر ساحلش پیچیدۂ | لطمہ ہائے موجِ اُو نادیدۂ
یک زماں خود را بدریا درفگن | تا روانِ رفتہ باز آید بہ تن
اے مسلماں جز براہِ حق مرو | نا اُمید از رحمتِ عامے مشو
پردہ بگذار آشکارائی گزیں | تا بہ لرزد از سجودِ تو زمیں

[ص ۸۶۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو کر اُن کی تعلیم سے صحیح فائدہ نہ اٹھانا بڑی محرومی ہے۔ انھی کی تعلیم زندگی اور خویشتن شناسی سکھاتی ہے اور انھی کے قرآن سے پہاڑ بھی لرز جاتا ہے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اسے دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور

اِلَّا خَسَارًاO رحمت ہیں اور نا انصافوں کو اس سے اور اُلٹا نقصان بڑھتا ہے۔

(بنی اسرائیل:۸۲)

باش تا بینی بہارِ دیگرے　　از بہار پاستان رنگیں ترے

ہر زماں تدبیرہا دارد رقیب　　تا نگیری از بہارِ خود نصیب

بر درونِ شاخِ گل دارم نظر　　غنچہ ہا را دیدہ ام اندر سفر!

[ص۸٦٦]

حضرت سنائی کی طرف سے علامہ اقبال ایک روشن مستقبل کی امید دلاتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ؗ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌO

(المائدہ:۵۴)

اے ایمان والو، تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرے گا (کافروں کی دوستی کی وجہ سے) تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

مزارِ سلطان محمود پر حاضری کے موقع کے اشعار یہ ہیں:

آنکہ چوں کودک لب از کوثر بشست　　گفت در گہوارہ نامِ اُو نخست!

[ص۸٦۷]

یہ دراصل فردوسی طوسی کے اس شعر میں ترمیم ہے:

چو کودک لب از شیرِ مادر بشست　　ز گہوارۂ محمود گوید نخست!

محمود کے لیے علامہ اقبال کا شعر ہے:

زیرِ گردوں آیت اللہ رائتش　　قدسیاں قرآں سرا بر تُربتش

[ص۸٦۷]

سلطان محمود نے دین کے لیے ممالک کو مسخر کیا۔ اس لیے اُسے ''آیت اللہ'' کہا ہے مثلاً سورۃ النحل میں تسخیر کے سلسلے میں ارشاد ہے:

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۙ (النحل:۱۲)	اور اس نے تمھارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔

غزنیں کے کھنڈر دیکھ کر علامہ اقبال کے تاثرات درج ذیل ہیں:

من ندانم زندگی خوشتر کہ مرگ ہر دو آمد یک دگر را ساز و برگ
[ص۸۶۹]

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

در گریبانش یکے ہنگامہ نیست! ایں مسلماں از پرستارانِ کیست؟
[ص۸۷۰]

ابھی سورۃ الملک کی آیت ۲ سے معلوم ہوا کہ موت اور زندگی اسی لیے ہے کہ ہم اپنے عمل کی جانچ کریں بلکہ ایک دوسرے سے مقابلت اور مسابقت بھی کریں تا کہ ہمارا عمل بہتر سے بہتر بن سکے (ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنے کے لیے ہم پیدا نہیں کیے گئے)۔

ع پیرانِ حرم دیدم در صحنِ کلیسا مست!
[ص۸۷۲]

اقبال نامہ (اوّل)، ص ۲۵۰، میں علامہ اقبال نے مختلف طبقوں کے مسلمانوں کی طاغوتی پرستش کا حال لکھا ہے۔ ۳۱/اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جب علامہ اقبال اور ان کے رفقا قندھار پہنچے تو وہاں کے خرقہ شریف کی زیارت کی اور کہا:

دیدمش در نکتہ ''لِیْ خَرَقْتَان'' خرقۂ آں ''بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَان''
[ص۸۷۳]

پہلے مصرعے میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۰ ہے کہ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں کہ ملے ہوئے ہیں۔ لیکن ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔

دوسرے مصرعے میں ایک حدیث مذکور ہے:

لی خرقتان الفقر والجهاد — میرے دو خرقے ہیں، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔

فقر یعنی غیر اللہ سے بے نیازی اور جہاد یعنی اعلائے کلمۃ الحق۔

ع مستی و وارفتگی کارِ دل است!

[ص ۸۷۴]

عشق و مستی (یعنی عمل کے لیے دھن اور لگن ہی) دل کی زندگی ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (الاحقاف:۱۹) — اور ہر ایک کے لیے اپنے عمل کے درجے ہیں۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا (الانعام:۱۶۴) — اور جو کوئی کچھ کمائے وہ اسی کے ذمے ہے (عمل ہی انسان کی زندگی کی دلیل ہے)۔

صفحات ۸۷۵-۸۷۶ میں احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری کا ذکر ہے۔ وہ افغان قوم کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال نے ان کے پیام کا خلاصہ اس طرح دیا ہے:

گرمیِ ہنگامۂ می بایدش — تا نخستیں رنگ و بُو باز آیدش

[ص ۸۷۶]

یہ شعر بھی عمل کے لیے ہے اور ایسا عمل جو سلف صالحین کا تھا۔ اوپر کی آیتیں یہاں کے لیے بھی مناسب ہیں۔

پھر صفحہ ۸۷۷ سے صفحہ ۸۸۲ تک ظاہر شاہ (ابنِ نادر شاہ شہید) سے خطاب ہے اور اسی خطاب کے اندر (صفحہ ۸۸۰-۸۸۱ میں) زبورِ عجم (صفحہ ۵۸۳) کے چھ اشعار بھی دے دیے ہیں۔

روز و شب آئینۂ تدبیرِ ماست — روز و شب آئینۂ تقدیرِ ماست

[ص ۸۷۸]

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ — اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک

لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ○ (النور:۴۴) اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

یہ تبدیلیاں انسان کی آنکھیں کھولتی ہیں اور عمل و حرکت کا پیام دیتی ہیں۔

ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد
گردِ اُو گردد سپہرِ گرد گرد
او جہانِ رنگ و بُو را آبروست
دوشِ ازو، امروز ازو، فردا ازوست

[ص۸۷۸]

وَ ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَالنَّھَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا○ (الفرقان:۶۲) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شُکر کا ارادہ کرے۔

ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ (القمر:۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی۔

ہر چیز، ہر گھڑی اور ہر کام خواہ بڑے سے بڑا ہو، سب کچھ انسان کے لیے، اگر وہ غور کرے۔

اُمتاں را در جہانِ بے ثبات! نیست ممکن جز بکرّاری حیات!

[ص۸۷۸]

مسلسل کوشش اور پیہم جستجو ہی سے زندگی حاصل ہوتی ہے۔

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ○ؕ (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی○ۙ (النجم:۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

سعی کے معنی ہی مسلسل کوشش کے ہیں۔ امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ سعی کے معنی

مشیٌ سریع (تیز روی، لپکنا) ہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے فعل میں ہم کو سعیِ پیہم اور انتھک کوشش کا پیام ملتا ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰہُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا○ (الکہف:۶۰)	اور جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا حتیٰ کہ وہاں پہنچوں، جہاں دوسمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیہم سعی و کوشش کو سراہتے ہوئے اللہ پاک ان کو فتحِ مکہ کی خوش خبری دیتا ہے۔

لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ ۚ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ ۙ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَ مُقَصِّرِیۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ ؕ (الفتح:۲۷)	بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسولؐ کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان سے، اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے، بے خوف۔

صد جہاں باقی است در قرآں ہنوز　　اندر آیاتش یکے خود را بسوز

[ص ۸۷۹]

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِہٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ○ (ص:۲۹)	یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمھاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل والے نصیحت لیں۔
وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ○ۧ (النحل:۸۹)	اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے (ہر چیز کی تشریح کے لیے) اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

مردِ میداں زندہ از اللہ ھُوست　　زیرِ پائے او جہانِ چار سُوست!

بندۂ کو دل بہ غیر اللہ نہ بست　　می تواں سنگ از زجاجِ او شکست!

[ص ۸۷۹]

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (المائدہ:۱۲۰)	اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اللہ کا نائب بھی اسی لیے بڑی قدرت اور قوت والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۝ (الاعراف:۱۱)	اور بے شک ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمھارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو (سجودِ ملائک بھی بنایا گیا اور ہر مخلوق پر فضیلت بھی دی)۔
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۰)	اور بے شک ہم نے برتری دی آدمؑ کی اولاد کو اور خشکی و تری میں ان کو سوار کر دیا اور عمدہ اور پاک چیزوں کی ان کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو فضیلت دی۔
وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا منه (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں سب کا سب۔

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است   این دو قوت اعتبار ملّت است
[ص۸۷۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سورۂ آلِ عمران میں ہیں:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةِ (آل عمران:۱٦۴)	بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں بھی انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔
وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ:۲٦۹)	اور جسے حکمت دی گئی اُسے بہت بھلائی ملی۔
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ	اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:۱۱) میں ایمان لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا۔

لیکن از تہذیب لا دینے گریز — زاں کہ او با اہلِ حق دارد ستیز
فتنہ ہا ایں فتنہ پرداز آورد — لات و عزّٰی در حرم باز آورد

[ص۸۸۰]

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ (المجادلہ:۱۹)
اُن پر شیطان غالب آ گیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ شیطان کی جماعت ہے۔

برخور از قرآں اگرخواہی ثبات — در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات!
می دہد مارا پیامِ لَا تَخَفْ — می رساند بر مقامِ لَا تَخَفْ

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ (طٰہٰ:۶۸)
خوف نہ کر۔ بے شک تو ہی غالب رہے گا۔

قوّتِ سلطان و میراز لَا اِلٰہ — ہیبتِ مردِ فقیر از لَا اِلٰہ

[ص۸۸۱]

جواللہ کا ہو جاتا ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:۳۶)
کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ (الفرقان:۵۸)
اور بھروسا کر اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔

گوہر دریائے قرآں سفتہ ام — شرح رمزِ صِبْغَةَ اللّٰهِ گفتہ ام

[ص۸۸۲]

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ:۱۳۸)
ہم نے اللہ کا رنگ لیا اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟

فکرِ من گردوں مسیر از فیضِ اوست　　جوئے ساحل ناپذیر از فیضِ اوست
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام　　تا درخشی مثلِ تیغِ بے نیام

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- تفصیل کے لیے دیکھیں مولانا عبدالسلام ندوی: اقبالِ کامل (لاہور، ۱۹۶۷ء)، ص۳۰-۳۴۔ اور اقبال نامہ (اول)، ص۱۷۲-۱۷۸، مکتوب ۸۵ تا ۹۰ میں بھی اس سفر کی تیاری کا ذکر ہے اور مکتوب ۹۰ جو ۱۸ نومبر ۱۹۳۳ء کا ہے اس میں نادر شاہ کی شہادت پر قلق کا ذکر ہے۔

۲- اسلامی تعلیم: اقبال نمبر لاہور، مارچ تا جون ۱۹۷۴ء، ص۴-۵۔

۳- علامہ اقبال نے سنائی کے متعلق یہیں لکھا ہے:

ع　پختہ از فیضِ تو خامِ عارفاں

لیکن انھوں نے ایک مکتوب میں لکھا ہے:
''اگر اسلام افلاس کو برا کہتا ہے تو حکیم سنائی افلاس کو اعلیٰ درجے کی سعادت قرار دیتا ہے''۔

اقبال نامہ (اول)، ص۳۶

۴- ملفوظاتِ اقبال: ص۵۳-۵۴۔

❁❁❁

ضربِ کلیم

(پہلی اشاعت:۱۹۳۶ء)

علامہ اقبال نے ضربِ کلیم کو نواب بھوپال حمیداللہ خان کے نام طالب آملی کے اس شعر کے دوسرے مصرعے کے ساتھ معنون کیا تھا:

زغارت چمنت بر بہار منتہا ست
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

ضربِ کلیم

........باقی رہی یہ کتاب ضرب کلیم، سو یہ ایک Topical چیز ہے۔اس کا مقصود یہ ہے کہ بعض خاص خاص مضامین پر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ ایک اعلانِ جنگ ہے زمانۂ حاضر کے نام اور ''ناظرین'' سے میں نے خود کہا ہے کہ

میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ

نوائے چنگ یہاں موزوں نہیں ہے۔اس کتاب کا Realistic ہونا ضروری ہے اور نوائے چنگ کی تلافی Epigrammatic Style سے کی گئی ہے۔[1]

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

[ص ۴۷۲]

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے،
اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاط (الملک:۲) کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

زندگی کے حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مرنے اور جینے کے مقصد کو سمجھے اور اپنے منصب کے مطابق عمل پیش کرے۔

یہ زورِ دست و ضربتِ کاری کا ہے مقام
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ!
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت 'لہو ترنگ' ہے غافل! نہ جل ترنگ

[ص ۴۷۲]

انسان کو مشکلات سے مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍo (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو بنایا مشقت میں رہتا۔

لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ۝ (النجم:۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو سعی کرے۔

مشرق والوں کی روح ثریا کی (افیونی) ہو چکی ہے اس کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمین کے ہنگامے
بُری ہے مستیِ اندیشہ ہائے افلاکی!
[ص۴۷۳]

آسمانوں اور ستاروں کی راہوں کے متعلق سوچنے سے پہلے خود اپنی دنیا اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَۙ ۝ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱) اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے اور خود تمھارے اندر۔ کیا تم کو سُوجھ نہیں؟

تِری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن
کہ تُو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!
[ص۴۷۳]

مر جانے سے یا مر جانے کے غم سے چھٹکارا نہیں ہو جاتا۔

اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ۝ (المومنون:۳۷) (کفار کہتے کہ) وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (المومنون:۱۱۵) تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار بنایا اور تمھیں ہماری طرف پھرنا نہیں؟

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (الزلزال:۷-۸) تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھے گا۔

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی!
[ص۴۷۳]

مختلف واقعات اور حوادث کو اللہ پاک نے آیۃ للعٰلمین کہا ہے، مثلاً سورۃ الانبیاء آیت ۹۱،

سورۃ العنکبوت آیت ۱۵۔ پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کی مثال ایسی ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ (الاعراف:۱۷۹)

وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ بوجھ نہیں اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان رکھتے ہیں جن سے سنتے نہیں۔

تری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی مقامِ شوق و سرور و نظر سے محرومی!
[ص۴۷۴]

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھیں تمھارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمھارے لیے مقام محمود ہے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا
[ص۴۷۶]

بندۂ مومن جب اللہ اکبر کہہ کر اللہ کو سب سے بڑا سمجھنے کا اعلان کرتا ہے تو تمام غیر اللہ کا وجود لرز جاتا ہے کہ اب ایسا مومن آ گیا ہے جو ہم کو خاطر میں بھی نہ لائے گا۔ اللہ کے قرآن سے پہاڑ بھی لرز جاتے ہیں تو اللہ کے سامنے کائنات کیوں نہ لرزے گی؟

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (الحشر:۲۱)

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا، اللہ کے خوف سے۔

یہی حال قیامت کے دن ہوگا کہ لوگ لرز رہے ہوں گے اور انھیں بولنے تک کا یارا نہ ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (المومن:۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے؟ (اللہ پاک کے سامنے سب خاموش ہوں گے، پھر وہ خود ہی فرمائے گا کہ) اللہ ہی ہے جو سب پر غالب ہے۔

اسی شعر کا مترادف بالِ جبریل میں ہے:

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ملّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور
[ص ۴۷۷]

خودی کا سرِّ نہاں، لا الٰہ الا اللّٰہ خودی ہے تیغ فساں، لا الٰہ الا اللّٰہ
[ص ۴۷۷]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸) اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔

یعنی غیر اللہ کا انکار کر، تب تو اللہ کے لائق بن سکے گا۔ چنانچہ تمام طاغوتی طاقتوں کے انکار ہی سے انسان میں اللہ کے لائق بننے کی صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے اور یہ صلاحیت ایسی قوت اور استعداد پیدا کر دیتی ہے کہ انسان نہ صرف اپنے منصب کے مطابق کام پیش کرتا ہے بلکہ تمام کائنات پر چھا جاتا ہے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے اور اسی کی خاطر یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

سورۃ البقرہ: آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

غیر اللہ سے انکار کر کے اور اللہ کے لائق بن کر جو عمل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ خودی ہے۔

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

جہاں یہ لفظ (خودی) میں نے استعمال کیا ہے اس سے مراد تشخصِ ذاتی یا احساسِ نفس ہے۔ انگریزی لفظ Individuality کا یہ ترجمہ ہے۔ ہماری زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے، جہاں تک مجھے علم ہے، کوئی ایسا لفظ نہیں جو شعر میں کام دے سکے۔ تشخص یا تعیّن وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جن کا یہ مفہوم ہے، مگر یہ دونوں الفاظ شعر کے لیے موزوں نہیں انا یا انانیت بھی ایسے ہی الفاظ ہیں۔ لفظ خودی میں نے مجبوراً اختیار کیا ہے۔.................(مکتوب مؤرخہ ۲۴ رجون ۱۹۱۶)[۲]

ایک دن پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے فلسفۂ خودی کا ماخذ علامہ اقبال سے براہِ راست دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

''ہاں سورۂ المائدہ کی یہ آیت استحکامِ خودی پر دال ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۚ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ اے ایمان والو، تم پر فرض ہے خودی کی حفاظت۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں

تَعۡمَلُوۡنَ○ (المائدہ:۱۰۵) کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کردے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)[۳]

یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ

[ص۴۷۷]

ابراہیم علیہ السلام کا کام بُت شکنی تھا:

فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ○ (الانبیاء:۵۸) تو (ابراہیم علیہ السلام نے) اُن سب کو چُورا کر دیا مگر ایک کو جو اُن سب کا بڑا تھا کہ شاید وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی اس زمانے میں بھی ضرورت ہے جو تمام طاغوتی طاقتوں کا چُورا کر دیں۔

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں! لا الہ الا اللہ

[ص۴۷۷]

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ اَمَلًا○ (الکہف:۴۶) مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (اعمالِ خیر) اُن کا ثواب تمھارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری نہ ہے زماں نہ مکاں! لا الہ الا اللہ

[ص۴۷۷]

کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا کسی زمانے یا کسی مقام کی وجہ سے نہیں ہے۔ اللہ پاک کے نزدیک تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار (تقویٰ والا) ہے۔

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ (الحجرات:۱۳) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکمِ اذاں، لا الہ الا اللہ

[ص۴۷۸]

مکہ میں منافقین اپنی آستینوں میں بت چھپائے رکھتے تھے اور مسلمانوں کی جماعت میں بھی شامل ہو کر خود کو مسلمان کہلانا چاہتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح آج کے مسلمان ہیں کہ خود کو مسلمان کہلاتے ہیں لیکن غیر اللہ کے پجاری بنے ہوئے ہیں ـــــ بہرحال ہر موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کی ضرورت ہے:

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ (التوبہ:۳)	اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسولؐ۔

'تن بہ تقدیر' ہے آج اُن کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

[ص ۴۷۸]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد، قوّتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۴]

اللہ پاک نے انسان کو خاصا اختیار دیا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (البقرہ:۲۸۶)	اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی۔
اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ (بنی اسرائیل:۷)	اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر بُرا کرو گے تو اپنا۔

زندگی کی تسخیر کے لیے جب انسان کی حرکت اور اس کے عمل میں نظم پیدا ہو جاتا ہے تو وہ

اعلیٰ سے اعلیٰ کام انجام دے سکتا ہے اور یہی اس کی نیابتِ الٰہی کا تقاضا بھی ہے۔

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز　　کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج!
ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا　　ہے سرِّ سرا پردۂ جاں نکتۂ معراج!
[ص ۴۷۹]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج انسانی کمالات کا منتہٰی ہے جو زمان و مکان کی ہر قید سے آزاد ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرائیل:۱)　　پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجد اقصا تک۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں اس معراج شریف کی مزید تفصیل ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ سب شوق اور عشق کا مظاہرہ ہے۔

ایک ''فلسفہ زدہ سیّد زادے'' کو عقل اور فلسفے کی ''بے عملی'' سمجھاتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

افکار کے نغمہ ہائے بے صوت　　ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت!
دیں مسلکِ زندگی کی تقویم　　دیں سرِّ محمدؐ و ابراہیمؑ!
[ص ۴۸۰]

افکار اور فلسفیانہ خیالات بقول رومی:

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

سورۃ المومن میں ایسی عقل اور علم والے منکرین کا ذکر ہے:

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ (المومن:۸۳)　　تو جب اُن (منکروں) کے پاس اُن کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان لوگوں کے پاس (ناقص) علم تھا اور انھی پر اُلٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

دراصل دین ہی انسانی زندگی کا مکمل نظام ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا:

مِلَّةَ اَبِیۡكُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ ؕ (الحج:۷۸)　　تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

(میرے والد نے) فرمایا، انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبیؑ میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمدؐ مکمل ہو گیا اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔[۵]

دل در سخنِ محمدیؐ بند   اے پورِ علی ز بوعلی چند

چوں دیدۂ راہ بیں نداری   قایدِ قرشی بہ از بخاری''[۶]

[ص۴۸۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''قرشی سے مراد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بخاری سے مراد، بوعلی سینا..........[۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مقامِ محبوبیت حاصل ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ   آپ فرما دیں کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ (آل عمران:۳۱)

ایک فلسفی کی پیروی سے دماغی ورزش تو ہو جائے گی لیکن عملِ صالح کی آمادگی حاصل نہ ہوگی۔

شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی   تُو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا![۸]

[ص۴۸۱]

اوپر کی آیت یہاں کے لیے کافی ہے۔ (ناقص عمل اور) فلسفہ ایک چیز کو کبھی اچھا کہتا ہے اور کبھی بُرا۔ اس لیے بہتر ہے کہ ''دیدۂ راہ بیں'' کی غیر موجودگی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کامل و مکمل ذاتِ گرامی ہی سے استفادہ کیا جائے۔

اگر جواں ہوں مِری قوم کے جسور و غیور

قلندری مِری کچھ کم سکندری سے نہیں!

[ص۴۸۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اُس کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔[9]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مربی تصور کرنے لگ جاتا ہے۔[10]

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ:۲۰)	وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

ایسے لوگ ہی جسور و غیور ہوتے ہیں۔

نظم ’’علم و عشق‘‘ میں علم (عقل اور فلسفہ بھی) کو تخمین و ظن کہا گیا ہے۔ اسی لیے وہ سراپا حجاب ہے۔ اس کے برعکس عشق جو مستی و جوش سکھاتا ہے سراپا حضور ہے اور وہ صرف مشکلات کو دعوت دیتا ہے، یقین پیدا کرتا ہے اور ’’حاصل‘‘ کے لیے نہیں بلکہ سعی و کوشش کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عجیب قسم کی فرضی کامیڈی کا ٹریجڈی پر مبنی انجام ہے۔ جس ڈراما کی ایکٹنگ ہم آپ جیسے انسان انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ڈائرکٹر کی انسان نوازی پر فخر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ڈراما کی شوٹنگ کے لیے انسان کو مختص فرمایا۔ دنیا میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ دونوں بے معنی لفظ ہیں اور اسی دھن میں دنیا کی اکثریت مبتلا ہے۔ انسان صرف جویائے محبت اور اپنے یارِ حقیقی کی دھن میں لگا رہے۔ باقی تمام عبث اور خیالی دنیا کا بے ہودہ فلسفہ ہے۔ ہم اس کو ڈھونڈتے رہیں جو ہم کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ اُس کو ڈھونڈیں، خوب ڈھونڈیں اور اتنا ڈھونڈیں کہ اپنے آپ کو پالیں۔[11]

شرعِ محبت میں ہے عشرتِ منزل حرام
شورشِ طوفاں حلال، لذتِ ساحل حرام

عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب!

[ص ۴۸۳]

مشکلات سے بھاگنے والے لوگ شک میں گرفتار رہتے ہیں اور یقین سے تعلق نہیں رکھتے۔

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝ — رخصت آپؐ سے وہی مانگتے ہیں جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور پچھلے دنوں پر اور شک میں پڑے ہیں دل اُن کے، سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے ہیں۔ (التوبہ:۴۵)

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۝ — اور بے شک ظن وتخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔ (النجم:۲۸)

اور انسان مشکلات ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ البلد میں ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ — بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت سہتا۔ (البلد:۴)

گویا اس کی فطرت ہی مشقت کو برداشت کرنے کے لیے ہے اور اُسے اس طرح تسلّی دی گئی ہے:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ (الانشراح:۶) — بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک:۲) — جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے، کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق!

[ص ۴۸۴]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ مسلمان مردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے ان کے قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مُربّی

تصور کرنے لگ جاتا ہے‘‘........

حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل وشعار میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت Subtle طریق تنسیخ کا ہے اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کر سکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔[۱۲]

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۱۳]

لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تُو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضا مندی!

[ص ۴۸۵]

انسان نے ایسے لوگوں کو خدا بنا لیا ہے جن کو خود اپنے لیے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ پھر بھی ایسے لوگوں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّ هُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَلَا یَمۡلِکُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا وَّ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مَوۡتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوۡرًا ○

اور لوگوں نے اس (اللہ) کے سوا اور خدا ٹھہرائے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا اور نہ اٹھنے کا۔ (الفرقان:۳)

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسماء!
مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطّار
مقامِ فکر مقالاتِ بو علی سینا!
مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکاں
مقامِ ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ!

[ص ۴۸۵]

وہ انسان جس کو اللہ پاک نے تمام (اشیاء) کے نام سکھائے (**و علم آدم الاسماء کلھا۔ البقرہ؛۳۰**) جب عملی دنیا میں داخل ہوتا ہے تو رومی و عطّار کے کمالات حاصل کرتا ہے اور بے خوف ہو کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑتا ہے، لیکن اگر وہ صرف فکر اور فلسفہ کو مقصد بناتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ابوعلی ابن سینا جیسے مقالات لکھ سکتا ہے جو صرف سوچنا سکھاتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں کرتے۔ حالانکہ انسان کے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کو برتنا ہوگا۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا	وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ (البقرہ:۲۹)
وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط	اور تمھارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اپنے حکم سے سب کے سب۔ (الجاثیہ:۱۳)

اس لیے صرف سوچنے اور فکر کرنے کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

مُلاّئے حرم

عجب نہیں کہ خدا تک تِری رسائی ہو
تِری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
تِری نماز میں باقی جلال ہے، نہ جمال
تِری اذاں میں نہیں ہے مِری سحر کا پیام!

[ص۴۸۶]

آج کل کے مُلا جو رسمیہ عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے مقصد کو پیشِ نظر نہیں رکھتے ان سے نماز اور سحر خیزی کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ نماز اور عبادت کا مقصد صرف اللہ کے آگے جھکنے کی سعادت ہے اور غیر اللہ سے بیزاری کا اعلان ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○	اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنّ اور انسان کو مگر صرف اپنی عبادت کے لیے۔ (الذاریٰت:۵۶)

یعنی انسان صرف اللہ کے آگے جھکے اور غیر اللہ سے بے نیاز رہے۔

سحر خیزی کے لیے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَ مِنَ الَّیۡلِ فَتَھَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ٭ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹)

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کیا کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں ایسی جگہ کھڑا کرے جو تمھارے لیے مقامِ محمود ہے۔ (یہ مقامِ شفاعت ہے)۔

'ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی   برّاں صفتِ تیغ دو پیکر نظر اس کی'!

[ص ۴۸۷]

تقدیر کی نظر قوموں کے عمل پر ہوتی ہے۔ عمل اچھے ہوں گے تو تقدیر اچھی ہوگی، ورنہ نہیں۔ صفحہ ۴۷۸ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۶، اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷ دیکھیں۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی   آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلۂ علمِ کلام!

[ص ۴۸۷]

سلف صالحین کے لیے اصل قوت توحید تھی یعنی وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتے تھے لیکن آج ہم توحید کو صرف علمِ کلام کے ایک مسئلے کی طرح پڑھ لیتے ہیں اور بس!

قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:۱)   آپؐ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔

یعنی ہر شان میں (ربوبیت اور الوہیت میں) یگانہ و یکتا ہے۔ کلمۂ طیبہ بھی صرف اللہ کی حاکمیت اور غیر اللہ کے انکار کا عہد اور اقرار ہے اور یہی وحدتِ کردار کے لیے ضروری ہے۔ یہ عقیدہ ایسی قوت پیدا کرتا ہے کہ (ماسوا اللہ) اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ہمارے امام اور لیڈر ایسی قوت سے خالی ہیں۔ علامہ اقبال کی دعا تھی کہ "خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔"[۱۴]

"علم و دین" سے متعلق اشعار ہیں:

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم   کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

وہ علم، کم بصری جس میں ہم کنار نہیں   تجلّیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم!

[ص ۴۸۸]

صحیح علم وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح غیر اللہ کی طاغوتی طاقتوں کو ختم کر دے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کو دیکھنا اور پہچاننا سکھائے۔ حکیم اور عاقل کی طرح سوچنا ممنوع نہیں، لیکن عمل میں انبیاء علیہم السلام کی شان ہونی چاہیے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (العنکبوت:۶۹)

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انھیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

یہی صحیح عقل والوں کی علامت ہے ورنہ غلط علم اور غلط عقل والے تو ایسے ہوتے ہیں جن کا ذکر سورۃ المؤمن میں آتا ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (المومن:۸۳)

تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو اُن کے پاس (غلط اور ناقص) علم تھا اور وہ انھی پر اُلٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

فَلْیَضْحَكُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْكُوْا كَثِیْرًا ۚ (التوبہ:۸۲) حالانکہ چاہیے تھا کہ وہ کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

''ہندی مسلمان'' کے عنوان کے تحت کہتے ہیں۔ اس مسلمان کو برہمن (ہندو) لوگ ''غدارِ وطن'' کہتے ہیں کیونکہ وہ پاکستان بنانا چاہتا ہے۔ انگریز اس کو ''گداگر'' سمجھتا ہے اور غلام احمد قادیانی اس مسلمان کو کافر سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں ہی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۵)

اللہ اُن سے استہزا فرماتا ہے اور انھیں ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

آزادیِ شمشیر کے اعلان پر

تلوار کا استعمال اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے ہونا چاہیے:

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرار!
[ص ۴۸۹]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میں جنگ کا حامی نہیں ہوں اور نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدودِ معیّنہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہوسکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں۔ محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں سے نکالا جائے تو مسلمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے (التوبہ:۴۹) میں بیان ہوئی ہے۔[۱۵]

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جَاهَدُوۡا وَ صَبَرُوۡۤا اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۠ (النحل:۱۱۰)	پھر بے شک تمھارا ربّ اُن کے لیے جنھوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے، پھر انھوں نے جہاد کیا اور صابر رہے۔ بے شک تمھارا ربّ اس کے بعد ضرور بخشنے والا ہے۔

اوپر کے اقتباس میں علامہ اقبال نے جو حوالہ (التوبہ:۴۹) دیا ہے وہ غالبًا کتابت سے سہو کا شکار ہوگیا ہے۔ وہ حوالہ ۹:۷۳ (التوبہ:۷۳) ہوگا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ (التوبہ:۷۳)	اے نبیؐ جہاد کیجیے کفار اور منافقوں پر اور اُن پر سخت ہوجایئے۔

یا وہ حوالہ ۹:۲۹ (التوبہ:۲۹) ہوگا:

قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ (التوبہ:۲۹)	لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر۔

غلام احمد قادیانی نے جہاد بالسیف کو ختم کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور یہ صرف حکومت برطانیہ کو خوش کرنے کے لیے تھا۔

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر!
ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

[ص۴۹۰]

جہاد سے بھاگنے والے کے لیے وعید سورۃ التوبہ میں یوں ہے:

اِنَّمَا یَسۡتَاۡذِنُکَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُھُمۡ فَھُمۡ فِیۡ رَیۡبِھِمۡ یَتَرَدَّدُوۡنَ○ (التوبہ:۴۵)	تم سے چھٹی (جہاد سے بچنے کے لیے) وہی مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں اور وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!

[ص۴۹۱]

قوت اگر دین کے لیے استعمال کی جائے تو وہ ہر زہر کے لیے تریاق بن جاتی ہے اور اگر دین کے لیے استعمال نہ ہو تو پھر وہ زہرِ ہلاہل ہے۔

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَ مَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِیِّہٖ سُلۡطٰنًا فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنۡصُوۡرًا○ (بنی اسرائیل:۳۳)	اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے (مظلوم مارا جائے) تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم!

[ص۴۹۲]

یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ○ۙ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ○ؕ (الشعراء:۸۸۔۸۹)	جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔
وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰھِیۡمَ○ۘ اِذۡ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ○ (الصّٰفّٰت:۸۳۔۸۴)	اور بے شک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے جبکہ اپنے ربّ کے پاس حاضر ہوا غیر سے سلامت دل لے کر۔

جب مسلمان کا قلب غیر اللہ سے آزاد ہو کر صرف اللہ کا ہو جاتا ہے تو اُسے ظاہری ساز و

سامان کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اس کا اللہ اس کے لیے کافی ہے اور وہ باطل پر یقیناً غالب ہو جاتا ہے۔

اسلام

روح اسلام کی ہے نورِ خودی، نارِ خودی
زندگانی کے لیے نارِ خودی، نور و حضور!
یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور
لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے 'فقرِ غیور'!

[ص۴۹۲-۴۹۳]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرے عقیدے میں حقیقت ایسے اجزا کا مجموعہ ہے جو تصادم کے واسطے سے ربط و امتزاج پیدا کر کے 'کل' کی صورت میں تبدیلی کی سعی کر رہے ہیں اور یہ تصادم لامحالہ اُن کی شیرازہ بندی اور ارتباط پر منتج ہوگا۔ دراصل بقائے شخصی اور زندگی کے علو و ارتقا کے لیے تصادم نہایت ضروری ہے.......... میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاعِ گراں مایہ ہے جس کے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی تمام صور و اشکالِ مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل ہے، ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اُن سے انسان کو زیادہ استحکام حاصل ہوتا ہے........ میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں۔[۱۶]

یہی چیز یعنی تصادم کو اقبال نے نارِ خودی سے تعبیر کیا ہے جس سے اخلاقی برائیاں دُور کی جا سکتی ہیں اور جب تک ایسی قوت نہ ہو سکوت و جمود ختم نہیں ہوتا۔ جہاد بھی انسانیت کے سڑے ہوئے عضو کے لیے نشتر ہوتا ہے جس میں خیر ہی خیر ہے۔ اللہ کے مردِ مومن کے پاس سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہوتا، لیکن اللہ کے ہونے کی وجہ سے اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ یہی ''فقرِ غیور'' ہے اور یہی صحیح اسلام ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور

بِالَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ (الزمر:۳۶) تمھیں ڈراتے ہیں اس کے سوا دوسروں سے۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیرِ خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے!

[ص۴۹۳]

اگر انسان خود کو پہچانے، خود کو بنائے اور خود کی گرفت (محاسبہ) کرے تو وہ ایسے کام سر انجام دے سکتا ہے جن کی بدولت اُسے حیاتِ ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ (الکھف:۲-۳)

اور (یہ کتاب) ایمان والوں کو بشارت دیتی ہے جو عملِ صالح کرتے ہیں کہ اُن کے لیے اچھا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (یہ اجر حیاتِ ابدی کے لیے ہے)۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿ۙ۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الذاریٰت:۲۰-۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

سلطانی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سُلطانی

[ص۴۹۳-۴۹۴]

اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ۙ﴿۹﴾

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل صالح کریں کہ اُن کے لیے

(بنی اسرائیل:۹) بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن پر عمل ہو اور برائیوں کو دور کرنے کے لیے قاہری بھی استعمال کی جائے پھر ایسی زندگی ہی اصل سلطانی ہے۔

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی!

[ص۴۹۴]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان میں ہے:

سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (الفتح:۲۹)

ایسے مسلمانوں کی اولاد آج کل انگریز کے لیے بکاؤ مال بن گئی ہے۔ علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مداہنت آ گئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔[۱]

صوفی سے

تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا!

[ص۴۹۴]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

میرا تو عقیدہ ہے کہ غلوفی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنبت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجۂ نقشبند اور مجددِ سرہند کی میرے دل میں بہت بڑی عزت ہے مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں مَیں خود بیعت رکھتا ہوں، حالانکہ حضرت محی الدین (جیلانی) کا مقصود اسلامی تصوّف کو عجمیت

سے پاک کرنا تھا۔[۱۸]

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاط (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو تم میں کس کا عمل زیادہ اچھا ہے۔

افرنگ زدہ

ترا وجود سراپا تجلّیِ افرنگ
کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر!
تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا!

[ص۴۹۵-۴۹۶]

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْط اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَo (الحشر:۱۹)	اور اُن جیسے نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انھیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا۔ وہی فاسق ہیں۔

مغرب زدہ لوگ تو خدا کے منکر ہیں اس لیے ہم اُن کے منکر ہیں۔

تصوف

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

[ص۴۹۶]

ایک دوسری جگہ ایک پیر صاحب کو لکھتے ہیں:

دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی ہمت، قوت، اثر، رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائقِ اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ جلد آپ کی طبیعت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جس کی ابھی تک آپ کو توقع نہیں۔ افسوس ہے کہ شمال

مغربی ہندوستان میں جن بزرگوں نے علمِ اسلام بلند کیا اُن کی اولاد دینی جاہ و منصب کے پیچھے پڑ کر تباہ ہو گئیں اور آج اُن سے زیادہ جاہل کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا۔ الا ماشاءاللہ۔[۱۹]

ہندی اسلام

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!

[ص۴۹۷]

امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ ''دین کی طرح ملّت بھی اُس دستورِ الٰہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لیے جاری فرماتا ہے تاکہ اُس پر چل کر انسان قربِ الٰہی حاصل کر سکے اور یہ دستور انبیا علیہم السلام کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے (گو کہ لفظ ملّت کا اطلاق قرآن مجید میں باطل مذہب پر بھی ہوا ہے)''۔ تاہم ملّت کا قیام وحدتِ افکار سے ہے جس سے اتحاد اور وحدتِ کردار کی بنیاد پڑتی ہے۔

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران:۱۰۳)	اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔
وَ مَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۠ (آل عمران:۱۰۱)	اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور سیدھی راہ دکھایا گیا۔

دلِ مُردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کُہن کا چارہ

[ص۴۹۸]

تقویٰ القلوب (سورۃ الحج: آیت ۳۲) ہی خیر کے لیے سخت آمادگی پیدا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورۂ ق میں ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ هُوَ شَهِیۡدٌ ○ (ق:۳۷)	بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

ایسے لوگ ہی زندہ دل والے ہوتے ہیں اور عمل کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تُو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے، نہیں ہے!

[ص۴۹۹]

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

یعنی انسان کے لیے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے۔ سب کچھ کے لیے انسان پیدا نہیں کیا گیا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

[ص۴۹۹]

جو شخص صرف اللہ کے آگے جھکتا ہے اُسے کسی اور کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہی پیام دیا ہے۔

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ۚ۝ (الانعام:۸۰) میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائی۔ ایک اُسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے غیر اللہ سے قطعی بیزاری اختیار فرمالی۔

عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات!

[ص۵۰۰]

اس ظن و تخمین والی عقل کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ۝ (النجم:۲۸) اور بے شک ظن و تخمین یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

سورۃ الحجرات میں مومن کی پہچان یہی بتائی گئی ہے کہ وہ شک اور گمان نہیں کرتے۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی

وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ○ جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے ہیں۔ (الحجرات:۱۵)

گریز کشمکشِ زندگی سے مَردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

[ص۵۰۱]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ○ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد:۴)

انسان کی خلقت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مشقت اٹھائے اور مشکلات کا مقابلہ کرے۔

لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۙ○ نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے کوشش کی۔ (النجم:۳۹)

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ○ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ○ پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ (الانشراح:۵۔۶)

ع اک دل ہے کہ ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

[ص۵۰۲]

ظن وتخمین والی عقل کا ذکر آ چکا ہے۔اس کے مقابلے میں یقین ہے۔

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیِ کردار!

[ص۵۰۲]

علامہ اقبال کے ایک مکتوب کا اقتباس حاشیہ ۷ اپر آ چکا ہے، وہ دیکھیں۔

اب ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو عمل پیش کریں تا کہ قوم ترقی کر سکے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوۡبٰی لَہُمۡ وَ حُسۡنُ مَاٰبٍ ○ وہ جو ایمان لائے (یقین والے لوگ) اور جنھوں نے عملِ صالح پیش کیے ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام ہے۔ (الرعد:۲۹)

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے

اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِO وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

(البیّنہ:۷)

مرقد کا شبستاں بھی اُسے راس نہ آیا آرام قلندر کو تہِ خاک نہیں ہے
[ص۵۰۲]

قلندر سراپا عمل ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ عمل کے لیے بے قرار رہتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَO اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تم کو خبر نہیں۔

(البقرہ:۱۵۴)

اس آیت کی تفسیر میں آتا ہے:

موت کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شہدا کو حیات عطا فرماتا ہے۔ ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں اور انھیں راحتیں دی جاتی ہیں اور اُن کے عمل جاری رہتے ہیں اور اجر و ثواب بڑھتا رہتا ہے۔

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر! ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!
[ص۵۰۳]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

اسلامی تصوّف کا دارومدار گسستن پر ہے۔ تصوّفِ وجودیہ کا پیوستن یا فنا پر......... میرا ذاتی میلان پیوستن کی طرف ہے مگر وقت کا تقاضا اور ہے اور میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لکھنے پر مجبور تھا۔[۲۰]

قلندر اور صحیح مسلمان کے لیے آسمانوں اور زمین کے درمیان اور اندر ہر چیز مسخّر ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً (لقمٰن:۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخّر کیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمھیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔

فلسفہ

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گُہر سے!

یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

[ص۵۰۴]

فلاسفہ صرف الفاظ کے پیچوں میں اُلجھے رہتے ہیں اور عمل کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔

کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَO (الصف:۲۰) کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

چنانچہ وہ عقل اور فلسفہ بے کار ہے جو جگر کاوی نہ سکھائے اور عمل کے لیے آمادہ نہ کرے۔ صفحہ ۴۸۰ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

مَردانِ خُدا

(مردانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند)
وہی ہے بندۂ حُر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیّاری!

[ص۵۰۵]

بندۂ حُر وہی ہے جو صرف خدا سے تعلق رکھتا ہے اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور قول و فعل میں ہرگز فرق نہیں کرتا۔ سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ کا ذکر اوپر صفحہ ۵۰۰ کے ذیل میں آچکا ہے۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (لقمٰن:۲۰) اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔

یہ پرہیزگاری اور تقوی القلوب ہی خیر اور عملِ صالح میں سخت رغبت پیدا کر دیتی ہے۔[۲۱]

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گُم اُس میں ہیں آفاق!

[ص۵۰۶]

جو دنیا کا محتاج ہے وہی کافر ہے اور جو اللہ کا محتاج ہے اور جس کی محتاج دنیا ہے وہی دراصل صحیح مومن ہے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَ يَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا (البقرہ:۲۱۲) رجھایا گیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور وہ ہنستے ہیں ایمان والوں سے۔

اور مسلمان کی شان سورۃ الانعام میں بیان فرمائی گئی ہے:

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُكِیۡ وَ مَحۡيَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ (الانعام:۱۶۲) آپؐ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔

جب مسلمان اس عقیدے میں پختہ ہو جاتا ہے تو وہ تمام آفاق کا حاکم ہو جاتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (النور:۵۵) اللہ نے وعدہ دیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور کیے عملِ صالح، کرے گا اُن کو ملک میں، جیسا کہ حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو۔

یعنی زمین کی حکومت اُس مومن کی ہے جو عملِ صالح والا ہوتا ہے۔

دنیا کو ہے اُس مہدیِ برحق کی ضرورت ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار!
[ص ۵۰۶]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

..........مہدی سے مراد کوئی خاص مہدی نہیں ہے وہی جو عالمِ افکار میں زلزلہ پیدا کر سکے۔[۲۲]

مہدی یعنی لیڈر۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ (الرعد:۱۱) خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعۡمَةً اَنۡعَمَهَا عَلٰى قَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ (الانفال:۵۳) یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انھیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔

جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے لیے اللہ ہی ہے ہر معاملے میں:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ اے نبیؐ! تمھارے لیے اور یہ جتنے مسلمان تمھاری پیروی کرتے ہیں، ان کے لیے بھی

(الانفال:٦٤) اللہ کافی ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
[ص۵۰۷]

سورۃ الفتح کی آخری آیات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں سے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ — اور وہ لوگ جو اُن (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ہیں، کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔ (الفتح:۲۹)

یہی مومن جنت میں فرشتوں کے لیے دلآویز ہے اور وہاں کی نعمتوں کے لیے کم آمیز ہے، کیونکہ وہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر جینا اور مرنا چاہتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ — آپؐ فرمادیں، بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام:۱۶۲)

ابلیس کہتا ہے:

حرفِ استکبار، تیرے سامنے ممکن نہ تھا
ہاں مگر تیری مشیّت میں نہ تھا میرا سجُود!
[ص۵۰۹]

گویا وہ اپنی آزادی کو مجبوری کہہ رہا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ — اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، کہ وہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ (البقرہ:۳۴)

اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ! آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے!
[ص۵۱۰]

قرآن کی حفاظت کرنے والے لوگ (مسلمان) کیوں پریشان ہیں؟

وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا ○ (النساء:۶۴)

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (نافرمانی کرکے) تو اے محبوب تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

نافرمان مسلمان بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت چاہی ہے:

اے بہ سرا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں!

[ص ۵۱۰]

انتہا تک سوچنا اور عمل کے لیے سخت کوش ہونا ہی ایک مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔ اس سے عجم کا حسنِ طبیعت اور عرب کا سوزِ دروں ظاہر ہوتا ہے۔ صرف شعور (اندیشہ، سمجھ) کے سلسلے میں قرآن پاک میں ۲۵ آیتیں آئی ہیں جن میں شہادت کی زندگی، قیامت کی آمد، اعمال کی خرابی، کافروں کی مکاری، عنایاتِ الٰہی وغیرہ کا ذکر ہے۔ تدبّر، تفقہ، تعقّل اور تفکر کے سلسلے میں بھی بکثرت آیات ہیں۔ علم، نظر، بصر اور عبر کے لیے بھی اسی طرح متعدد آیات ہیں جن میں غور وفکر کی دعوت ہے۔

اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ (الاعراف:۱۸۵)

کیا انھوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو جو چیز اللہ نے بنائی۔

گویا آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز اور ہر ہر معاملے پر غور وفکر کی دعوت ہے اور یہ غور وفکر اور یہ اندیشہ یا سمجھ مسلمان کی زندگی کا تقاضا ہے۔

اور سخت کوشی جسے تقویٰ القلوب یا کمالِ جنوں کہیے۔ مسلمان اور انسان کی فطرت کا تقاضا ہے جیسا کہ:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍؕ۝ بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔ (البلد:۴)

قوم کے رہبر کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے:

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے!

[ص۵۱۲]

صفحہ ۵۰۶ میں سورۃ الرعد: آیت ۱۱؛ سورۃ الانفال: آیت ۵۳؛ وغیرہ کی آیتیں آ چکی ہیں۔ قوم کا لیڈر راللہ کے لیے مرنے کو عین زندگی سمجھتا ہے۔ شہادت یعنی دین کے لیے سربکف ہونا اصل زندگی ہے جو صدیق کے بعد ہی اپنا مقام رکھتی ہے۔

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ۝ اور مت کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں کہ مُردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ (البقرہ:۱۵۴)

اور مرنے کے بعد ایک مومن کو جو راحتیں ملنے والی ہیں اُن کا پُورا اندازہ اگر اس کی زندگی میں ہو جائے تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرے گا۔ قوم کا مخلص لیڈر ایسی ہی زندگی کے لیے قوم کو آمادہ کرتا ہے۔

سکوں پرستیِ راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طُوفانی
پسند روح و بدن کی ہے وا نمود اس کو
کہ ہے نہایتِ مومن خودی کی عریانی!

[ص۵۱۲]

طالوت کو جب بادشاہ بنایا گیا تو نبیؑ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِؕ وَاللّٰهُ یُؤۡتِیۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ بے شک اُسے اللہ نے تم پر چُن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ○ ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (البقرہ:۲۴۷)

یعنی نسل اور دولت پر سلطنت اور وراثت کا استحقاق نہیں۔علم اور قوت دونوں سلطنت کے لیے معیّن ہیں۔علم کا تعلق روح سے اور قوت کا تعلق بدن سے ہے۔مردِ مومن اسی لیے رہبانیت سے روکا گیا ہے اور دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی خودی والا ہوتا ہے۔

معجزۂ اہلِ فکر، فلسفۂ پیچ پیچ
معجزۂ اہلِ ذکر، موسیٰؑ و فرعون و طور
مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے
تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النّشور!

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور!

[ص ۵۱۳-۵۱۴]

فلسفۂ پیچ پیچ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ کفر و باطل اور مشکلات کا مقابلہ کرنا فخر کی بات ہے۔وہ قوم کبھی ذلیل نہیں ہوسکتی جو مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا (النور:۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا اُن کا وہ دین جو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور اُن کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔میری ہی عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں۔

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

[ص۵۱۴-۵۱۵]

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۙ (عبس:۲۶۔۲۷) — پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا تو اس میں اگایا اناج۔

اُگنے اور بڑھنے کی صلاحیت ہر چیز میں رکھی گئی ہے اور انسان کو بھی بڑھنے اور ترقی کرنے کے اسباب سمجھائے گئے ہیں:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ (الزخرف:۱۰) — جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمھارے لیے اس میں راستے بنائے کہ تم راہ پاؤ۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُکُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۧ (نوح:۱۹۔۲۰) — اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنا دیا کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا (الملک:۱۵) — وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کر دی تو اس کے راستوں میں چلو۔

وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ (الزمر:۱۰) — اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

سُرور جو حق و باطل کی کار زار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے!

[ص۵۱۵]

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا — بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنھوں

وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ ط — نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمتِ الٰہی کے امید وار ہیں۔ (البقرہ:۲۱۸)

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام — ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز!

[ص۵۱۶]

اگر فکر و عملِ صالح کے لیے کوئی شخص مستعد ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا ○ — پھر (ہر نفس اور جان کو) الہام کیا (سمجھ دی) اُس کی بدکاری اور اس کا تقویٰ۔ (الشمس:۸)

تقویٰ القلوب دراصل خیر کے لیے شدید رغبت اور شر کے لیے شدید نفرت کو کہتے ہیں۔

میری مشکل؟ مستی و شور و سرور و درد و داغ
تیری مشکل؟ مے سے ہے ساغر کہ مے، ساغر سے ہے!

[ص۵۱۷]

فلسفی صرف سوچنا جانتا ہے۔ اگر یہ بات بھی حل ہو جائے کہ شراب سے ساغر ہے یا ساغر کی وجہ سے شراب ہے (مرغی سے انڈا ہے یا انڈے سے مرغی ہے) تب بھی کون سا فائدہ حاصل ہوگا؟ ہم کو تو یہ مسئلہ حل کرنا ہے کہ فرد اور جماعت میں بے داری اور عمل کیونکر پیدا ہو۔

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ — زمانے (کی تاریخ) کی قسم! بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (العصر:۱-۳)

گویا فرد کے لیے ایمان اور عملِ صالح ہے اور جماعت کے لیے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تاکید۔ اس طرح قوم درست ہو سکتی ہے اور قوموں کی تاریخ یہی بات سکھاتی ہے۔

لاہور کے مسلمانوں اور کراچی کے غازی عبدالقیوم وغیرہ نے دین کی خاطر جو قربانیاں دی

تھیں، ان کے متعلق علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ان شہیدوں کی دیت (خون بہا) کہاں مل سکتی ہے اور یہ لوگ تو ابدی زندگی حاصل کر چکے ہیں:

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنی کا سفر!

آہ! اے مردِ مسلمان تجھے کیا یاد نہیں؟
حرفِ لا تدع مع الله الهًا آخر!

[ص ۵۱۷-۵۱۸]

یہ آیت سورۃ القصص (۸۸) میں ہے: یعنی سوائے اللہ کے کسی اور کو خدا نہ ٹھہرا (یعنی غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لا)۔

وہ نبوّت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش!
جس نبوّت میں نہیں قوت وشوکت کا پیام!

[ص ۵۱۸]

وہ شخص ہرگز پیغمبر نہیں ہوسکتا جو حسن بن صباح کی طرح حشیش پلا کر اپنی جماعت میں داخل کرے اور چوری چھپے کے کام سکھائے۔ صفحہ ۵۱۲ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۷ آ چکی ہے کہ علم اور قوت دونوں کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارے لیے تو یہ حکم ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

(الانفال: ۶۰)

اور تم تیار رکھا کرو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت و طاقت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان) کہ ان سے ان کے دلوں میں بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمھارے دشمن ہیں اور اُن کے سوا دوسروں کے دلوں میں (بھی) جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ انھیں جانتا ہے اور (ان کاموں کے لیے) اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمھیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہو گے۔

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں

وجودِ حضرتِ انساں، نہ روح ہے، نہ بدن!

[ص۵۱۹]

انسان روح اور بدن کا مرکب نہیں ہے بلکہ خلیفۃ اللہ ہے جو ہمیشہ اپنی شایانِ شان کارگذاریوں سے زندہ و پایندہ رہے گا۔

سورۃ البقرہ میں فرشتوں سے اللہ کا ارشاد ہے:

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ○ بے شک میں زمین میں (انسان) کو اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ (البقرہ:۳۰)

چنانچہ اللہ کی طرح اس کا نائب بھی زندہ و پایندہ ہے اگر وہ نائب بن کر رہے۔

مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام

جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟

[ص۵۲۰]

جنیوا میں جمعیتِ اقوام (ع بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند) قائم کی گئی تھی جہاں عقل و دانش کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ اپنی پارٹی والی قوموں کی حمایت کرتی تھیں، خواہ دوسری پارٹی لاکھ حق پر ہو۔ ان کے برعکس مکہ معظّمہ تمام انسانوں کے لیے (بغیر کسی رنگ و نسل کی تفریق کے) مرکز ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ○ بے شک سب میں پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ مکّہ میں ہے برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔ (آل عمران:۹۶)

جوانوں کو یہ سبق دیجیے:

ع دے ان کو سبق خود شکنی، خود نگری کا

[ص۵۲۰]

تا کہ وہ اپنے منصب نیابتِ الٰہی کو پہچانیں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ صفحہ ۵۱۰ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

ع قوتوں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۝ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اُسی پر خوش ہے۔ (الروم:۳۲)

ع ہو زندہ کفن پوش تو میّت اسے سمجھیں

[ص۵۲۱]

اگر کوئی قوم، باوجود زندہ ہونے کے، کفن پہن لے اور بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو ہمارے نزدیک ایسی قوم ہی میّت ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت میں جنت اور دوزخ میں جانے والے دو ساتھیوں کا انجام مذکور ہے۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد ہے:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ۝ (الصّٰفّٰت:۶۱-۶۲) ایسی ہی بات کے لیے عمل والوں کو محنت کرنا چاہیے۔ تو یہ مہمانی (جنت کی) بھلی یا تھوہر کا درخت؟

''مردِ مسلمان'' کے عنوان سے نظم ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

[ص۵۲۲]

سورۃ الرحمٰن میں اللہ پاک کے متعلق ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ۝ (الرحمٰن:۲۹) اُسے ہر دن کام ہے۔

اسی طرح خلیفۃ اللہ کو ہونا چاہیے۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان!

[ص۵۲۲]

یہ چاروں الفاظ مختلف صیغوں میں قرآن پاک میں آئے ہیں۔

۱۔ قہاری: قہار یعنی ایسا زبردست غالب جس کے مقابلے میں سب ذلیل ہیں۔

۲۔ غفاری: غفار (صیغۂ مبالغہ)۔ غفر کے معنی ہیں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی چیز میں چھپا دینا۔ پس غفار کے معنی بہت معاف کرنے والا۔

۳۔ قدوسی: قدوس، یعنی بہت پاک ذات۔
۴۔ جبروت: جبّار، یعنی زبردست، زورآور۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ نقصانات کو پورا کرتا ہے اور احوال کو درست کرتا ہے۔

بہرحال یہ تمام صفات اللہ کی ہیں اور اللہ کے خلیفہ میں بھی ہونی چاہییں۔

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

[ص۵۲۲]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے والوں کی شان یہ بیان ہوئی ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹) اور جو لوگ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

علامہ اقبال کے ظرف کی بلندی ہے کہ وہ اپنوں کے نقائص بھی برملا بیان کرتے ہیں۔ ''پنجابی مسلمان'' میں کہتے ہیں:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گذرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد!

[ص۵۲۳]

وہ اپنے ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

یہاں کے لوگوں میں اثر قبول کرنے کا مادہ زیادہ ہے۔ سادہ دل صحرائیوں کی طرح ان میں ہر قسم کی باتیں سننے اور ان سے متاثر ہو کر ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور مقامات سے بڑھ کر ہے۔ ایک معمولی جلسے کے لیے آٹھ دس ہزار مسلمانوں کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بلکہ بیس بیس ہزار کا مجمع بھی غیر معمولی نہیں۔ یہ بات پنجاب کے ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی۔[۲۳]

ایسے سادہ دل لوگوں کے متعلق سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت

الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ (التوبہ:۹۹)

پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اُسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسولؐ سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ہاں وہ اُن کے لیے باعثِ قرب ہے۔ اللہ جلد انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!

[ص ۵۲۴]

لوگ اپنی آزادیِ رائے سے اسلام اور قرآن کی من مانی تاویل کرتے ہیں، یعنی:

ع خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج (آل عمران:۷)

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری۔ اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں۔ وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔

ع فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام

[ص ۵۲۴]

قرآن نے تو یہ تعلیم دی تھی:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو، ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

یعنی رنگ و نسل وغیرہ صرف آپس کی پہچان کے لیے ہے اور صحیح بزرگی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

نہادِ زندگی میں ابتدا لا، انتہا اِلاّ پیامِ موت ہے جب لا ہوا اِلاّ سے بیگانہ
[ص ۵۲۴]

صرف لا الٰہ کہنا گویا موت ہے اور چونکہ خدا کا انکار ہے اس لیے خدا کی پیدا کردہ ہر چیز حتیٰ کہ دنیا اور خود اپنی جان سے انکار ہے۔ کیا کوئی اور ہستی دنیا کو پیدا کر سکتی ہے؟

اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ تو کیا جو بنائے وہ ایسا ہے جو نہ بنائے؟

(النحل:۱۷)

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی!
[ص ۵۲۶]

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۝ (السباء:۲۸) اور ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے بشیر اور نذیر بن کر۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند
[ص ۵۲۶]

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَہَا ؕ (بنی اسرائیل:۷) اگر تم بھلائی کرو گے اپنا بھلا کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔

یہ پیام انسان کے لیے ہے لیکن نباتات و جمادات اور غیر انسانی حیوانات کے لیے نہیں۔

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ۝ۙ (الاعلیٰ:۳) اور جس نے مقدر کیا پھر ہدایت دی۔

یعنی انسان کی اور ہر چیز کی تقدیر بھی بنائی لیکن ہدایت بھی فرمائی کہ وہ اپنی راہ ڈھونڈ لے۔

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے!
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے!

صفحہ ۵۰۲ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۴ کی تفسیر دیکھیں۔

غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے، قُم باذن اللہ

[ص۵۲۶-۵۲۷]

مغرب والوں نے احساسِ کمتری میں مبتلا کر رکھا ہے ورنہ تم اگر بیدار ہو جاؤ تو عیسٰی علیہ السلام کی طرح مُردوں کو بھی زندہ کر سکتے ہو۔ عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا:

اَنِّیٓ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡهِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًا ۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ (آل عمران:۴۹)

کہ میں تمھارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

[ص۵۳۰]

صرف حیات و موت پر نظر رکھنے کے بجائے اگر ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہم کیا ہیں، ہمارا مقام کیا ہے اور مقصدِ زندگی کیا ہے؟ تو ہم وہ کام انجام دے سکتے ہیں جو حیات اور موت کے تخیل سے بھی بہت بلند ہیں۔

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً ؕ (البقرہ:۳۰)

اور (یاد کرو) جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

نیابتِ الٰہی تقاضا یہی ہے کہ موت و حیات سے بے نیاز ہو کر انسان وہ کام کرے جو اس کے منصب کے مطابق ہوں۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک، سحر کر نہ سکا

[ص۵۳۱]

زمانۂ حاضر کا انسان بے شک سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتا ہے لیکن خود اپنی زندگی کی تاریکی کو دور نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡئًا وَّ لٰکِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ O (یونس:۴۴)

بے شک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، ہاں لوگ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (کہ وہ غور نہیں کرتے)۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ O وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ O (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں، تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

[ص۵۳۱]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۲۴]

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّ مَنۡ رَّزَقۡنٰہُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَہُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ سِرًّا وَّ جَہۡرًا ؕ ہَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ (النحل:۷۵)

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے۔ کسی چیز پر اس کا بس نہیں چلتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا کی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہرا خرچ کرتا ہے۔ کیا وہ برابر ہو جائیں گے؟

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا
وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ!

[ص۵۳۲]

آسمان کسی کی قسمت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ آسمان سے بھی بہت بلند انسان کی خودی ہے جو انسان کو قوتِ نفس کی تعلیم دیتی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)

اور مسخر کر دیے گئے تمھارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

آج کل کے مصلحین ایسے ہیں کہ:

نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی!

[ص۵۳۳]

جدید دنیا کی چالوں سے بچنے کے لیے ہمارے لیڈروں میں کوئی صلاحیت نہیں پائی جاتی بلکہ وہ تو پرانی سیاست سے بھی واقف نہیں، حالانکہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ (الانفال:۶۰)

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوّت اور طاقت کی چیزیں اور جنگی گھوڑے (ساز و سامان)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○ (آل عمران:۲۰۰)

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور باہم ہمت دلاتے رہو (مقابلے میں مضبوطی کرو) اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم کامیاب رہو۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیّت کی رہ سکی نہ عفیف!

[ص۵۳۳]

ہر مدنیت میں اور ہر جگہ ایک ہی شریعت تھی لیکن لوگوں نے اپنی ہوا اور خواہش سے اسے بدل دیا۔

لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَةً وَّ مِنۡهَاجًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰکِنۡ

ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی

لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ○
(المائدہ:۴۸)

امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمھیں دیا اس میں تمھیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو۔ تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ تو وہ تمھیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (المائدہ:۴۱)

اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تُو اللہ سے اس کا کچھ نہ بنا سکے گا۔ وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا۔ انھیں دنیا میں رسوائی ہے اور انھیں آخرت میں بڑا عذاب۔

اسی لیے فرنگ کے سنجیدہ لوگ اب اپنی تہذیب سے بیزار ہو رہے ہیں اور وہاں کے بہت سے لوگ اب دوسرے ملکوں میں منتقل ہونا پسند کرتے ہیں۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد!
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُردم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرۂ افتاد!

[ص۵۳۴]

قوم میں ایمان اور یقین کی قوّت ہو تو وہ ضرور غالب ہو کر رہے گی۔ سورۂ آلِ عمران میں وعدہ کیا گیا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (آل عمران:۱۳۹)

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

سُلطان ٹیپو کی وصیّت

تُو رہ نوردِ شوق ہے؟ منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول!

باطل دوئی پسند ہے، حق لا شریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول!

[ص۵۳۴-۵۳۵]

علامہ اقبال ٹیپو سلطان کے متعلق لکھتے ہیں:

ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں نے جلد فراموش کر دینے میں بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔[۲۵]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۠ (آل عمران:۲۰۰)	اے ایمان والو، ثابت قدم ہو اور باہم ہمت دلاتے رہو اور جہاد کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو۔
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰیO (طٰہٰ:۶۸)	ہم نے کہا خوف نہ کر بے شک تُو ہی غالب رہے گا۔

ع نہ میں اعجمی، نہ ہندی، نہ عراقی و حجازی

[ص۵۳۵]

پیام پہنچانے والے پر فرض ہے کہ وہ زندگی اور بیداری کا پیام پہنچائے۔

سورۃ الاعراف میں نوح علیہ السلام کا پیام مذکور ہے:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَO (الاعراف:۶۲)	تمھیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمھارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے بُرّندہ و بُرّاق!

[ص۵۳۳]

جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے وہ غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتا اور کسی مشکل کو

مشکل نہیں سمجھتا، کیونکہ دنیا تو اسی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ:۲۹) وہی ہے جس نے تمھارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

جب تمام چیزیں انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہیں تو پھر وہ ان کو نہ برتے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے تو یہ بات اس کے منصب کے منافی ہے۔

خُودی کی تربیت

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز!
یہی ہے سرِّ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانیِ شب و روز!

[ص ۵۳۷]

خودی کی تربیت ہو جاتی ہے تو ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے پوری فرعونیت ختم ہو سکتی ہے۔

بالِ جبریل، ص ۳۸۰ میں بھی ہے:

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

سورۃ القصص: آیات ۲۱۔۲۸ میں اس تربیت کا ذکر ہے۔ یہی تربیت پھر فرعونیت پر غالب کر دیتی ہے:

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰیO (طٰہٰ:۶۸) ہم نے فرمایا، خوف نہ کر۔ بے شک تُو ہی غالب رہے گا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

[ص ۵۳۸]

صفحہ ۵۲۴ میں سورۃ الِ عمران کی آیت ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

خودی ہو زندہ تو کہسار پرنیان و حریر! خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب

[ص ۵۳۸]

خودی کی تربیت سے ایسی سخت کوشی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھا جاتا۔ سورۃ الکہف میں موسیٰ علیہ السلام کے عزمِ سخت کوشی کا ذکر آتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ○ (الکھف:۶۰)	اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلا جاؤں۔

صفحہ ۵۳۷ کی آیتیں بھی دیکھیں۔

قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی ملّت کا
انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات!

[ص ۵۳۹]

مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور صرف مشکلات کو پسند کرنا (تن آسانی کو نا پسند کرنا) کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ ابھی اوپر سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ میں اسی سخت کوشی کا پیام مذکور ہوا ہے۔

آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیّت محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منوّر محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات
محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات!

[ص ۵۴۰]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں بھی لکھتے ہیں:

جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفّع ہو۔[۲۶]

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ ○ آپؐ فرما دیں کہ کیا ہم تمھیں بتا دیں کہ سب

اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ هُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا۝ (الکہف:۱۰۳۔۱۰۴)

سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟ — اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترقّع کے لیے کوشاں نہیں بلکہ گھٹیا کام کرتے ہیں۔

ع اہلِ دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہلِ نظر

[ص۵۴۱]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں علم وحکمت سکھاتا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور صحبت سے جو تربیت حاصل ہوئی اس کے سامنے کتابی علم والوں کی کوئی حقیقت نہیں۔

ع نمود جس کی فرازِ خودی سے ہو، وہ جمیل

[ص۵۴۲]

قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کے لیے جو تخیل ہو صرف وہی صحیح ہے اور جمیل بھی۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ فِى الۡاٰخِرَةِ (ابراھیم:۲۷)

اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ایسے لوگ ہی حق بات کی وجہ سے قائم اور ثابت رہتے ہیں اور یہی لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کو قائم کر سکتے ہیں۔

خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام!

[ص۵۴۲]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ مسلمان مُردہ ہیں۔ انحطاطِ ملّی نے اُن کے تمام قویٰ کو شل کر دیا ہے اور انحطاط کا سب سے بڑا جادو یہ ہے کہ یہ اپنے صید پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے انحطاط کا مسحور اپنے قاتل کو اپنا مُربّی تصوّر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہے۔[۲۷]

انسان نے جب کبھی اپنے منصب (نیابت الٰہی) کو فراموش کیا تو خود کو ذلیل وخوار بنا لیا۔

اَلَمۡ یَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ وَ قَوۡمِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَالۡمُؤۡتَفِکٰتِ ؕ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیَظۡلِمَهُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ○ (التوبہ:۷۰)

کیا انھیں اپنے اگلوں کی خبر نہیں آئی۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں۔ ان کے رسول، روشن دلائل اُن کے پاس لائے تھے (کہ وہ غیر اللہ کو نہ پُوجیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

چاہیے خانۂ دل کی کوئی منزل خالی شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

[ص ۵۴۳]

دل میں احساسِ خودی پیدا ہو جائے تو انسان اپنے منصب کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ یہ منصب خلافتِ الٰہی کا احساس اور اس شان کا عمل ہے۔

سورۃ البقرہ میں اسی منصب کا ذکر آتا ہے:

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ (البقرہ:۳۰)

اور (یاد کرو) جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

مردہ لادینیِ افکار سے افرنگ میں عشق

عقل بے ربطیِ افکار سے مشرق میں غلام

[ص ۵۴۳]

مغرب والے لوگ عمل میں سرگرم ضرور ہیں لیکن چونکہ لادین ہیں اس لیے وہ نہیں سمجھتے کہ

اس عمل کے لیے کیا خطوط ہونے چاہییں۔ اس کے برعکس مشرق کے لوگ اپنے خیالات کے لحاظ سے بے ربط و بے نظام ہیں اس لیے وہ غلام بنے ہوئے ہیں اور صحیح عمل کی طرف نہیں بڑھتے۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ (فصّلت:۵۳)

ابھی ہم دکھائیں انھیں اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں حتیٰ کہ کھل جائے اُن پر کہ بے شک وہ حق ہے۔

لیکن اگر دیکھنے والے دیکھنا ہی نہ چاہیں تو انھیں کیا نظر آئے گا؟

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں!

[ص ۵۴۴]

علامہ اقبال کے والد صاحب نے ان کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہی سمجھو کہ قرآن تم پر نازل ہو رہا ہے۔[۲۸]

وَ اِنَّکَ لَتُلَقَّی الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ عَلِیۡمٍ ۝ (النمل:٦)

اور آپؐ کو بالیقین قرآن دیا جا رہا ہے حکمت والے کی طرف سے۔

یہی تصوّر رہو تو پھر قرآن کی حقیقت اور مقصد تک پہنچ سکتے ہیں۔

جہاں میں تو کسی دیوار سے نہ ٹکرایا!
کسے خبر کہ تو ہے سنگِ خارہ یا کہ زجاج

[ص ۵۴۴]

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک:۲)

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل بہتر ہے۔

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا، جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش!
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے، کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش!

[ص ۵۴۵]

آج کل نوکری حاصل کرنے کے لیے تعلیم حاصل کی جاتی ہے اور قوم کے جوان اب

مشکلات کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔علم اصلاحِ نفس کے لیے ہے اور رزق کے لیے معمولی سا حیلہ بھی کافی ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:۱۱)   اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھیں جن کو علم دیا گیا۔

ایمان اور علم ساتھ ساتھ ہیں اور صحیح علم وہی ہے جو اللہ کے نزدیک درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے اور رزق تو اللہ سب کو دیتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا (ھود:۶)   اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ پر نہ ہو۔

حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم   نگاہ چاہیے اسرارِ لا الٰہ کے لیے
[ص۵۴۵]

یہ شعر مفکر نطشہ (Nietzsche) کے متعلق ہے جو خدا کا منکر تھا اور بہیمانہ قوتوں پر زور دیتا تھا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ۖۚ (الانفال:۵۵)   بے شک سب جان داروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت   وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو!
[ص۵۴۶]

آج کل کے اساتذہ ایسے ہی ہو گئے۔سورۃ الروم کی آیت ۲۸ میں آقا اور غلام (استاد اور شاگرد) کی ایک مثال دی ہے۔پھر اگلی آیت میں ارشاد ہوا ہے:

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآءَ ھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ (الروم:۲۹)   بلکہ ظالموں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی بغیر جانے ہوئے۔

ملے گا منزلِ مقصود کا اسی کو سُراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ!

فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہبان ہو صاحبِ ما زاغ!
[ص ۵۴۷]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں اللہ سے اتنے قریب ہو گئے کہ دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن آپ کی آنکھ تک چکا چوند نہ ہوئی۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ ما طَغٰیO (اُن کی) آنکھ کسی طرف نہ پھری نہ حد سے بڑھی۔ (النجم:۱۷)

جن کی یہ شان ہو اُن کے امتی کی آنکھ اگر مغرب کی بناوٹی روشنی کے سامنے خیرہ ہو جاتی ہے تو بہت افسوس کی بات ہے۔ ان کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر کے عمل سے دُور کر دیا گیا ہے، حالانکہ اُسی کو سکھایا گیا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْO (محمد:۲)

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے۔ اللہ نے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔

اسی سورۃ میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کی بھلائی کا وعدہ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْO (محمد:۷)

اے ایمان والو، اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جمادے گا۔

ایسی اُمت کیوں بے عمل ہے اور کیوں احساسِ کمتری میں مبتلا ہے؟

دِین و تعلیم

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف!

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف!

[ص۵۴۸]

علامہ اقبال (فرد اور جماعت کی خودی کے متعلق) لکھتے ہیں:

میں اُس خودی کا حامی ہوں جو سچی بے خودی سے پیدا ہوتی ہے، یعنی جو نتیجہ ہے ہجرت الی الحق کرنے کا اور جو باطل کے مقابلے میں پہاڑ کی طرح مضبوط ہے.........حقیقی اسلامی خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات اور تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے۔ اس طرح پر کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لا پروا ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوّف کے نزدیک فنا ہے۔[۲۹]

اہلِ کلیسا (برطانیہ) نے ہندوستان میں ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا تھا جس سے فکرِ معاش بھی پیدا ہوا اور احساسِ کمتری بھی تاکہ مسلمان قوم اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدٰی لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَہُمۡ O (محمد:۳۲)	بے شک وہ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسولؐ کی مخالفت کی، اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور وہ بہت جلد اُن کا کیا دھرا اکارت کر دے گا۔[۳۰]

دربارِ شہنشہی سے خوشتر مردانِ خدا کا آستانہ!

[ص۵۴۹]

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا O (النساء:۴۵)	اور اللہ خوب جانتا ہے تمھارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

جس کا کارساز اللہ ہو اسے کیا اندیشہ؟ اللہ کے پیاروں کو اس لیے ولایت اور نصرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور دنیا کے بادشاہ بھی اُن کے سامنے جُھکتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ[۳۱] (المتوفی ۱۰۳۴ھ) جن سے علامہ اقبال متاثر ہیں، ایک مکتوب (نمبر ۱۳۲، دفتر اوّل) میں لکھتے ہیں:

''کنا سی فقراء بہ از صدر نشینی اغنیاء است''۔

جو ہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف　　تعلیم ہو گو فرنگیانہ!
[ص ۵۴۹]

جب اللہ سے رشتہ ہو جاتا ہے تو پھر کوئی بری چیز اپنا غلبہ نہیں ڈال سکتی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَo (البقرہ:۲۵۱)	اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہانوں پر فضل کرنے والا ہے۔

یہ اللہ پاک کا نظام ہے اور اللہ ہی کے رشتے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا　　ہر قطرہ ہے بحرِ بیکرانہ
[ص ۵۴۹]

اللہ پاک نے انسان کے اندر کتنی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کو وہ مسخر کر سکتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَo (الجاثیہ:۱۳)	اور تمھارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں، سب کے سب۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

غیرت ہے طریقتِ حقیقی　　غیرت سے ہے فقر کی غلامی
[ص ۵۵۰]

وہ انسان جو اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے اُس کو زیب نہیں دیتا کہ وہ سوائے اللہ کے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ کلمۂ طیبہ کے یہی معنی ہیں اور سورۃ القصص میں بھی یہی پیام ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸)	اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار۔

مومن کی اسی میں ہے امیری　　اللہ سے مانگ یہ فقیری
[ص ۵۵۱]

ابھی صفحہ ۵۵۰ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ مذکور ہوئی، وہی یہاں کے لیے دیکھیے۔

فسادکا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں
[ص ۵۵۴]

یورپ میں عورت کو مرد پر غلبہ حاصل ہے، اسی لیے بے شمار فسادات پیدا ہو گئے ہیں۔[۳۲]
لیکن قرآن میں ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

(النساء:۳۴)

اسی آیت میں مرد کی اس فضیلت کی تفصیل آتی ہے۔

تفاوت نہ دیکھا زن وشو میں میں نے وہ خلوت نشیں ہے! یہ خلوت نشیں ہے!
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے
[ص ۵۵۵]

نہ مرد نے اپنے منصب کو پہچانا اور نہ عورت نے۔ سورۃ النساء میں یہ منصب اور ان میں سے ہر ایک کے فرائض بتائے گئے ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○ (النساء:۳۴)

مرد غالب ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والی ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمھیں اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انھیں مارو۔ پھر اگر وہ تمھارے حکم میں آ جائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

اسلام میں زن وشو کے معاملات کا تخیل ہی سب سے مختلف ہے۔ اگر اُن میں سے ہر ایک

کے حقوق کی حفاظت ہو تو پھر گھر بالکل جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ زن و شو آپس میں سکون اور راحت پانے کے لیے ہیں۔

وَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ اِلَيۡهَا ۚ (الاعراف:۱۸۹)	اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرہ:۱۸۷)	وہ تمھارے لباس ہیں اور تم اُن کے لباس۔

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر!

غیر مرد اور غیر عورت کے قریب آنے سے شیطان درمیان میں آ جاتا ہے۔ اسی خوف کا ذکر سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں آیا ہے، جو ابھی نقل ہوئی۔

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

[ص۵۵۶]

عورت بڑی بڑی کتابیں نہیں لکھ سکتی لیکن بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے درجوں والوں کی ماں تو ہوتی ہے۔

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَ حَمۡلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا (الاحقاف:۱۵)	اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے اسے اپنے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور وضع کیا تکلیف سے، اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ آزادیِ نسواں کہ زمرّد کا گلوبند؟

[ص۵۵۷]

عورتوں کا آزادی کے ساتھ پھرنا اُن کے حق میں بہتر ہے یا گھر کی مالکہ بن کر رہنا اُن کے لیے زیادہ بہتر ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا عورت کی بصیرت ہی جواب دے سکتی ہے۔ آزادی میں اسے جو خطرات درپیش ہوتے ہیں وہ اس کی زبان اُسے نہ بتائے لیکن اس کا ضمیر اُسے بتاتا ہے۔ ان خطرات کا اشارہ سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں موجود ہے جو ابھی اوپر آ چکی ہے۔

ع نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد

[ص۵۵۸]

عورت اپنے بچپن میں والدین (بالخصوص والد) کی حفاظت میں رہتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر کی حفاظت میں اور ماں ہو کر اولاد (بیٹے) کی حفاظت ہی میں اسے عافیت بھی ہے اور عزت بھی۔ اس لیے فرمایا گیا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ — مرد غالب ہیں عورتوں پر۔

(النسأ:۳۴)

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت!

[ص۵۵۸]

عورت اور مرد کے جوڑے دنیا کی آبادی کے مقصد سے بنائے گئے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً

اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیے۔“ (النساء:۱)

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منّتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود

[ص۵۵۹]

مرد کو اپنے جوہر کے عیاں کرنے کے لیے عورت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن عورت کو عمر کی ہر منزل میں اور زندگی کے ہر قدم پر مرد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ صفحہ ۵۵۷ کی آیت اور شعر دیکھیں۔

ع آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!

[ص ۵۵۹]

صفحہ ۵۵۷ میں سورۃ النساء کی آیت دیکھیں۔

ہوئی ہے زیرِ فلک اُمتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ!

[ص ۵۶۲]

اَلَمۡ یَاۡتِہِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ۬ۙ وَ قَوۡمِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَالۡمُؤۡتَفِکٰتِ ؕ اَتَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظۡلِمَہُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ

(التوبہ:۷۰)

کیا انھیں اپنے اگلوں کی خبر نہیں آئی؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں۔ ان کے رسول، روشن دلائل لے کر اُن کے پاس تشریف لائے تھے (کہ غیر اللہ کو نہ پوجیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے۔

دین کو چھوڑنے سے ذہن میں بھی کجی آجاتی ہے۔

خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا!

ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
عجب نہیں ہے کہ ہوں میرے ہم عناں پیدا!

[ص ۵۶۳]

''ہوائے دشت'' مشکل پسندی سے عبارت ہے۔ عزم و ہمت والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو مشکل پسند اور خود آگاہ ہوتے ہیں۔

زجاج گر کی دکاں شاعری و مُلّائی
ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ!

[ص ۵۶۳]

آج کل کے شعرا و علما نے اپنا شعور اور علم تن آسانی کے لیے وقف کر دیا ہے البتہ جو دیوانے دشت و در میں پھرتے ہیں یعنی جو مشکل پسند ہوتے ہیں وہی کامیاب ہیں، گو کہ بظاہر پریشان حال ہیں۔ ابھی اوپر سورۃ الکہف کی آیت ۶۰ کا ذکر آیا ہے وہ دیکھیں۔

اسی لیے آگے چل کر اقبال اپنے شعر سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے شعر! تُو کسی شخص میں تو احساسِ نفس پیدا کر۔

پیرس کی مسجد کے متعلق کہتے ہیں:

حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے
تنِ حرم میں چھپا دی ہے رُوحِ بت خانہ!

[ص ۵۶۵]

گویا یہ مسجدِ ضرار کی طرح ہے جس کا ذکر سورۃ التوبہ میں آتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ○ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ (التوبہ:۱۰۷)

اور وہ جنھوں نے مسجد (ضرار) بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اُس کے (ابو عامر راہب کے) انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔

عشق اب پیرویِ عقلِ خدا داد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے

[ص ۵۶۵]

اب شعر و شاعری کو غزل تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اللہ کی باتوں کے لیے اُسے استعمال کیا جائے تاکہ قوم اور ملک کو مفید ثابت ہو سکے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (ابراھیم:۲۷)	اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔

نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

[ص ۵۶۶]

وَ هُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام:۹۹)	اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اُگنے والی چیز نکالی۔ تو ہم نے اس سے نکالی سبزی جس سے دانے نکالتے ہیں اور ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار، کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ۔ اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے۔
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (الاعراف:۳۲)	آپؐ فرما دیں کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

یہ تمام جمال و زیبائی حرام نہیں، لیکن ان کے لیے نظر چاہیے۔

مسجد قوۃ الاسلام قطب مینار (دہلی) کی شان کے متعلق لکھتے ہیں:

ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود

[ص ۵۶۷]

اگر صحیح ایمان اور علم والے آج بھی ہوں تو اللہ پاک ان کے درجات بلند فرماتا ہے (اور ان کی تکبیر میں بھی انقلاب انگیز شان ہوتی ہے)۔

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:۱۱)	اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور اُن کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرماتا ہے۔

ع رہا نہ تُو، تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات!

[ص ۵۶۸]

اگر انسان اپنے منصب کو بھول کر دوسروں کی غلامی اختیار کرے تو پھر وہ انسان ہی نہیں رہتا۔

انسان کے اس منصب کا ذکر اس آیت میں آتا ہے:

وَ اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ (البقرہ:۳۰)	اور (یاد کرو) جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

تو اللہ کے نائب کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کی غلامی اور پیروی اختیار کرے۔

گو کہ اقبال کا وطن (ہندوستان) مشرق کی امیدوں کا مرکز ہے:

ع خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز

[ص ۵۷۱]

پھر بھی شعاع کے لیے یہی حکم ہے کہ:

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر!

[ص ۵۷۱]

جس طرح روشنی سے ہر سمت کا اندھیرا دُور ہو جاتا ہے اسی طرح دین اور یقین کے نور سے ہر قلب کی تاریکی دُور ہو سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس طرح بیان کی ہے:

لِیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ (الطلاق:۱۱)	کہ انھیں جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔

ایسے لوگوں کے لیے مشرق یا مغرب کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

یہ کافری تو نہیں، کافری سے کم بھی نہیں — کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود!
[ص۵۷۲]

حاضر و موجود سے مجبور ہو جانا یا زمان و مکان کا پابند ہو جانا ایک مردِ حق کا کام کبھی نہیں۔ اُس کا ایمان ہر زمانے اور ہر مقام کے لیے ہے اور وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (یوسف:۸۷)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

یہ کائنات چھپاتی نہیں ضمیر اپنا — کہ ذرّہ ذرّہ میں ہے ذوقِ آشکارائی!
[ص۵۷۳]

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ۙ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ۙ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ (ق:۹۔۱۱)

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے لمبے درخت جن کا پکا گابھا، بندوں کی روزی کے لیے اور ہم نے اس (پانی) سے مردہ شہر زندہ کیا، یونہی قبروں سے تمھارا نکلنا ہے۔

اللہ پاک اسی طرح ہر چیز کو اُوپر نکالتا ہے۔

اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری — اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی!
[ص۵۷۳]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کے متعلق سورۃ الفتح کی آخری آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

اور جو لوگ حضورؐ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی!
[ص۵۷۳]

اگر بصیرت حاصل نہیں تو انسان، انسان نہیں اسی بصیرت کے لیے پیام ہے:

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۙ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ○ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

(الذاریٰت:۲۰۔۲۱)

تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک ننگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود
[ص۵۷۴]

مسلمان کے یہاں رنگ اور نسل کوئی چیز نہیں:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (الحجرات:۱۳)

اور اگر باخبر اپنی شرافت سے ہو تیری سپہ انس و جنّ، تُو ہے امیرِ جنود
[ص۵۷۴]

اللہ نے تجھ کو اپنا نائب بنایا اور مسجودِ ملائک بھی۔ اس لیے تیرا ہر ہنر اور ہر کام تیرے شایانِ شان ہونا چاہیے:

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ میں زمین میں (انسان کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ (البقرہ:۳۰)

اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ (البقرہ:۳۵) سجدہ کرو آدم کو۔

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی دی۔

(بنی اسرائیل:۷۰)

ایسی بزرگی اور فضیلت والے انسان کو یہی بات زیبا ہے کہ وہ اپنا ہنر اور کام بھی بزرگی اور فضیلت والا پیش کرے۔

دریا میں موتی! اے موجِ بے باک! ساحل کی سوغات؟ خار و خس و خاک!
[ص۵۷۵]

موج بے باکی سے دریا کے اندر پہنچتی ہے اور موتی بھی وہیں پیدا ہو جاتا ہے لیکن تن آسانی پسند کرنے والے ساحل میں خاروخس وخاک ہی ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں انتہائی سخت کوشی کا پیام ملتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًاO (الکھف:۶۰)	اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہا سال) چلتا جاؤں۔

رکھتا ہے اب تک مے خانۂ شرق وہ مے کہ جس سے روشن ہو ادراک

[ص۵۷۵]

مشرق (کے دین) میں اب بھی وہ گرمی ہے جو عمل کے لیے سرگرم کر سکتی ہے۔تمام نعمتوں کی تتمیم اور تکمیل اسلام ہی سے ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:۳)	آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

جب اسلام ہی تمام نعمتوں کی تتمیم کرتا ہے تو پھر کسی اور سے کسی خیر کا طلب کرنا حقیقت میں درست نہیں۔

گر ہنر میں نہیں تعمیرِ خودی کا جوہر
وائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود

[ص۵۷۶]

ہمارے فنونِ لطیفہ اور شعر و ادب میں بھی ہماری نیابتِ الٰہی والی شان کا مظاہرہ ہونا چاہیے کہ چھوٹے چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ ہوگا۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗO وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗO (الزلزال:۷۔۸)	تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے گا اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے گا اُسے دیکھے گا۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ	اور ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل کے
(الاحقاف:۱۹)	درجے ہیں۔

آیا کہاں سے نالۂ نَے میں سرورِ مَے
اصل اس کی نَے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نَے؟[۳۳]

[ص۵۷۶]

ہمارا ہر عمل، ہماری شان (نیابت الٰہی) کے مطابق ہونا چاہیے۔ شعر و ادب سے اسی وقت زندگی مل سکتی ہے جب اس کا پیش کرنے والا بھی زندہ ہو۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝	آپؐ فرما دیں کیا برابر ہیں علم والے اور بے علم لوگ؟ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل
(الزمر:۹)	والے ہیں۔

یعنی صحیح بات سے صرف علم والے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

کھینچیں نہ اگر تجھ کو چمن کے خس و خاشاک
گلشن بھی ہے اک سِرِّ سرا پردۂ افلاک!

انسان خواہ خس و خاشاک میں رہے خواہ کسی عیش کے مقام پر، لیکن وہ اپنے منصب کو فراموش نہ کرے کہ وہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے۔ سورۃ الذاریٰت کی آیتیں ۲۰-۲۱ صفحہ ۵۷۳ میں دیکھیں۔

اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر؟

[ص۵۷۸]

علامہ اقبال کے نزدیک ہنر میں بھی قوت اور استحکام ہونا چاہیے۔ رجوع الی اللہ سے بڑی قوت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝	اے میری قوم، اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ

دے گا اور جرم کرتے ہوئے رُوگردانی نہ کرو۔ (ھود:۵۲)

تو ہے میّت! یہ ہنر تیرے جنازے کا امام!
نظر آئی جسے مرقد کے شبستان میں حیات!

[ص۵۷۹]

''مخلوقاتِ ہنر'' نرم ونازک ہوں (اگر دیکھنے میں فردوسِ نظر ہوں) تو وہ ابدیت سے محروم ہیں۔ اگر رجوع الی اللہ ہوگا تو ان میں بھی مضبوطی ہوگی۔ ابھی اوپر سورۂ ہود کی آیت ۵۲ مذکور ہوئی۔ یہی بات ان اشعار میں بھی ہے:

مقصود ہُنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا!

[ص۵۸۰]

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہُنر کیا!

[ص۵۸۱]

اسی لیے وہ اس شاعری یا آرٹ کو ناپسند کرتے ہیں جس سے محفل میں افسردگی پیدا ہو۔

ع جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا![۳۴]

[ص۵۸۱]

اسلامی آرٹ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے اللہ سے (خیر کے لیے) عہد کرلیا ہو۔

وَ اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کرکے نہ توڑو۔

(النحل:۹۱)

ہوتا ہے مگر محنت پرواز سے روشن یہ نکتہ کہ گردوں سے زمیں دُور نہیں ہے!

[ص۵۸۱]

دوسری جگہ فرمایا:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں زمیں!

[ص۶۳۸]

سخت کوشی سے بڑی سے بڑی مشکل آسان ہوجاتی ہے:

لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ نہیں ہے انسان کے لیے مگر جو اس نے سعی

(النجم:۳۹) کی۔

کوشش سے سب کچھ مل سکتا ہے۔

ہو کوہ و بیاباں سے ہم آغوش و لیکن
ہاتھوں سے ترے دامنِ افلاک نہ چھوٹے!

[ص۵۸۲]

ایک مسلمان کو ہر قدم پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہے (البقرہ: آیت ۲۰) اور اس کا ہر کام اسی منصب کے مطابق ہونا چاہیے۔

خاقانی کا شعر نقل کیا گیا ہے:

''خود بوے چنیں جہاں تواں برد کابلیس بماند و بوالبشر مُرد!''

[ص۵۸۳]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

بوے بردن فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب کسی چیز کی اصلیت اور حقیقت کو پا جانا ہے۔ مطلب خاقانی کا یہ ہے کہ اس دنیا کی اصلیت تو اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کی آب و ہوا ابلیس کو تو راس آ گئی جو اَب تک زندہ ہے اور بے چارے آدم کو راس نہ آئی جو یہاں سے رخصت ہو گیا۔[۳۵]

انسان نے اپنا منصب (نیابتِ الٰہی) فراموش کر دیا اور جس مقصد کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا اُسے پسِ پشت ڈال دیا۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریٰت:۵۶) اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ وانس کو مگر صرف میری اپنی عبادت کے لیے۔

انسان جب صرف اللہ کو معبود سمجھتا ہے اور غیر اللہ کا انکار کرتا ہے تو اس میں غیر معمولی اوصاف اور خلیفۃ اللٰہی کمالات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک!
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک!

[ص۵۸۳]

انسان نے ہنوز اپنے مقام کو نہیں سمجھا اور نہ اپنی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (لقمٰن:۲۰)	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمھیں بھر پور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔

اغیار کے افکار و تخیّل کی گدائی!
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

[ص۵۸۴]

جس قوم کے پاس اسلام اور قرآن جیسی نعمت ہو وہ دوسروں کے افکار کی گدائی[۶۳] کرے تو کس قدر بے غیرتی کی بات ہے؟

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۸۲)	تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اللہ پاک کا کلام شروع سے آخر تک یکساں ہے اور تمام کا تمام معجزانہ مضامین سے اور اعلیٰ فصاحت و بلاغت سے پُر ہے۔ پھر غیر اللہ کی گدائی کیوں؟

اگلے صفحے پر بیدؔل کا شعر ہے:

''دل اگر می داشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن
رنگِ مَے بیروں نشست از بسکہ مینا تنگ بود''

[ص۵۸۵]

دل میں وسعت ہو تو کائنات میں بھی وسعت نظر آئے گی۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ	جنھوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع

ہے۔ (الزمر:۱۰)

لیکن جن لوگوں کے دلوں میں عملِ صالح کا جذبہ نہیں وہ تنگ دل ہوتے ہیں اور انھیں زمین بھی تنگ دکھائی دیتی ہے۔

مری نظر میں یہی ہے جمالِ زیبائی
کہ سر بسجدہ ہیں قوت کے سامنے افلاک!
نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نِرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک!
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بیباک!

[ص۵۸۵-۵۸۶]

قوت اور غلبہ والی قوم کا ہر قول اور ہر فعل اپنی قوت اور جوش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اور تم تیار رکھو اُن کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت اور طاقت کی چیزیں۔[۳۷] (الانفال:۶۰)

فطرت کو دکھایا بھی ہے، دیکھا بھی ہے تُو نے
آئینۂ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی!

[ص۵۸۶]

مصوری اور صنعت گری وغیرہ تو ضرور انسان نے سیکھ لی ہے لیکن خودی اور خودگری کا ہنوز مظاہرہ نہیں کیا، ورنہ وہ اپنے منصب کے منافی کام نہ کرتا۔ صالح عمل ہی اس کے منصب کے شایانِ شان ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ جو عمل صالح کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہوگا تو ہم ضرور (دنیا میں) اچھی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے عمل کا بہترین اجر عطا کریں گے۔ (النحل:۹۷)

گویا عملِ صالح جو دونوں جہانوں کے لیے مفید ہے وہ مومن ہی کا ہوسکتا ہے جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے اور غیر اللہ کا منکر ہوتا ہے۔

کھُل تو جاتا ہے مغنّی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پایندہ تو کیا دل کی کشود!
ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود!

[ص۵۸۷]

وہی سرود، وہی سفر یا وہی شے ''حلال'' ہے جو انسان میں زندگی اور ثبات پیدا کر دے اور غفلت میں نہ ڈال دے۔

سورۂ ابراہیم میں ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ	اللہ تعالیٰ مضبوط رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(ابراھیم:۲۷)

اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب!

[ص۵۸۸]

ایسا قول جو قوم کو غفلت میں ڈال دے اور بے عملی سکھائے وہ ''حرام'' ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ٥ (الاعراف:۳۳)	آپ فرما دیں کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو، ان میں جو علانیہ ہیں وہ اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔
وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ	اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے

يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؀ سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (لقمٰن:۶)

مفسرین کے نزدیک ''لھو الحدیث'' اس کھیل یا قول کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈال دے۔ کہانیاں، افسانے، شاعری وغیرہ جو اس طرح کی ہوں وہ سب لہوالحدیث میں شمار ہوں گی۔

ع بلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوّارہ!

[ص۵۸۹]

اسی طرح انسان اپنی قوتِ ایمانی سے بلند ہوسکتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؀ اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت:۶۹)

تاثیرِ غلامی سے خودی جس کی ہوئی نرم اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لَے !

شیشے کی صراحی ہو کہ مٹی کا سبُو ہو شمشیر کی مانند ہو تیزی میں تری مَے !

[ص۵۸۹]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

جس قوم میں طاقت وتوانائی مفقود ہو جائے جیسا کہ تاتاری یورش کے بعد مسلمانوں میں مفقود ہوگئی، تو پھر اس قوم کا نقطۂ نگاہ بدل جایا کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک ناتوانی ایک حسین وجمیل شے ہو جاتی ہے اور ترکِ دنیا موجبِ تسکین۔ اس ترکِ دنیا کے پردے میں قومیں اپنی سستی وکاہلی اور اس شکست کو جوان کا تنازع للبقا میں ہو، چھپایا کرتی ہیں......... [۳۸]

صفحہ ۵۸۷-۵۸۸ کی آیتیں ملاحظہ ہوں۔

ہر لحظہ نیا طُور، نئی برقِ تجلّی اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

[ص۵۸۹]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؀ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا ہوا۔ (البلد:۴)

گویا انسان ہر مشقت اور مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دل آویز اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز

صفحہ ۵۸۹ کا اقتباس اور صفحہ ۵۸۷-۵۸۸ کی آیتیں دیکھیں۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار!

صفحہ ۵۸۸ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۶ مذکور ہوئی۔ ''لہوالحدیث'' کے ذیل میں تمام ''ہنرورانِ ہند'' کے ''کمالات'' آجاتے ہیں کیونکہ وہ سب کے سب:

ع چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند

[ص ۵۹۱]

ان اشعار میں ''مردِ بزرگ'' کی پہچان بتائی ہے:

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق!

قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق!

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو

شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

[ص ۵۹۱]

ا: حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت میں رہنے والوں کی شان کو سورۃ الفتح کی آخری آیت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹) اور جو لوگ حضورؐ کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل ہیں۔

ب: پھر جہاد بالسیف دراصل انسانیت کے سڑے ہوئے عضو پر نشتر ہو تو اس میں خیر ہی خیر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ اے ایمان والو، تم میں جو کوئی اپنے دین

عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ۙ اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۴﴾ (المائدہ:۵۴)

سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ج: حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے رفقا اور صحابہؓ وغیرہ سے فارغ ہوتے تھے، تو ''شمع محفل'' کی طرح سب سے جدا ہو کر اللہ کی عبادت میں منہمک ہو جاتے تھے۔

فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾ (الانشراح:۷۔۸)

تو جب آپؐ فارغ ہو جائیں تو پھر محنت کریں اور اپنے رب کی طرف لگ جائیں۔

زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر　　　خواب میں دیکھتا ہے عالمِ نو کی تصویر!
[ص۵۹۲]

اللہ پاک کی شان یہ ہے:

کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ﴿ۚ۲۹﴾ (الرحمٰن:۲۹)　　اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

اللہ کا نائب بھی ہمہ وقت سرگرمِ عمل رہتا ہے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھتا۔ (حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد ادا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل رہنا بھی عملِ صالح ہی ہے)۔

بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا　　　روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!
[ص۵۹۳]

فرہاد اپنے عمل کی سرگرمی ہی کی وجہ سے فرہاد ہے اسی طرح عملِ پیہم کی وجہ سے انسان انسان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عملِ پیہم اور سخت کوشی سے سبق لینا چاہیے۔

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىہُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ

(الکہف:۶۰) پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (سالہاسال) چلا جاؤں۔

نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود   وہ نَے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں!

[ص۵۹۳]

صفحہ ۵۸۸ میں سورۂ لقمٰن کی آیت ۶ دیکھیں۔

خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی   کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر

ٹھہر ٹھہر کہ بہت دلکشا ہے یہ منظر   ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیِ شمشیر!

[ص۵۹۴]

گرمی، تیزی، قوت اور استحکام ہر وقت مطلوب و محبوب ہے۔ لوط علیہ السلام نے بھی پریشانی کے وقت ظالموں سے بچنے کے لیے قوت اور شدت کی آرزو کی تھی۔ گو کہ وہ موقع اس سے مختلف تھا۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ○ (ھود:۸۰) (لوط علیہ السلام) بولے، اے کاش مجھے تمھارے مقابلے کے لیے قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط رکن کی پناہ میں ہوتا۔

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی ہے   یا نغمۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل!

[ص۵۹۵]

وہ شعر جو زندگی اور بیداری پیدا کرے وہ حیاتِ ابدی کا پیغام ہے۔

سورۂ ابراہیم کی آیت ۲۷ سے اس حیات کا پیام ملتا ہے۔

یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی!

[ص۵۹۶]

ضبط و تحمل بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۳)
اچھی (نرم) بات کہنا اور در گذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ بے نیاز حلم والا ہے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا (النور:۲۲)
اور چاہیے کہ معاف کریں اور در گذر کریں۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ (لقمٰن:۱۷)
اور صبر کرو اس پر جو افتاد تم پر پڑے۔

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضربِ کلیم اللہی!

[ص۵۹۶]

روح میں رقص یعنی عمل کے لیے آمادگی اور بیداری موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا بھی پیغام ہے۔ صفحہ ۵۹۳ میں سورۃ الکہف کی آیت ۶۱ دیکھیے۔

جو حرفِ ''قل العفو'' میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

[ص۵۹۸]

وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ (البقرہ:۲۱۹)
اور لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپؐ فرما دیں کہ جو (ضرورت سے) زائد ہو۔

علامہ اقبال آرزو کرتے ہیں کہ کاش یہ اشتراکیت والے اس آیت پر کاربند ہو جائیں۔

جہانِ مغرب کے بتکدوں میں، کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیّار کی نمائش!

[ص۵۹۹]

مغرب والوں کی زندگی صرف حرص و ہوا کو اپنا مقصد بنائے ہوئے ہے اور ان کی عقل کی تمام عیاری اسی مقصد کے لیے مصروفِ کار ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ وَ مَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ O (البقرہ:۹۶)	اور بے شک تم ضرور انھیں (بدعمل لوگوں کو) پاؤ گے کہ سب سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیے اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کرتوت دیکھ رہا ہے۔

یہ لوگ حرص و ہوا کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں، حالانکہ حرص خیر کے لیے ہونی چاہیے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سورۃ التوبہ میں بیان ہوئی ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ O (التوبہ:۱۲۸)	بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسولؐ جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمھاری بھلائی کے حریص، مسلمانوں پر رأفت اور رحیمی کرنے والے۔

کر تُو بھی حکومت کے وزیروں کی خوشامد
دستور نیا اور نئے دَور کا آغاز
معلوم نہیں ہے یہ خوشامد کہ حقیقت
کہہ دے کوئی اُلّو کو اگر ''رات کا شہباز''

[ص۶۰۰]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَۃٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O (آل عمران:۱۸۸)	ہرگز نہ سمجھنا انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے اُن کی تعریف ہو۔ ایسوں کو ہرگز عذاب سے دُور نہ جاننا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

''شریکِ حکم غلاموں کو کر نہیں سکتے　　خریدتے ہیں فقط ان کا جوہرِ ادراک!''

[ص۶۰۱]

حکومتِ برطانیہ اپنی ہندوستانی رعایا کو مناصب دے کر صرف ان کا ''جوہرِ ادراک'' خریدتی تھی تا کہ اُن کے ادراک وفہم کے مطابق ان کا مداوا بھی کیا جا سکے۔ حکومت میں شریک کرنا ان کا مقصد نہیں تھا۔

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ (النساء:۵۸) اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

لیکن مذکورہ بالا ذہنیت کے لوگوں سے ایسی توقع نہیں تھی۔

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضا مند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ!

[ص۶۰۳]

شعرا، علما اور حکما وغیرہ سب اس طرح تاویلِ مسائل کر رہے ہیں کہ:

ع باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

[ص۶۰۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مداہنت آ گئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت وعزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔[۳۹]

اِنَّھُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ۙ وَّ اَکِیۡدُ کَیۡدًا ۚ ۖ (الطارق:۱۵-۱۶) بے شک وہ اپنا سا داؤں چلتے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں۔

اللہ ہی قوم کا حافظ وناصر ہے۔

وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

[ص۶۰۴]

سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ۙ (الاعلیٰ:۱۰) عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے (اللہ سے)۔

اللہ سے ڈرنے والے فوراً نصیحت مان لیتے ہیں اور عمل کے لیے سرگرم ہو جاتے ہیں۔ وہ آیندہ کے لیے انتظار نہیں کرتے۔

ع زمانہ دار و رسن کی تلاش میں ہے ابھی!

[ص۶۰۴]

مصطفیٰ کمال ہو یا رضا شاہ پہلوی، ہنوز اللہ کے لیے مرنے اور جینے والوں کی ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں (سربراہوں) نے ابھی تک اللہ کے لیے سرفروشی نہیں سیکھی۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ○ (الانعام:۱۶۲)

آپؐ فرما دیں بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس!

[ص۶۰۵]

سیاستِ افرنگ نے ایسے ہزاروں شیطان تیار کر لیے ہیں:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡہِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰہُمۡ ذِکۡرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ○ (المجادلہ:۱۹)

ان پر شیطان نے قابو پا لیا۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی جماعت ہے اور، سنتے ہو، بے شک شیطان ہی کی جماعت خسارے میں ہے۔

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام!

[ص۶۰۵]

علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۴۰]

قُلۡ ھَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ؕ○

آپؐ فرما دیں کہ کیا ہم تمھیں بتا دیں کہ سب

اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ هُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًاO (الکھف:۱۰۳۔۱۰۴)

سے زیادہ ناقص عمل کن لوگوں کے ہیں؟ــــ اُن کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کرر ہے ہیں۔

یہ لوگ قوتِ نفس اور روحِ انسانی کے ترفع کی پروانہیں کرتے۔

حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہوگیا پختہ عقاید سے تہی جس کا ضمیر!

[ص۶۰۶]

سورۃ المائدہ میں ایسے خام عقیدہ لوگوں سے احتراز کا حکم ہے:

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ هُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡکَ ؕ (المائدہ:۴۹)

اور یہ کہ (اے مسلمان) اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان (گمراہوں) کی خواہشوں پر نہ چل اور اُن سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں، کسی حکم میں جو تیری طرف اترا۔

ان گمراہوں کا عمل خود ہی خراب ہے تو وہ کیا کامیاب ہوں گے؟

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے، کبھی چوبِ کلیم!

[ص۶۰۷]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی میں محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ گویا Muhammad in the making (تکمیلِ محمدؐ) کے منازل تھے۔[۱۴۱]

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَO (آل عمران:۸۵)

اور جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔

تہذیب کا کمال، شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش!

[ص ۶۰۷]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

ملکیت، خواہ وہ جمہوریت ہی کی قبا میں پوشیدہ کیوں نہ ہو انسان کو فوز و فلاح سے آشنا نہیں کر سکتی بلکہ انسانی فلاح تمام انسانوں کی مساوات اور حریت میں پنہاں ہے۔ آج ہمیں اس چیز کی ضرورت ہے کہ سائنس کا محلِ استعمال قطعی طور پر بدل دیا جائے۔ ان خفیہ سیاسی منصوبوں سے احتراز کیا جائے جن کا مقصد بھی یہ ہے کہ کمزور و زبوں حال یا ایسی اقوام جو عیاری اور حیلہ گری کے فن میں چنداں مہارت نہیں رکھتیں، صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں۔[۴۲]

مسولینی نے حبشہ کو جس طرح تباہ کیا اس کی ''شرافت'' کسی سے پوشیدہ نہیں۔ علامہ اقبال ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

مسولینی نے حبشہ کو محض جُوع الارض کی تسکین کے لیے پامال کیا۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں حبشہ کی آزادی کو محفوظ رکھا۔ فرق اس قدر ہے کہ پہلی صورت میں خودی کسی قانون کی پابند نہیں۔ دوسری صورت میں قانونِ الٰہی اور اخلاق کی پابند ہے۔[۴۳]

صفحہ ۶۰۵ میں سورۂ مجادلہ کی آیت ۱۹ ملاحظہ کریں۔

ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام یہ ہے کہ:

ع اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو

[ص ۶۰۸]

اس کے لیے بھی سورۃ المجادلہ کی آیت ۱۹ کافی ہے۔

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے!

[ص ۶۰۹]

پیامِ مشرق، ص ۲۶۳ میں جنیوا کی جمعیتِ اقوام کے متعلق فرمایا ہے کہ:

ع بہرِ تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند

اب اقبال مسلمانوں کی جمعیت کے مرکز کے لیے ان اشعار میں فرما رہے ہیں۔ بہرحال

مسلمانوں کی مرکزیت ضروری ہے:

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران:۱۰۳)
اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی، سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

فرہاد کی خاراشکنی زندہ ہے اب تک
باقی نہیں دنیا میں ملوکیتِ پرویز!

[ص۶۱۰]

مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدۡ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا۝ (النساء:۱۲۳)
(مشرکین اور یہود و نصاریٰ میں سے) جو کوئی عمل بُرا کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہ مددگار۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے[۴۴]

[ص۶۱۰]

پیامِ مشرق، ص۳۰۵ میں بھی ہے:

گریز از طرزِ جمہوری، غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

جمہوریت کے دعوے دار لوگ حق کی پروانہ کرتے ہوئے اپنی پارٹی کی تائید کرتے ہیں اور حزبِ اختلاف سے زیادہ ڈرتے ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اُن کی مثال ان منافقوں جیسی ہے جن کا ذکر سورۃ الحشر میں آیا ہے:

لَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَهۡبَةً فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ۝ (الحشر:۱۳)
(اے مسلمانو، وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں) بے شک اُن کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمھارا ڈر ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

مسولینی کی غارت گری سے بھی مغرب والوں کو غیرت دلائی جارہی ہے۔ وہ گویا یوں کہتا ہے:

پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کُشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

[ص۶۱۲]

صفحہ ۶۰۷ میں مسولینی کی جوع الارض کی تسکین کا ذکر آ چکا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ (الانعام:۱۵۱) اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اُسے ناحق نہ مارو۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تُو
مجھ کو تو گِلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے!

[ص۶۱۳]

ہندوستان کے مسلمان کس طرح غلامی کی زندگی سے دوچار ہوئے اور کس قدر ذلیل کیے گئے، اس کی تاریخ ہمیشہ یادگار رہے گی۔ مسلمان سے تو یہی فرمایا گیا تھا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:۵۹) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں سے حاکم ہوں۔

یعنی حاکم بھی تم میں سے ہوں اور وہ بھی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں تو پھر تم ان کی بھی اطاعت کرو، ورنہ نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہی پیام ہے۔

فرنگیوں کی عیاری کا ذکر ہے کہ وہ لوگ ان قوموں کو غیر مہذّب سمجھتے ہیں جہاں اخلاقی برائیاں نہ ہوں:

نظرورانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ وہ سرزمیں مدنیت سے ہے ابھی عاری!

[ص۶۱۴]

لیکن ہمارے لیے یہی حکم ہے:

وَمَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۘ (الحشر:۷) اور جو کچھ تمھیں رسولؐ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اب انگلستان نے ہر برائی کو قانونی جواز دینے کے بعد پچھتانا شروع کیا ہے اور وہاں کے سنجیدہ لوگ دوسرے ملکوں میں منتقل ہونے لگے ہیں۔

متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی   تو ہیں ہراولِ لشکر کلیسیا کے سفیر!
[ص ۶۱۵]

جب فرنگی قوم دوسری قوموں کو ہڑپ کرنا چاہتی ہے تو پہلے اپنے پادریوں کو (عیاری) تبلیغ کے لیے بھیجتی ہے۔

کفارِ قریش جو بدر میں اِتراتے ہوئے اور لوگوں کو فریب دینے کے لیے منصوبہ بنا کر آئے تھے ان کے متعلق سورۃ الانفال کی آیت: ۴۷ ہے وہی اس موقع کے لیے بھی مناسب ہے، یعنی:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○ (الانفال: ۴۷)	اور اُن جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔

شام و فلسطین کے لوگ ترکوں کو جفا پیشہ کہہ کر اُن سے باغی ہوئے اور اب ''فرنگی تہذیب'' کے شکار ہیں۔ اس تہذیب کی عیاری کا ذکر ابھی آ چکا ہے:

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المجادلہ: ۱۹)	ان پر شیطان غالب آ گیا تو اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔ وہ شیطان کی جماعت ہے۔ یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

ایک فرنگی لُرد (Lord) نے جدید تعلیم کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ اس طرح شعر میں دے دیا ہے:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر!

[ص ۶۱۶]

ایسی تعلیم ''کید'' کے ذیل میں آتی ہے:

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (المومن: ۲۵)	اور نہیں ہے کافروں کی چال مگر گمراہی میں (غلطی میں)۔

ایک بحری قزاق، سکندر (بادشاہ) سے کہتا ہے:

ترا پیشہ ہے سفّاکی، مِرا پیشہ ہے سفّاکی
کہ ہم قزاق ہیں دونوں، تُو میدانی، میں دریائی!

[ص ۶۱۷]

''جوع البطن'' یا ''جوع الارض'' کی تسکین کے لیے جس طرح کی سفّاکی کی جائے، مذموم ہے۔[۴۵]

اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَ یَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ (الشوریٰ:۴۲)	مواخذہ اُن پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں۔ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

خوشا وہ قافلہ، جس کے امیر کی ہے متاع
تخیّلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

[ص ۶۱۹]

سورۂ آل عمران میں صحیح امیر (حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم) کی خصوصیات بتائی گئی ہیں:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (آل عمران:۱۶۴)	بے شک اللہ کا بہت بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ہو اگر قوتِ فرعون کی در پردہ مُرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی!

[ص ۶۲۰]

صفحہ ۶۰۳ میں سورۃ الطارق کی آیتیں ۱۵-۱۶ دیکھیں۔

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام!

[ص۶۲۱]

صفحہ۴۹۹ میں فرما چکے ہیں:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اللہ کے آگے جھکنے کے لایق وہی ہے جو پہلے غیر اللہ کی نفی کرے۔کلمہ طیبہ ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ (الزمر:۶) وہ ہے اللہ تمھارا رب، اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔

یہ جذبہ پیدا ہو تو پھر بندے میں غیر معمولی قوت پیدا ہوتی ہے۔

سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے!

[ص۶۲۲]

انسان اسی وقت خلیفۃ اللہ ہوسکتا ہے جب وہ غیر اللہ کی نفی کرے اور اپنے اندر وہ جذبہ پیدا کرے جو غیر اللہ کی نفی سے تمام غیر اللہ پر غالب ہونے کے لیے ہو، کیونکہ غلبہ اور بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے۔

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ۝ (المجادلہ:۲۱) اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول۔ بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے۔

ع جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

[ص۶۲۲]

مشرق اور مغرب کے لوگوں کو قلبِ سلیم اور نظرِ بصیرت کی محرومی ہے۔

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ہَوٰىہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَ قَلۡبِہٖ وَ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا اور اللہ نے اُسے باوصف علم کے،

جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّھۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۲۳)	گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا۔ تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے؟ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

دنیوی حاکم چاہتا ہے کہ غلام کو غلامی پہ رضامند رکھے۔

رکھنے لگا مُرجھائے ہوئے پھُول قفس میں
شاید کہ اسیروں کو گوارا ہو اسیری!

[ص۶۲۳]

اگر غلام میں بصیرت ہو تو وہ ایسے حاکم کی عیاری کو سمجھ سکتا ہے۔ ع

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند

[ص۱۴۱]

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰىہُ وَ کَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا ○ (الکہف:۲۸)	اور اس کی اطاعت مت کرو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

محراب گُل افغان کے افکار

علامہ اقبال لکھتے ہیں: ''محراب گل محض فرضی نام ہے''۔[۴۶]

محراب گل کہتا ہے:

اے مرے فقرِ غیور فیصلہ تیرا ہے کیا خلعتِ انگریز یا پیرہنِ چاک چاک!

[ص۶۲۶]

مسلمان سوائے خدا کے کسی کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ انگریز چاہتا تھا کہ پٹھانوں کو خرید لے لیکن وہ خریدے نہ جاسکے۔ صفحہ ۶۲۲ کی آیتیں دیکھیں۔

رہے گا تُو ہی جہاں میں یگانہ ویکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لا شریک لہٗ
[ص ۶۲۷]

صفحہ ۶۲۲ کی آیتیں یہاں کے لیے بھی دیکھیں۔

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں ہے کہ یہ چار سُو بدل جائے!
[ص ۶۲۷]

اگر تم صحیح معنی میں نیابتِ الٰہی کا احساس پیدا کر لو اور اسی منصب کے مطابق عمل کرو تو یہ دنیا ہی نئے سرے سے تعمیر ہو جائے کیونکہ تمھارے لیے تو ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط (لقمٰن:۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمھیں بھرپور اپنی نعمتیں دیں ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی۔

حاجت سے مجبور مردانِ آزاد کرتی ہے حاجت شیروں کو روباہ!
محروم خودی سے جس دم ہوا فقر تو بھی شہنشاہ، میں بھی شہنشاہ!
[ص ۶۲۸]

غیر اللہ کی محتاجی ایک مردِ مومن کو ذلیل کر دیتی ہے۔ اگر غیرت مند خودی ہو (اور اللہ کے سوا کسی کو خاطر میں نہ لایا جائے) تو وہ ایسی دولت ہے جس سے مردِ مومن شہنشاہ بن سکتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

(الزمر:۳۶)

وہ علم نہیں، زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو!

صفحہ ۶۲۲ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۳ مذکور ہے جس میں ایسے علم کا ذکر ہے جس سے دنیوی خواہش کو معبود بنایا جاتا ہے۔

فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہُنر مند شام اس کی ہے مانندِ سحرِ صاحبِ پرتَو!
[ص ۶۲۹]

جو شخص غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اس کے لیے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے اور وہ فطرت کی پوشیدہ قوتوں کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی بلند تسخیری کی صلاحیتوں کا ذکر سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ میں آ چکا ہے۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
[ص ۶۳۰]

خوددار شخص اگر سخت کوش ہے تو وہ کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ وہ خود ایسے کمالات تک پہنچ سکتا ہے جہاں غیر اللہ کے غلام کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے بھی سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰، اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳ دیکھیں

لیکن اے شہباز یہ مرغانِ صحرا کے اچھوت
ہیں فضائے نیلگوں کے پیچ و خم سے بے خبر!
ان کو کیا معلوم اس طائر کے احوال و مقام
روح ہے جس کی دمِ پرواز سر تا پا نظر!
[ص ۶۳۲]

مردِ مومن کو اقبال نے شاہباز (شاہین) سے تشبیہ دی ہے:
۱۔ خوددار اور غیرت مند ہے کہ اَور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا؟
۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا؛
۳۔ بلند پرواز ہے؛
۴۔ خلوت پسند ہے؛
۵۔ تیز نگاہ ہے۔[۴۷]

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مُردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!

پرورش دل[۴۸] کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس!
[ص۶۳۳]

کالج کے طلبہ میں فرنگیوں کی روح تو نظر آ جائے گی لیکن صحیح تربیت والا دل نظر نہیں آتا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار اشخاص کی تربیت فرمائی تھی۔ صفحہ ۶۱۹ میں سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۴ دیکھیں اور صفحہ ۶۲۲ میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۳ بھی دیکھیں جہاں غلط قسم کے علم کا ذکر ہے۔

اگر ہو جنگ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری!
[ص۶۳۳]

قوم کے نوجوانوں کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور صحابہؓ کی طرح ہونا چاہیے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

اور جو لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل۔

مردِ بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا گلہ بندۂ حُر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش
[ص۶۳۴]

وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ (البقرہ:۲۱۶)

اور قریب ہے کہ تمھیں کوئی بات بُری لگے اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ تمھیں کوئی بات پسند آئے اور وہ تمھارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نہیں ہنگامۂ پیکار کے لائق وہ جواں جو ہوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش!
[ص۶۳۴]

جو شخص تن آسان ہو اور مدہوش (بے عمل) ہو وہ مشکلات کا مقابلہ کیونکر کر سکے گا؟

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌO (البقرہ:۲۱۸)	بے شک وہ جو ایمان لائے اور وہ جنھوں نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمتِ الٰہی کے امید وار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہی لوگ مشکل پسند اور سخت کوش ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔

لا دینی و لاطینی! کس پیچ میں الجھا تُو!　　دارُو ہے ضعیفوں کا لَا غَالِبَ اِلّا ھُو

[ص ۶۳۴]

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (یوسف:۲۱)	اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔
کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ (المجادلہ:۲۱)	اور اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول بھی۔

جب اللہ ہی سب پر غالب ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا راستہ کہاں صحیح ہو سکتا ہے؟

بے اشکِ سحر گاہی، تقویمِ خودی مشکل　　یہ لالۂ پیکانی خوشتر ہے کنارِ جو!

[ص ۶۳۵]

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِہٖ نَافِلَةً لَّکَ ۖ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاO (بنی اسرائیل:۷۹)	اور رات کے کچھ حصے میں تہجّد کرو۔ یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں مقامِ محمود عطا کرے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تہجد فرض تھی اور ان کے غلاموں کے لیے یہ سنّت ہے اور بلند مدارج کے حصول کا ذریعہ بھی۔

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی　　بازو ہے قوی جس کا وہ عشق یداللّٰہی!
جو سختیِ منزل کو سامانِ سفر سمجھے　　اے وائے تن آسانی! ناپید ہے وہ راہی!

[ص ۶۳۶]

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍO (البلد:۴)	بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں رہتا۔

سورۃ الکہف : آیت ۶۰ میں موسیٰؑ کی سخت کوشی کا ذکر ہے جو ہمارے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی کی دشواری سے متعلق ارشاد ہے:

وَ ھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ (والتین:۳) اور اس امان والے شہر کی قسم یعنی میرے امینؐ کے شہر کی قسم۔

خود دار نہ ہو فقر تو ہے قہرِ الٰہی ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہیدِ امیری!
افرنگ ز خود بے خبرت کرد وگرنہ اے بندۂ مومن تُو بشیری! تُو نذیری!

[ص ۶۳۷]

مسلمان، غیراللہ کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ وہ تو عالم کے لیے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں بشیری اور نذیری کے لیے آیا ہے:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○ (السبا:۲۸) اور آپؐ کو ہم نے نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری سناتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی!

[ص ۶۳۷]

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا (آل عمران:۱۰۳) اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں زمیں!

[ص ۶۳۸]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار لوگوں کو صحابہؓ بنا دیا جن کے قدموں کی خاک کے برابر بڑے سے بڑا ولی نہیں ہوسکتا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم زدن میں زمان و مکان کی حدود سے آگے عرش کا سفر کیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز اسی واقعے سے ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا	پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو لے گیا راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصا تک۔ (بنی اسرائیل:۱)

سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اس واقعے سے متعلق ہیں۔ پھر سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۱۳، انسان کی بلندترین صلاحیتوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے   کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
[ص ۶۳۹]

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات:۱۳)	اے لوگو، ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے بنایا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

کھُلے ہیں سب کے لیے غریبوں کے میخانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں!
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تری
ترے بدن میں اگر سوزِ لَا اِلٰہ نہیں!

[ص ۶۴۰]

مغربی علوم حاصل کرنا گناہ نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور غیر اللہ کے منکر ہیں۔ سورۃ الحج میں غیر اللہ کو پوجنے والوں کو صحیح علم سے محروم قرار دیا گیا ہے:

وَ یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا وَّ مَا لَیۡسَ لَھُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ (الحج:۷۱)	اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا، جس کی سند نہیں اتاری اس نے، جس کی خبر نہیں ان کو۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی   یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!
[ص ۶۴۰]

مشکل پسند لوگ ہی فطرت کے مقاصد کو سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ صفحہ ۶۳۶ کی آیتیں دیکھیں۔

ع بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

[ص۶۴۱]

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!

[ص۶۴۱]

دین کا جوش اتنی قوت رکھتا ہے کہ باطل اس کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے:

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ○ (بنی اسرائیل:۸۱)

اور آپؐ فرما دیں کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

❁❁❁

حوالے اور حواشی

۱- اقبال نامہ: (اول) ص ۳۸۰-۳۸۱۔
۲- رسالہ صحیفہ اقبال نمبر۔ حصہ اوّل اکتوبر ۱۹۷۳ء ص ۱۷۳۔
۳- فقیر سیّد وحید الدین، روز گارِ فقیر لاہور، ۱۹۶۶ء۔ ص ۱/ ۱۸۳۔
۴- اقبال نامہ: (اول) ص ۲۰۱-۲۰۲۔
۵- بحوالہ رسالہ فکر و نظر اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۹۔
۶- حکیم خاقانی کی تحفۃ العراقین سے۔
۷- اقبال نامہ: (اول) ص ۳۱۔
۸- اسی ضربِ کلیم ص ۶۳۸ میں ہے:

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیرِ پر آگیا تو یہی آسماں زمیں

۹- اقبال نامہ: (اول) ص ۲۴۔
۱۰- ایضاً ص ۳۴۔
۱۱- ایضاً ص ۲۹۷۔
۱۲- ایضاً ص ۳۴-۳۵۔
۱۳- ایضاً ص ۲۰۱-۲۰۲۔
۱۴- ایضاً ص ۲۳۱۔
۱۵- ایضاً ص ۲۰۳-۲۰۴۔
۱۶- ایضاً ص ۴۶۴-۴۶۵۔
۱۷- ایضاً ص ۲۵۰۔
۱۸- ایضاً ص ۷۸-۷۹۔
۱۹- ایضاً ص ۲۳۱۔
۲۰- رسالہ صحیفہ اقبال نمبر حصہ اوّل، اکتوبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۷۲، دیکھیں مکتوباتِ مجددی، ص ۱/ ۱۴۷۔
۲۱- اسی تقوی القلوب کو اقبال کی اصطلاح میں عشق کہیں گے۔ دیکھیں سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ) ۱۹۵۲ء، ۵/ ۴۲۸۔
۲۲- اقبال نامہ: (اول) ص ۳۳، پھر ص ۵۰ میں لکھتے ہیں:
میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے جورس پروڈنس (اصولِ

فقہ) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدّد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔

۲۳- اقبال نامہ: (دوم)، ص۸۰۔

۲۴- اقبال نامہ: (اول)، ص۲۰۱۔

۲۵- ایضاً، ص۲۴۶۔

۲۶- ایضاً، ص۲۰۱-۲۰۲۔

۲۷- ایضاً، ص۳۴۔

۲۸- رسالہ جوہر۔ جامعہ دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، ص۱۹۔۲۱۔

۲۹- اقبال نامہ: (دوم)، ص۵۹۔۶۰۔

۳۰- ان لوگوں کے عمل اکارت ہونے کی پیش گوئی اقبال نے صفحہ ۷۵ میں بھی کی ہے:

وہ بزمِ عیش ہے مہمان یک نفس دو نفس
چمک رہے ہیں مثالِ ستارہ جس کے ایاغ

۳۱- حضرت مجدد کے متعلق انھوں نے انگلستان میں بھی تقریر کی تھی (اقبال نامہ: (اول)، ص۴۴۲-۴۴۳) اور اپنے انگریزی خطبے نمبر ۷ میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ اقبال نامہ: (اول)، ص۹۷ اور بالِ جبریل کے اشعار بھی ان کی تعریف میں ہیں۔

۳۲- نظامی گنجوی (سکندر نامہ) تو یہاں تک فرما گئے ہیں:

اگر نیک بودے سر انجامِ زن
زنان را مزن نام بودے نہ زن

۳۳- رومی فرماتے ہیں:

بشنو از نَے چوں شکایت می کند
از جدائی ھا شکایت می کند
خشک تار خشک چوب و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

۳۴- اقبال نامہ: (اول)، ص۲۴، ۴۴۔۴۵۔

۳۵- ایضاً، ص۳۲-۳۳۔

۳۶- اقبال لکھتے ہیں:

عہدِ جدید کا ایک مسلمان اہلِ علم جب ان مسائل (معاش و معاد) کو مذہبی تجربات اور افکار کی روشنی میں بیان کرتا ہے جن کا مبدا اور سرچشمہ قرآن مجید ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پرانے حقایق کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے''۔ ((اقبال نامہ: (اول)، ص۴۳۷۔۴۴۷)

۳۷- صحیح مسلم، ص۴۱۵ میں ہے:

المؤمن القوی خیرٌ و احبُ الی اللّٰہ من المؤمن الضعیف قوی مومن کمزور مومن سے خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ ایک اور حدیث ہے:

ان اللّٰہ یحب معالی الامور و یبغض سفسافھا بے شک اللہ بلند کاموں کو پسند کرتا ہے اور حقیر کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔

۳۸- اقبال نامہ: (اول)، ص۴۴-۴۵۔

۳۹- ایضاً، ص۲۵۰۔

۴۰- ایضاً، ص۲۰۱-۲۰۲۔

۴۱- رسالہ فکر و نظر اسلام آباد۔ اگست ۱۹۷۶ء، ص۱۱۹۔

۴۲- اقبال نامہ: (اول)، ص۴۷۰۔

۴۳- ایضاً، ص۲۰۲۔

۴۴- اس کے بعد یہ شعر سوریا سے متعلق آتا ہے:

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے
مے و قمار و ہجومِ زنانِ بازاری!

آج ان عیوب کی وجہ سے جو قہرِ الٰہی نازل ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

۴۵- اقبال نامہ: (اول)، ص۲۰۲۔

۴۶- ایضاً، ص۳۳۔

۴۷- ایضاً، ص۲۰۵۔

۴۸- اورنگ زیب نے اپنے ایک شہزادے کو محل کی تعمیر پر (ایک رقعے میں) مبارکباد دیتے ہوئے یہ لکھا:
اما تعمیرِ دل نہ کردیم۔

❁❁❁

ارمغانِ حجاز

(پہلی اشاعت: ۱۹۳۸ء)

ارمغانِ حجاز

پہلی اشاعت ـــــ ۱۹۳۸ء

علامہ اقبال ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء کو سر سیّد راس مسعود کو لکھتے ہیں:

........میری صحت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ آواز میں بھی فرق آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ دربارِ رسالت میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے، قبول ہوگا۔ امسال دربارِ حضورؐ میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آ گئے۔ ان شاء اللہ امید ہے کہ سال (آیندہ) حج بھی کروں گا اور دربارِ رسالت میں بھی حاضری دوں گا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کریں گے۔ یہ تحفہ بھی اعلیٰ حضرت (نواب بھوپال) کی نذر کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ انھیں عمرِ دراز عطا فرمائے..........

(اقبال نامہ (اول)، ص ۳۸)

پھر ۱۱ر اگست ۱۹۳۷ء کو سیّد غلام میراں شاہ کو لکھتے ہیں:

........حجِ بیت اللہ کی آرزو تو گزشتہ دو تین سال سے میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے استطاعت عطا فرمائے تو یہ آرزو پوری ہو۔ اور اگر آپ رفیقِ راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو۔ عراق کی راہ جائیں تو بہت سے مقدس مقامات کی زیارت ہو جاتی ہے لیکن بغداد سے مدینہ تک چھ سو میل کا طویل سفر ہے جو لاری میں کرنا پڑتا ہے۔ صحرائی سفر بہت دشوار ہے...........

(ایضاً، ص ۲۲۵)

۲ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو پھر سیّد غلام میراں شاہ کو ان کے سفرِ حج کے موقع پر لکھتے ہیں:

........میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضورؐ کے روضۂ مبارک پر یاد بھی کیا جا سکوں۔ تاہم حضورؐ کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے: الطالح لی یعنی گنہ گار میرے لیے ہے۔ امید ہے کہ آپ اُس دربار میں پہنچ کر مجھے فراموش نہ فرمائیں گے......

(ایضاً، ص ۲۲۸-۲۲۹)

ارمغانِ حجاز

حضورِ حق

خوش آں راہی کہ سامانے نگیرد　　　دلِ اُو پندِ یاراں کم پذیرد
بہ آہے سوز ناکش سینہ بکشائے　　　زیک آہش غمِ صد سالہ میرد!
[ص ۸۸۵]

فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی　(البقرہ:۱۹۷)　پس بے شک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔
یہ تقویٰ اگر تقویٰ القلب[۱] ہے جو اقبال کے یہاں عشق سے تعبیر کیا گیا ہے تو بے شک اس کی بدولت بڑی سے بڑی مشکل حل ہوسکتی ہے اور بڑے سے بڑا غم غلط ہوسکتا ہے۔
وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ۚ　(لقمٰن:۱۷)　اور استقلال اختیار کر اُس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

دلِ ما بیدلاں بُردند و رفتند　　　مثالِ شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عاماں در آمیز　　　کہ خاصاں بادہ ہا خوردند و رفتند
[ص ۸۸۷]

موجودہ قوم کو پست ہمت بنا دیا گیا ہے گو کہ جنھوں نے بنایا ہے وہ بھی اب نہیں رہے۔
علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور

روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۲]

ان کی مثال (جنھوں نے قوم کو پست بنایا ہے) ایسی ہی ہے جن کا ذکر سورۃ الفرقان میں ہے کہ ایسے معبود اللہ کے سامنے کہیں گے:

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآئَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا٥	لیکن تُو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو آسودگی دی یہاں تک کہ وہ یاد (اللہ کی) کو بھلا بیٹھے اور وہ خود ہی برباد ہو گئے۔ (الفرقان:۱۸)

اب ''عام'' لوگ (''خاص'' کے برعکس) اللہ سے یہی دعا کرتے، ہیں:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَاۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ	اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیج جیسے ہم سے پہلے کے لوگوں پر تُو نے بھیجے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈال جس کی ہم کو سہار نہ ہو۔ (البقرہ:۲۸۶)

سخن ہا رفت از بود و نبودم — من از خجلت لبِ خود کم کشودم

سجودِ زندہ مرداں می شناسی — عیارِ کارِ من گیر از سجودم!

[ص ۸۸۷]

انسان کے فانی ہونے کی گفتگو کو میں خاموشی اور خجالت سے سنتا رہا لیکن ''زندہ مرد'' جب سجدہ کرتا ہے تو کائنات لرز جاتی ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کا انکار پہلے کرتا ہے پھر اللہ کے آگے جھکنے کے لائق بنتا ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸) اور مت پکار اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا۔

یہ حکم اسی لیے ہے کہ ''غیرِ خدا'' ہر طاقت کا انکار کیا جائے۔ ایسا انکار کرنے والا وہ ''زندہ مرد'' ہے جو صرف اللہ کے آگے جھکنے کا سب سے بڑا معیار قائم کر دیتا ہے:

ع خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

[بال جبریل، ص ۳۸۲]

دلِ من در کشادِ چون و چند است — نگاہش از مہ و پرویں بلند است

بدہ ویرانۂ در دوزخ او را — کہ ایں کافر بسے خلوت پسند است!

[ص ۸۸۸]

میرا دل تنہائی میں ''کشادِ چون و چند'' میں لگا رہتا ہے اور ایسی زندگی اگر اسے دوزخ میں بھی ملے تو ہرج نہیں کیونکہ ساری کائنات اس کی ہے اور اس کے لیے بنائی گئی ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ:۲۹) وہ ذاتِ پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ (لقمٰن:۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمھیں بھر پور اپنی نعمتیں دیں، ظاہر اور چھپی ہوئی۔

سورۃ الجاثیہ میں بھی اس طرح کا مضمون ہے۔

چہ شور است ایں کہ در آب و گِل افتاد
ز یک دل عشق را صد مشکل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
بمن رحمے کہ کارم با دل افتاد!
[ص۸۸۸]

انسان کو احکامِ الٰہیہ کی امانت دی گئی:

وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ (الاحزاب:۷۲) اور انسان نے اسے اٹھالیا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

سخت کوشی انسان کی فطرت میں ہے ورنہ وہ بارِ امانت نہیں اٹھا سکتا تھا۔

جہاں از خود بروں آوردۂ کیست؟
جمالش جلوۂ بے پردۂ کیست؟
مرا گوئی کہ از شیطاں حذر کن
بگو با من کہ او پروردۂ کیست؟
[ص۸۸۸]

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو

اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ بَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ○ (البقرہ:۱۶۴)

لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ ابر سے اتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جاندار اور ہواؤں کے پلٹانے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مطیع ہیں، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ (الاعراف:۲۷)

اے اولادِ آدم، نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا نکالا تمھارے ماں باپ کو بہشت سے۔

شیطان کہے گا کہ لوگ خود ہی بہک گئے اور میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ سورۂ ابراہیمؑ آیت ۲۲؛ سورۃ الحشر آیت ۱۶ میں یہ بحث ہے اور سورۂ ص کے آخر میں شیطان کے استکبار کا پورا واقعہ مذکور ہے۔

دلِ ابلیس ہم نتوانم آزرد　　　گناہِ گاہ گاہِ من صوابیست

[ص۸۸۹]

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ (الانعام:۱۰۸)

اور تم برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔

اے اللہ ہم تیرے ہو کر تیرے کرم سے کیوں محروم ہیں؟

اگر این ست رسمِ دوستداری　　　بدیوارِ حرم زن جام و مینا

[ص۸۸۹]

اقبال نیازمندانہ طور پر عرض کرتے ہیں کہ اگر ہم پر کرم نہیں ہے تو اپنے جام و مینا اپنے پاس ہی رکھے رہنے دے (یعنی اس کے برعکس یوں کہنا چاہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو معاف کر دے اور ہم پر کرم کر دے)۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ (البقرہ:۲۸۶) اے رب ہمارے، نہ پکڑ ہم کو اگر بھُولیں یا چوکیں۔

سجود از ما چہ میخواہی کہ شاہاں خراجِ از دہِ ویراں نہ گیرند
[ص۸۹۰]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؁ (الذاریٰت:۵۶) اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ اور انسان کو مگر صرف یہ کہ میری عبادت کریں۔

اقبال صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم کیا اور ہمارا سجدہ کیا؟

من از غمہا نمی ترسم و لیکن مدہ آں غم کہ شایانِ دلے نیست
[ص۸۹۰]

ہم تیرے ہیں، تو ہمارے دل کی شان کے مطابق صرف تیرا غم ہی ہمیں زیب دیتا ہے اور صرف یہی غم ہمیں مطلوب ہے۔

يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ:۵۴) اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔

مے من از تنک جاماں نگہ دار شرابِ پختہ از خاماں نگہ دار
شرر از نیستانے دُور تر بہ بخاصاں بخش واز عاماں نگہ دار!
[ص۸۹۰]

ع دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر
[ص۸۹۰]

ہم کو ہماری شان (نیابتِ الٰہی) کے مطابق نواز دے۔

وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ (الاحزاب:۷۲) اور انسان نے اسے اٹھایا۔

اسی لیے انسان کو ایسا دیا کہ کوئی اور مخلوق لے بھی نہیں سکتی۔

صفحہ ۸۸۸ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹؛ سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۰ وغیرہ بھی دیکھیں۔

ازاں از لا مکاں بگریختم من کہ آں جا نالہ ہائے نیم شب نیست
[ص۸۹۱]

صرف انسان کو عشق اور ''نالہ ہائے نیم شب'' نصیب ہوئے ہیں جو لامکاں میں اُسے نہ مل سکتے تھے۔ اوپر سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲، اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۹ مذکور ہوئیں۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (البقرہ:۳۶) اور تمھارے لیے زمین میں قیام ہے اور متاع ہے ایک وقت تک۔

یہ متاع دنیا کے لیے بھی ہے اور آخرت کے لیے بھی ہے اور ''نالہ ہائے نیم شب'' انسان ہی کے حصے میں ہیں۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝ۭ (المزمل:۶) بے شک رات کا اٹھنا روندتا ہے (نفس کو) اور سیدھی نکلتی ہے بات۔

زمن ہنگامۂ دہ ایں جہاں را دگرگوں کن زمین و آسماں را
ز خاکِ ما دگر آدم بر انگیز بکُش ایں بندۂ سُود و زیاں را

[ص۸۹۱]

آج کا مسلمان دنیا کے سود و زیاں میں پڑ گیا ہے اور اپنی صلاحیتیں پسِ پشت ڈال چکا ہے جن سے وہ زمین و آسمان میں ایک ہنگامہ پیدا کر سکتا ہے اور بڑے بڑے کام انجام دے سکتا ہے۔ اب ایسے مسلمان پیدا فرما دے۔

و لیکن گر بہ ایں ناداں بگوئی خرے را اسب تازی گو، نہ گویم!

[ص۸۹۲]

سورۃ الکہف میں کئی جوانوں کا احوال مذکور ہے جنھوں نے اپنے بادشاہ کے سامنے بتوں کا انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ:

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا (الکہف:۱۴) ہمارا رب ہے رب آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہ پکاریں گے اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود۔

مردِ مومن ہر حالت میں حق ہی بولتا ہے۔

دلے در سینہ دارم بے سرُ ورے نہ سوزے در کفِ خاکم، نہ نُورے
بگیر از من کہ بر من بارِ دوش است ثوابِ ایں نمازِ بے حضُورے!

[ص۸۹۲]

وہ نماز ہی کیا جس میں حضور نہ ہواور وہ دل ہی کیا جس میں سُرور نہ ہو۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ ۙ (المومنون:۱۔۲)

تحقیق، فلاح پا گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں۔

تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ (الزمر:۲۳)

بال کھڑے ہوتے ہیں اس (قرآن) سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہوتی ہیں اُن کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

چہ گویم قصۂ دین و وطن را | کہ نتواں فاش گفتن ایں سخن را
مرنج از من کہ از بے مہریِ تو | بِنا کردم ہماں دیرِ کہن را

[ص ۸۹۲]

ہم نے دین اور وطن کے تصوّر ہی کو بدل دیا ہے۔ سورۃ الحج میں ہماری حالت بتائی گئی ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ ۨاطۡمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۨانۡقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ ؕ (الحج:۱۱)

اور بعض شخص ہے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کی کنارے پر۔ پھر اگر مل گئی اس کو بھلائی (تو) چین پکڑا اس پر۔ اور اگر مل گئی اس کو جانچ (آزمائش)، پھر گیا اُلٹا اپنے منہ پر۔ گنوائی دنیا اور آخرت۔

مسلمانے کہ در بندِ فرنگ است | دلش در دستِ او آساں نیاید
ز سیمائے کہ سودم بر درِ غیر | سجودے بوذرؓ و سلماںؓ نیاید

[ص ۸۹۳]

مسلمان اللہ کا ہو کر فرنگ (غیر اللہ) کا ہو جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيۡهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوۡنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد ہے اور ایک اور شخص ہے کہ وہ پورا

ایک ہی شخص کا ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے؟ (الزمر:۲۹)

سجودے دہ کہ از سوز و سرورش   بہ وجد آرم زمین و آسماں را
[ص۸۹۳]

صفحہ ۸۹۲ میں سورۃ الزمر کی آیت ۲۳ دیکھیں۔

اسی صفحے میں ہے:

سحر جاوید را در سجدہ دیدم   بہ صُبحش چہرۂ شامم بیارائے
[ص۸۹۳]

زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کے لیے دعا کی تھی۔ اقبال بھی جاوید (اور قوم کے نوجوانوں) کے لیے دعا کرتے ہیں:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ٥ (آل عمران:۳۸)   اے رب میرے، عطا کر مجھے اپنے پاس سے اولادِ پاکیزہ۔ بے شک تُو سننے والا ہے دعا۔

بسے نادیدنی را دیدہ ام من   مرا اے کاشکے مادر نہ زادے
[ص۸۹۴]

لُوط علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی:

قَالَ اِنِّیۡ لِعَمَلِکُمۡ مِّنَ الۡقَالِیۡنَ ٥ رَبِّ نَجِّنِیۡ وَ اَهۡلِیۡ مِمَّا یَعۡمَلُوۡنَ ٥ (الشعراء:۱۶۸۔۱۶۹)   (لُوط علیہ السلام نے) کہا، میں تمھارے عمل سے البتہ بیزار ہوں۔ اے رب! خلاصی دے مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں۔

دریں بتخانہ اولادِ براہیم   نمک پروردۂ نمرود تا چند
[ص۸۹۴]

سورۂ یونس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا مذکور ہے:

وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّکَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَاَهٗ زِیۡنَةً وَّ اَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا   اور کہا موسیٰ نے، اے رب ہمارے، تو نے دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ (یونس:۸۸)	اور مال دنیا کی زندگی میں، اے رب! اس واسطے کہ بہکا دیں تیری راہ سے۔ مٹا دے ان کے مال اور سخت کر ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھیں دُکھ کی مار۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید — نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے — دگر دانائے راز آید کہ ناید
[ص۸۹۴]

حضرت زکریا علیہ السلام نے پوری زندگی دعوتِ اسلامی میں صرف کی، لیکن آخر میں کوئی جانشین نظر نہ آتا تھا تو آپ نے اپنا اور آلِ یعقوب کا جانشین عطا کرنے کی درخواست کی۔ علامہ اقبال کے دل میں یہی آرزو مچل رہی تھی۔

زکریا علیہ السلام کی دعا ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:۵-۶)	پس بخش مجھے اپنے پاس سے ایک جانشین جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی جگہ بیٹھے۔

ضمیرِ اُمتاں را می کند پاک — کلیمے یا حکیمے نَے نوازے
[ص۸۹۵]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

.....ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے، ہمارے تنازعات کا فیصلہ کرے اور بین المِلّی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کرے'' (پھر پروفیسر میکنزی کے اقتباس میں سے ہے کہ): ''غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہدِ نَو کے شاعر کی ضرورت ہے یا ایک ایسے شخص کا وجود ہمارے لیے مفید ثابت ہوگا جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے متصف ہو۔ عہدِ ماضی کے شاعروں نے ہمیں فطرت سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انھوں نے ہمیں اس قدر ژرف نگاہ بنا دیا ہے کہ ہم مظاہرِ فطرت میں انوارِ ربانی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ابھی ایک ایسے شاعر کے منتظر ہیں جو ہمیں اسی وضاحت کے ساتھ پیکرِ انسانی میں صفاتِ الٰہی کے جلوے دکھا دے.........[۳]

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝ۙ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰىهَا ۝ۙ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝ۙ وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۝ؕ (الشمس:۷۔۱۰)

اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس کی بدکاری اور پرہیز گاری کا اس کو القا کیا۔ یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اسے پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا۔

انسان کے اندر فسق و فجور اور تقویٰ دونوں کی صلاحیتیں پیدا کی گئی ہیں لیکن تزکیہ حاصل کرنے والوں کے لیے فلاح ہے اور یہ فلاح دراصل قرآن ہی سے حاصل ہو سکتی ہے خواہ اسے کوئی شخص کسی انداز سے پیش کرے۔

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ وَ يُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَبِيۡرًا ۝ۙ

(بنی اسرائیل:۹)

یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ان کو جو یقین لائے اور نیکیاں کیں کہ اُن کو ہے بہت بڑا اجر۔

متاعِ من دلِ درد آشنائے است — نصیبِ من فغانِ نارسائے است
بخاکِ مرقدِ من لالہ خوشتر — کہ ہم خاموش و ہم خونیں نوائے است

[ص۸۹۵]

مرنے کے بعد بھی ایک عاشق اپنی فغانِ نارسا کے اظہار کے لیے ''خونیں نوا'' لالہ کو پسند کرتا ہے یعنی ازل سے ابد تک عشق ہی عشق اسے مطلوب ہے۔ ایسے عاشق شہید ہوتے ہیں تو زندہ رہتے ہیں۔

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۝ۙ فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ

(آل عمران:۱۶۹۔۱۷۰)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں۔ ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں میں اولیا بھی شمار ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۴ کے حاشیے میں بحث کی ہے۔ ''خونیں نوا'' سے اقبال کا اشارہ بھی شہدا کی طرف ہے۔

دمِ خود را دمیدی اندراں خاک کہ غیر از خوردن و مُردن نداند
[ص ۸۹۵]

تم کھانے اور مرجانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ یہ تو جانوروں کا کام ہے۔ تم کو بارِ امانت دیا گیا ہے اور تمھارے بدن میں دل دیا گیا ہے جو عملِ صالح کے لیے آمادہ کرتا ہے اور تقوی القلب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس خیر کے لیے شدت اختیار کی جائے۔

جو لوگ صرف کھانا اور مرجانا ہی عینِ حیات سمجھتے ہیں وہ جانوروں جیسے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ o (الاعراف:۱۷۹) یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے) زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ بصورت ماندہ و معنی ندیدہ
[ص ۸۹۵]

وہ دل بے کار ہے جو کہنے کو تو دل ہے لیکن حقیقت میں اس کی صلاحیتیں مفقود ہیں۔ سورۂ ق میں قلب اُسی کو کہا گیا ہے جس میں حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَ ھُوَ شَھِیْدٌ o (ق:۳۷) اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا لگا دے کان، دل لگا کر۔

نداند جبرئیل ایں ہائے و ہُو را کہ نشناسد مقامِ جستجُو را!
پرس از بندۂ بیچارۂ خویش کہ داند نیش و نوشِ آرزُو را!
[ص ۸۹۶]

''نیش و نوشِ آرزو'' انسان ہی رکھتا ہے، فرشتے نہیں رکھتے۔

وَ حَمَلَھَا الْاِنْسَانُ ط (الاحزاب:۷۲) اور انسان نے اسے اٹھایا۔

اسی لیے وہ مسجودِ ملائک بھی ہوا اور خلیفۃ اللہ بھی۔

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد — کہ جبریلِ امیں را دل خراشد
چہ خوش دَیرے بنا کردند آنجا — پرستد مومن و کافر تراشد

[ص۸۹۷]

جبریل علیہ السلام صرف اللہ کے آگے سجدہ کرنے کا پیام لائے تھے لیکن اب عجب حال ہے کہ بُت خانے کی تعمیر کافر کرتا ہے اور مسلمان اس میں پُوجا کرتا ہے۔ آج کے مسلمان نے ہوا و ہوس کی پیروی کر لی ہے (واتبع ھوٰہُ۔ سورۃ الکہف آیت ۲۸) اور سورۃ الفرقان میں ہے:

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا○ (الفرقان:۳۰)	اور (اس دن) رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

چناں با بندگی در ساختم من — نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

[ص۸۹۷]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

غلام قوم، مادیات کو روحانیت پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۴]

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا○ (الکہف:۲۸)	اور ایسے کا کہنا نہ مانو جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے گذر گیا ہے۔

مسلماں فاقہ مست و ژندہ پوش است — زکارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقشِ دگر ملّت بریزم! — کہ ایں ملّت جہاں را بارِ دوش است

[ص۸۹۷]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا	تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور عملِ صالح کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ

اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَهُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًاؕ یَعۡبُدُوۡنَنِی لَا یُشۡرِكُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔاؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ٥ (النور:۵۵)

ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا (حکومت عطا کرے گا) جس طرح اس نے خلیفہ بنایا تھا ان کو جو اُن سے پہلے آچکے ہیں اور البتہ ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط کردے گا جس کو اس نے پسند کرلیا ہے اور وہ ان کے خوف دور کرنے کے بعد امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

دگر ملّت کہ کارے پیش گیرد — دگر ملّت کہ نوش از نیش گیرد
نگردد با یکے عالم رضا مند — دو عالم را بہ دوشِ خویش گیرد

[ص ۸۹۸]

اس قطعہ (رباعی) کا کچھ مضمون تو اوپر کی آیت میں ابھی آیا ہے۔ پھر سورۃ الجاثیہ کی اس آیت میں بھی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ (الجاثیہ:۱۳)

اور مسخر کیے تمھارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب اُس کی طرف سے۔

انسان میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت ہے۔

ہنرور درمیانِ کار گاہاں — کشد خود را بہ عیش کرگسے چند

[ص ۸۹۸]

مزدور اپنا خون نچھاور کرتا ہے دوسروں کے عیش کے لیے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّ مَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ ایک غلام ہے جو دوسرے کے بس میں ہے، کسی چیز پر اس کا

فَھُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ سِرًّا وَّ جَھۡرًا ؕ ھَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ (النحل:۷۵) — بس نہیں چلتا۔ اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اچھی روزی دی ہے اور وہ اس میں سے چھپا کر اور ظاہر طور پر (جیسا بھی موقع ہو) خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہیں؟

مریدے فاقہ مستے گفت با شیخ — کہ یزداں راز حالِ ما خبر نیست

بہ ما نزدیک تر از شہ رگِ ماست — ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

[ص۸۹۹]

مرید کا خون اس کا (مکار) پیر چوس لیتا ہے۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ تم اللہ کے قرب کا دعویٰ کرتے ہو۔ اس سے پوچھو کہ میرے پیر نے مجھے فاقہ مست کیوں کر دیا ہے جبکہ وہ فرماتا ہے کہ میں تو تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ۝ (ق:۱۶) — اور ہم اس سے نزدیک ہیں شہ رگ سے زیادہ۔

وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَ ھُمۡ عَمَّا جَآءَ کَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ (المائدہ:۴۸) — اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اس کو چھوڑ کر جو تمھارے پاس حق سے آیا ہے۔

مجو از ما نمازِ پنجگانہ — غلاماں را صف آرائی گراں است

[ص۸۹۹]

نماز بھی استحکام اور صف آرائی کی عادت پیدا کرتی ہے لیکن ہماری مثال بنی اسرائیل جیسی ہے جو فرعون کی غلامی میں رہ کر صف آرائی فراموش کر بیٹھے تھے۔

فَاذۡھَبۡ اَنۡتَ وَ رَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوۡنَ ۝ (المائدہ:۲۴) — (اے موسیٰ) تو تم جاؤ اور تمھارا رب، دونوں لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

زمحکومی رگاں در تن چناں سُست — کہ مارا شرع و آئیں بار دوش است

[ص۸۹۹]

فرعون کی غلامی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے توریت پر عمل کرنے سے گریز کیا۔ زبان سے

سمعنا کہہ دیا اور عمل سے عصینا پیش کیا۔

خُذُوۡا مَآ اٰتَیۡنٰکُمۡ بِقُوَّۃٍ وَّاسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا ٭ (البقرہ:۹۳) — (ہم نے کہا) پکڑو مضبوطی سے جو ہم نے تم کو دیا اور سنو۔ بولے، سنا ہم نے اور نہ مانا۔

یکے اندازہ کن سود و زیاں را — چو جنت جاودانی کن جہاں را
نمی بینی کہ ما خاکی نہاداں — چہ خوش آراستیم ایں خاکداں را!

[ص۹۰۰]

انسان اس دنیا کو زندۂ جاوید بنانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اقبال نے اس رباعی میں انسان کی اسی خواہش کا طنزیہ طور پر ذکر کیا ہے۔

اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ۙ وَ تَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ۚ (الشعراء:۱۲۸۔۱۲۹) — کیا بناتے ہو ہر ٹیلے پر ایک نشان (یادگار) جس کو محض فضول بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اگر یہ رباعی طنزیہ نہیں ہے تو پھر یہ معنی ہوں گے کہ انسان کو مسلسل عمل اور پیہم جستجو کی توفیق ہو تو وہ جاوداں بنایا جاسکتا ہے۔

ز اوقاتِ تو یک دم کم نہ گردد — اگر من جاوداں باشم، زیاں چیست؟

[ص۹۰۰]

انسان اگر اللہ کی راہ میں اور اس کے کام میں فوت ہوتا ہے تو وہ یقیناً جاوداں ہے۔ صفحہ ۸۹۵ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۴، اور سورۃ الِ عمران کی آیتیں ۱۶۹-۱۷۰ آ چکی ہیں۔

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہؐ ما را — حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

[ص۹۰۰]

اقبال نامہ[۵] سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے اسی مفہوم کی ایک اور رباعی لکھی تھی جو محمد رمضان عطائی نے اُن سے مانگ لی تھی۔ وہ رباعی یہ تھی:[۶]

تُو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

ور حسابم را تو بینی ناگزیر — از نگاہِ مصطفیؐ پنہاں بگیر

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ۝ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۝ۧ (الزلزال:۷۔۸)

پس جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لے گا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا۔

لیکن اے اللہ، ہماری برائیاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر نہ کر، ورنہ ان کو تکلیف ہوگی کہ اُن کے امتی ہو کر اتنے بُرے ہیں۔ ہم جیسے نالائقوں کے متعلق حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کیا (اُس دن) اس طرح فرمائیں گے؟

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۝ (الفرقان:۳۰)

اور رسولؐ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

تاہم ہماری دعا یہی ہے:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۝ۙ (الشعراء:۸۷)

اور جس روز سب (زندہ ہو کر) اٹھیں گے اس روز مجھے رسوا نہ کرنا۔

کس قلب اور کس قلم سے یہ اشعار نکلے ہوں گے؟

بدن وا ماند و جانم در تگ و پوست — سوئے شہرے کہ بطحا در رہِ اوست

تو باش ایں جا و با خاصاں بیامیز — کہ من دارم ہوائے منزلِ دوستؐ

[ص۹۰۱]

ایسی تڑپ شاید ہی کسی نعتیہ شعر میں ہوگی!

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران:۱۵۹)

تو یہ اللہ کی رحمت سے ہے کہ آپؐ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہیں۔

اگلے صفحے پر ”حضورِ رسالتؐ“ کے شعر آتے ہیں اور عزت بخاری کے اس شعر سے آغاز ہوتا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

[ص۹۰۳]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ

اے ایمان والو، اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبیؐ

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ	کی آواز سے اوپر اور اس سے کھُل کر نہ بولو
کَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ	جس طرح کھُل کر بولتے ہو ایک دوسرے
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○	سے۔ کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمھارے
(الحجرات:۲)	اعمال اور تم کو خبر نہ ہو۔

پھر سورۃ التوبہ میں یہ تنبیہ بھی ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ	اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو،
اَلِیْمٌ○ (التوبہ:۶۱)	ان کو دُکھ کی مار ہے۔

منوچہری کا شعر نقل کیا گیا ہے:

''الا یا خیمگی خیمہ فروہل کہ پیش آہنگ بیروں شد زمنزل''

[ص۹۰۵]

انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (التوبہ:۳۸) کوچ کرو اللہ کی راہ میں۔

خرد از راندنِ محمل فروماند زمامِ خویش دادم در کفِ دل

[ص۹۰۵]

اب عقل و خرد کے بس کی بات نہیں۔ اب دل اور عشق کی بات ہے کیونکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہو رہی ہے اور اب میں شہر اور قریہ کو چھوڑ کر محبوبؐ کے دیار میں دشت پیمائی کر رہا ہوں۔

سورۃ الشعرا میں یوم لدّین کی کامیابی کے لیے قلبِ سلیم کی شرط ارشاد فرمائی گئی ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ○ اِلَّا مَنْ اَتَی	جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے،
اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ○ (الشعراء:۸۸۔۸۹)	مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر قلبِ سلیم۔

بارگاہِ مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی قلبِ سلیم ہی کی ضرورت ہے۔

ع نگاہے داشتم بر جوہرِ دل

[ص۹۰۳]

پھر اسی دل کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

ندانم دل شہیدِ جلوۂ کیست؟ نصیبِ اُو قرارِ یک نفس نیست!

بصحرا بُردمش، افسردہ ترگشت! کنارِ آبجوئے زار بگریست!
[ص۹۰۶]

اس دل کو کہیں لے جاؤں اسے قرار نہیں، اگر قرار ہوگا تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر ہوگا۔

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (الحج:۳۴۔۳۵)
اور خوش خبری سنا دو عاجزی کرنے والوں کو وہ یہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا تو ڈر جائیں اُن کے دل۔

لیکن یہاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے کہ ان کے ذکر سے دل تڑپ جاتا ہے اور آہ وزاری کرنے لگتا ہے۔

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ
[ص۹۰۶]

میں نے اِس پیری کے زمانے میں مدینہ طیبہ کی راہ پکڑی ہے۔ میری مثال ایسی ہے کہ جیسے شام کے وقت ایک پرندہ اپنے ٹھکانے کے لیے کوئی آشیانہ تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ پاک بشارت دیتا ہے:

طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ (الرعد:۲۹) خوش حالی ہے اُن کے لیے اور اچھا ٹھکانا۔

عراقی کا مصرع ہے:

بہ آہنگِ حجازی می سرایم نخستیں بادہ کاندر جام کردند'
[ص۹۰۷]

عشق و مستی کی وہ شراب جو سب سے پہلے انسان کو پلائی گئی اسی کو ''حجازی'' انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔

کشادم رختِ خود را اندریں دشت کہ اندر خلوتش تنہا سرایم!
[ص۹۰۷]

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا
میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمیں، یک سُو ہو کر۔

(الانعام:۷۹)

یہ آیت اللہ پاک کی طرف ابراہیم علیہ السلام کے رخ کرنے کے متعلق ہے۔ یہی آیت یہاں بھی صادق آتی ہے کہ شاعر تنہا اور صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کر عرض کر رہا ہے۔

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو — کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی — بپایش ریگِ ایں صحرا حریر است!

[ص ۹۰۷]

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاً وَّ لَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (التوبہ:۱۲۰)

یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں نہ پیاس لگی اور نہ ماندگی پہنچی اور نہ بھوک لگی اور نہیں چلے جو کفار کے لیے موجبِ غیظ ہوا اور دشمنوں سے نہیں چھینتے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل، یقیناً اللہ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

نمِ اشک است در چشمِ سیاہش — دلم سوزد ز آہِ صبح گاہش
ہماں مے کو ضمیرم را برافروخت — پیاپے ریزد از موجِ نگاہش!

[ص ۹۰۸]

اس ناقہ سے متعلق والعدیٰت ضبحاً کی ابتدائی آیتیں بھی مطابق ہو سکتی ہیں:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ (الحج:۲۷)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ تمھارے پاس چلے آئیں گے۔ پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔

چہ خوش صحرا کہ در وے کارواں ہا — درودے خواند و محمل براند
بہ ریگِ گرمِ او آور سجودے — جبیں را سوز، تا داغے بماند

[ص ۹۰۸]

وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِo (البقرہ:۱۲۵) اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو، کہ پاک رکھو گھر میرے واسطے طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف بیٹھنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے

یہاں اسی صحرا سے تعلق بتایا ہے جہاں خانہ کعبہ ہے۔

امیرِ کارواں! آں اعجمی کیست   سرودِ او بہ آہنگِ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابیِ او   خنک دل در بیابانے تواں زیست!
[ص۹۰۹]

یہ ’’رباعی‘‘ اقبال نے خود اپنے متعلق کہی ہے جس کے کلام سے مردہ دلوں میں زندگی پیدا ہو سکتی ہے اور:

نوائے او بہ ہر دل ساز گار است   کہ در ہر سینہ قاشے از دِل اوست
[ص۹۰۹]

عَلَّمَهُ الْبَيَانَo (الرحمٰن:۴) سکھائی اس کو گویائی۔

یہی بیان اور گویائی صحیح طریقے پر استعمال ہو تو مُردہ دل زندہ ہو سکتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور بیداری حاصل ہو سکتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (الرعد:۲۸) وہ یقین لائے اور چین پکڑتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے۔

ع نوائے او بہ ہر دل ساز گار است
[ص۹۰۹]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْاوَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo (مریم:۹۶) جو یقین لائے ہیں اور عمل صالح کیے ہیں اُن کو دے گا رحمٰن محبت (مخلوق بھی ان سے محبت کرے گی)۔

ع غمِ پنہاں کہ بے گفتن عیاں است
[ص۹۱۰]

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ○ (طٰہٰ:۱۰۴) ہم کو خوب معلوم ہے جو وہ (چپکے چپکے) کہتے ہیں۔

بہ راغاں لالہ رُست از نو بہاراں | بصحرا خیمہ گستردند یاراں
مرا تنہا نشستن خوشتر آید | کنارِ آبجوئے کوہساراں

[ص ۹۱۰]

وَلَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡھُمۡ زَھۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا لِنَفۡتِنَھُمۡ فِیۡہِ ؕ وَ رِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی○ (طٰہٰ:۱۳۱)

اور آپؐ ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے جن سے ہم نے اُن (کفار) کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپؐ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

غمِ راہی نشاط آمیز تر کن | فغانش را جنوں انگیز تر کن
بگیر اے سارباں راہِ درازے | مرا سوزِ جدائی تیز تر کن

[ص ۹۱۰]

فَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا وَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِھِمۡ وَ اُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَقٰتَلُوۡا وَ قُتِلُوۡا لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡھُمۡ سَیِّاٰتِھِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّھُمۡ جَنّٰتٍ.... (آل عمران:۱۹۵)

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا جنتوں میں..........

یہ آیت ہجرت کرنے والے مجاہدوں کے سلسلے میں ہے۔

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم | من و تو کشتۂ شان جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم | بپائے خواجہؐ چشماں را بمالیم!

[ص ۹۱۱]

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَ عَزَّرُوۡہُ وَ نَصَرُوۡہُ وَ تو جو لوگ اس نبیؐ پر ایمان لاتے ہیں اور اُن

اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾ (الاعراف:۱۵۷)

کی حمایت کرتے ہیں اور اُن کی مدد کرتے ہیں اور اس نور (قرآن) کا اتباع کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

حکیماں را بہا کمتر نہادند　　بناداں جلوۂ مستانہ دادند

چہ خوش بختے، چہ خرّم روزگارے　　درِ سلطاں بہ درویشے کشادند!

[ص۹۱۱]

حکیم اور فلسفی ہمیشہ ظن وتخمین میں مبتلا رہتے ہیں۔

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ﴿ۚ﴾ (النجم:۲۸)

اور بے شک ظن کام نہ آئے حق بات میں کچھ بھی۔

اور مانگنے والا (دانا ہو یا نادان) جو کچھ مانگتا ہے اللہ دیتا ہے۔

وَ اٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ (ابراھیم:۳۴)

اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی۔

پھر سب سے عجیب خوش بختی کی بات یہ ہے کہ سلطان (خدا اور اس کے رسولؐ) کے در پر ایک گدا کو رسائی حاصل ہو رہی ہے۔

وَ بَشِّرِ الۡمُخۡبِتِیۡنَ ﴿ۙ﴾ (الحج:۳۴)

اور خوش خبری سُنا عاجزی کرنے والوں کو۔

جہانِ چار سُو اندر برِ من　　ہوائے لا مکاں اندر سرِ من

چو بگذشتم ازیں بامِ بلندے　　چو گرد افتاد پرواز از پرِ من

[ص۹۱۲]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف انسانیت کی معراج ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا (بنی اسرائیل:۱)

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات۔

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں اسی عظیم الشان واقعے سے متعلق ہیں۔ اقبال بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی وجہ سے اپنا نظریۂ حیات اتنا ہی بلند رکھتے ہیں۔

دریں وادی زمانی جاودانی زخاکش بے صُوَر روید معانی!
حکیماں با کلیماں دوش بر دوش کہ ایں جا کس نگوید "لن ترانی"
[ص۹۱۲]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حکیم اور فلسفی کے تمام تخمین و ظن ختم ہو جاتے ہیں اور وہ بھی کلیم کی طرح طورِ معانی کی سیر کرتا ہے اور زمانی بھی جاودانی بن جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا تھا:

لَنْ تَرٰنِیْ (الاعراف:۱۴۳) تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔

لیکن اس بارگاہ میں سب مستفید و مستنیر ہیں۔

مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد! چرا نالد؟ نداند نگاہے یا رسولؐ اللہ نگاہے!
[ص۹۱۳]

اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہو جائے تو آج بھی ایک "بے نوا" مسلمان، "سوزِ آہ" (عشق) کی بدولت دین و دنیا سب کچھ حاصل کرسکتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ۝ جو یقین لائے اور عملِ صالح کیے خوش حالی ہے ان کو اور اچھا ٹھکانا (یعنی دونوں جہانوں میں)۔ (الرعد:۲۹)

بنالم زانکہ اندر کشورِ ہند ندیدم بندۂ کو محرمِ تست
بما کن گوشۂ چشمے کہ در شرق مسلمانے زما بیچارہ ترنیست!
[ص۹۱۳]

مسلمانوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی چھوڑ دی ہے اس لیے مجبور و معذور بن کر رہ گئے ہیں۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ آپؐ فرما دیں کہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو کہ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (آل عمران:۳۱)

حضورِانور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی میں دین و دنیا کی فلاح ہے۔

ز رودادِ دو صد سالش ہمیں بس — کہ دل چوں کندۂ قصّاب دارم!
ز کارِ بے نظامِ او چہ گویم — تو می دانی کہ ملّت بے امام است
نیامِ اُو تہی چوں کیسۂ اُو — بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

[ص۹۱۴]

برصغیر کے مسلمانوں نے قرآن کو طاق پر رکھ دیا ہے اور اسی لیے وہ دوسو سال سے غلام بنے ہوئے ہیں۔

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًاO (الفرقان:۳۰)

اور رسولؐ کہیں گے۔اے پروردگار، بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظرانداز کر دیا تھا۔

صفحہ۹۲۳ میں ہے۔

چراغے داشتم در سینۂ خویش — فسرد اندر دوصد سالے کہ بگذشت

دلِ خود را اسیرِ رنگ و بُو کرد — تہی از ذوق و شوق و آرزو کرد
بروئے او درِ دل نا کشادہ — خودی اندر کفِ خاکش نزادہ
گریباں چاک و بے فکر رفو زیست — نمی دانم چساں بے آرزو زیست

[ص۹۱۵]

آج کے مسلمان نے دنیا سے رشتہ کرلیا ہے اور عشق و آرزو کو جو خودی کا لازمہ ہے بالکل فراموش کر دیا ہے اس لیے وہ مصائب میں گرفتار ہے۔

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَO اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَO (الروم:۳۶۔۳۷)

اور جب چکھائیں ہم رحمت لوگوں کو تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر آپڑے ان پر کوئی برائی خود ان کے ہاتھوں، تو وہ آس توڑ دیتے ہیں کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس پر چاہے اور جس پر چاہے کم کر دیتا ہے۔ اور اس میں پتے ہیں ان

لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

ع حقِ آں دہ کہ مسکین و اسیر، است

[ص۹۱۶]

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ○ اور (نیک لوگ) کھلاتے ہیں کھانا اس (اللہ) کی محبت پر، مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔ (الدھر:۸)

آج کا مسلمان جو ایسا محتاج بن گیا ہے اس کو اے میرے آقا! (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیک کا ٹکڑا ہی عنایت فرما دیجیے۔

ع ہوا تیز و بدامانش دو صد چاک

[ص۹۱۶]

بچشمِ اُو نہ نورو نے سروراست نہ دل در سینۂ اُو نا صبُوراست
مسلماں زادہ و نا محرمِ مرگ! زبیمِ مرگ لرزاں تا دمِ مرگ!

[ص۹۱۷]

مسلماں صحیح معنی میں مسلمان نہیں رہا۔ اس کے دل میں عمل کے لیے تڑپ نہیں ہے اور موت سے ہر وقت ڈرتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ○ اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران:۱۳۹)

ع ملوکیت سراپا شیشہ بازی است

[ص۹۱۷]

ملوکیت کا کام صرف دھوکا دینا اور دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ہے۔ قرآن پاک میں ایسی ملوکیت کا ذکر خضر علیہ السلام کے سلسلے میں سورۃ الکھف میں آتا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ:

وَ كَانَ وَرَآءَ هُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا○ اور اُن کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا ہر کشتی چھین کر۔ (الکھف:۷۹)

ع خودی اندر وجودش رعشہ دار است!
ع کہ دینش مُرد و فقرش خانقاہی است
ع تلاشِ دانہ در صحرا گران است
[ص۹۱۸]

آج کا مسلمان دین کی حقیقت نہیں پہچانتا اس لیے مشکلات سے گھبراتا ہے، حالانکہ مشکلات ہی سہولتوں کا پیش خیمہ ہیں۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ (الانشراح:۵۔۶) پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

مسلماں گرچہ بے خیل و سپاہے است ضمیرِ او ضمیرِ پادشاہے است
اگر اُو را مقامش باز بخشند جمالِ اُو جلالِ بے پناہے است!
[ص۹۱۹]

صفحہ ۹۱۷ میں سورۂ آلِ عمران کی آیت ۱۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

دگرگوں کرد لا دینی جہاں را ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدّیقؓ دادی بشورے آور ایں آسودہ جاں را
[ص۹۲۰]

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔

ع صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ (الزمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (المنٰفقون:۷) اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔

پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے اور غیر اللہ کا محتاج کیوں بنے؟

ع حرم از دیر گیرد رنگ و بوئے
[ص۹۲۰]

ع نگہبانِ حرم معمارِ دیر است

[ص۹۲۳]

مسلمان، اللہ کا ہو کر غیر اللہ کے پاس جائے تو کس قدر شرمناک بات ہے۔ ان مصرعوں کے لیے اوپر ہی کی آیتیں دیکھیں۔

فقیراں تا بہ مسجد صف کشیدند گریبانِ شہنشاہاں دریدند
چوں آں آتش درونِ سینہ افسرد مسلماناں بدرگاہاں خزیدند!

[ص۹۲۰]

جو فقیر صرف اللہ کا محتاج ہوتا تھا اور غیر اللہ کو خاطر میں بھی نہ لاتا تھا، آج دنیا والوں کے یہاں رسائی تلاش کرتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں ایسے منافقوں کے متعلق ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی ص فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ وَ مَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَO	یہ وہی ہیں جنھوں نے خرید کی صحیح راہ کے بدلے گمراہی۔ پس نفع نہ لائی ان کی تجارت اور نہ وہ راہ پائے۔ (البقرہ:۱۶)

بنالندار کسے خشتے بگیرد ازاں مسجد کہ خود از وے گریزند!

[ص۹۲۱]

مسلمان تو مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے ہے:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَ لَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ	وہی آباد کرے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور (جس نے) کھڑی کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوا اللہ کے کسی سے۔ (التوبہ:۱۸)

سبوئے خانقاہاں خالی از مے کند مکتب رہِ طے کردہ را طے
ز بزمِ شاعراں افسردہ رفتم نواہا مُردہ بیروں افتد از نے!

[ص۹۲۲]

علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

علما میں مداہنت آ گئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت و عزت کے سوا کوئی مقصد اُن کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔[ک]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصّف:۲۔۳)

اے ایمان والو، کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں (اس بات سے) کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔

مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد | جہاں گردیدم و او را ندیدم!

[ص۹۲۲]

پہلے کے مسلمان موت کو دعوت دیتے تھے اور شہادت کی آرزو کرتے تھے کہ ہماری جان اللہ کے لیے کام آ جائے، لیکن اب ایسا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ (آل عمران:۱۹۵)

پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کروں گا اُن کو جنّتوں میں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰىۚ○ (النجم:۳۱)

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تا کہ وہ بدلہ دے برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی کا۔

کافر اسی لیے موت سے ڈرتے ہیں اور مسلمان نہیں ڈرتے۔

شبے پیشِ خدا بگریستم زار | مسلماناں چرا زارند و خوارند!
ندا آمد، نمی دانی کہ ایں قوم | دلے دارند و محبوبے ندارند!

[ص۹۲۳]

مسلمانوں کے متعلق یہ بات ظاہر کی گئی کہ ان کی زندگی بے مقصد ہے اور جس مقصد کے لیے یہ پیدا کیے گئے تھے وہ فراموش کر چکے ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ	اور اسی نے کیا تم کو نائب زمین میں اور بلند کیے تم میں درجے ایک کے ایک پر تا کہ آزمائے تم کو اپنے دیے ہوئے حکم میں۔

(الانعام:۱۶۵)

اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنایا تا کہ وہ ایسے عمل پیش کرے جو اس کے منصب کو زیب دیں۔

نگاہِ التفاتے بر سرِ بام
کہ من با عصرِ خویش اندر ستیزم
[ص ۹۲۴]

زمانے کی موجودہ غلط روش کے خلاف جنگ کرنا بھی بڑا جہاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۠ (العنکبوت:۶۹)	اور جنھوں نے ہمارے واسطے محنت کی، ہم سُجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں، اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

مرا تنہائی و آہ و فغاں بہ
سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا مکتب، کجا میخانۂ شوق!
تو خود فرما مرا ایں بہ، کہ آں بہ؟
[ص ۹۲۴]

صفحہ ۹۰۷ میں سورۃ الانعام کی آیت ۷۹ ملاحظہ ہو۔

پریدم در فضائے دل پذیرش
پرم تر گشت از ابرِ مطیرش
حرم تا در ضمیرِ من فرو رفت
سرودم آنچہ بود اندر ضمیرش!
[ص ۹۲۵]

مولانا احمد رضا خاں کا شعر ہے:

غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

اور مولانا جامی کہتے ہیں:

نہ تنہا ہست جامیؔ نعت خوانش
ہمہ قرآن در شانِ محمدؐ

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُھَیۡمِنًا عَلَیۡہِ○ (المائدہ:۴۸)	اور ہم نے آپؐ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

یہ قرآن بھی حق ہے اور آپ بھی صرف حق بولتے ہیں۔

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی○ؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی○ۙ (النجم:۳۔۴)	اور آپ نہیں بولتے اپنی چاہ سے، مگر وہی جو آپؐ پر وحی کی جاتی ہے۔

اقبال بھی اسی حق کی ترویج و تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جو رب العلمین کا پیام بھی ہے، ذکر للعالمین اور رحمت للعالمین کا پیام بھی ہے۔

ع نہ شعر است اینکہ بروے دل نہادم
[ص۹۲۵]

ع تو گفتی از حیاتِ جاوداں گوے
[ص۹۲۶]

زبانِ ما غریباں از نگاہیست حدیثِ دردمنداں اشک و آہیست!
[ص۹۲۶]

ہماری بات اور شعر محض دل و نگاہ (بصیرت) کا فیض ہے اور یہ ایک طرح سے قول الثابت ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ (ابراھیم:۲۷)	مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

خودی دادم ز خود نامحرمے را کشادم در گلِ او زمزمے را
بدہ آں نالۂ گرمے کہ از وے بسوزم جز غمِ دیں ہر غمے را
[ص۹۲۷]

میں نے خودی کا احساس ایسے لوگوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جو اس سے بالکل نابلد

تھے۔اب مجھے ایسا نالہ کرنے کی توفیق حاصل ہو کہ اس سے قوم میں سوائے دین کی محبت کے کوئی اور رشتہ باقی ہی نہ رہے۔انبیا علیہم السلام کے تشریف لانے کی غرض وغایت بھی یہی تھی۔

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ (النحل:۳۶)
اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا ہے تا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

انبیا علیہم السلام کے طفیل میں مجھے بھی یہ سعادت نصیب ہو جائے۔

دلے از ہر دو عالم بے نیازے　　تو می دانی چہ می جوید، چہ خواہد
[ص ۹۲۷]

(کہ اندر سینہ ہا غیر از تو، کس نیست)

یہ غریب ایسا دل چاہتا ہے کہ جس میں صرف آپؐ ہوں اور دونوں عالم سے مجھے خلاصی ہو جائے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ○ (الانبیاء:۱۰۷)
اور ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

درآں دریا کہ اورا ساحلے نیست　　دلیلِ عاشقاں غیر از دِلے نیست
تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم　　وگرنہ جز تو ما را منزلے نیست
[ص ۹۲۸]

آپؐ نے فرمایا تو ہم نے خانہ کعبہ کی راہ پکڑ لی، ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ سوائے آپؐ کے ہمیں کہیں اور نہیں جانا ہے۔دین اور کعبہ کی پہچان آپؐ ہی کے طفیل میں نصیب ہوئی ہے۔آپؐ نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہی نہ ہوتے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ (آل عمران:۱۶۴)
بے شک اللہ پاک نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا۔

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں دین کی تکمیل اور نعمتوں کی تمیم ہوئی۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ　　آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو

عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:۳) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

بفرما ہر چہ می خواہی بجز صبر — کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم!

[ص۹۲۸]

مجھے آپ ؐ کی محبت میں بے قراری چاہیے، صبر نہیں چاہیے۔ صفحہ ۹۰۶ میں سورۃ الحج کی آیتیں ۳۴-۳۵ دیکھیں۔

تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ (الزمر:۲۳) — بال کھڑے ہوتے ہیں اس (قرآن) سے کھال پر اُن لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔

بہ افرنگی بتاں دل باختم من — ز تابِ دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتن بگانہ بودم — چو دیدم خویش را نشاختم من!

[ص۹۲۹]

فرنگیوں اور کافروں کی صحبت میں بیٹھنے سے مسلمان خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتا اور یہ کہ:

نشستم با نکویانِ فرنگی — ازاں بے سودتر روزے ندیدم!

[ص۹۲۹]

اس سے زیادہ بُرا دن میرے لیے کوئی اور نہیں تھا جب کہ میں کسی فرنگی ''اچھے آدمی'' کے ساتھ بیٹھا تھا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ (النساء:۱۴۴) — اے ایمان والو، مت پکڑو کافروں کو رفیق، مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

مرا درسِ حکیماں دردِ سر داد — کہ من پروردۂ فیضِ نگاہم!

[ص۹۲۹]

فلسفی کی صحبت میں تخمین و ظن کی مشقیں کرائی جاتی ہیں جو دردِ سر بن جاتی ہیں۔

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا ۚ﴿۲۸﴾ (النجم:۲۸) — اور ظن و تخمین کام نہیں آتا حق بات میں کچھ بھی۔

مجھے تو صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم کی ضرورت ہے۔

نویس اللہ بر لوحِ دلِ من!   کہ ہم خودرا ہم اورا فاش بینم

[ص۹۳۰]

نقشبندیہ حضرات شروع ہی سے اللہ کا نقش دل پر بٹھاتے ہیں تا کہ اللہ سے رشتہ پختہ ہو جائے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی o   تسبیح کیجیے اپنے رب کے اسم کی جو سب پر غالب ہے۔ (الاعلیٰ:۱)

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا o   اور اپنے رب کا نام لیتے رہیے اور سب سے توڑ کر اسی سے جوڑیے۔ (المزمل:۸)

سرِ منبر کلامش نیش دار است   کہ او را صد کتاب اندر کنار است

حضورِ تُو من از خجلت نگفتم   ز خود پنہاں و بر ما آشکار است

[ص۹۳۰]

آج کل کے واعظ منبر پر کھڑے ہو کر قوم پر طعن و تشنیع تو کر لیتے ہیں لیکن خود کا محاسبہ نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا   اپنا حساب لو قبل اس کے کہ تمھارا حساب لیا جائے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا o   اے ایمان والو، بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔ (التحریم:۶)

ع   بہ غیر اللہ کردم تکیہ یک بار

[ص۹۳۱]

ع   بایں پیری مرا تابِ نظر ہست!

[ص۹۳۲]

وَ مِنْھُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْکَ ؕ اَفَاَنْتَ تَھْدِی الْعُمْیَ وَ لَوْ کَانُوْا لَا یُبْصِرُوْنَ o   اور ان میں سے بعضے آپؐ کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو کیا آپ راہ دکھائیں گے اندھوں کو اگر وہ کچھ سوجھ نہ رکھتے ہوں؟ (یونس:۴۳)

لیکن اقبال ایسے اندھوں سے نفرت رکھتے ہیں اور ایسی نظر رکھتے ہیں جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھتی ہے۔

من و ایں عصرِ بے اخلاص و بے سوز! بگو با من کہ آخر ایں چہ راز است؟
[ص ۹۳۲]

اللہ پاک کا یہی راز ہے کہ ایسے "بے سوز" زمانے میں اقبال سے کام لیا جائے۔ کیونکہ پیام وہی ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ (آل عمران:۱۳۹)

اور نہ سست پڑو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو!

من اندر مشرق و مغرب غریبم کہ از یارانِ محرم بے نصیبم!
[ص ۹۳۳]

خداوند کہ مانندِ براہیم بہ نارِ او چہ بے پروا نشستم!
[ص ۹۳۴]

علمِ حاضر کے فتنوں کی میں نے کبھی پروا نہیں کی، بلکہ ایسے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۝ (العنکبوت:۲)

کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا؟

مومنوں کو آزمایا جاتا ہے اور اس سے ان کے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

بچشمِ من نگہ آوردۂ تست فروغِ لا الٰہ آوردۂ تست
دو چارم کن بہ صبحِ 'مَنْ رآنی' شبم را تاب مہ آوردۂ تست!
[ص ۹۳۴]

اے میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپؐ ہی کے طفیل میں مجھے ایمان نصیب ہوا ہے۔ اب آپؐ اس حدیث (من رانی فقد رأ اللّٰہ ـــ جس نے مجھے دیکھا، خدا کو دیکھا)ـــ کے مطابق اپنا اور اپنے اللہ کا دیدار بھی کرا دیجیے۔ سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳ میں اللہ پاک کا ارشاد

موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے کہ لن ترانی (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا)، لیکن میں اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس رہوں جبکہ:

وَاٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ (ابراھیم:۳۴) اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی۔

بدہ او را جوانِ پاکبازے سرورش از شرابِ خانہ سازے
قوی بازوئے اُو مانندِ حیدرؓ دلِ او از دو گیتی بے نیازے

[ص۹۳۵]

اب ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جنھوں نے اپنے ایمان کی شراب پی لی ہے اور حضرت علیؓ کی طرح قوی بازو بھی ہیں اور غیر اللہ سے بے نیاز بھی۔ صفحہ ۹۳۱ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۲۴ دیکھیں۔

اسی لیے عرض کرتے ہیں:

دگر آں دل بنہ در سینۂ من کہ پیچم پنجۂ کاوٗس و کے را!

[ص۹۳۵]

مسلمان میں ایسی ایمانی قوت ہونی چاہیے جو بڑی سے بڑی طاقت کو زیر کر سکے:

وَ اَعِدُّوۡا لَھُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ (الانفال:۶۰) اور تم تیاری رکھو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں۔

خجل ملکِ جم از درویشیِ من کہ دل در سینۂ من محرم تُست!

[ص۹۳۶]

جس نے آپؐ سے رشتہ جوڑا اس نے تمام شاہوں کو چھوڑا۔

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ (الزمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

اور جو شخص حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بن جاتا ہے اس کا اللہ ہی مُحب ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:۳۱) آپؐ فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حضورِ ملّتِ بیضا تپیدم نوائے دل گدازے آفریدم
ادب گوید سخن را مختصر گوے تپیدم، آفریدم، آرمیدم!
[ص۹۳۷]

رومی کہتے ہیں:

حاصلِ عمر از سہ سخن بیش نیست خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

اور اقبال کہتے ہیں کہ قوم کو بیدار کرنے کے لیے میں خود بھی تڑپتا رہا، لکھتا رہا اور پھر آرام کیا یعنی (زندگی کا سفر ختم کیا)۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورۃ الانعام میں ارشاد ہے:

قُلِ اللّٰهُ شَهِيۡدٌ ۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ‌ ۚ وَ اُوۡحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ‌ ؕ (الانعام:۱۹)

آپؐ کہیے کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے، ڈراؤں۔

اقبال نے بھی قرآن کی ترجمانی کر کے قوم کو ڈرانے اور بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

رومی اور اپنے متعلق کہتے ہیں:

بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن، اُو بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں، من

اگر شایاں نیم تیغِ علیؓ را نگاہے دہ چو شمشیرِ علیؓ تیز
[ص۹۳۸]

اگر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح جہاد بالسیف نہیں کرسکتا تو کم ازکم مجھے ان کی طرح نگاہ حاصل ہو جو حق و باطل کی تمیز کر سکے اور تمیز کرا سکے۔

فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَـقِّ‌ؕ (المائدہ:۴۸)

پس حکم کر وان میں جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چلو، حق کی راہ چھوڑ کر، جو تمھارے پاس آئی ہے۔

اقبال حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ آپؐ ہی کے طفیل مسلم قوم کو میں

نے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے:

ع کہ داد او را اُمیدِ نو بہارے؟

[ص۹۳۹]

اب مجھے مزید جوش اور ولولہ پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل ہو:

ع مرا شورے ز طوفانے دِگر دہ!

[ص۹۳۹]

موسیٰ علیہ السلام کی طرح اقبال بھی اپنے حوصلے کی فراخی چاہتے ہیں:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۙ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ۙ (طٰہٰ:۲۵۔۲۶) اے میرے رب، میرا حوصلہ فراخ کر دیجیے اور میرا کام آسان فرما دیجیے۔

گرفتم نکتۂ فقر از نیاگان زسلطاں بے نیازی ہائے من بیں!

[ص۹۴۰]

غیر اللہ کو خاطر میں نہ لانا ایک اہلِ فقر (مسلمان) کا شیوہ ہے۔ اس کے لیے اللہ ہی کافی ہے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

(الزمر:۳۶)

چو می گویم مسلمانم، بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

[ص۹۴۱]

صفحہ ۹۳۴ میں سورۃ العنکبوت کی آیت ۲ دیکھیں۔

خرابِ جرأتِ آں رندِ پاکم خدا را گفت ما را مصطفیٰؐ بس!

[ص۹۴۱]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا:

ع صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء:۸۰) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کافی ہو جاتی ہے۔

ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید ۔۔۔ زعشقِ تو بگیرد رنگ و بوے

[ص۹۴۱]

بس یہی ایک آرزو ہے کہ جاوید (اور قوم کے نوجوان) حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا کریں اور اسی عشق میں ہر فلاح ہے۔

آلِ عمران کی آیت ۳۱ دیکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی سے ایک شخص اللہ کا محبوب بن سکتا ہے۔[۸]

اگلے اشعار میں نوجوانوں کو فرنگیوں کے فریب سے بچانے کی التجا ہے اور غیر اللہ کی پرستش سے بھی بچانے کی درخواست ہے۔ اس کے بعد شاہ عبدالعزیز (سعودی) سے خطاب ہے جس نے تمام مزارات کو منہدم کرا دیا تھا:

تو ہم آں مے بگیر از ساغرِ دوست ۔۔۔ کہ باشی تا ابد اندر برِ دوست

سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں ۔۔۔ بروبم از مژہ خاکِ درِ دوست

[ص۹۴۲]

آدم علیہ السلام کو سجدہ (تعظیمی) کرایا گیا تھا (سورۃ البقرہ: ۳۴) اور یوسف علیہ السلام کو بھی (سورۂ یوسف: ۱۰۰)۔ کیا اب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی خاکروبی اپنی پلکوں سے کرنے پر بھی قدغن ہے؟

یکے اندر حریمِ کوچۂ دوست ۔۔۔ ز چشماں اشکِ خوں ریزیم و رقصیم

[ص۹۴۳]

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○ ۔۔۔ اور چاہیے کہ طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

(الحج:۲۹)

یہ بیت اللہ کے لیے ہے۔ لیکن اہلِ عشق کے لیے حرمِ مدینہ بھی حرمِ کعبہ سے کم نہیں۔

مسلمانیم و آزاد از مکانیم ۔۔۔ بروں از حلقۂ نہ آسمانیم

بما آموختند آں سجدہ کز وے ۔۔۔ بہائے ہر خداوندے بدانیم

[ص۹۴۴]

ہم مسلمان ہیں ہمارا کسی مقام سے پیوند نہیں اور ہم سوائے اللہ کے کسی مقام یا کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے۔

فَاَقِمۡ وَجۡهَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا ؕ (الروم:۳۰) پس تم یک سُو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

یعنی صرف اُس ایک اللہ کی پرستش کی صلاحیت دی گئی ہے۔

آخر میں پھر فرنگ کے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی نصیحت ہے کہ اس کے لیے فاروقیت کی ضرورت ہے۔فرنگ اور غلامانِ فرنگ کے متعلق یہ آیت کافی ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ (المجادلہ:۱۹) شیطان نے ان پر قابو پایا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ سے غافل کر دیا ہے۔

اب قوم سے خطاب ہے!

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ رو!
[ص ۹۴۷]

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۚ (آل عمران:۱۳۲) اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تا کہ تم رحم کیے جاؤ!

صفحہ ۹۴۹ میں بھی ہے:

ع مشو نومید و راہِ مصطفیٰؐ گیر

ازاں نمرود با من سرگران است بہ تعمیرِ حرم کوشیدہ ام من
[ص ۹۴۷]

نمرود (شیطان) مجھ سے اس لیے ناراض ہے کہ میں نے حرم (دین) کی تعمیر کے لیے کوشش کی ہے۔

لِیُحِقَّ الۡحَقَّ وَ یُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ کَرِهَ (اللہ) تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل

اَلۡمُجۡرِمُوۡنَ ۚO ہونا ثابت کر دے۔ گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی
(الانفال:۸) کریں۔

ع نوائے از مقامِ 'لا تخف' زن
[ص۹۴۸]

لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰیO خوف نہ کر۔ یقیناً تُو ہی غالب رہے گا۔
(طٰہٰ:۶۸)

اسی صفحہ میں ہے:

خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی مدہ در دستِ کس تقدیرِ خود را
[ص۹۴۸]

تم اپنے بلند منصب (نیابتِ الٰہی) کا احساس کرو اور اس پر پورا یقین رکھو، اور کسی سے مغلوب ہو کر نہ رہو۔

ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین
فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡہِ کُفۡرُہٗ ؕ (فاطر:۳۹) بنایا۔ پس جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال
اسی پر پڑے گا (وہی ذلیل اور مغلوب ہوگا)۔

اس کے بعد تمام ''رباعیاں'' صفحہ ۹۵۲ میں خودی سے متعلق ہیں۔

انا الحق کو ''خودی'' کے معنی میں پیش کیا ہے:

اگر فردے بگوید سرزنش بہ اگر قومے بگوید ناروا نیست
[ص۹۵۲]

قوم اگر اپنی خودی پہچان لے تو زندہ رہ سکتی ہے۔

بہ آں ملت انا الحق سازگار است کہ از خونش نمِ ہر شاخسار است
[ص۹۵۳]

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ ھَاجَرُوۡا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں
وَ جَاھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا اور جہاد کیا،
یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰہِ ؕ (البقرہ:۲۱۸) ایسے لوگ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں۔

یہی لوگ اپنی جان چھڑکتے ہیں اور اللہ کی رحمتوں سے پروان چڑھتے ہیں۔

نیا ساید ز کارِ آفرینش — کہ ''خواب''، ''خستگی'' بروے حرام است

[ص۹۵۳]

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ (الرحمٰن:۲۹) ہر دن اس کو ایک دھندا ہے۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرہ:۲۵۵) اس کو اونگھ بھی دبا نہیں سکتی اور نہ نیند۔

وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (ق:۳۸) اور ہم کو نہ آئی کچھ خستگی (ماندگی)۔

یہ اللہ پاک کی صفات ہیں اس لیے اس کے نائب میں بھی یہ صفات ہونی چاہییں۔

مہ و انجم گرفتارِ کمندش — بدستِ اوست تقدیرِ زمانہ

[ص۹۵۳]

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۳) اور مسخر کیے گئے تمھارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں، سب اس کی طرف سے۔

سورۂ لقمٰن: آیت ۲۰ میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔

اگر خواہی ثمر از شاخِ منصور — بہ دل 'لا غالب الا اللہ' فروریز

[ص۹۵۴]

منصور حلاج کا یہی پیام ہے کہ صرف اللہ ہر جگہ غالب ہے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ (یوسف:۲۱) اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر۔

گرفتم حضرتِ ملّا ترش روست — نگاہش مغز را نشناسد از پوست

اگر با ایں مسلمانی کہ دارم — مرا از کعبہ می راند حقِ اوست

[ص۹۵۴]

میں جانتا ہوں کہ ملّا ہم پر طعن کرتا ہے لیکن ذرا اپنا دل بھی ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا واقعی ہم مسلمان بھی ہیں۔ اکبر آلہ آبادی کہتے ہیں:

کہتے ہیں لوگ ہائے مسلمان ہیں تباہ ہم کہتے ہیں کہ ہائے مسلمان ہی نہیں

مسلمان تو وہ ہیں جن کا مرنا اور جینا اللہ کے لیے ہو۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۶۲) — کہہ دیجیے بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے واسطے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

ز قرآں پیشِ خود آئینہ آویز — دگر گوں گشتۂ! از خویش بگریز

ترازوئے بنہ کردارِ خود را — قیامت ہائے پیشیں را برانگیز

[ص۹۵۵]

وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ (النحل:۸۹) — اور ہم نے آپؐ پر کتاب اتاری ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

قرآن پر عمل کرنے ہی سے مسلمان کا کردار بنتا ہے۔

صفحہ ۹۵۷ میں ’’کافرگر‘‘ واعظ کا حال ہے کہ وہ خود اپنے احوال میں دوزخ سے کم نہیں اور آج کل کے پیروں نے ’’مزار پرستی‘‘ کو اپنی روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور صفحہ ۹۵۶ میں ہے کہ آج کل نمرودوں کی کیا کمی ہے؟ ہر جگہ آسانی سے وہ مل سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے آسانی سے ’’پیری‘‘ کا پیشہ چل سکتا ہے۔ پھر رومی کی تعریف بیان کی ہے کہ:

ع مرا با عشق و مستی آشنا کرد

[ص۹۵۸]

ع دمِ او رعشہ از سیماب چیند

[ص۹۵۹]

نصیب از آتشے دارم کہ اوّل — سنائی از دلِ رومی بر انگیخت[۹]

[ص۹۶۰]

بگو فاروق را پیغامِ فاروقؓ — کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز!

[ص۹۶۰]

مصر کے شاہ فاروق کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سبق لینا چاہیے کہ امیر المومنین ہوتے ہوئے انتہائی سادہ زندگی تھی اور دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی تھی۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○ (طٰہٰ:۱۳۱)

تُو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو اُن چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف)۔ یہ اس لیے ہے کہ ہم اس میں اُن کو آزمائیں اور تیرے ربّ کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

جواں مردے کہ خود را فاش بیند　　جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش　　کہ با او خویشتن خلوت گزیند

[ص۹۶۱]

جو شخص خود کو پہچانتا ہے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے اور تمام دنیا اس کے گرد گھومتی ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (آل عمران:۱۵۹)

تو یہ کچھ اللہ کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لیے نرم دل ملے اور اگر آپؐ سخت گو سخت دل ہوتے تو وہ منتشر ہو جاتے آپؐ کے گرد سے۔

ع　به روے عقل و دل بکشاے ہر در

[ص۹۶۱]

اس آیت میں عقل اور دل والے کے لیے ترغیب ہے:

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ○ (ق:۳۷)

اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے دل ہے یا کان لگا دے دل سے (دل لگا کر) اور متوجہ ہو۔

چہ خوش زد تُرک ملّاے سرودے　　رُخِ او احمرے، چشمش کبودے
به دریا گر گرہ افتد بہ کارم　　بجز طوفاں نمی خواہم کشودے

[ص۹۶۲]

موسیٰ علیہ السلام کے عمل میں ایسی سخت کوشی کا پیام سورۂ کہف میں مذکور ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًاo (الکھف:۶۰)

اور (یاد کرو) جب کہا موسیٰ نے اپنے غلام کو، میں باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

شعرائے عرب سے خطاب

ازاں نورے کہ از قرآں گرفتم　　سحر کردم صد و سی سالہ شب را

[ص۹۶۳]

میں تو صرف قرآن ہی سے مستفیض و مستنیر ہوں اور اسی سے اپنی راتوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًاo (بنی اسرائیل:۷۸)

بے شک صبح کا قرآن (نماز میں) پڑھنا ہوتا ہے روبرو۔

اس وقت فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں۔

عرب کے شاعر سے اقبال فرماتے ہیں:

ع　مجو غیر از ضمیرِ خویش یاری

[ص۹۶۴]

نوا آں زن کہ از فیضِ تُو اُورا　　دگر بخشند ذوقِ انقلابے!

[ص۹۶۵]

نوائے آفریں در سینۂ خویش　　بہارے می تواں کردن خزاں را

[ص۹۶۶]

چومن پا در بیابانِ حرم نہ　　کہ بینی اندرو پہنائے خود را

[ص۹۶۷]

یعنی ایسا کلام ہونا چاہیے جو قوم میں زندگی اور بیداری پیدا کردے اور اس کے لیے قرآن اور اسلام ہی سے مستفیض ہونا چاہیے۔(صفحہ ۹۶۲-۹۶۳ کی آیتیں دیکھیں)۔

فرزندِ صحرا سے خطاب

فروہل خیمہ اے فرزندِ صحرا کہ نتواں زیست بے ذوقِ رحیلے
[ص ۹۶۸]

نچلا نہیں بیٹھنا چاہیے۔ حرکت اور عمل پیش کرنا چاہیے۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝
(الزمر:۱۰)

آپؐ فرما دیں، اے بندو میرے جو یقین لائے ہو، ڈرو اپنے رب سے جنھوں نے اچھا کام کیا اس دنیا میں، اُن کو ہے بھلائی اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ ہمت والوں کو ملنا ہے ان کا اجر بغیر حساب کے۔

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ ؕ
(الملک:۱۵)

وہی ہے جس نے تمھارے آگے زمین کو پست کیا۔ اب پھرو اُس کے کندھوں پر اور کھاؤ اس کی دی ہوئی کچھ روزی۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ۝ لِّتَسْلُکُوْا مِنْھَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ؑ
(نوح:۱۹۔۲۰)

اور اللہ نے بنا دی زمین تمھارے لیے بچھونا تا کہ چلو اس میں کشادہ راستے۔

اگر فقرِ تہی دستاں غیور است جہانے را تہ و بالا تواں کرد
[ص ۹۶۸]

اگر مسلمان ایسا فقر رکھتا ہے جو اسے غیر اللہ سے بے نیاز کر دے تو وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ (ع : زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی ــــ ضربِ کلیم ــــ وہ سوائے اللہ کے کسی کو خاطر میں بھی نہیں لاتا۔

فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ ؕ (ھود:۱۲۳) پس اُسی کی عبادت کر اور اُسی پر بھروسا رکھ۔

فَاعْبُدْہُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِہٖ ؕ (مریم:۶۵) پس اُسی کی بندگی کر اور ٹھہرا رہ اسی کی بندگی پر۔

ع طلوعِ اُمّتاں از کوہ و صحراست

[ص۹۶۸]

کوہ وصحرا مشکل پسندی سکھاتے ہیں۔

ع جنونِ زیرکے از من فراگیر

[ص۹۶۸]

جوش اور ولولہ میرے شعر سے پیدا ہوتا ہے۔صفحہ ۹۲۵-۹۲۶ کی آیتیں دیکھیں۔

خوش آں قومے پریشاں روزگارے | کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے
نمودش سرّے از اسرارِ غیب است | زہر گردے بروں ناید سوارے[۱۰]

[ص۹۶۹]

کوئی پختہ کار (اہلِ یقیں) اگر پیدا ہوتا ہے تو اسے اسرارِ غیب میں سے سمجھنا چاہیے۔
صفحہ ۹۶۸ کی آیتیں دیکھیں۔

چو بر گیرد زمامِ کارواں را | دہد ذوقِ تجلّی ہر نہاں را
کند افلاکیاں را آنچناں فاش | تہِ پا می کشد نُہ آسماں را

[ص۹۷۰]

خلافت وملوکیت

عرب خود را بہ نورِ مصطفیٰؐ سوخت | چراغِ مردۂ مشرق برافروخت
و لیکن آں خلافت راہ گم کرد | کہ اوّل مومناں را شاہی آموخت!

[ص۹۷۱]

پہلے خلافت صرف حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ ہدایت سے مستنیر تھی۔ پھر وہ ملوکیت اور شہنشاہی بن گئی جو خلافت کی خلاف ورزی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (المائدہ:۱۲۰)

اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو اُن کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاللّٰهُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِهٖ ؕ (الرعد:۴۱) اور اللہ حکم دیتا ہے۔ اس کے حکم کو ٹالنے والا کوئی نہیں۔

خلافت بر مقامِ ما گواہی است | حرام است آنچہ بر ما پادشاہی است
[ص۹۷۲]

بانگِ درا، ص۲۵۴ میں ہے:

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے | مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی![11]
[ص۹۷۲]

فَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَ اُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَ قٰتَلُوۡا وَ قُتِلُوۡا لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ (آل عمران:۱۹۵) پھر جو لوگ وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے ہیں، اتاروں گا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا جنتوں میں۔

غلامِ فقرِ آں گیتی پناہم | کہ در دینش ملوکیت حرام است
[ص۹۷۲]

ملوکیت صرف اللہ کی ہے۔

مقامش عبدہٗ آمد و لیکن | جہانِ شوق را پروردگار است
[ص۹۷۳]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عبدیت خصوصی ہے اور ہر مقام سے بلند ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا (بنی اسرائیل:۱) پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے عبد کو راتوں رات۔

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰیؕ ۝ (النجم:۱۰) پھر وحی کی اپنے عبد پر جو وحی کی (راز ہی راز ہے)

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۝ (بنی اسرائیل:۷۹) شاید کھڑا کرے آپؐ کو آپؐ کا ربّ مقامِ محمود میں۔

تُرکِ عثمانی

نہ پنداری کہ رست از بندِ افرنگ ہنوز اندر طلسم او اسیر است

خنک مرداں کہ سحرِ او شکستند بہ پیمانِ فرنگی دل نہ بستند
[ص۹۷۳]

۲۵ر فروری ۱۹۳۶ء کو علامہ اقبال ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
ترکوں کے متعلق مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں: ''یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دن کے بعد نکل جائے گی''۔ جو کچھ ہوا جذبۂ وطن پرستی بلکہ توران پرستی کا نتیجہ تھا۔ اب جو عراق، افغانستان، ایران اور ترکی کے معاہدے کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے ''توران پرستی'' کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے۔ ''کافرنتوانی شدنا چار مسلماں شو''۔ حالات اس قسم کے ہیں کہ تُرک اسلام کو چھوڑ کر کبھی من حیث القوم سرسبز نہیں ہو سکتے۔ باقی یہ بات صحیح ہے کہ ان میں افرنگ زدہ لوگ بکثرت ہیں۔ لیکن کیا عجب ہے کہ.......... افرنگ زدگی کے سرچشمے ہی کا خاتمہ ہو جائے۔ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے........[۱۲]

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَo (المجادلہ:۱۹) یاد رکھو، شیطان کی جماعت ہی نقصان اٹھانے والی ہے۔

افرنگ نے ترکوں کو فریب میں رکھا۔ پھر افرنگ کی جماعت کو زک پہنچی۔
پھر ''دخترانِ ملّت'' کو خطاب ہے:

دل کامل عیار آں پاک جاں برد کہ تیغِ خویش را آب از حیا داد
[ص۹۷۳]

یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ط ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ط (الاحزاب:۵۹) نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔ اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز کہ او باصد تجلّی در حجاب است!
[ص۹۷۵]

دخترانِ ملت کو حجاب چاہیے۔ سورۃ النور میں ہے، البتہ بوڑھی عورتوں کے بے حجاب ہونے میں مضائقہ نہیں:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا یَرۡجُوۡنَ نِکَاحًا فَلَیۡسَ عَلَیۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ یَّضَعۡنَ ثِیَابَهُنَّ غَیۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیۡنَةٍ ؕ وَ اَنۡ یَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَیۡرٌ لَّهُنَّ ؕ (النور:٦٠)

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کوئی امید نہ رہی ہو اُن کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار رکھیں۔ بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں۔ اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے۔

جہاں را محکمی از امّہات است　　نہادِ شاں امینِ ممکنات است

[ص ۹۷۵]

مغرب کی وبا چل پڑی ہے امومت کی ضرورت نہیں، حالانکہ اسی سے دنیا قائم ہے۔ والدہ ہی کی بدولت اولاد بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کیسی اچھی بشارت سورۃ القصص میں دی گئی ہے:

اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ (القصص:۷)

ہم پھر پہنچا دیں گے اس (موسیٰ) کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں میں سے۔

سورۃ الاحقاف کی آیتیں ۱۵۔۱۶ دیکھیں۔

چہ پیش آید، چہ پیش افتاد اورا　　تواں دید از جبینِ امّہاتش!

[ص ۹۷۶]

اس کے لیے اُوپر کی آیت (القصص: آیت ۷) کافی ہو سکتی ہے اور اس شعر کے لیے بھی:

بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر　　کہ در آغوش شبیرےؓ بگیری

[ص ۹۷۶]

اسی طرح بہن کی قرأت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر دین کی طرف بڑھے:

تو می دانی کہ سوزِ قرأت تو　　دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

[ص ۹۷۶]

والدہ کی طرح بہن بھی عورت تھی جس کی وجہ سے ایسا ہوا۔

عصرِ حاضر

شبِ ابلیس را روز است ایں عصر جواناں را بد آموز است ایں عصر
[ص ۹۷۷]

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ (المجادلہ:۱۹)
شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

بہ رگہائے تو آں طغیانِ خون نیست! بہ تقلیدِ فرنگی پائے کوبی
[ص ۹۷۸]

برہمن

برہمن از بتاں طاقِ خود آراست تو قرآں را سرِ طاقے نہادی!
[ص ۹۷۸]

برہمن نے اپنے طاق کو بتوں سے سجا لیا اور مسلمان نے قرآن کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ۝ (الفرقان:۳۰)
اور رسول کہیں گے، اے پروردگار، بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔

ز افسونِ بتاں گنجد بیک دیر! بیک مسجد دو ملاّ می نہ گنجد
[ص ۹۷۹]

دنیوی ہوا و ہوس کی وجہ سے ہمارے ظاہر بیں علما میں آپس میں اتفاق نہیں ہے۔

فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ۝ۙ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوةَ الدُّنۡیَا ۝ۙ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ هِیَ الۡمَاۡوٰی ۝ؕ (النّٰزعٰت:۳۷۔۳۹)
پس جو حد سے بڑھا اور جس نے دنیوی زندگی کو ترجیح دی تو بے شک دوزخ اس کا ٹھکانا ہے۔

تعلیم

تب و تابے کہ باشد جاودانہ سمندِ زندگی را تازیانہ
بہ فرزنداں بیاموز ایں تب و تاب کتاب و مکتب افسون و فسانہ!
[ص ۹۸۰]

جوشِ عمل ہی تعلیم کا مقصد ہونا چاہیے۔ صفحہ ۹۶۸ کی آیتیں دیکھیں۔

زعلمِ چارہ سازے بے گدازے بسے خوشتر نگاہِ پاک بازے
نکو تر از نگاہِ پاک بازے دِلے از ہر دو عالم بے نیازے
[ص ۹۸۰]

نگاہِ پاک باز بلکہ دلِ بے نیاز کی ضرورت ہے۔

اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف:۱۰۸) میں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بصیرت پر قائم ہوں اور میرے ساتھی بھی۔

نہ دارم آں مسلماں زادہ را دوست! کہ در دانش فزود و در ادب کاست!
[ص ۹۸۱]

ادب اور تزکیہ کے بغیر علم و دانش بے کار ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:۹) تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کو سنوارا۔

بایں مکتب، بایں دانش چہ نازی کہ ناں در کف نداد و جاں زتن برد
[ص ۹۸۲]

اس تعلیم نے روٹی تو دے دی لیکن جان نکال لی۔ جان اور روح تو دین کے لیے اور عمل کے لیے ہیں۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۱) اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا۔

دین کا علم یا وہ علم جو دین کے نزدیک صحیح ہے۔[۱۳]

مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی کہ از وے روحِ قومے می تواں کُشت

[ص۹۸۳]

جو علم دین یا قومی روح کے منافی ہو وہ حرام ہے۔

اَفَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ (الجاثیہ:۲۳)

کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود علم کے (جو صحیح علم نہیں) گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

تلاشِ رزق ازاں دادند ما را کہ باشد پَر کشودن را بہانہ

[ص۹۸۵]

حضرت سعدی کہتے ہیں: ''خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است۔''

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود:۶)

اور کوئی نہیں پاؤں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔

اللہ نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لیا ہے صرف ذرا سا حیلہ چاہیے اور صرف روزی کو زندگی کا مقصد نہیں بنانا چاہیے۔

ع به موج آویز و از ساحل به پرہیز

[ص۹۸۵]

مشکلات کا مقابلہ کرنے ہی کے لیے انسان پیدا ہوا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ (البلد:۴) ہم نے بنایا انسان کو محنت میں۔

وہ ساری عمر محنت کرتا ہے اور اسے کرنا چاہیے۔

حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست طوافِ او طوافِ بام و در نیست

میانِ ما و بیت اللہ رمزیست | کہ جبریلِ امیں راہم خبر نیست!

[ص۹۸۶]

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ (البقرہ:۳۰) مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ (الاحزاب:۷۲) اس (امانت) کو انسان نے اٹھالیا۔

خلیفہ بننا اور امانتِ الٰہی کو اٹھالینا انسان ہی کے لیے ہے اور اس میں بڑے اسرار و رموز ہیں جن کی تفسیر اقبال کے نزدیک ''قلب و نظر'' کی تعمیر ہے۔

صفحہ ۹۸۶ سے ''حضورِ عالمِ انسانی'' کا باب شروع ہوتا ہے اور اس کے ذیل میں جاوید نامہ، ص۷۹۳ کا یہ شعر آتا ہے:

آدمیت احترامِ آدمی | با خبر شو از مقامِ آدمی

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا ۫ (بنی اسرائیل:۷۰) اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی اور ان کو مسلط کر دیا خشکی اور تری پر اور ان کو روزی دی اچھی اچھی چیزوں سے اور ان کو بڑی فضیلت دی بہتوں پر جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔

دریں گلشن کہ گل چینی حلال است | تو زخمے از سرِ خارے نداری

[ص۹۹۰]

مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی زندگی ہے۔

اگر خواہی خدا را فاش بینی | خودی را فاش تر دیدن بیاموز

[ص۹۹۱]

وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝ (الحشر:۱۹) اور اُن جیسے مت ہو جاؤ جنھوں نے بھلا دیا اللہ کو، پھر اُس نے بھلا دیے اُن کو اُن کے جی۔ وہ لوگ وہی ہیں بے حکم۔

یعنی خدا کو نہ بھولو گے تو خود کو پہچان سکو گے، ورنہ نہیں۔

تو شاہینی ولیکن خویشتن را | نگیری تا بہ دامِ خود نیائی

[ص۹۹۲]

اگر خود کو پہچانو گے تو شاہین کی طرح بلند پرواز اور تیز نگاہ ثابت ہو گے۔ سورۃ الحشر کی آیت ۱۹ سے یہاں بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ پھر بلند پروازی تو انسان میں ودیعت کی گئی ہے۔

وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ (الجاثیہ:۱۳) اور مسخر کیے گئے تمھارے لیے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب اس کی طرف سے۔

حیاتِ جاوداں اندر یقین است رہِ تخمین و ظن گیری، بمیری!

[ص۹۹۲]

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا (النجم:۲۸) اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

مرا کافر کند اندیشۂ رزق ترا کافر کند علمِ کتابی!

[ص۹۹۲]

کوئی رزق کی وجہ سے اور کوئی علمِ کتابی کی وجہ سے خدا کو بھول گیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ: آیت ا میں ہے کہ ''وہی رب العالمین ہے''۔

وَسِعَ رَبِّیۡ کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا (الانعام:۸۰) پھیل گیا ہے میرا رب ہر چیز پر علم سے۔ یعنی تمام چیزیں اس کے علم کے احاطے میں ہیں۔

بگیر از ما کہن صحرا نورداں بہ پشتِ خویش بردن بارِ خود را

[ص۹۹۳]

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۚ (الانعام:۱۶۴) اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا۔

ز تاویلاتِ مُلّایاں نکو تر نشستن با خود آگاہے دمے چند

[ص۹۹۳]

آج کل نیم مُلاں لوگوں نے اپنے اغراض کے لیے قرآن کی نئی نئی تاویلات کی ہیں۔ ان تاویلات کو سُننے سے بہتر یہ ہے کہ خود ہی تنہائی میں قرآن پر غور و فکر کرے۔

وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ بِغَیۡرِ ہُدًی مِّنَ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی

اللّٰہِ ؕ (القصص:۵۰) خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت کے بغیر۔

حکیماں را دریں اندیشہ بگذار شرر از تیشہ خیزد یا ز سنگ است؟
مشو در چارسوئے ایں جہاں گم بخود باز آو بشکن چار سو را
[ص ۹۹۴]

فلسفی کی طرح دنیا بھر کی باتیں سوچنا بے کار ہے۔ فلسفی سوچتا ہے کہ چنگاری تیشہ سے نکلتی ہے یا پتھر سے۔ تو ایسی سوچ سے اسے یا کسی اور کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ وہ خود کو پہچانے کہ وہ اطراف واکنافِ عالم کو مسخر کرسکتا ہے اور چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔ صفحہ ۹۹۲ کی آیتیں یہاں بھی کافی ہیں۔

تو اے موجِ اضطرابِ خودنگہدار کہ دریا را متاعِ خانہ از تُست
[ص ۹۹۵]

موج میں حرکت اور اضطراب نہ ہو تو سمندر کو کوئی سمندر نہ کہے۔ عمل اور حرکت ہی سے زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ اور ہر ایک کے رُتبے ان کے اعمال کے مطابق ہیں۔ (الاحقاف:۱۹)

بہ نورِ دوش بیں امروزِ خود را زدوش امروز را نتواں ربودن
[ص ۹۹۵]

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ البتہ ان کے احوال سے قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔ (یوسف:۱۱۱)

یعنی ماضی سے حال کے لیے سبق ملتا ہے۔

ولیکن طرحِ فردائے تواں ریخت اگر دانی بہائے ایں دمے چند!
[ص ۹۹۷]

تہ و بالا کن ایں عالم کہ در وَے قمارے می برد نامرد از مرد
[ص ۹۹۸]

زندگی کا ثبوت عمل سے ملتا ہے اور عمل والے ہی کو مرد کہا جا سکتا ہے۔

صفحہ ۹۹۵ میں سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹ کا حوالہ آ چکا ہے۔

برون کن کینہ را از سینۂ خویش — کہ دُودِ خانہ از روزن بروں بہ
ز کشتِ دل مدہ کس را خراجے — مشو اے دہ خدا غارت گرِ دہ
[ص۹۹۸]

اللہ پاک نے ہم کو کینہ وبغض کے خلاف دعا بھی سکھائی ہے:

وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۝ — اور نہ رکھ ہمارے دل میں کینہ ایمان والوں کا، اے رب، تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

(الحشر:۱۰)

نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم — چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست
[ص۹۹۸]

وَ اَنَّہٗ ہُوَ اَضۡحَکَ وَ اَبۡکٰی ۝ وَ اَنَّہٗ ہُوَ اَمَاتَ وَ اَحۡیَا ۝ (النجم:۴۳۔۴۴) — اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رُلاتا اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا۔

اللہ کے نیک بندوں کو صحیح خوشی وہی دیتا ہے اور بُرے لوگوں کو ان کی بداعمالی سے وہی رُلائے گا۔

دلِ ما آتش و تن موجِ دُودش — تپیدِ دم بدم سازِ وجودش
بذکرِ نیم شب جمعیتِ او — چو سیمابے کہ بندد چوبِ عُودش
[ص۹۹۹]

سورۃ الذاریٰت میں شب بیدار متقین پر اللہ کے انعامات کا ذکر ہے۔

کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ۝ وَ بِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ۝ — وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقت معافی مانگتے۔

(الذاریٰت:۱۷۔۱۸)

یہ دل کی بیداری کا ثبوت ہے اور دل کی غفلت اس کے برعکس ہے۔ یعنی رات کو خوب سونا اور کبھی اللہ سے معافی نہ مانگنا۔

دل ما گرچہ اندر سینۂ ماست — ولیکن از جہانِ ما برون است

[ص ۱۰۰۰]

دل کی بیداری یہ بھی ہے کہ انسان اپنے تن سے باہر بھی دیکھے اور یہ کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ — اور چاہیے کہ ہر نفس دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔ (الحشر:۱۸)

جہانِ دل جہانِ رنگ و بُو نیست — در و پست و بلند و کاخ و کُو نیست

زمین و آسمان و چار سُو نیست — دریں عالم بجز الله ھُو نیست!

[ص ۱۰۰۲]

دل کی دنیا میں صرف اللہ ہے اور غیر اللہ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ — اور مت پکڑو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔ (القصص:۸۸)

یَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَ مَا لَا یَنۡفَعُهٗ ؕ — پکارتا ہے اللہ کے سوا کسی اور کو جو اس کا بُرا کرتا اور نہ اس کا بھلا کرتا۔ (الحج:۱۲)

ع محبت چیست؟ تاثیرِ نگاہیست

[ص ۱۰۰۲]

سورۂ آل عمران میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے:

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ ۚ — تو یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ اُن کے لیے نرم دل ملے۔ (آل عمران:۱۵۹)

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی نے ایک عالم کو ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور اللہ پاک بھی تو ایسا ہی رحیم ہے۔

کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ — تمھارے رب نے اپنے اُوپر رحمت لازم کرلی ہے۔ (الانعام:۵۴)

صفحہ ۱۰۰۳-۱۰۰۴ تک پھر خودی کی تشریح ہے:

کفِ خاکے کہ دارم از درِ اُوست — گل و ریحانم از ابرِ ترِ اُوست

نہ 'من'، رامی شناسم من، نہ 'اوٗ' را ولے دانم کہ 'من' اندر برِ اُوست
[ص۱۰۰۴]

''میں'' اور خودی ساتھ ساتھ ہیں لیکن وہ نہیں جس میں تکبّر ہے بلکہ خودشناسی اور خودنگری چاہیے۔

ع کند ہر قوم پیدا مرگِ خود را
[ص۱۰۰۵]

اگر قوم عمل نہیں کرے گی تو خود ہی مرجائے گی اور اگر عمل کرے گی تو زندہ رہے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:۱۱) خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
[حالؔی]

شنیدم مرگ با یزداں چنیں گفت چہ بے نم چشمِ آں کز گِل بزاید
چو جانِ اُو بگیرم شرمسارم ولے او را ز مُردن عار ناید!
[ص۱۰۰۵]

ملک الموت کو مسلمانوں کی روح قبض کرنے میں شرمساری محسوس ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ خود مسلمان کو شرمندگی محسوس نہیں ہوتی جب اس کی روح قبض ہوتی ہے کہ اس نے کوئی عمل پیش نہیں کیا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا٥ (بنی اسرائیل:۳۶) بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ ہوگی۔

بغیر از جانِ ما سوزے کجا بود ترا از آتشِ ما آفریدند
[ص۱۰۰۶]

شیطان سے خطاب ہے کہ تجھ میں یہ سوز اور گرمی انسان ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اگر تُو سجدہ کرلیتا تو یہ گرمی تجھ میں پیدا نہ ہوتی۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ٥ (البقرہ:۳۴) اس نے قبول نہ رکھا اور تکبّر کیا اور وہ تھا منکروں میں سے۔

انسان کی خلافت کا ذکر بھی اسی سورۃ البقرہ: آیت ۳۰ میں ہے اور اس سلسلے کے واقعات بھی

اسی کے ساتھ آتے ہیں۔ اقبال اُس شیطان کو شیطان ہی نہیں سمجھتے جو بے عمل اور کمزور انسان کو فریب دیتا ہے۔

من او را مردہ شیطانے شمارم — کہ گیرد چوں تو نخچیرِ زبونے
بہ ایں نوزادہ ابلیساں نسازد — گنہگارے کہ طبعِ او غیور است
[ص ۱۰۰۹-۱۰۱۰]

مسلمان اگر غیرت مند ہے تو گناہ گار ہونے کے باوجود نئے نئے (مغرب کے) شیطانوں کے فریب میں نہیں آ سکتا۔ ایسے مسلمان (غیرت مند) کے لیے یوں سمجھنا چاہیے کہ:

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ (النجم:۳۲) — وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ سوائے کچھ آلودگی کے۔

بہ یارانِ طریق

قلندر جرّہ بازِ آسمانہا — بہ بالِ اُو سبک گردد گرانہا
[ص ۱۰۱۳]

مرا از منطق آید بوئے خامی — دلیلِ او دلیلِ نا تمامی!
[ص ۱۰۱۴]

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۚ (النجم:۲۸) — اور ظن و تخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

دو صد دانا دریں محفل سخن گفت — سخن نازک تر از برگِ سمن گفت
ولے با من بگو آں دیدہ ور کیست — کہ خارے دید و احوالِ چمن گفت!
[ص ۱۰۱۶]

اس محفل میں بہت سے شعراء ہیں لیکن ایسے نہیں جو مشکلات میں راحتوں کے حصول کا سبق دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۰۱۳ کی آیتیں دیکھیں۔

ع زمیں را آسماں خود ندانم!

[ص ۱۰۱۸]

اپنی زمین کو میں اپنا آسمان قرار نہیں دیتا بلکہ جوشِ عمل کا پیام دیتا ہوں اور بڑے بڑے کارنامے چاہتا ہوں۔

یہاں بھی صفحہ ۱۰۱۳ کی آیتیں مفید ہیں۔

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں ۔ زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں، زمیں ۔

دو صد بُو حامد و رازی نیرزد بنادانے کہ چشمش راہ بین است!

[ص ۱۰۱۹]

علم سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ (المجادلہ:۱۱)	اللہ درجے بلند کرے گا اُن لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور اُن کے جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم عمل کرتے ہو، خوب واقف ہے۔

یعنی ایمان اور اس کے علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے بلکہ اللہ تو عمل کو دیکھتا ہے۔

ہمیں یک چوبِ نَے سرمایۂ من نہ چوبِ منبرے نَے چوبِ دارے

[ص ۱۰۲۰]

یہ چوبِ نَے (بانسری) یعنی آواز جو عمل کے لیے اٹھ رہی ہے اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ (ابراھیم:۲۷)	اللہ پاک ایمان والوں کو دنیوی اور اُخروی زندگی میں صحیح و محکم بات (کلمۂ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

بدوشِ منعمِ بے دین و دانش قبائے نیست پالانِ حریر است!

[ص ۱۰۲۱]

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	بے شک بدترسب جانداروں میں، اللہ کے

فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ○ (الانفال:۵۵) نزدیک، وہ ہیں جو منکر ہوئے، پھر وہ ایمان نہیں لائے۔

ع مقامِ عشق منبر نیست، دار است

[ص۱۰۲۲]

عشق محض مشکلات کی دعوت دیتا ہے۔ صفحہ ۹۸۵ میں سورۃ البلد کی آیت ۴ دیکھیں۔

فرنگی را دلے زیرِ نگیں نیست متاعِ او ہمہ ملک است، دیں نیست

[ص۱۰۲۴]

وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (القصص:۵۰) اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت چھوڑ کر۔

خدا اندر قیاسِ ما نہ گنجد شناس آں را کہ گوید ما عرفناک

[ص۱۰۲۵]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما عرفناک حق معرفتک ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے۔

خدا کو اگر نہیں پہچانتے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لو جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا (سباء:۲۸) اور (اے محمدؐ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر۔

قبائے لا الٰہ خونیں قبا است کہ بر بالائے نامرداں دراز است

[ص۱۰۲۶]

لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے والا غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور ایسا ایمان ہو تو کمزور بھی طاقت ور بن سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مشکل پسندی اور سخت کوشی کا کیسا اچھا پیام دیا ہے:

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًاo (الکھف: ۶۰)

اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے کہا اپنے غلام سے کہ میں ہرگز باز نہ رہوں گا جب تک نہ پہنچوں دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤں قرنوں (سالہا سال)۔

نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز قیامت ہا کہ در 'قَدْ قَامَتِ' اوست
[ص ۱۰۲۷]

تکبیر ''الله اکبر'' اور اقامت ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا مقصد یہی ہے کہ غیر اللہ سے بیزاری اختیار کی جائے۔ صرف زبان سے کہہ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس نماز کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ابھی صفحہ ۱۰۴۶ کی آیت آ چکی ہے، وہی یہاں بھی کافی ہے۔

ازاں کشتِ خرابے حاصلے نیست کہ آب از خونِ شبیرؓے ندارد!
[ص ۱۰۲۸]

صرف وہی کھیتی مفید ہے جو کسی شبیر کے خون سے سینچی گئی ہو، یعنی ہر ایسے حاکم سے بیزاری ہونی چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بیزار ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور جو تم میں سے حاکم ہو (یعنی ایمان والوں میں سے حاکم ہو اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہو)۔

اگر حاکم ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہی پیام ہے۔

❁❁❁

''ارمغانِ حجاز'' کی اُردو نظمیں

ابلیس کہتا ہے:

۱- میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب
۲- میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں
۳- میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا
۴- میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں!

[ص ۶۴۷]

۱۔ فرنگی نے ملوکیت پر زور دے رکھا ہے جو غصب کرنا چاہتی ہے۔ سورۃ الکھف میں ایک بادشاہ کا ذکر ہے کہ:

يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝ (الکھف:۷۹) وہ لے لیتا ہر کشتی چھین کر۔

۲۔ دین سے بیزاری پیدا کر دی۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ (المجادلہ:۱۹) شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے۔ پس اس نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

۳۔ نادار لوگ تقدیر کے قائل ہو گئے کہ کچھ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔

لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ (النجم:۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جس کی سعی کی۔

۴۔ سورۃ الھمزۃ اسی سرمایہ داری کے خلاف ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ ۨالَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پسِ پشت عیب نکالنے والا ہو اور رُو در رُو طعنہ

(الھمزۃ:۱۔۳) دینے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔

پھر ابلیس کا پہلا مشیر کہتا ہے:

۱- ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدّر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نمازِ بے قیام
۲- یہ ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملاّ، ملوکیت کے بندے ہیں تمام!
۳- طبعِ مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ 'قوّالی' سے کچھ کمتر نہیں 'علمِ کلام'

[ص ۶۴۸]

۱- غلامی سیکھ لینے کے بعد قوم ہر اس چیز سے بچنا چاہتی ہے جس کا مقصد ''قوتِ نفس اور روحِ انسان'' کا ترفع ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے رشتہ جوڑنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریٰت:۵۶)

اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّ اور انسان کو مگر یہ میری ہی عبادت کریں (یعنی اللہ کے آگے جھکنے کے لیے پیدا کیا تھا، غیر اللہ کے آگے نہیں)

۲- آج کل کے صوفی اور مُلّا بھی غلام بن گئے ہیں اور اپنا منصب چھوڑ چکے ہیں۔ ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ غیر اللہ کے غلام بن جائیں۔۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ (المجادلہ:۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تُو ایسا نہیں پائے گا کہ وہ محبت کریں ان سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں

یا ان کے رشتہ دار ہوں۔

۳۔ آج کل توحید کو صرف علمِ کلام یا قوّالی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ عمل کی چیز ہے یعنی صرف اللہ کو طاقت سمجھنا توحید ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸) اور مت پکار اللہ کے سوا کوئی اور حاکم۔

ابلیس کا پہلا مشیر یہ بھی کہتا ہے کہ اب حج بھی محض رسم رہ گیا ہے اور جہاد کو غلام احمد قادیانی نے حرام قرار دے دیا ہے۔ یہ سب شیطان کی فتح ہے۔

پھر یہی مشیر یہ کہتا ہے:

ع ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

[ص۶۴۹]

گویا ملوکیت اور جمہوریت ہم مقصد ہیں۔

ع کہ از مغزِ دو صد خر فکر انسانی نمی آید

علم کے دعوے دار صرف اپنی پارٹی کی حمایت کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہو یا نہ ہو۔

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ (البقرہ:۱۴) اور جب وہ اکیلے جائیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں۔

پھر تیسرا مشیر یہ کہتا ہے کہ جمہوریت میں ''روحِ سلطانی'' کو صرف یہودیوں کی شرارت کے جواب کے طور پر پوشیدہ کر کے رکھا ہے۔ پھر رومۃ الکبریٰ[14] کی سیاست کا ذکر ہے کہ وہ ''معصومانِ یورپ'' جو دنیائے بنجر سے بھی بغیر خراج لیے باز نہیں آتے، ان کو مسولینی کی غارت گری پر کیوں اعتراض ہے؟

پھر ایک مشیر کہتا ہے:

وہ یہودی فتنہ گر، وہ روحِ مزدک کا برُوز
ہر قبا ہونے کو ہے اُس کے جنوں سے تار تار

[ص۶۵۲]

پھر ابلیس ان مشیروں کو جواب دیتا ہے کہ یہ سب ''امامانِ سیاست'' اور ''کلیسا کے شیوخ''

میری ایک ہُو سے احمق بنائے جا سکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے تو صرف اس امتِ مسلمہ سے جس میں خال خال اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔

۱- خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو

۲- عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

۳-اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

۴-چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں توخوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

۵- ہے یہی بہتر الٰہیات میں اُلجھا رہے
یہ کتابُ اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

[ص ۶۵۴-۶۵۵]

۱- قرآن شب بیداری کی تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح انسان کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیلِ هِیَ اَشَدُّ وَ طَأً وَّ اَقوَمُ قِیۡلًاؕ (المزمل:٦)

بے شک رات کا اٹھنا خوب مؤثر ہے کچلنے میں (نفس کے) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔

۲- سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۱۰ میں ہے:

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِؕ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو جو انتخاب کی گئی ہے لوگوں کے لیے۔ تم حکم دیتے ہو اچھے کاموں کا اور روکتے ہو ناپسندیدہ کاموں سے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۳- یہی دین یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ یہ زمین اللہ کی ہے بادشاہوں کی نہیں۔

لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ (الحدید:۵)
اسی کو حکومت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام۔

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ ○ (محمد:۳۸)
اور اگر تم پھر جاؤ گے (اللہ کے طریقے سے) تو وہ تمھاری جگہ دوسری قوم کو بدل لائے گا۔ پھر وہ لوگ تمھاری طرح نہ ہوں گے۔

۴- شیطان خوش ہے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہا اور خدا پر پورا یقین نہیں رکھتا۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِہٖ (الفرقان:۵۸)
اور بھروسا کر ہمیشہ زندہ رہنے والے پر جو نہیں مرے گا اور تسبیح کر اس کی حمد کے ساتھ۔

۵- آج کا مسلمان توحید کو علمِ کلام کا ایک مسئلہ سمجھتا ہے یا قوالی سمجھتا ہے حالانکہ صرف اللہ کو ماننا اور غیر اللہ کو پسِ پشت ڈالنا ہی توحید کا مقصد ہے۔

فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ (المائدہ:۳)
پس اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

ابلیس پھر آج کے مسلمان کے لیے کہتا ہے:

ہے وہی شعر و تصوّف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات!

[ص۶۵۶]

جو شعر اور تصوف انسان کو سُلا دے اور زندگی (بیداری) سے دور کر دے ابلیس کے نزدیک پسندیدہ ہے:

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (النور:۵۱)
مسلمانوں کا قول جب ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے، یہ ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا۔ اور ایسے لوگ فلاح پائیں گے۔

یعنی مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی ہر بات میں رجوع کرتے ہیں۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا
[ص ۶۵۷]

سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہ ہونا بہت بڑی قوت کا جذبہ ہے۔ سورۃ القصص میں ہے:

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸) اور اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم نہ پکار۔

بڑی بے غیرتی ہے کہ کوئی اللہ کا ہو کر اللہ کے علاوہ دوسروں کا محتاج ہو۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا
[ص ۶۵۷]

اور بانگِ درا، ص ۱۹۰ میں بھی ہے:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

وَالۡعَصۡرِۙ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ۝ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ۝ۧ (العصر:۱۔۳) زمانے کی قسم (زمانے کی تاریخ دیکھ لو) بے شک انسان خسارے میں ہے مگر جو یقین لائے اور عمل صالح کیے اور آپس میں تقیّد کیا حق کا اور آپس میں تقیّد کیا صبر کیا۔

یعنی ہر فرد کو چاہیے کہ ایمان اور عملِ صالح اختیار کرے اور جماعت کو چاہیے کہ حق اور صبر کی آپس میں تاکید اور وصیت کرے۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا
[ص ۶۵۸]

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰیﺹ فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ وَ مَا كَانُوۡا مُهۡتَدِیۡنَ۝ (البقرہ:۱۶) وہی ہیں جنھوں نے خرید کی ہدایت کے بدلے گمراہی۔ تو نفع نہ لائی ان کی تجارت اور نہ وہ راہ پا سکے۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا!

[ص ۶۵۸]

نئی تہذیب نے بدن پروری اور خودغرضی کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ‌ؕ وَ رِزۡقُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى‏○ (طٰہٰ:۱۳۱)

تو نہ دوڑا اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کیا ہے (یعنی) دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف۔ یہ اس لیے کہ ہم اس میں اُن کو آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

خبر، عقل و خرد کی ناتوانی — نظر، دل کی حیاتِ جاودانی

[ص ۶۶۰]

ناقص علم اور فلسفہ محض ناتوانی ہے کیونکہ یقین سے دُور ہے۔

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـًٔـا‌ۚ○ (النجم:۲۸)

اور بے شک ظن وتخمین حقیقت کی تلاش میں کچھ کام نہیں دیتے۔

لیکن نظر اور بصیرت ہی سے صحیح زندگی ہے۔

قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ‌ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ‌ؕ (یوسف:۱۰۸)

آپؐ فرمادیں کہ یہ میرا طریق ہے۔ میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں بصیرت (دلیل) پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھی بھی۔

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد

[ص ۶۶۲]

وَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ يَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰى‌ۚ○

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنے والوں کو اُن کے کام کے

(النجم:۳۱) عوض میں جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔

آخرت میں وہی خوش ہوں گے جو اللہ کی مغفرت سے نوازے جائیں گے۔
اوپر کے شعر کے برعکس ایک غلام اور محکوم سے اس کی قبر بھی پناہ مانگتی ہے۔

ع الحذر محکوم کی میت سے سو بار الحذر

[ص ۶۶۳]

اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰهُ وَ جَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ (الانعام:۱۲۲)

ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ تاریکیوں میں ہے، اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

آزاد مرد اور محکوم مرد کی بہت اچھی مثال ہے۔

ع 'شاہ' ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بُت

[ص ۶۶۴]

صحیح معنوں میں یہ شاہ نہیں بلکہ ''معزول'' شاہ ہے جسے شہنشاہ کہا جا رہا ہے۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡکَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ (النحل:۷۶)

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام ہے جو دوسروں کے بس میں ہے کہ وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت جو کچھ ہے وہ ہے فکرِ ملوکانہ کی ایجاد!

[ص ۶۶۵]

تن پروری اور سرمایہ داری کے لیے آج کل کے علم و حکمت اور سیاست و تجارت کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ (العنکبوت:۳۸)

اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں مستحسن کر دیا اور ان کو راہ سے روک دیا۔

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقامِ حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحانِ ثبات!

[ص۶۶۷]

ابھی صفحہ ۶۶۲ میں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۲ آ چکی ہے وہ یہاں کے لیے بھی کافی ہے۔

روشن تو وہ ہوتی ہے، جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک!

[ص۶۷۰]

وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا (الاعراف:۱۷۹)

اور ان کے پاس آنکھیں ہیں (لیکن) ان سے دیکھتے نہیں۔

رہے تیری خدائی داغ سے پاک مِرے بے ذوق سجدوں سے حذر کر!

[ص۶۷۲]

اگر سجدہ بے ذوق وشوق ہے تو مسلمان کے لیے باعثِ ننگ ہے۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝ وَ يَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝ (الماعون:۴-۷)

تو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جو ایسے ہیں (کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریا کاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیز (یا زکوٰۃ) نہیں دیتے۔

حذر اُس فقر و درویشی سے جس نے مسلماں کو سکھا دی سر بزیری!

[ص۶۷۲]

علامہ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

صوفیہ اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔[۱۵]

اللہ سے رشتہ رکھنے والا اگر غیر اللہ کا غلام بن جائے تو کس قدر شرم کی بات ہے؟
صفحہ ۶۵۷ میں سورۃ القصص کی آیت ۸۸ دیکھیں۔ یہی بات اس مصرعے میں ہے:

ع فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون؟

[ص ۶۷۳]

حدیثِ بندۂ مومن دل آویز جگر پُر خوں، نفس روشن، نگہ تیز

[ص ۶۷۳]

۱- بندۂ مومن سراپا عمل اور مجسم جوش ہوتا ہے۔ سورۃ الکہف کی آیت ۶۰، صفحہ ۱۰۲۶ (فارسی) میں بھی آ چکی ہے۔

۲- بندۂ مومن کا نفس روشن ہوتا ہے:

قَد اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:۹) مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس کو سنوارا)

یہاں نَفْس ہے اور اقبال نے نَفَس استعمال کیا ہے۔ مقصد ایک ہی ہے۔

۳- بندۂ مومن کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔ سورۃ المزمّل میں ہے:

وَ اَقْوَمُ قِيْلًا (المزمل:۶) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے (خوب پہچان لیتا ہے)۔

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری!

[ص ۶۷۴]

مشکلات کا مقابلہ کرنے والا ہی دوسروں کی حفاظت اور خدمت کر سکتا ہے۔ ایثار کا مادہ ایسے ہی شخص میں ہوتا ہے۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹) اور وہ (دوسروں کی حاجت کو) ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر، گو اُن کو فاقہ (تکلیف) ہو جائے۔

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟ خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟

[ص ۶۷۴]

جو کوئی بھی مسلمان ہے اُسے مشکلات کا مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔ ہر کام کے لیے عزم اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ (لقمان:۱۷)

اور استقلال اختیار کر اس پر جو مصیبت تجھ پر پڑے۔ بے شک یہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

کبھی دریا سے مثلِ موج اُبھر کر کبھی دریا کے سینے میں اُتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گُزر کر مقام اپنی خودی کا فاش تر کر!

[ص ۶۷۵]

ہر قدم پر مشکل پسندی ہی کرنا چاہیے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ (البلد:۴)

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مشقت میں۔

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب!
دیں بندۂ مومن کے لیے موت ہے یا خواب!

[ص ۶۷۶]

دین عمل کا متقاضی ہے۔ صرف زبان سے دین کو تسلیم کر لینا کافی نہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (الحجرات:۱۴)

عرب گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ ہاں کہو کہ ہم نے تسلیم کر لیا۔ حالت یہ ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل!
سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

[ص ۶۷۷]

صفحہ ۶۴۸ میں غلامی کے سلسلے میں علامہ اقبال کا بیان پھر آیت بھی دیکھیں۔

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہُو!
تھرتھراتا ہے جہانِ چار سُو و رنگ و بُو
ضربتِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رُو

[ص۶۷۸-۶۷۹]

دلوں میں گرمی پیدا ہوتو ظالم حاکمیت قائم نہیں رہ سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ (الرعد:۱۱) بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوم کوشش اور ہمت کرے تو ظالم حاکم کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

خود گیری و خود داری و گلبانگِ انا الحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات
محکوم ہو سالک تو یہی اس کا 'ہمہ اوست'
خود مردہ و خود مرقد و خود مرگِ مفاجات!

[ص۶۸۰]

اگر صوفی صحیح معنی میں صوفی ہے تو پھر وہ غیر اللہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ورنہ غیر اللہ ہی اس کا خدا ہوتا ہے۔ صفحہ ۶۷۲ کی آیتیں دیکھیں۔

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادُو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری!

[ص۶۸۰]

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

غلام قوم مادیات کو روحانیات پر مقدم سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور جب انسان میں خوئے غلامی راسخ ہو جاتی ہے تو ہر ایسی تعلیم سے بیزاری کے بہانے تلاش کرتا ہے جس کا مقصد قوتِ نفس اور روحِ انسانی کا ترفع ہو۔[۱۶]

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظر

(العنکبوت:۳۸) میں مستحسن کر دیا۔

جس خاک کے ضمیر میں ہے آتشِ چنار ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاکِ ارجمند
[ص۶۸۱]

جو شخص عمل کے لیے سرگرم رہتا ہے وہ کبھی پسپا نہیں ہو سکتا۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ اور جن لوگوں نے محنت کی ہمارے لیے ہم

(العنکبوت:۶۹) سُجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔

ع حیات است در آتشِ خود تپیدن
[ص۶۸۲]

اپنا لہو گرم رکھنا ہی زندگی کی دلیل ہے یعنی انسان اپنے عمل ہی کی وجہ سے زندہ کہلایا جا سکتا ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْاۚ اور ہر ایک کے مرتبے ان کے اعمال کے

(الاحقاف:۱۹) مطابق ہیں۔

یعنی بے عملی کے کوئی مرتبے نہیں ہیں۔

ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہم دوش وہ بندۂ افلاک ہے، یہ خواجۂ افلاک
[ص۶۸۳]

صفحات ۶۷۲-۶۸۰ کی آیتیں دیکھیں۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
[ص۶۸۴]

زندہ قوم بے عمل نہیں رہ سکتی۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ وہ جس نے بنایا مرنا اور جینا کہ تم کو جانچے

اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ کہ کون تم میں اچھا عمل پیش کرتا ہے جینا اسی

(الملک:۲) لیے ہے کہ عمل کیے جائیں اور وہ اچھے بھی ہوں۔

چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی
[ص۶۸۵]

انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے اور سخت کوش بنے لیکن آج وہ فطرت کے مطابق نہیں ہے، زمانے کے مطابق ہے۔ صفحہ ۶۷۸ کی آیت دیکھیں۔

ع عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

[ص ۶۸۷]

صفحات ۶۸۲، ۶۸۳ کی آیتیں دیکھیں۔

خود آگاہی نے سکھلا دی جس کو تن فراموشی
حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پر زرہ پوشی

[ص ۶۸۸]

جو مردِ مجاہد اپنے تن کی پروا نہیں کرتا اور اللہ کے لیے سرفروشی کرتا ہے اسے زرہ پوشی کی بھی حاجت نہیں رہتی۔

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۝ (التوبہ: ۴۱)

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ یہ بہتر ہے تمھارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔

آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور شمشیرِ پدر خواہی بازوے پدر آور

[ص ۶۸۸]

بڑا بننا ہے تو بڑوں جیسے عمل بھی پیش کرو اور باطل کے خلاف اپنے اندر قوت پیدا کرو۔

وَ اَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ (الانفال: ۶۰)

اور تم تیار رکھا کرو ان کے لیے جتنا تم سے ہو سکے قوت کی چیزیں۔

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

[ص ۶۹۱]

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

بے شک تمھارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی میں اچھا نمونہ ہے۔

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوقِ عریانی
[ص۶۹۲]

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ ؕ (فصّلت:۵۳)
اب ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جان میں، یہاں تک کہ کھل جائے اُن پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الذاریٰت:۲۰-۲۱)
اور زمین میں نشانیاں یقین لانے والوں کی اور خود تمھارے اندر۔ کیا تم کو سوجھ نہیں۔

اگر مقصودِ کُل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے؟
مرے ہنگامہ ہائے نو بنو کی انتہا کیا ہے؟
[ص۶۹۲]

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:۲۹)
وہی ہے جس نے تمھارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۙ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۪۴۰﴾ ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ۙ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَهٰی ﴿۴۲﴾ (النجم:۳۹-۴۳)
اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی ہے۔ پھر اس کو بدلہ دینا ہے اس کا پورا بدلہ اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا ہے۔

❀❀❀

حوالے اور حواشی

۱- اس کی تفسیر مولانا سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی (مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء) ۴۲۸/۵ میں دیکھیں۔
۲- اقبال نامہ (اوّل) ص ۲۰۱-۲۰۲۔
۳- ایضاً ص ۴۶۱-۴۶۳۔

۴- ایضاً،ص۲۰۱-۲۰۲۔

۵- ایضاً،ص۳۳۸۔

۶- دو شعر کسی لحاظ سے رباعی نہیں کہلائے جا سکتے۔علامہ اقبال نے اپنے قطعات کو ہر جگہ رباعی کہا ہے جو وزن کے لحاظ سے رباعی نہیں ہیں۔تاہم انھیں اس بات کا احساس تھا۔دیکھیں۔ایضاً،ص۳۰۳۔

۷- ایضاً،ص۲۵۰۔

۸- سعداللہ مسیحا پانی پتی کا شعر ہے:

زعشقِ مصطفیٰؐ دل ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

۹- رومی کہتے ہیں:

عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما از پے سنائی و عطار آمدیم

۱۰- مشہور شعر ہے:

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۱۱- اقبال نامہ (اول)،ص۴۰۶-۴۰۷۔

۱۲- علی برادران کی تحریکِ خلافت وغیرہ کے متعلق دیکھیں۔اقبال نامہ (اوّل)،ص۲۵۵-۲۶۸؛ نیز رسالہ صحیفہ(اکتوبر۱۹۷۳ء)ص۱۳۹-۱۴۱دیکھیں۔

۱۳-

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و پایندہ کند

۱۴- تفصیل کے لیے دیکھیں اقبال نامہ (اوّل)،ص۲۰۲۔

۱۵- ایضاً،ص۲۵۰۔

۱۶- ایضاً،ص۲۰۱-۲۰۲۔

❁❁❁

تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ

The Reconstruction of Religious Thought in Islam

۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے مکتوب نمبر ۱۰۶ میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

> تین لیکچر امسال لکھے گئے ہیں، تین آئندہ سال لکھوں گا اور مدراس
> ہی میں دسمبر ۲۹ یا جنوری ۳۰ میں دوں گا۔ حیدر آباد دکن بھی ٹھہروں گا،
> کیونکہ عثمانیہ یونیورسٹی کا تار آیا ہے کہ لیکچر وہاں بھی دیے جائیں......

(اقبال نامہ (اول) ص ۲۱۱)

کتاب اقبال اور قرآن چونکہ اُردو میں ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا
کہ محترم سید نذیر نیازی کا اردو ترجمہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ،
مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء حوالے کے لیے پیش نظر رکھا جائے۔ آں محترم کے
حواشی سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

دیباچہ

''قرآن پاک کا رجحان زیادہ تر اس طرف ہے کہ 'فکر' کی بجائے 'عمل' پر زور دیا جائے''۔ قرآن پاک میں تفکر کے لیے (کم و بیش) اُنیس آیتیں، تدبّر کے لیے آٹھ، تفقّہ کے لیے بیس، شعور کے لیے اُنتیس، تعقّل کے لیے اُنچاس اور تبصّر کے لیے چھیانوے (مجموعہ ۲۲۱)، لیکن عملِ صالح کے لیے تین سو چھپن آیتیں ہیں۔ دنیا کے لیے عمل بھی اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو تو وہ بھی ہمارے دین میں عبادت اور آخرت کا عمل بن جاتا ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱۶۲﴾ (الانعام:۱۶۲)

آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانی (عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ (التوبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

ۣ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک:۲)

وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔

رہا عہدِ حاضر کا انسان، سو اُسے محسوس یعنی اس قسم کے فکر کی عادت ہوگئی ہے جس کا تعلق اشیا اور حوادث کی دنیا سے ہے اور یہ وہ عادت ہے جس کی اسلام نے اور نہیں تو اپنے تہذیبی نشو و نما کے ابتدائی ادوار میں حمایت کی ہے۔ [دیباچہ تشکیل جدید]

وَ لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَ حَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ وَ رَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلۡنٰہُمۡ

اور بے شک ہم نے برتری دی آدم کی اولاد کو، اور خشکی و تری میں اُن کو سوار کر دیا اور

عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا۠ (بنی اسرائیل:۷۰) عمدہ اور پاک چیزوں کی اُن کو روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو فضیلت دی۔

خشکی و تری اور فضائی وسعتوں کو بروئے کار لانے کی صلاحیت انسان کو ودیعت کی گئی اور سلفِ صالحین نے اسی لیے عظیم کارنامے پیش کیے۔

مَا خَلۡقُکُمۡ وَلَا بَعۡثُکُمۡ اِلَّا کَنَفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ (لقمٰن:۲۸) تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔

اس آیت میں جس حیاتی وحدت کی طرف اشارہ ہے اسے سائنس کی زبان میں سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ آج کل وہ انسان بھی اسے سمجھ سکے جو محسوس کا خوگر ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال نے مذہب اور سائنس کی ہم آہنگی ہی کے لیے مدراس میں یہ خطبات دیے تھے۔

❁❁❁

پہلا خطبہ

علم اور مذہبی مشاہدات

(Knowledge and Religious Experience)

وہ (مذہب) فرد سے جماعت کی طرف بڑھتا اور حقیقت مطلقہ کے بارے میں ایک ایسی روش اختیار کرتا ہے جو حدود انسانی سے ٹکراتی، اس کے دعاوی کو وسعت دیتی ہے۔

[ص ۱]

فرد اور جماعت کی بیداری اور اس کی صلاحیتوں کی وسعت کے لیے سورۃ العصر دیکھیں۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۱-۳)	زمانے کی قسم! بے شک آدمی ضرور گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

ایمان اور عملِ صالح ''فرد'' کے لیے ہے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت ''جماعت'' سے متعلق ہے۔

وہ (مذہب) ہمیں توقع دلاتا ہے کہ ذاتِ مطلق کا بلا واسطہ لقا ممکن ہے۔ [ص ۱]

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکهف: ۱۱۰)	تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہیے کہ عملِ صالح کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

مذہب کا جوہر ہے ایمان اور ایمان کی مثال یہ ہے کہ ....ایک پرند کی طرح اپنا 'بے نشان' راستہ دیکھ لیتا ہے۔

[ص ۲]

اللہ سے ڈرنے والوں کی یہی تعریف ہے: **الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** (سورۃ البقرہ، آیت ۳) وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں۔

علّامہ اقبال نے ارمغان حجاز میں یہی تشبیہ استعمال کی ہے:

چو آن مرغے کہ در صحرا سرِ شام کشاید پر بفکرِ آشیانہ

[ص ۲۴]

اب جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی عقلی اساسات کی جستجو کا آغاز آنحضرت صلعم کی ذات مبارک ہی سے ہو گیا تھا۔

[ص ۴]

آپ ہمیشہ دعا فرماتے:

اللھم ارنی الاشیاء کما ھی اے اللہ مجھ کو اشیا کی اصل حقیقت سے آگاہ کر۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (البقرہ: ۳۱) اور اللہ نے آدم کو تمام (اشیا) کے نام سکھائے۔

"شہد کی مکھی ایسی حقیر شے بھی وحیِ الٰہی سے بہرہ ور ہوئی۔"

[ص ۵]

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (النحل: ۶۸) اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا۔

قرآن مجید نے سمع و بصر کا شمار اللہ تعالیٰ کے گراں قدر انعامات میں کیا اور عند اللہ اپنے اعمال و افعال کا جواب دہ ٹھہرایا۔

[ص ۵]

وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (النحل: ۷۸) اور تمھیں کان اور آنکھ اور دل دیے کہ تم احسان مانو۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۝ (بنی اسرائیل: ۳۶) بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان سب سے سوال ہونا ہے۔

ابن رشد نے ....ارسطو کی پیروی میں بقائے عقلِ فعال کا عقیدہ وضع کیا......جو میری رائے میں اس تصور کے سرتا سر خلاف ہے جو قرآن پاک نے نفسِ انسانی کی قدر و قیمت اور مقصود و منتہا کے بارے میں قائم کیا ہے۔

[ص ۶]

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ (فصّلت:۵۳)	ابھی ہم دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود اُن کے اندر حتّٰی کہ اُن پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔
وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)	اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تم میں۔ کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریٰت:۵۶)	اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ صرف میری بندگی کریں۔

یعنی غیر اللہ کے آگے نہ جھکیں کیونکہ خلیفۃ اللہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو طاقت تسلیم کرے۔

جہاں تک اظہارِ ذات کا تعلق ہے فکر کی مثال ایک 'کل' کی ہے جسے اگر بقیدِ زمانہ دیکھیے تو قطعی تخصیصات کے ایک سلسلے کی شکل اختیار کرلے گا اور جن کا ادراک ہم ایک دوسرے کے حوالے ہی سے کرسکیں گے، بالفاظِ دیگر ان کے کچھ معنی ہیں تو اپنے ذاتی تشخص میں نہیں بلکہ اس وسیع تر 'کل' میں جس کے وہ مخصوص پہلو ہیں اور جنھیں قرآنِ پاک نے 'لوحِ محفوظ' سے تعبیر کیا ہے۔

[ص۹]

وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۧ (البروج:۲۰۔۲۲)	اور اللہ نے اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ کوئی نہیں، یہ قرآن ہے بڑی شان والا، لکھا ہوا لوحِ محفوظ میں۔
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۖۚ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (الرعد:۳۸۔۳۹)	ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔
وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (القمر:۵۳)	ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

ان خطبات میں بھی میرا یہی ارادہ ہے کہ اسلام کے بعض اساسی افکار کی بحث فلسفیانہ نقطۂ نظر سے کروں تا کہ اور نہیں تو بہت ممکن ہے ہم اس حقیقت ہی کو آسانی سے سمجھ سکیں کہ بحیثیت ایک ایسے

پیام کے جس کا خطاب ساری نوعِ انسانی سے ہے، اسلام کے معنی کیا ہیں۔

[ص۱۳]

سورۃ سباء میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (سباء:۲۸)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے خوش خبری دیتا اور ڈرسناتا۔

قرآن مجید کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ان گونا گوں روابط کا ایک اعلیٰ اور برتر شعور پیدا کرے جو اُس کے اور کائنات کے درمیان قائم ہیں۔

[ص۱۳]

وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحۡمَۃً وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ (النحل:۸۹)

اور ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کی تشریح کے لیے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

انسان اور کائنات کے درمیان روابط بھی اسی کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔

ہمارے داخل کے حیاتی اور خارج کے ریاضیاتی کا نازک فرق ہے جس سے مسیحیت متاثر ہوئی لیکن جس سے اسلام نے منہ نہیں موڑا۔

[ص۱۵]

یہ انفس و آفاق کا رشتہ ہے جس کے لیے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ (فصّلت:۵۳)

ابھی ہم انھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں آفاق میں اور خود اُن میں یہاں تک کہ کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

دونوں (مسیحیت اور اسلام) کا مطالبہ ہے کہ ہم اس روحانیت کا اثبات کریں جو ہماری ذات کے اندر موجود ہے۔ اختلاف ہے تو اتنا کہ اسلام نے عینی اور واقعی یا حقیقت اور مجاز کے اتصال کا اعتراف کرتے ہوئے دنیائے مادیات کو رد نہیں کیا بلکہ لبیک کہتے ہوئے اُس کی تسخیر و تصرف کا راستہ دکھلایا تاکہ ہم اپنی زندگی کا نظم و انضباط واقعیت کی اساس پر کریں۔

[ص۱۵]

سورۃ الجاثیہ میں اسی واقعیت (اور انسانی صلاحیت) کے متعلق ہے:

وَ سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ○ (الجاثیہ:۱۳)

اور تمھارے لیے مسخر کیا گیا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے۔

پھر صفحہ ۱۵ سے ۲۱ تک بتایا ہے کہ تخلیقِ کائنات کا عمل کھیل نہیں ہے (سورۃ الدخان[1] آیت ۳۸۔۳۹)۔ وہ ایک حقیقت ہے (سورۂ آل عمران، آیات ۱۹۰۔۱۹۱)۔ اس کی ترکیب میں مزید وسعت کی گنجائش ہے (سورۂ فاطر، آیت ۱)۔ اس کے باطن میں ایک نئی آفرینش پوشیدہ ہے (سورۃ العنکبوت، آیت ۲۰) نس کے پُر اسرار اہتزاز اور تحریک میں بھی آنکھ والے کے لیے عبرت ہے (سورۃ النور، آیت ۴۴)۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ فطرت پر غلبہ حاصل کرے (سورۂ لقمٰن، آیت ۲۰؛ سورۃ النحل، آیت ۱۲)۔ گو کہ اُسے قدم قدم پر مزاحم قوتوں نے گھیر رکھا ہے۔ (سورۃ التین، آیات ۴۔۵)۔ اور ایک وہ زبردست امانت کا حامل ہے (سورۃ الاحزاب، آیت ۷۲)۔ اور وہ کائنات کی ترکیب میں ایک دوامی عنصر بن سکتا ہے (سورۃ القیٰمہ، آیات ۳۶۔۴۰)۔ کیونکہ وہ ایسی روح اپنے اندر رکھتا ہے جو اپنے ارتقا میں ایک مرتبۂ وجود سے دوسرے میں قدم رکھتا ہے (سورۃ الانشقاق، آیات ۱۶۔۱۹)، لیکن اس کے لیے (خدا کی تائید سے پہلے) انسان کو خود بھی بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے (سورۃ الرعد، آیت ۱۱)۔ چنانچہ علم کی بدولت وہ اس حقیقت سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے جو اُسے چہار طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہے (سورۃ البقرہ، ۳۰۔۳۳)۔ علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے لیکن اسی کے ذریعے وہ حقیقتِ مطلقہ کے قابلِ مشاہدہ پہلوؤں کی طرف رخ کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۴؛ سورۃ الانعام، آیات ۹۸۔۱۰۰؛ سوۃ الفرقان، آیات ۴۵۔۴۶؛ سورۃ الغاشیہ، آیات ۱۷۔۲۰؛ سورۃ الروم، آیت ۲۲)

یہاں توجہ طلب امر قرآن مجید کی وہ اختیاری روش ہے جس سے مسلمانوں کے اندر عالمِ واقعیت کا احترام پیدا ہوا اور جس کی بدولت آگے چل کر انھوں نے علومِ جدیدہ کی بنیاد ڈالی۔

[ص ۲۱]

وَ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ (الزمر:۱۰)

اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔

ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِہَا وَ کُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِہٖ ؕ

وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین رام کر دی۔ تو اس کے راستوں میں چلو اور اللہ

کی روزی میں سے کھاؤ۔ (الملک:۱۵)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (نوح:۱۹-۲۰) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو۔

وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ (ابراهیم:۳۴) اور تمھیں بہت کچھ منہ مانگا دیا۔

قرآن پاک نے ہمیں تغیر ایسی زبردست حقیقت کی طرف متوجہ کیا۔

[ص۲۲]

یعنی وہی آیت سورہ النور میں ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی۔ بے شک

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (النور:۴۴) اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو۔

قرآن مجید نے انسان کی اختیاری روش کو اس کی روحانی زندگی کا ایک ناگزیر مرحلہ ٹھہرایا۔

[ص۲۱]

''قرآن پاک کی فطرت پسندی محض اس امر کا اعتراف ہے کہ انسان فطرت سے وابستہ ہے۔''

یعنی حقیقت صرف محسوس تک محدود نہیں۔

[ص۲۲-۲۳]

حقیقتِ مطلقہ کے تمام و کمال لِقا کی خاطر ادراک بالحواس کے ساتھ ساتھ اس چیز کے مدرکات کا اضافہ بھی ضروری ہے جسے قرآن پاک نے 'فوادٗ یا قلب سے تعبیر کیا۔

[ص۲۳]

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورۃ السجدہ کی آیتیں (۷۔۹) نقل کی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:

قرآنِ مجید کے نزدیک قلب کو قوتِ دید حاصل ہے اور اس کی اطلاعات بشرطیکہ اُن کی تعبیر صحت کے ساتھ کی جائے، کبھی غلط نہیں ہوتیں۔

[ص۲۳]

جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۃ النجم میں ارشاد ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (النجم:۱۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک نے تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔

(مخاطب کا) جواب ہی بلا شبہ کسی صاحبِ شعور ہستی کی موجودگی کا ثبوت ہے۔

[ص۲۹]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ المؤمنون کی آیت ۶۰ اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ نقل کی ہیں۔

اس کے برعکس غیر اللہ سے جواب نہ ملنا اُس کے صاحبِ شعور نہ ہونے کا ثبوت بھی تو ہے۔

اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَ كُمۡ‌ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ‌ؕ (فاطر:۱۴) تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں اور بالفرض سن لیں تو تمھاری حاجت پوری نہ کرسکیں۔

صوفی یا پیغمبر جب اپنے مذہبی شعور کی تعبیر الفاظ میں کرتا ہے تو اُسے منطقی قضایا ہی کی شکل دے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا مشمول من و عن دوسروں تک منتقل کر سکے۔

[ص ۳۰]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۱ اور سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتیں نقل کی ہیں۔

اور اللہ پاک ایک شہد کی مکھی کو بھی شعور دے سکتا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے۔

وَ اَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعۡرِشُوۡنَۙ (النحل:۶۸) اور تمھارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔

لیکن اس قسم کا ابلاغ ایک صلاحیت کے لیے ہے جو نباتات اور جمادات میں بھی اللہ کی طرف سے پیدا کی جاتی ہے۔ علامہ نے بھی آگے چل کر بحث کی ہے:

شیطان واقعی اپنی عداوت میں ایسی واردات افترا کر لیتا ہے جو صوفیانہ مشاہدات کے حلقے میں داخل ہو جاتی ہے۔

[ص ۳۵]

اس کے لیے علامہ نے سورۃ الحج کی آیت ۵۲ نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گذرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے اُن کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف ملا دیا۔ تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو۔ پھر اللہ اپنی آیتیں پکّی کر دیتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔[۲]

یہاں بے محل نہ ہوگا اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب (دفتر اوّل، ۲۰۷) سے ایک اقتباس نقل کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں:

وجد و حال را تا بمیزانِ شرع نسنجند بُدَ باء بہ نیم جیتل نمی خرند و کشوف و الہامات را تا بر معیارِ کتاب و سنت نزنند بہ نیم جوے نمی پسندند۔ مقصود از سلوکِ طریقِ صوفیہ، حصولِ ازدیادِ یقین است بمعتقداتِ شرعیہ کہ حقیقتِ ایمان است و نیز حصول یُسر است در ادائے احکامِ فقہیہ۔ نہ امرِ دیگر۔ اس

[مذہب] کا مقصد ہے محسوسات و مدرکات کی ایک الگ تھلگ نوع یعنی مذہبی مشاہدات کی تعبیر جس کے مدلولات کو سائنس کے مدلولات میں مدغم کرنا ممکن نہیں۔
[ص ۳۷]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (یونس: ۵۷)	اے لوگو، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس ہدایت اور رحمت سے حقیقت کا علم بھی حاصل ہوسکتا ہے جس کی تائید عقل بھی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

❁❁❁

دوسرا خطبہ

مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار (علم بالوحی اور عقل)

(The Philosophical Test of the Revelations of Religious Experience)

ہستیِ مطلق کے یقین تک پہنچنے کے لیے کونی، غائی اور وجودی تین قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں، لیکن ان سب دلائل میں منطقی خامیاں موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے اُن خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔

دلیلِ غائی کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کائنات میں تنظیم اور مقصد کوشی سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس میں خامی یہ ہے کہ ''اس طرح صرف ایک صانع کا ماننا لازم آتا ہے، خالق کا ماننا لازم نہیں۔'' (گویا وہ کائنات کے کارخانے سے خارج میں بیٹھا ہوا ہے) ص ۴۳ حالانکہ قرآن میں وہ فاطر السمٰوت و الارض مثلاً (سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱) بھی کہا گیا ہے اور خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (سورۃ الزمر، آیت ۶۲) بھی پھر اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ آیت ۲۰) بھی۔

دلیلِ وجودی اور غائی میں کوئی معنی پیدا ہوں گے تو صرف اس صورت میں جب یہ ثابت ہو جائے کہ ہم اپنے ارتقا کی جس منزل میں ہیں وہ آخری منزل نہیں۔ علٰی ہذا یہ کہ 'فکر اور وجود' اپنی کنہ میں ایک ہیں لیکن یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم اپنے محسوسات و مدرکات کی تعبیر قرآن پاک کی رہنمائی میں کریں جس نے ان کو اس حقیقت کی آیات ٹھہرایا جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی اور باطن بھی۔[۳]

[ص ۴۷]

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ و وَالْبَاطِنُ	وہی اوّل، وہی آخر، وہی باطن اور وہی سب
وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (الحدید: ۳)	کچھ جانتا ہے۔

لیکن علامہ اقبال نے اس آیت سے نظریۂ وحدۃ الوجود کی تائید نہیں کی اور مترجم نے اپنی تصریحات (نمبر ج، خطبۂ دوم) میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۱۵) تم جس طرف بھی رخ کرو اُسی طرف اللہ ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۠ ؑ (النساء:۱۲۶) اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ (الحدید:۴) اور وہ تمھارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

ذاتی طور سے تو میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ حقیقت اپنی کنہ میں محض 'روح' ہے۔

[ص ۴۷]

گویا یہاں روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۝ (الحجر:۲۹) (انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنانے کے سلسلے میں اللہ پاک نے فرشتوں سے فرمایا:) تو جب مَیں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔

یہاں بھی روح کو مادہ کی ضد کہا گیا ہے۔

عالمِ فطرت کی یہی خصوصیت یعنی اس کا مرور فی الزمان ہمارے محسوسات و مدرکات کا وہ سب سے زیادہ معنی خیز پہلو ہے جس پر قرآن مجید نے بالخصوص زور دیا....... [جو] حقیقتِ مطلقہ کے ادراک کا بہترین ذریعہ ہے۔

[ص ۷۰]

اس کے لیے علامہ اقبال نے (پہلے خطبے کی آیات کے علاوہ) یہ آیات بھی نقل کی ہیں:

۱- سورہ یونس کی آیت ٦۔

۲- سورۃ الفرقان کی آیت ٦٢۔

۳- سورۂ لقمٰن کی آیت ۲۹۔

۴- سورۃ الزمر کی آیت ۵۔

۵- سورۃ المؤمنون کی آیت ۸۰۔

ایسے ہی بعض دوسری آیات میں جہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا حسابِ زمانی ایک اضافی امر ہے،

یہ بھی مذکور ہے کہ شعور کے بعض ایسے مراتب بھی ہیں جن کا ہمیں کوئی علم نہیں۔

[ص ۷۱]

(۱) یہاں اس اضافی حسابِ زمانی کے لیے سورۃ الحج کی آیت دیکھیں:

وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ۝ (الحج:۴۷)

اور بے شک تمھارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

(۲) شعور کے ایسے مراتب کے لیے جن کا ہمیں کوئی علم نہیں، مثال کے لیے سورۂ آلِ عمران دیکھیں:

بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ۝ۙ فَرِحِیۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ (آل عمران:۱۶۹۔۱۷۰)

بلکہ وہ (شہدا) زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزی پاتے ہیں۔ خوشی کرتے ہیں اُس پر جو اللہ نے دیا اُن کو اپنے فضل سے۔

یہ ہے زمانِ خالص بلا شائبہ مکان، جس کے یعنی استدام کے یہی با سلسلہ اور بے سلسلہ پہلو ہیں جن کی طرف قرآن مجید کی آیاتِ ذیل میں بڑی سادگی اور بلاغت کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

[ص ۷۵]

پھر سورۃ الفرقان کی آیات (۵۸۔۵۹) اور سورۃ القمر کی آیات (۴۹۔۵۰) دی گئی ہیں اور لکھا ہے کہ:

عہد نامۂ عتیق، (Old Testament) کی طرح قرآن مجید کی اصطلاح میں بھی خدا کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (اُوپر بھی عرض کیا گیا)۔

وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ۝ (الحج:۴۷)

اور بے شک تمھارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡهِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ۝ (السجدہ:۵)

اللہ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک۔ پھر اسی طرف رجوع کرے گا اُس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمھاری گنتی میں۔

مگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو تخلیق کا یہی عمل جو ہزار ہا سال پر مشتمل ہے، ایک واحد اور نا قابلِ تجزیہ عمل بن جاتا ہے اور ایسا ہی تیز جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

[ص ۷۵]

وَ مَآ اَمۡرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمۡحٍۭ بِالۡبَصَرِ ○ اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔ (القمر:۵۰)

قرآنِ پاک کا بھی یہی ارشاد ہے کہ 'ہمیں نے ہر شے پیدا کی اور ہمیں نے اس کا اندازہ مقرر کیا'۔ [ص۷۷]

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ ○ (القمر:۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی۔

صفحہ ۷۸ میں سورۃ الرحمٰن کی آیت ۲۹ حوالہ دیا ہے:

کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ○ (الرحمٰن:۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

'(پہلے بھی آ چکا ہے کہ) قرآن مجید کی رو سے کائنات میں اضافہ ممکن ہے گویا وہ ایک اضافہ پذیر کائنات ہے۔ [ص۸۵]

یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ (فاطر:۱) (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے۔

میرا خیال ہے کہ اب شاید ہم اس آیت کا مطلب سمجھ لیں: [ص۸۵]

یہ سورۃ الفرقان کی آیت (۶۲) ہے جس کا مطلب یہ ہے:

وَ ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَ النَّھَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ○ ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔'' (الفرقان:۶۲)

یہ صرف ایک قائم و دائم 'انا' کا خود اپنی ذات میں بصیرت [لا انتہا قدرت کے اندازے] کا عمل ہے جو استدام کی کثرت یعنی آناتِ لا متناہیہ کے اس سلسلے کو جس میں ہم اس کو منقسم پاتے ہیں ایک ترکیبِ نامی میں جوڑتے ہوئے پھر ایک 'کل' میں بدل دیتا ہے۔ [ص۸۵]

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا۔ (البقرہ:۲۵۵)

یعنی واجب الوجود بھی اور کائنات کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا بھی۔
زندہ وہی ہے جو'میں ہوں' یا 'انا الموجود' کہہ سکے۔

[ص۸۶]

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ — بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تو میری بندگی کر۔ (طٰہٰ:۱۴)

ذاتِ بحت البتہ، جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے، 'غنی عن العٰلمین' ہے۔

[ص۸۶]

وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ — اور جو منکر ہو تو اللہ بے شک سارے جہانوں سے بے پرواہے۔ (آل عمران:۹۷)

قرآنِ پاک کا ارشاد ہے 'لیس کمثلہٖ شئی' بایں ہمہ اُس نے اُسے 'سمیع وبصیر' کہا۔

[ص۸۶]

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○ — اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (الشوریٰ:۱۱)

فطرت کو ذاتِ الٰہیہ سے وہی نسبت ہے جو سیرت اور کردار کو ذات انسانی سے۔ قرآنِ مجید نے بھی کس خوبی سے اسے ''سنت اللہ'' ٹھہرایا ہے۔

[ص۸۶]

ایسی کئی آیتیں ہیں، مثلاً سورۃ الاحزاب میں ہے:

سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ کَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ○ ۙ — اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گذر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۔ (الاحزاب:۳۸)

فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰہِ ؕ — اللہ کی دی ہوئی قابلیت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا نہیں چاہیے۔ (الروم:۳۰)

[لفظ] 'فطرت' کا استعمال 'Naturalism' اور 'تخلیقی قوت' دونوں کے لیے ہوتا ہے۔
فطرت کا تصور بھی بطور ایک زندہ اور ہر لحظہ بڑھتی اور پھیلتی ہوئی وحدت نامیہ کی حیثیت سے کرنا چاہیے جس کے نشوونما پر ہم خارج سے کوئی حد قائم نہیں کر سکتے۔ اس کی کوئی حد ہے تو داخلی، یعنی وہ

ذاتِ مشہود جو اس میں جاری و ساری ہے اور جس نے اس کو سہارا دے رکھا ہے۔ قرآنِ پاک کا ارشاد بھی یہی ہے۔

[ص۸۷]

وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰیۙ اور یہ کہ بے شک تمھارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔ (النجم:۴۲)

فطرت کا علم سننِ الٰہیہ کا علم ہے جس کے مشاہدے میں ہم ذاتِ مطلق ہی سے قرب و اتصال کی سعی کرتے ہیں اور اس لیے یہ بھی گویا عبادت ہی کی ایک دوسری شکل ہے۔

[ص۸۷]

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ آپ فرما دیں کہ زمین میں سفر کر کے دیکھو، اللہ نے کیونکر پہلے بنایا ہے۔ (العنکبوت:۲۰)

پھر زمانِ متسلسل بھی تو دراصل استدامِ محض ہے، گو فکر اس کو پارہ پارہ کر دیتا ہے........ قرآن پاک کے ارشاد 'له اختلاف اليل و النهار' میں بھی میرے نزدیک یہی حقیقت پیش نظر ہے۔

[ص۸۹]

وَ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ اور وہی جلائے اور مارے اور اسی کے لیے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں تو کیا تمھیں سمجھ نہیں؟ (المومنون:۸۰)

ہم اُسے (اللہ کو) زندہ کہتے ہیں تو اس لیے کہ قرآن مجید نے اُسے زندہ کہا ہے۔

[ص۹۰]

اُس کی حقیقی نوعیت کا اظہار مسلسل خلّاقی میں ہو رہا ہے جس میں 'تھکن' کا شائبہ ہے نہ 'اُونگھ' اور 'نیند' کا۔

[ص۹۱]

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ آپ زندہ اور دوسروں کا قائم رکھنے والا ہے۔ اُسے نہ اُونگھ آئے، نہ نیند۔ (البقرہ:۲۵۵)

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ۝ۚ (الرحمٰن:۲۹) اُسے ہر دن ایک کام ہے (یعنی تھکن نہیں)۔

انسان کا 'ہنوز' کہنا تو بے شک جستجو کی علامت ہے، ناکامی اور نامرادی کی، لیکن خلّاقِ مطلق کا 'ہنوز' عبارت ہے ان لا انتہا تخلیقی امکانات سے جو اس کے اپنے وجود میں مضمر ہیں اور لازم ہے

ایک حقیقت بن کر منصۂ شہود پر آئیں، لیکن جس کی شانِ کُلیت میں اس سارے عمل کے باوجود سرِ مو فرق نہیں آتا۔

[ص۹۲]

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيۡرٌ ۝ (الملک:۳-۴)	رحمٰن کے بنانے میں تو کیا فرق دیکھتا ہے؟ تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا۔ نظر تیری ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی (اوپر کے قول کا استدلال ان آیتوں سے کیا جاسکتا ہے۔)

وہ (فلسفہ) گویا دور ہی سے حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ برعکس اس کے مذہب اس سے قرب و اتصال کا آرزومند ہے.........لیکن یہ تقرب اور یہ اتصال جب ہی ممکن ہے کہ فکر اپنے حدود سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے جس میں اسے کامیابی ہوگی تو اس ذہنی روش کی بدولت جسے مذہب نے دعا سے تعبیر کیا ہے۔ اور جو پیغمبر اسلامؐ کے لبِ مبارک پر تا دمِ آخر موجود تھی (یعنی اللھم بالرفیق الاعلیٰ۔)

[ص۹۳-۹۴]

مذہب بے شک قرب واتصال چاہتا ہے:

وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۝ السجدہ (العلق:۱۹)	اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔
وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيۡ عَنِّيۡ فَاِنِّيۡ قَرِيۡبٌ (البقرہ:۱۸۶)	اور آپ سے جب میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں قریب ہوں۔

❁❁❁

تیسرا خطبہ

ذاتِ الٰہیہ کا تصور اور حقیقتِ دُعا

(The Conception of God and the Meaning of Prayer)

ہمارے محسوسات و مدرکات کی اساس کوئی بابصر اور تخلیقی مشیت ہے جس کو بوجوہ ایک 'انا' ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

[ص ۹۵]

اس کے ساتھ علامہ اقبال نے سورۂ اخلاص کو نقل کرتے ہوئے انائے مطلق کی انفرادیت کی وضاحت کی ہے کہ فردِ کامل صرف خدا ہے جس کے اندر سے اس کا غیر کبھی صادر نہیں ہوسکتا۔ لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ ان آیتوں سے محض عقیدۂ تثلیت کی تردید منظور نہیں بلکہ خدا کے فردِ کامل ہونے کی حیثیت بھی واضح کرنی ہے۔ سورۃ النور کی آیت (۳۵) نقل کر کے بتایا ہے (صفحہ ۹۷) کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کا نور کہنے سے وحدتِ وجود کا نظریہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس نور کے مرکز کو ایک چراغ میں اور چراغ کو فانوس کے اندر ایک طاق میں رکھنے کی تشبیہ اپنی جگہ خود اللہ کے ذاتِ مطلق اور فردِ کامل ہونے کی دلیل ہے اور وہ زمان و مکان کی لامتناہیوں میں منتشر نہیں ہے۔

خدا کی ذات میں ''(۱) خالقیت، (۲) اس کا علم، (۳) قدرتِ کاملہ، (۴) اور دیمومت'' (سرمدیت) ہے۔

[ص ۹۹]

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ؁ (ھود:۱۰۷) بے شک تمھارا رب جب جو چاہے کرے۔

اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے

فَیَکُوۡنُ ۝ (یٰس:۸۲) تو اس سے فرمائے کہ ہوجا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

الٰہیاتِ اسلامیہ کے سب سے زیادہ متشرع اور تا حال مقبولِ عام مذہب یعنی اشاعرہ کے نزدیک قدرتِ کاملۂ الٰہیہ کا منہاجِ تخلیق جواہر کی آفرینش ہے۔

[ص۱۰۳]

پھر ان کے مذہب کے لیے سورۃ الحجر کی آیت نقل کی ہے، یعنی:

وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَ مَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝ (الحجر:۲۱) اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اُسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم انداز سے۔

اشاعرہ کے نزدیک کائنات کی ترکیبِ جواہر یعنی ان لاانتہا چھوٹے چھوٹے ذرّوں سے ہوئی جن کا مزید تجزیہ ناممکن ہے۔ لیکن خالقِ کائنات کی تخلیقی فاعلیت کا سلسلہ چونکہ برابر جاری ہے اس لیے جواہر کی تعداد بھی لامتناہی ہے.........قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ سورۂ فاطر، آیت:۱ (وہ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے)۔

[ص۱۰۴]

لیکن اشاعرہ نے جواہر کی حرکت کا کوئی معقول نظریہ پیش نہیں کیا۔ اشاعرہ نے نفس کو بھی ایک حادث صفت بنا دیا، لیکن جہاں نفسی زندگی نہیں وہاں زمان نہیں اور جہاں زمان نہیں وہاں کوئی حرکت نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید نے بھی تو اسی لیے حقیقتِ مطلقہ کو انسان کی رگِ جان سے قریب تر ٹھہرایا۔

[ص۱۱۰]

وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ۝ (ق:۱٦) اور ہم اس سے رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

قرآن مجید نے زمانِ الٰہیہ کو 'ام الکتاب' ٹھہرایا۔

[ص۱۱۵]

لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ ۝ یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ ۚۖ وَ عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ ۝ (الرعد:۳۸۔۳۹) ہر وعدے کی ایک لکھت ہے۔ اللہ جو چاہے مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے، اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

'انا' کی زندگی اگر ایک طرف دیمومت کی زندگی ہے، یعنی تغیر سے تواتر کی، تو دوسری طرف زمانِ

متسلسل کی، ان معنوں میں کہ وہ ایک پیمانہ ہے تغیر بے تواتر کا اور اس سے نامی طور پر وابستہ۔ قرآنِ مجید کے اس ارشاد لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا مطلب بھی ہم کچھ یونہی سمجھ سکتے ہیں۔

[ص ۱۱۶-۱۱۷]

اللہ تعالیٰ کا علمِ کلی ادراک کا ایک واحد اور نا قابلِ تجزیہ عمل ہے جس میں یہ سارا عالمِ تاریخ جس کو ہم مخصوص حوادث کا ایک سلسلہ قرار دیتے ہیں، بلا واسطہ اور بطور ایک دوامی آن کے اُس کے علم میں آ جاتا ہے۔

[ص ۱۱۸]

وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۠	اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔
(الطلاق:۱۲)	

''زندگی میں از خود عمل کی استعداد موجود ہے'' (ص ۱۲۰)۔ اس کے متعلق سورۃ البقرہ میں ارشاد موجود ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ	اُس (نفس) کا فائدہ ہے جو اچھا کسب کیا
(البقرہ:۲۸۶)	اور اُس کا نقصان ہے جو بُرا کسب کیا۔

قرآنِ مجید نے بہ صراحت کہا ہے کہ عالمِ فطرت باہمد گر مربوط قویٰ کا ایک نظام ہے، اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ میں اس کی حکمت کو بڑا دخل ہے

[ص ۱۲۱]

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۝	بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیوں میں جو دریاؤں میں اُن چیزوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ اَبر سے اُتارتا ہے اور جس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور اس میں پھیلا دیتا ہے ہر طرح کے جان دار۔ اور ہواؤں کے پلٹانے میں
(البقرہ:۱۶۴)	اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان

مطیع ہیں، اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں
جو عقل رکھتے ہیں۔

قرآنِ مجید کا یہ بھی تو ارشاد ہے کہ جو بھی خیر ہے اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

[ص۱۲۱]

بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ (آل عمران:۲۶)

قرآنِ مجید کی تعلیمات بھی جس کا یہ کہنا ہے کہ انسان عملِ صالح اور قوائے طبیعی کی تسخیر پر دسترس رکھتا ہے، رجائیت کی ہیں۔

[ص۱۲۳]

وَالْعَصْرِ O لا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ O لا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ لا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ O ع زمانے کی قسم! بے شک انسان ضرور گھاٹے میں ہے سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (العصر:۱۔۳)

سورۂ لقمان میں تسخیر کی صلاحیت کا ذکر ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کردیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور تمھیں بھرپور نعمتیں اپنی دے دیں، ظاہر بھی اور چھپی ہوئی بھی؟ (لقمٰن:۲۰)

سورۃ الجاثیہ (آیت ۱۳) میں بھی اسی طرح کا ذکر ہے۔

صفحہ ۱۲۴ سے ''ہبوطِ آدم'' کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ بتایا ہے کہ عہد نامۂ عتیق یعنی Old Testament اور قرآن کے انداز میں کیا فرق ہے اور کیوں؟ پھر صفحہ ۱۲۵ میں لکھتے ہیں: ''یوں بھی بہ حیثیت ایک ذی روح، انسان کی آفرینش کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے، قرآنِ پاک نے اس کے لیے 'بشر' اور 'انسان' کے الفاظ استعمال کیے ہیں، 'آدم' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔'' مثلاً سورۂ آل عمران (آیات ۴۷ اور ۷۹)، المائدہ (آیت ۱۸)، الانعام (آیت ۹۱)، ابراہیم (آیات ۱۰۔۱۱)

وغیرہ میں بشر کا لفظ دیکھیں، اور سورۃ النساء (آیت ۲۸)، یونس (آیت ۱۲)، ہود (آیت ۹)، یوسف (آیت ۵) وغیرہ میں لفظ انسان کے استعمالات دیکھیں۔

لفظِ آدم سے مقصود تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ انسان کے اندر نیابتِ الٰہیہ کی صلاحیت موجود ہے۔
[ص۱۲۵]

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا خلیفہ۔

(البقرہ:۳۰)

اوپر کے قول کی مزید وضاحت بیان کی گئی ہے:

آدم کا لفظ بے شک حذف نہیں ہوا، لیکن یہاں اس کا اشارہ کسی مخصوص انسان کی طرف نہیں۔ اس کی حیثیت ایک تصوّر کی ہے جس کی تائید قرآن پاک ہی سے ہو جاتی ہے اور جس کا ذیل کی آیت ایک قطعی اور واضح ثبوت ہے۔
[ص۱۲۶]

یہاں سورۃ الاعراف کی آیت (۱۱) مذکور ہے۔

قرآن مجید نے اس قصے کو دو الگ الگ حکایتوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک جس میں صرف 'الشجرہ' کا ذکر ہے اور دوسری وہ جس میں 'شجرۃ الخلد' اور 'ملکٍ لا یبلی' کا۔
[ص۱۲۶]

سورۃ الاعراف کی آیات ۱۹، ۲۰ اور ۲۲ میں الشجرہ کا ذکر ہے اور سورۂ طٰہٰ کی آیت میں ہے:

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْکٍ لَّا یَبْلٰیo (طٰہٰ:۱۲۰) تو شیطان نے اُسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدم، کیا میں تمھیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔

قرآنِ مجید کے نزدیک وہ (زمین) انسان کا مستقر اور متاع ہے۔
[ص۱۲۶]

وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍo (البقرہ:۳۶) اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

اس دنیا میں رہنے کے لیے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس کے لیے سورۃ الاعراف کی آیت (۱۰) نقل کی ہے۔

قرآن پاک نے کہیں یہ نہیں کہا کہ انسان کی حیثیت اس (زمین) میں اجنبی کی ہے واللّٰہُ

اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۙO (سورۂ نوح، آیت ۱۷۔ اور اللہ نے تمھیں سبزے کی طرح زمین سے اُگایا)۔ لہٰذا یہ جنت جس کا اس قصے میں ذکر آیا ہے، نیکو کاروں کا وہ مسکن نہیں جہاں وہ ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے (یعنی خلود جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۸۲، آلِ عمران کی آیت ۱۰۷ اور الاعراف کی آیت ۳۶ وغیرہ میں ذکر ہے)، کیونکہ ان معنوں میں جہاں کہیں جنت کا ذکر آیا ہے اُس کی تعریف قرآنِ مجید نے ان الفاظ میں کی ہے: یَتَنَازَعُوۡنَ فِیۡهَا کَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِیۡهَا وَلَا تَاۡثِیۡمٌ O (سورۂ الطّور، آیت ۲۳۔ ایک دوسرے سے وہ لیتے ہیں جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہگاری ہے)۔ نیز ان الفاظ میں **لا یمسھم فیھا نصبٌ و ما ھم منھا بمخرجین** O (سورۃ الحجر، آیت ۴۸۔ نہ اُنھیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں)۔ چنانچہ آگے چل کر اسی قصے کی دوسری حکایت میں اسی باغ (جنت) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡهَا وَلَا تَعۡرٰی ۙO وَ اَنَّکَ لَا تَظۡمَؤُا فِیۡهَا وَلَا تَضۡحٰی O (طٰہٰ، آیات ۱۱۸۔۱۱۹۔ بے شک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تُو بھوکا ہوگا، نہ ننگا ہوگا، اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ)۔ اور اس لیے میں سمجھتا ہوں قرآن پاک کی اس روایت میں لفظ جنت کا اشارہ حیاتِ انسانی کے اُس ابتدائی دور کی طرف ہے جس میں انسان کا اپنے ماحول سے ابھی عملاً کوئی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔

[ص ۱۲۷]

اس (انسان) کی پہلی نافرمانی وہ پہلا اختیاری عمل تھا جو اس نے اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے کیا اور یہی وجہ ہے کہ ارشادِ قرآنی کے مطابق آدم کا یہ گناہ معاف کر دیا گیا

[ص ۱۲۸]

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ O (البقرہ: ۳۷)	پھر سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

یوں بھی جس ہستی کی تخلیق 'احسن تقویم' پر ہوئی مگر جسے پھر 'اسفل سافلین' میں لوٹا دیا گیا، اُس کی مخفی قوتوں کی تربیت کچھ یوں ہی ممکن تھی کہ اس طرح کا خطرہ برداشت کر لیا جاتا۔

[ص ۱۲۹]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫O ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙO	بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ پھر اُسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی

طرف پھر دیا۔ (التین:۴۔۵)

اُوپر کے جملے کے ساتھ ہی یہ جملہ ہے: ''قرآن مجید کا ارشاد ہے: وَ نَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ (سورۃ الانبیاء، آیت ۳۵۔ اور تمھاری آزمائش کرتے ہیں بُرائی اور بھلائی سے جانچنے پر)۔ اب ذات یا خودی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اپنے آپ کو بحیثیت ذات برقرار رکھے، لہٰذا اُسے علم کی جستجو ہے۔ افزائشِ نسل اور طاقت، یا بالفاظِ قرآنی 'ملک لا یبلی' کی۔

[ص ۱۲۹]

قرآنِ مجید میں جب اس پہلو سے کہ آدم کو اشیاء کے نام معلوم ہیں، فرشتوں میں اُس کی برتری ظاہر کی گئی تو پھر اسی کے ساتھ دوسری حکایت کا ذکر بھی کر دیا (آدم کے بہکائے جانے کا)۔ لہٰذا اِن آیات سے جیسا کہ ہم اس سے پہلے عرض کر آئے ہیں، یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ علمِ انسانی کی نوعیت تصوری ہے (دیکھیں خطبۂ اول۔ بحث تعلیماتِ قرآنی)۔ دوسری یہ کہ ....آدم کو اس درخت کا پھل چکھنے سے روکا گیا تو اس لیے کہ.........وہ ایک دوسری قسم کے علم کا اہل تھا، یعنی اس علم کا جو نتیجہ ہے صبر آزما مشاہدے کا اور جس میں رفتہ رفتہ ہی اضافہ ممکن ہے۔

[ص ۱۲۹-۱۳۰]

سورۃ البقرہ کی آیات (۳۰ تا ۳۸) میں یہ واقعات بیان ہوئے ہیں۔

صفحہ ۱۳۰ میں ہے ''وہ فطرۃً 'عجول' ہے۔''

وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ○ (بنی اسرائیل:۱۱) اور انسان بڑا جلد باز ہے۔

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ ؕ (الانبیاء:۳۷) آدمی جلد باز بنایا گیا۔

صفحہ ۱۳۱ میں سورۂ طٰہٰ کی آیات نقل کی ہیں یعنی

فَوَسۡوَسَ اِلَیۡہِ الشَّیۡطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ ہَلۡ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الۡخُلۡدِ وَ مُلۡکٍ لَّا یَبۡلٰی ○ فَاَکَلَا مِنۡہَا فَبَدَتۡ لَہُمَا سَوۡاٰتُہُمَا وَطَفِقَا یَخۡصِفٰنِ عَلَیۡہِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّۃِ وَ عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی ○ۖ ثُمَّ اجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیۡہِ وَ ہَدٰی ○ (طٰہٰ:۱۲۰۔۱۲۲)

تو شیطان نے اسے وسوسہ دیا۔ بولا، اے آدم کیا میں تمھیں بتا دوں ہمیشہ جینے کا پیڑ اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے۔ تو اُن دونوں نے اس میں سے کھا لیا۔ اب اُن پر اُن کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں اور جنت کے پتے اپنے اُوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش ہوئی تو جو

مطلب چاہا تھا اُس کی راہ نہ پائی۔ پھر اُس کے
رب نے چُن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع
فرمائی اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی۔

اس موقع پر علامہ اقبال لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے اس تناسلی علامت سے احتراز کیا جو قدیم فن میں استعمال ہوتی تھی۔ اس نے صرف آدم کی اس پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے جو بہ باعثِ شرم اُسے اپنے برہنہ جسم کے چھپانے میں پیش آئی اس جنسی فعل کی طرف اشارہ کر دیا۔

[ص ۱۳۱-۱۳۲]

ارشادِ قرآنی بھی یہی ہے 'تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔'

[ص ۱۳۲]

قَالَ اهۡبِطَا مِنۡهَا جَمِيۡعًاۢ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ (طٰہٰ:۱۲۳) — فرمایا، تم دونوں مل کر جنت سے اُترو۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ یہ شخصیت کا بارِ گراں ایک امانت ہے جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا مگر جسے انسان نے خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اٹھایا۔

[ص ۱۳۲]

اس کے لیے سورۃ الاحزاب کی آیت (۷۲) بھی نقل کر دی ہے۔ پھر صفحہ ۱۳۳ میں ہے:

قرآن مجید کے نزدیک تو انسان ہونا نام ہی اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی سختیاں اور مصائب برداشت کی جائیں۔

[ص ۱۳۳]

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡ كَبَدٍؕ (البلد:۴) — بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ (البقرہ:۱۷۷) — اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔

اوپر کی بحث میں علامہ اقبال نے سورۂ یوسف کی آیت بھی نقل کی ہے یعنی:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ‏ ۝ (یوسف:۲۱) — اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فکر کی حالت میں تو ہمارا ذہن حقیقتِ مطلقہ کا مشاہدہ کرتا اور اس کے اعمال و افعال پر نظر رکھتا ہے، لیکن دعا (عبادت) کی صورت میں وہ ایک آہستہ گام کلیت کی منزل بہ منزل رہنمائی کو چھوڑ کر فکر سے آگے بڑھتا اور حقیقتِ مطلقہ پر تصرف حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[ص ۱۳۵]

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (یوسف:۴۰)	حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے۔

جب اس کو حاکم مان کر اس کے آگے سر جھکا دیا پھر فکر کی گنجائش کہاں رہی؟

دراصل علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے، عبادت ہی کی ایک شکل ہے اور اس لیے فطرت کا علمی (سائنسی) مشاہدہ بھی کچھ ویسا ہی عمل ہے جیسے حقیقت کی طلب میں صوفی کا سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرنا۔

[ص ۱۳۷]

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:۱۱)	اللہ درجے بلند کرے گا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور ان کے جنھیں علم دیا گیا۔

ذرا خیال تو فرمائیے کہ روزمرہ کی صلوٰۃ با جماعت کے ساتھ ساتھ جب ہر سال مسجدِ حرام کے اِرد گرد مکۂ معظّمہ میں حج کا منظر ہماری آنکھوں میں پھر جاتا ہے تو ہم کس خوبی سے سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام نے اقامتِ صلوٰۃ کے ذریعے عالمِ انسانی کے اتحاد و اجتماع کا حلقہ کس طرح وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے!

[ص ۱۳۸-۱۳۹]

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ (آل عمران:۹۶)	بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا اور سارے جہانوں کا راہنما۔
وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۙ (الحج:۲۷)	اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دو۔ وہ تمھارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

پھر عبادت کے مختلف طریقوں کے سلسلے میں علامہ اقبال نے سورۃ الحج کی آیتیں ۶۷۔۶۹ نقل کی ہیں اور اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیتیں ۱۱۵۔۱۱۷ بھی اسی مقصد کے لیے نقل کی ہیں۔

قرآنِ مجید نے نسل اور قوم اور شعوب وقبائل کی تقسیم کو تعارف کا ایک ذریعہ ٹھہرایا تو اس کی وجہ بھی یہی ہے (وحدتِ انسانی)............صلوٰۃ باجماعت سے اس تمنا کا اظہار بھی مقصود ہے کہ ان سب امتیازات کو مٹاتے ہوئے جو انسان اور انسان کے درمیان قائم ہیں، اپنی اس وحدت کی ترجمانی جو گویا ہماری خلقت میں داخل ہے، اس طرح کریں کہ ہماری عملی زندگی میں اس کا اظہار سچ مچ ایک حقیقت کے طور پر ہونے لگے۔

[ص ۱۴۰-۱۴۱]

ع ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات:۱۳)

اور ہم نے تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں تعارف رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

❁❁❁

چوتھا خطبہ

خودی، جبر و قدر، حیات بعد الموت

(The Human Ego——Its Freedom and Immortality)

انسان کے بارے میں اس (قرآن) کا یہی نظریہ ہے جس کی بنا پر نہ تو (۱) کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، (۲) نہ یہ ممکن ہے کہ اسے اپنی کوشش سے سوا کچھ ملے اور جس کے پیشِ نظر قرآن پاک نے (مسیحی) کفارے کا تصوّر رد کر دیا۔

[ص۱۴۲]

۱- اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰیO کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔ (النجم:۳۸)

سورۃ الانعام (آیت ۱۶۴)، بنی اسرائیل (آیت ۱۵)، فاطر (آیت ۱۸) اور الزمر (آیت ۷) میں بھی ایسی آیت ملتی ہے۔

۲- وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیO اور یہ کہ انسان نہ پائے گا مگر اپنی کوشش کا۔ (النجم:۳۹)

اس کے بعد علامہ نے انسان کے برگزیدہ ہونے سے متعلق سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۲۲ نقل کی ہے۔ نیابت الٰہی کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت ۳۰، سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۵ اور آزاد شخصیت کے امین ہونے کے بارے میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۲ تحریر کی ہے۔

یہ صرف تصوّف تھا جس نے کوشش کی کہ عبادات اور ریاضت کے ذریعے وارداتِ باطن کی وحدت تک پہنچے۔ قرآنِ پاک کے نزدیک یہ واردات علم کا ایک سرچشمہ ہیں۔

[ص۱۴۴]

خطبۂ اول میں یہ بحث آ چکی ہے اور آیات بھی درج ہیں۔ بالخصوص صفحہ ۱۹-۲۵۔ پھر

صفحات ۱۴۵۔۱۴۶ میں علامہ اقبال نے ان احوال و مشاہدات کی علمی تحقیق پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان ''اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرِ نو غور کریں۔''

خودی کی زندگی اطناب کی ایک حالت ہے جس کو اُس نے اپنے ماحول پر اثر آفرینی یا اس سے اثر پذیری کی خاطر پیدا کر رکھا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ اثر آفرینی اور اثر پذیری کی اس کشمکش میں خودی کا وجود اس سے باہر رہتا ہے۔

[ص۱۵۴]

اس کے لیے علامہ اقبال نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نقل کی ہے، یعنی:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۵)

اور آپ سے لوگ روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیں، روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمھیں علم نہیں مِلا، مگر تھوڑا۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ نے فرمایا ہے کہ ''لفظ 'امر' کا مطلب سمجھنے کے لیے ہمیں اِس امتیاز کو فراموش نہیں کرنا چاہیے جو قرآن پاک نے امر اور خلق میں کیا ہے۔''

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الاعراف:۵۴)

اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور امر کرنا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر میں یہاں لکھتے ہیں: ''یاد رکھو، اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا (جیسا خلق سے معلوم ہوا) اور حاکم ہونا (امر سے معلوم ہوا)۔ پھر وہ ''مسائل السلوک'' میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ ''خلق تحتِ عرش ہے اور امر، فوقِ عرش''۔

علامہ اقبال نے صفحہ ۱۵۵ میں ان دونوں آیتوں میں سے ''امرِ ربی'' اور ''خلق امر'' کی تشریح کی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ باوجود ان تغیرات کے جو باعتبار ایک وحدت خودی کی حدوسع، توازن اور اثر آفرینی میں پیدا ہوتے ہیں اس کا ایک مخصوص اور منفرد وجود ہے۔'' پھر سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت نقل کی ہے:

قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا ۝ ؑ ۴

(بنی اسرائیل:۸۴)

اور اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ ''میں شے نہیں عمل ہوں۔''

زمان و مکان کی اس دنیا میں خودی کا صدور کیونکر ہوا؟ اس بحث میں بھی قرآن مجید کے ارشادات بالکل صاف اور واضح ہیں۔

[ص۱۵۶]

یہاں سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲۔۱۴ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

اور بے شک ہم نے انسان کو 'چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی 'پھٹک کیا' پھر خون کی 'پھٹک کی گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔ تو بڑی برکت والا ہے اللہ، سب سے بہتر خالق۔

اس آخری آیت میں ''خلقًا آخر'' (اور صورت میں تخلیق) کا ذکر ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

اس 'خلق آخر' کا نشو ونما نظامِ جسمانی کی بنا پر ہوتا ہے اور نظام جسمانی کیا ہے؟ کمتر خودیوں کی وہ بستی جس کے اندر سے ایک عمیق تر خودی (یعنی ہماری اپنی ذات) مجھ پر عمل کرتی اور مجھے اس امر کا موقع دیتی ہے کہ میں اپنے محسوسات و مدرکات کو ایک باقاعدہ وحدت میں سمو ڈالوں۔

[ص۱۵۶-۱۵۷]

بدنی افعال ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتے رہتے ہیں۔ لہٰذا بدن کو روح کے اعمال کا حاصل جمع کہیے، یا یہ کہ وہ اس کی 'عادت' ہے اور اس لیے اس سے نا قابلِ فصل۔

[ص۱۵۹]

كُلُّ امْرِىءٍ ۢبِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ٥ ہر آدمی اپنے عمل میں گروی ہے (یعنی اپنے عمل کا نتیجہ ضرور پائے گا)۔ (الطور:۲۱)

اس آیت مبارکہ میں بدن اور روح دونوں کی ذمہ داری مذکور ہے۔

طبیعی سطح کوئی سطح بھی نہیں، ان معنوں میں کہ مادہ ہے تو لیکن اس تخلیقی ائتلاف (Synthesis) کا جسے ہم حیات اور نفس سے تعبیر کرتے ہیں، نشو ونما چونکہ اس کی سرشت ہی میں داخل نہیں، لہٰذا ایک وراء الورا خدا کی ہستی تسلیم کرنا پڑی جو اس کو عقل اور نفس کی صفات عطا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ مطلق انا جس کی بدولت صادر کا صدور ہوتا ہے، فطرت میں جاری و ساری ہے اور بفحوائے آیۂ قرآنی ''اوّل و آخر بھی ہے، ظاہر اور باطن بھی'۔

[ص۱۶۱]

یہ سورۃ الحدید کی آیت پہلے بھی آ چکی ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَ وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن

هُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ○ (الحدید:۳) اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

ہمارے شعوری کردار کی آزادی کی تائید قرآنِ مجید کے اس نظریے سے بھی ہو جاتی ہے جو اس نے خودی کے اعمال وافعال کے بارے میں قائم کیا۔ چنانچہ آیاتِ ذیل میں اس حقیقت کی طرف قطعی اشارہ موجود ہے (ترجمہ): ''آپ فرما دیں کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے (سورۃ الکہف، آیت ۲۹) ''اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنا بھلا کرو گے اور اگر بُرا کرو گے تو اپنا (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷)۔''

[ص ۱۶۴]

اوقاتِ صلوٰۃ کی تعیین بھی جو قرآن مجید کے نزدیک خودی کو زندگی اور اختیار کے حقیقی سرچشمے سے قریب تر لا کر اُسے، اپنی ذات پر قابو، حاصل کرنے کا موقع دیتی ہے اسی مقصد کے پیشِ نظر کی گئی تاکہ ہم نیند اور کسبِ معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہیں۔

[ص ۱۶۴]

فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّ عَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ‌ۚ فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ‌ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ○ (النساء:۱۰۳)

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسبِ دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

اس تعیین سے واقعی نیند اور کسبِ معاش کے میکانیت آفریں اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔[۵]

کائنات کی طرف 'حیاتی' طریق ہی پر قدم بڑھانا وہ چیز ہے جسے قرآنِ پاک نے ایمان سے تعبیر کیا ہے .... یہ تیقّن اور اعتماد کی وہ کیفیت ہے جس کے لیے انسان کو بڑی نادر واردات اور تجربات سے گذرنا پڑتا ہے اور جس کی اہل صرف وہ شخصیتیں ہو سکتی ہیں جو نہایت درجہ مضبوط ہوں اور اس قسم کی تقدیر پرستی کو جو اس صورت میں ناگزیر ہے برداشت کرنے کی اہل۔'' [ص ۱۶۵]

(صحیح دلی یقینیات اور مضبوط دماغی اور ذہنی تصورات ہی کے ذریعے ہم اپنے لیے راہِ عمل تلاش کر سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآنِ پاک میں ایمان کے ساتھ ساتھ ہمیشہ عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے۔)

مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا‌ ؕ

کوئی مصیبت نہیں آتی زمین میں اور نہ خود تم میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب (کتابِ الٰہی)

اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌا ۝ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝
(الحدید:۲۲۔۲۳)

میں اپنی پیدائش سے پہلے درج ہوتی ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔ اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْھَا ؕ وَ سَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ ۝ وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ ۚ فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَکَانُوْا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝
(آل عمران:۱۴۵۔۱۴۶)

اور کسی کے اختیار میں نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر سکے۔ یہ لکھا ہوا مقرر ہے اور جو کوئی دنیا کا معاوضہ چاہے گا تو ہم اس کو اس میں سے کچھ دیں گے اور جو آخرت کا معاوضہ چاہے گا تو ہم اس میں سے کچھ (یہاں) دیں گے اور پورا معاوضہ شکر کرنے والوں کو آئندہ (وہاں) دیں گے اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ اُن کے ساتھ بہت سے خدا والے تھے۔ تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انھیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور اللہ کو صبر والے محبوب ہیں۔

ان آیتوں سے واضح ہے کہ تقدیر پرستی کا نتیجہ پست ہمتی نہیں بلکہ عزم و حوصلہ اور استقلال و ثبات ہے۔[۶]

اسلامی تصوف کے اعلیٰ مراتب میں اتحاد و تقرب سے یہ مقصود نہیں تھا، کہ متناہی خودی لامتناہی خودی میں جذب ہو کر اپنی ہستی فنا کر دے، بلکہ یہ کہ لامتناہی متناہی کے آغوشِ محبت میں آ جائے۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

[ص۱۶۶]

علمِ حق در علمِ صوفی گم شود
ایں سخن کے باورِ مردم شود

لہٰذا اس تقدیر پرستی کا تقاضائے ذات نہیں .... یہ زندگی ہے وہ بے پایاں طاقت اور قدرت جو کسی مزاحمت کو تسلیم نہیں کرتی۔

[ص۱۶۶]

اتحاد و تقرب جو اسلامی تصوّف کی تعلیم ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (آل عمران:۳۱)	آپ فرما دیں کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (پھر) اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔

یعنی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی ہی سے لا متناہی، متناہی کے آغوش محبت میں آ سکتا ہے اور اس پیروی سے وہ نتیجے نکلتے ہیں جن کا ذکر ابھی سورۃ الحدید (آیات ۲۲۔۲۳) اور سورۂ آل عمران (آیات ۱۴۵۔۱۴۶) میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ ؎

ابن رشد نے [مابعد الطبیعیات کے راستے قدم بڑھا کر] حواس اور عقل میں ایک امتیاز قائم کیا اور اس کی بنا شاید قرآن مجید کے الفاظ 'نفس' اور 'روح' پر رکھی۔

ص۱۶۹

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۙ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۙ (الشمس:۷۔۸)	اور جان کی (قسم) اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اس کی بدکاری اور پرہیز گاری دل میں ڈالی۔
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (ص:۷۲)	پھر جب میں اسے ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔

(غالبًا ابن رشد نے ان آیات سے استدلال کیا ہوگا۔)

قرآن مجید نے تقدیر انسانی [مقصود و منتہا] کا جو نظریہ قائم کیا ہے [جس کا ایک پہلو حیات بعد الموت بھی ہے] کچھ تو اخلاقی اور کچھ حیاتی .... (حیاتی کی مثال) برزخ .... جسے گویا موت اور بعثت بعد الموت کے درمیان توقف و انتظار کی ایک حالت سے تعبیر کرنا چاہیے۔ بعینہٖ بعثت بعد الموت کا تصور بھی سرتاسر مختلف ہے۔ اس لیے کہ .... وہ حیات کا ایک عالمگیر مظہر ہے

جس کا اطلاق ایک حد تک وحوش وطیور پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

[ص ۱۷۵-۱۷۶]

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام: ۳۸) — اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہیں۔

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (التکویر: ۵) — اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے۔

قرآن پاک کی رُو سے ناممکن ہے انسان پھر اس کرۂ ارضی میں واپس آئے۔

[ص ۱۷۶]

اس کے لیے سورۃ المؤمنون کی آیات ۹۹-۱۰۰، سورۃ الانشقاق کی آیات ۱۸-۱۹ اور سورۃ الواقعہ کی آیات ۵۸-۶۱ نقل کی ہیں۔

''متناہیت (نفس انسانی) کو بدبختی سے تعبیر کرنا غلطی ہے۔'' [ص ۱۷۷] اس کے لیے سورۂ مریم کی آیتیں ۹۳-۹۵ نقل کی ہیں اور یہ کہ ''متناہی خودی لامتناہی خودی کے سامنے حاضر ہوگی۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی (الانعام: ۹۴) — اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے۔

کیونکہ ''اپنے گزشتہ اعمال و افعال کو دیکھ کر وہ اس امر کا اندازہ کر سکتی ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا۔'' اس کے لیے سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں ۱۳-۱۴ نقل کی ہیں۔

اس (انسان) کے 'اجر غیر ممنون' (سورۃ التین کی آیت ۶، یعنی انھیں بے حد ثواب ہے) کا مطلب ہے اس کے ضبطِ نفس، اس کی یکتائی اور بحیثیت ایک خودی اس کی فعالیت کا زیادہ سے زیادہ شدت اختیار کرتے جانا، حتیٰ کہ عالمگیر تباہی کا وہ منظر بھی جس سے قیامت کی ابتدا ہوگی (جیسا کہ سورۂ ابراہیم کی آیت ۴۸ وغیرہ میں ذکر ہے) اس قسم کی تربیت یافتہ خودی کے سکون و اطمینان پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوگا۔

[ص ۱۷۷-۱۷۸]

اس کے لیے سورۃ الزمر کی آیت ۶۸ نقل کی ہے کہ ''اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔''

صفحہ ۱۷۸ میں (اوپر کے قول کے سلسلے میں) ہے:

''لیکن ظاہر ہے اس قسم کے استثنا کا اطلاق اُنھی شخصیتوں پر ہو سکتا ہے جن میں خودی کی شدت

انتہا کو پہنچ گئی ہو، لہٰذا اس کے نشو و نما کا معراجِ کمال یہ ہے کہ ہم اُس خودی سے براہِ راست اتصال میں بھی جو سب پر محیط ہے اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکیں جیسا کہ قرآن پاک نے حضور سرور کائنات صلعم کے مشاہدۂ ذات کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰیO (۵۳:۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

''یہ ہے اسلام کے نزدیک انسانیتِ کامل کا تصوّر۔''

قرآن پاک کی رو سے یہ عین ممکن ہے کہ ہم انسان کائنات کے مقصود و مدعا میں حصہ لیتے ہوئے غیر فانی ہو جائیں۔

[ص۱۷۹]

اس کے لیے سورۃ القیٰمہ کی آیتیں ۳۶۔۴۰ نقل کی ہیں۔ اور ایسی ہستی ''کائنات کے مقصود و مدعا میں شریک ہوگی تو ایک روز افزوں خودی کی حیثیت سے'' (اس کے لیے سورۃ الشّمس کی آیتیں ۷۔۱۰ نقل کی ہیں۔

''روح کی افزونی کے لیے عمل کی ضرورت ہے'' ص ۱۸۰ (اس کے لیے سورۃ الملک کی آیت ۲ نقل کی ہے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ خودی کو برقرار رکھنے کے لیے وہی اعمال ضروری ہیں ''جن کی بنا اس اصول پر ہے کہ ہم بلا امتیاز من و تو خودی کا احترام کریں۔''

جاوید نامہ میں ہے:

آدمیت احترامِ آدمی
با خبر شو از مقامِ آدمی

[ص۷۹۳]

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:۷۰) اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی دی۔

خودی نے اپنے عمل اور سعی کی بدولت اسی زندگی میں اتنا استحکام پیدا کر لیا ہے کہ موت کے صدمے سے محفوظ رہے تو اس صورت میں موت کو بھی ایک راستہ (بقائے دوام کا) تصور کیا جائے گا۔ وہ راستہ جسے قرآنِ پاک نے برزخ کہا ہے۔ ص ۱۸۰۔۱۸۱

برزخ سے متعلق ابھی سورۃ المؤمنون کی آیتیں ۹۹۔۱۰۰ آ چکی ہیں۔ سورۃ التکاثر میں بھی اس برزخ کے متعلق ہے۔

قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ہم اپنی حیاتِ ثانیہ کا قیاس خلقِ اوّل کی مماثلت پر کریں۔

[ص۱۸۲]

اس کے لیے سورۂ مریم کی آیتیں ۶۶۔۶۷ اور سورۃ الواقعہ کی آیتیں ۶۰۔۶۲ نقل کی ہیں۔

پھر صفحہ ۱۸۴ میں حیاتِ عملی کی تکمیل کے لیے اس انفرادیت کا ذکر ہے جو اس ماحول میں اپنے انتزاع و انتشار کے باوجود اپنے آپ کو قائم اور برقرار رکھ سکے اس کے لیے سورۂ ق کی آیتیں ۳۔۴ نقل کی ہیں۔

اسی سلسلے میں صفحہ ۱۸۵ میں ہے کہ ''قرآن مجید کی تعلیمات اس باب میں......... یہ ہیں کہ بعث بعد الموت پر انسان کی بصارت تیز ہو جائے گی۔''

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۝ (ق:۲۲)	بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

''وہ اپنی گردن میں خود اپنی تیار کردہ قسمت کا حال آویزاں پائے گا۔''

[ص ۱۸۵]

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا۝ (بنی اسرائیل:۱۳)	اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اُس کے گلے سے لگا دی اور اس کے لیے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

صفحہ ۱۸۵ دوزخ کے متعلق سورۃ الھمزہ کی آیتیں ۵۔۶ نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔''

''بہشت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت۔''

[ص ۱۸۵]

جنت میں جانے والے کو فنا نہیں ہے:

وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ (التوبہ:۱۰۰)	اور اُن کے لیے تیار کیں جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

قرآن مجید نے لفظ 'خلود' (ہمیشگی) کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے مراد محض ایک مدتِ زمانی (۷۸:۲۳) ہے۔

[ص ۱۸۶]

لّٰبِثِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَحۡقَابًا ۚ﴿۲۳﴾ (النباء:۲۳) اس میں قرنوں رہیں گے۔

جہنم بھی کوئی 'ہاویہ' نہیں جسے کسی منتقم خدا نے (یہودیوں کے خیال کے مطابق) اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتارِ عذاب رہیں۔

[ص۱۸۶]

وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ﴿۹﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَاہِیَہۡ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۱﴾ (القارعۃ:۸۔۱۱) اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ (مرنے کے بعد) نیچا دکھانے والی گود میں ہے، تُو نے کیا جانا، کیا نیچا دکھانے والی، ایک آگ شعلہ مارتی۔

وہ درحقیقت تاریب کا ایک عمل ہے تا کہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہوگئی ہے۔ فَھِیَ کَالۡحِجَارَۃِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَۃً ؕ (وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ سورۃ البقرہ، آیت ۷۴) وہ پھر رحمت خداوندی کی نسیم جاں فزا کا اثر قبول کر سکے۔

[ص۱۸۶]

گناہ گار کو عارضی عذاب ہوگا لیکن کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪﴿۱۴﴾ (النساء:۱۴) اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

زندگی ایک ہے اور مسلسل (باعتبارِ ماہیت) اور اس لیے انسان بھی اس ذات لامتناہی کی نو بہ نو تجلیات کے لیے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ﴿ۚ۲۹﴾ (وہ ہر دن ایک کام میں ہے، (سورۃ الرحمٰن، آیت ۲۹) پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیاتِ الٰہیہ سے سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا۔

[ص۱۸۶-۱۸۷]

نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ (التحریم:۸) ان (ایمان والوں) کا نور اُن کے سامنے اور داہنے دوڑے گا اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو کامل کر دے اور ہمیں مغفرت فرما دے۔

❁❁❁

پانچواں خطبہ

اسلامی ثقافت کی رُوح

(The Spirit of Muslim Culture)

یہ خطبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ (المتوفی ۹۴۵ھ) کے اس قول سے شروع ہوتا ہے:
''محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) درقاب قوسین اوادنیٰ رفت وباز گردید۔ واللہ ما باز نہ گردیم۔''[۸]

اس قول میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج مبارک کا مقام مذکور ہے، جیسا کہ:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىؕ ۝ (النجم:۹)	پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم۔

علامہ اقبال نے اسی قول سے نبوّت اور ولایت کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ولی اپنی واردات اتحاد سے ہٹنا نہیں چاہتا لیکن نبی دنیا تعمیر کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے ان واردات سے واپس آجاتا ہے۔

یہاں سب سے پہلے عقیدۂ ختم نبوّت کی ثقافتی قدر و قیمت سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

[ص۱۹۰]

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب:۴۰)	محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اسی لیے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے مرد ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ خاتم النبیّین سے یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی اپنی شریعت پر نہیں بلکہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلیں گے اور اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔

صفحہ ۱۹۱ میں وحی کی حقیقت اور اس کی قسمیں بتائی ہیں۔ پھر فرمایا ہے:

بنی نوع انسان کے عالمِ صغر سنی میں ایسا بھی ہوا کہ اس کی نفسی توانائی کا نشو ونما (یعنی غور و فکر، ارادہ و اختیار، ادراک و تعقل، حکم، تصدیق وغیرہ) شعور کی وہ صورت اختیار کر لے جسے ہم نے شعورِ نبوّت سے تعبیر کیا ہے۔

اس شعورِ نبوّت کی خصوصیات یہ ہیں:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آلِ عمران:۱۶۴)	اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

یہ نہیں کہ انھیں (افراد کو) اس بارے میں (راہِ عمل کے لیے) خود اپنے فکر اور انتخاب سے کام لینا پڑے۔
[ص ۱۹۱]

یعنی اوامر و نواہی کی تعیین نبی کر دیتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:۲۵)	بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

نبی کو وحی، الہام اور کشف تینوں سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ سب مکالمۂ الٰہی کے ذیل میں ہیں دیکھیں سورۃ الشوریٰ، آیت ۵۱۔

پیغمبرِ اسلامؐ کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک واسطے کی ہے۔ بہ اعتبار اپنے سرچشمۂ وحی کے آپؐ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے۔
[ص ۱۹۳]

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ:۱۴۳)	اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں کیا اُمتِ معتدل (اس لیے سب میں افضل) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمھارے نگہبان و گواہ ہیں۔
وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (سباء:۲۸)	اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔

اسلام میں نبوّت.........اپنے معراجِ کمال کو پہنچ گئی

[ص ۱۹۳]

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (المائدہ:۳)
آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر نعمت پوری کردی۔ اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

قرآنِ مجید نے 'آفاق وانفس' دونوں کو علم کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔

[ص ۱۹۴]

سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ؕ (فصّلت:۵۳)
ابھی ہم اُنھیں دکھائیں گے اپنی آیتیں آفاق میں اور خود اُن کی ذات میں یہاں تک کہ اُن پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔

اسلامی کلمہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے جزو اوّل نے انسان کے اندر یہ نظر پیدا کی کہ عالمِ خارج کے متعلق اپنے محسوسات و مدرکات کا مطالعہ نگاہِ تنقید سے کرے اور قوائے فطرت کو الوہیت کا رنگ دینے سے باز رہے۔

[ص ۱۹۵]

اسلامی کلمہ یہی سکھاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر طاقت سے بغاوت اور نفی کی جائے:

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ (القصص:۸۸) اور مت پکار و اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود۔

لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علمِ انسانی کا۔ قرآن پاک کے نزدیک اس کے دو سرچشمے اور ہیں ـــــ ایک عالم فطرت، دوسرا عالمِ تاریخ ـــــ جن سے استفادہ کرنے میں عالمِ اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ (۱) شمس وقمر، یہ (۲) سایوں کا امتداد، یہ (۳) اختلافِ لیل ونہار، یہ (۴) رنگ اور زبان کا فرق، اور یہ (۵) قوموں کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد وشد، حاصل کلام یہ کہ سارا عالمِ فطرت جیسا کہ بذریعۂ حواس ہمیں اس کا ادراک ہوتا ہے۔ حقیقتِ مطلقہ کی آیات ہیں..........

[ص ۱۹۶]

۱- وَ مِنۡ اٰیٰتِہِ الَّیۡلُ وَ النَّہَارُ وَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ؕ (فصّلت:۳۷)
اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند۔

۲- اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ
کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کو کہ کیسا

وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۙ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (الفرقان:۴۵۔۴۶)

پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اُسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا۔ پھر سورج کو ہم نے اس پر دلیل کیا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اُسے اپنی طرف سمیٹا۔

۳- اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ (یونس:۶)

بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا اُن میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لیے۔

۴- وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (الروم:۲۲)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے۔

۵- اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ و تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ (آل عمران:۱۴۰)

اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں کبھی کسی کی، کبھی کسی کی۔

اس طرح اور بھی آیتیں ہیں۔

جو کوئی اس زندگی میں اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے وہ آگے چل کر بھی اندھا ہی رہے گا۔

[ص۱۹۶-۱۹۷]

وَ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل:۷۲)

اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے۔ اور بھی زیادہ گمراہ۔

سورۂ شعرآء میں اس دعویٰ کا اثبات کہ انبیاء (علیہم السلام) کی تکذیب سے عذاب لازم آتا ہے، تاریخی نظائر کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

[ص۱۹۸]

فَکَذَّبُوْهُ فَاَهْلَکْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

تو انھوں نے اُسے جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک

لَاٰیَۃً (الشعراء:۱۳۹) کر دیا۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے۔

اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ؏ (ص:۱۴) ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو تو میرا عذاب لازم ہوا۔

علم کی ابتدا محسوس سے ہوتی ہے، کیونکہ جب تک ہمارا ذہن اسے اپنی گرفت اور قابو میں نہیں لے آتا، فکرِ انسانی میں یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی کہ اس (محسوس) سے آگے بڑھ سکے۔
[ص۲۰۲]

یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ ۚ (الرحمٰن:۳۳) اے جن وانس کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ، تو نکل جاؤ۔ جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے۔

ہم سمجھتے ہیں متناہی گویا ایک سد ہے جس نے ذہنِ انسانی کو (لامتناہی کی طرف) حرکت سے روک رکھا ہے اور جس کی حدود سے آگے نکلنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہمارا ذہن زمانِ متسلسل اور مکانِ مرئی کی خلائیت محض پر غالب آجائے۔ قرآن مجید کا بھی ارشاد ہے، (سورۃ النجم، آیت ۴۲۔ ''اور بے شک تمھارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔'')
[ص۲۰۳]

لیکن یہ نفسیاتِ مذہب ہے جس میں ہم تقریباً اسی مرحلے پر جا پہنچتے ہیں جس میں زمان و مکان کے مسئلہ پر کچھ ویسے ہی انداز میں بحث کی گئی تھی جیسے عصرِ حاضر میں اور جس کے لیے ہمیں عراقی اور خواجہ محمد پارسا[۹] سے رجوع کرنا چاہیے...... عراقی کے نزدیک مکان کی موجودگی تو ذاتِ الٰہیہ کی نسبت سے بھی ناگزیر ہے چنانچہ وہ اس کا استدلال آیاتِ ذیل سے کرتا ہے (ہم صرف ترجمہ دیتے ہیں):
[ص۲۰۷]

(الف) المجادلہ، آیت ۷: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی، تو چھٹا وہ۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی، مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں۔

(ب) یونس، آیت ۶۱: اور تم کسی کام میں ہو اور اُس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ کوئی کام کرو، ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور تمھارے رب سے ذرّہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی۔ کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

(ج) ق، آیت ۱۶: اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

قرآنِ پاک نے تاریخ کو ایام اللہ سے تعبیر کیا اور اسے علم کا ایک سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔
[ص۲۱۲]

وَ ذَکِّرۡہُمۡ بِاَیّٰىمِ اللّٰہِ ؕ (ابراھیم:۵) اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔

صفحہ ۲۱۲ ہی میں ہے:

(قرآن نے) توجہ دلائی کہ نوعِ انسانی کے گزشتہ اور موجودہ احوال وشئون کے مطالعے میں غور و فکر سے کام لیں۔
[ص۲۱۲]

پھر سورۂ ابراہیم کی آیت ۵ نقل کی ہے (ترجمہ یہ ہے):

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے میں لا اور انھیں اللہ کے دن یاد دلا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر والے شکر گزار کے لیے۔

سورۃ الاعراف کی آیتیں (۱۸۱۔۱۸۳) ہیں:

اور ہمارے بتائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں، اور جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جلد ہم آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی۔ اور میں انھیں ڈھیل دوں گا۔ بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں، تو زمین میں چل کر دیکھو، کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔
[آل عمران:۱۳۷]

سورۂ آلِ عمران (آیت ۱۴۰) میں یہ بھی ہے:

اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں۔

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ ۚ (الاعراف:۳۴) اور ہر گروہ کا ایک وعدہ (وقتِ معین) ہے۔

(ابن خلدون) نے بحیثیت ایک قوم عربوں کی سیرت اور کردار کی بحث میں جو کچھ لکھا ہے۔ قرآن پاک ہی کی اس آیت کی تفصیل مزید ہے (ترجمہ): ''سورۃ التوبہ، آیت ۹۷۔۹۸: گنوار لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اُتارے ہیں اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے ـــــ اور کچھ گنوار وہ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ تو اُسے تاوان سمجھیں اور تم پر گردش آنے کے انتظار میں رہیں۔ اُنھی پر ہے بری گردش ـــــ اور اللہ سنتا جانتا ہے۔
[ص۲۱۳]

قرآنِ مجید نے تاریخی تنقید کا ایک بنیادی اصول قائم کیا ....کہ ہم ان (راوی) کی سیرت اور کردار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکیں۔

[ص ۲۱۳]

اے ایمان والو، اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔

[الحجرات:۶]

اس آیت سے راوی کی سیرت اور کردار کے سمجھنے کی ہدایت ملتی ہے۔

صفحہ۲۱۴: زندگی اور زمانے کی ماہیت کے سمجھنے کے لیے بعض اساسی تصوّرات بھی قرآن سے ماخوذ ہیں۔ وحدتِ مبدء حیات کے لیے سورۃ النساء کی پہلی آیت ہے:

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں نفسِ واحد سے پیدا کیا۔

زندگی............عبارت ہے ایک مسلسل اور مستقل حرکت سے۔

[ص ۲۱۶]

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:۲)	وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمھاری جانچ ہو کہ تم میں کس کا عمل اچھا ہے۔

اسی آیت سے اوپر کے قول کے لیے استدلال لایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد کہ 'اختلاف لیل و نہار' کو حقیقتِ مطلقہ کی جس کی 'ہر لحظہ ایک نئی شان ہے' ایک آیت تصوّر کرنا چاہیے۔ [ص ۲۱۷]

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَo (یونس:۶)	بے شک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا، ان میں نشانیاں ہیں ڈروالوں کے لیے۔
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍo (الرحمٰن:۲۹)	اُسے ہر دن ایک کام ہے۔

پھر علامہ اقبال نے مسیحِ موعود اور مہدی باطل کی تردید میں دلائل قائم کیے ہیں اور ابنِ خلدون کے نظریۂ تاریخ کی تصدیق کی ہے۔ ضرب کلیم، ص۵۰۶ میں فرماتے ہیں:

دُنیا کو ہے اس مہدیِ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

❁❁❁

چھٹا خطبہ

الاجتہاد فی الاسلام

(The Principle of Movement in the Structure of Islam)

’’اسلام کائنات کو متحرک قرار دیتا ہے۔‘‘

[ص۲۲۳]

یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ (فاطر:۱) وہ (اللہ) بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے۔

اس (اسلام) نے رنگ وخوں (وطن اور نسل) کے رشتے ٹھکرا دیے اور اپنی توجہ صرف فرد کی ذاتی قدر و قیمت پر رکھی۔

[ص۲۲۳]

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ○ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اسی صفحے میں ہے: ’’نوعِ انسانی ایک ہے اور اس کی زندگی کا مبدا اصلاً روحانی ہے۔‘‘

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۟ قف (البقرہ:۲۱۳) پہلے سب لوگ ایک ہی اُمت تھے۔

وَ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ خِلۡفَۃً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ○

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اُس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر

(الفرقان:۶۲) کا ارادہ کرے۔

اس نئی تہذیب (اسلام) نے اتحادِ عالم کی بِنا اصولِ توحید پر رکھی۔
[ص ۲۴۷]

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکار۔

(القصص:۸۸)

اس اصول کا تقاضا ہے کہ ہم صرف اللہ کی اطاعت کریں، نہ کہ ملوک وسلاطین کی۔
[ص ۲۴۷]

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا (المائدہ:۹۲) اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ہوشیار رہو۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل:۲۳) اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔

اسی صفحے میں ہے: ''اللہ کی اطاعت فطرتِ صحیحہ کی اطاعت ہے۔''

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ (الروم:۳۰) پس اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لیے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

اسلام کے نزدیک حیات کی یہ روحانی اساس ایک قائم ودائم وجود ہے جسے ہم اختلاف اور تغیر میں جلوہ گر دیکھتے ہیں۔
[ص ۲۴۷]

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ (البقرہ:۲۵۵) اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ خود زندہ ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔

مسلسل تغیر کی اس بدلتی ہوئی دنیا میں ہم اپنا قدم مضبوطی سے جما سکتے ہیں تو دوامی ہی کی بدولت۔
[ص ۲۴۷]

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ (آل عمران:۷) وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اُتاری۔ اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں۔

تغیر وہ حقیقت ہے جسے قرآنِ پاک نے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی آیت ٹھہرایا ہے۔

[ص ۲۲۷]

لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا، لیکن فقہ اسلامی کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لیے کی جائے اور جس کی بنا جیسا کہ میں سمجھتا ہوں شاید قرآنِ مجید کی اس آیت وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا پر ہے۔

[ص ۲۲۸]

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠ (العنکبوت:۶۹)	اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

وہ عمل 'دنیوی' ہے جس میں ہم زندگی کی اس لامتناہی کثرت کو جو ہر عمل کے پیچھے واقع ہے نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ 'روحانی' جس میں اس ساری کثرت کا لحاظ رکھ لیا جائے۔

[ص ۲۳۷]

انما الاعمال بالنیات (بے شک اعمال نیتوں سے ہیں)۔ اسی لیے ہم کو سورۃ الانعام میں یہ تعلیم دی گئی ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۶۲)	آپ فرما دیں، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

اوپر کے قول کے مطابق علامہ اقبال نے پھر کہا ہے:

انسان عبارت ہے جس وحدت سے جب اس کے اعمال و افعال کا مشاہدہ عالمِ خارجی کے حوالے سے کیا جائے تو ہم اسے بدن، لیکن جب اُن کی حقیقی غرض و غایت اور نصب العین پر نظر رکھی گئی تو روح کہیں گے۔

[ص ۲۳۸]

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریٰت:۵۶)	اور میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر صرف میری اپنی عبادت کے لیے (تاکہ ہر عمل میں وہ میری رضا کو مقدم رکھیں)۔

اسلام نہ تو وطنیت ہے، نہ شہنشاہیت، بلکہ ایک انجمنِ اقوام جس نے ہمارے خود پیدا کردہ حدود اور

نسلی امتیازات کو تسلیم کیا ہے تو محض سہولتِ تعارف کے لیے۔

[ص ۲۴۶]

اس [اسلام] کا مقصد ہے ایک ایسا نمونہ [فرد و جماعت کے طرزِ زندگی کا] پیش کرنا جو اتحادِ انسانی کی اس شکل کے لیے جو بالآخر ظہور میں آئے گی مختلف [ہو]۔

[ص ۲۵۸]

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ؕ (البقرہ:۱۴۳)

اور یہ بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں کیا سب امتوں میں معتدل (افضل) کہ لوگوں پر تم گواہ ہو اور یہ رسول تمھارے نگہبان و گواہ۔

اوپر کے قول کے ساتھ ہی یہ بھی ہے: ''(وہ) ایک ایسی امت کی شکل دے جس کا اپنا ایک شعورِ ذات ہو۔''

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ ؕ (آل عمران:۱۱۰)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کے بعد اسلامی قانون کے معنی و منشا پر بحث آتی ہے۔[۱۰]

قرآن مجید کا صاف و صریح ارشاد ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۸۔ اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا اُن (شوہروں) کا، شرع کے مطابق۔ قانونِ وراثت میں لڑکی کا حصہ اگر کم متعین ہوا ہے، تو کسی کمتری کی وجہ سے نہیں۔ علامہ اقبال نے خود ہی اس کے دوسرے حصوں کی نشاندہی (بعد کی سطور میں) کر دی ہے۔

[ص ۲۶۲]

بعد کے صفحات میں قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کی اہمیت کا استقصاء کیا گیا ہے کیونکہ فقہ اسلامی کے ماخذ یہی ہیں۔ اور علامہ چاہتے ہیں کہ ان سے صحیح فائدہ اٹھا کر اپنے فقہ کی نئی تشکیل کی جائے۔

❁❁❁

ساتواں خطبہ

کیا مذہب کا امکان ہے؟

(Is Religion Possible?)

[مذہبی زندگی کا] تیسرا دور آتا ہے تو مابعد الطبیعیات کی جگہ نفسیات کے لیے خالی ہو جاتی ہے اور انسان کو یہ آرزو ہوتی ہے کہ حقیقتِ مطلقہ سے براہِ راست اتحاد و اتصال قائم کرے۔ چنانچہ یہی مرحلہ ہے جس میں مذہب کا معاملہ زندگی اور طاقت و قدرت کا معاملہ بن جاتا ہے اور جس میں انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ ایک آزاد اور با اختیار شخصیت حاصل کر لے، شریعت کے حدود و قیود کو توڑ کر نہیں بلکہ خود اپنے اعماقِ شعور میں اس کے مشاہدے[۱۲] سے، جیسا کہ صوفیۂ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل پر بھی کتاب کا نزول ویسے نہ ہو جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے۔

[ص۲۷۹]

بالِ جبریل میں ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشّاف

[ص۲۷۰]

اور جس بزرگ کا قول اوپر کے اقتباس میں نقل ہوا ہے وہ دراصل خود علامہ اقبال کے والد ماجد تھے۔ اور خود علامہ نے اُن کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

جب میں ایف۔اے میں پڑھتا تھا تو صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک تلاوت کیا کرتا تھا۔ والد صاحب مسجد سے نماز پڑھ کر آتے تو کچھ منزل ختم کر چکا ہوتا، کبھی جاری ہوتی۔ ایک دن آ کر پوچھتے ہیں کہ کیا پڑھتے ہو؟ مجھے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آ گیا کہ چھ مہینے سے ہر روز دیکھتے

ہیں کہ قرآن کریم پڑھتا ہوں، پھر یہ سوال کیسا؟ نہایت نرمی سے فرمایا: میں پوچھتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے؟ اب میرا استعجاب اور غصہ جاتا رہا اور کہا، کچھ عربی جانتا ہوں، کہیں کہیں سمجھ میں آجاتا ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ کوئی چھ ماہ بعد ایک دن لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا، بیٹا، قرآن کریم اُس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر یہ نازل ہوتا ہے۔ میں حیران تھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کریم کسی کی سمجھ میں آہی نہیں سکتا.......... فرمایا............ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا کہ قرآنِ کریم حضورؐ کے بعد اب کسی پر نازل......... ہی نہیں ہوسکتا۔ میں پھر حیران ہوا تو فرمایا۔ انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود تھا اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمدؐ کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ہر نبی محمدؐ ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا تکمیلِ محمدؐ کے منازل تھے (Muhammad in the making)۔ بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا، البتہ شعورِ انسانی کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتٰی کہ محمدؐ مکمل ہوگیا، بابِ نبوّت بند ہوگیا، انسانیت اپنے معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمدؐ موجود ہے۔ کوئی انسان جتنا محمدیت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اتنا ہی قرآن اس پر نازل ہوتا جاتا ہے، یہ مفہوم تھا میرے کہنے کا، کہ قرآن کریم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے جس پر نازل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔[۱۳]

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا○ بے شک قرآن پڑھنا صبح کا ہوتا ہے روبرو۔

(بنی اسرائیل:۷۸)

مفسرین لکھتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ فجر وعصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں جب لیل ونہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو (مشہود) ہوئی جو مزید برکت وسکینہ کا موجب ہے اور اُس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے کہ جب ہم گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز (قرآن) پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ چنانچہ صبح کا قرآن مشہود بھی ہے اور مقصود بھی (گویا یہ اُسی کے لیے ہے جو اُس سے فائدہ اٹھانا چاہے)۔

عراقی نے کہا ہے کہ زمان ومکان کے متعدد نظامات ہیں، حتٰی کہ ایک وہ زمان ومکان بھی ہے جو صرف ذاتِ الٰہیہ سے مخصوص ہے۔

[ص۲۸۱-۲۸۲]

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (سجدہ:۴)
اللہ نے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔

اس کے بعد کی آیت ہے:

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝ (سجدہ:۵)
کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک، پھر اُسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمھاری گنتی میں۔

یہ جو سلوک وعرفان کے اُن طریقوں سے جو از منۂ متوسط میں صوفیہ نے وضع کیے اب اس قسم کے افراد پیدا نہیں ہو رہے جو قدیم حق وصداقت کا پھر سے انکشاف کریں، تو اس کی سب سے بڑی وجہ بھی ہماری یہی قدامت پرستی ہے۔

[ص۲۸۳]

اس قول کی وضاحت کے لیے صفحہ ۱۶۶ کے ذیل میں علامہ اقبال کے مکتوب نمبر ۳۵، ۱۰۳ (اقبال نامہ، حصہ اوّل) کا حوالہ آ چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

خودی کی وہ روش جو نتیجہ ہے خود ہمارے اندرونِ ذات میں زبردست حیاتی تغیرات کا اور جس کو ناممکن ہے کہ منطق کے معقولات اپنے دام میں لا سکیں، ان کا اظہار ہوگا تو کسی ایسے عمل سے جو عالم انسانی کو زیر وزبر کر دے یا پھر یہ کہ ان سے ایک نئی دنیا تعمیر کی جائے۔

ص ۲۸۳۔۲۸۴

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۝ۙ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (الذاریٰت:۲۰۔۲۱)
اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے اور خود تمھاری ذات میں، تو کیا تمھیں سوجھتا نہیں؟

ان آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اندرونِ ذات میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں۔

عصرِ حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے اُن کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے، یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ [ص۲۸۹]

سورۃ الجاثیہ میں بھی اسی مادیت کا ذکر ہے:

وَ قَالُوۡا مَا ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَ نَحۡیَا وَ مَا یُہۡلِکُنَاۤ اِلَّا الدَّہۡرُ ۚ وَ مَا لَہُمۡ
اور وہ (منکرین بعثت) بولے، وہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے (یعنی اس

بِذَالِکَ مِنۡ عِلۡمٍ اِنۡ ھُمۡ اِلَّا یَظُنُّوۡنَ (الجاثیہ:۲۴)

زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں)۔ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ۔ اور اُنھیں اس کا علم نہیں، وہ تو نرے گمان دوڑاتے ہیں۔

اسی سورۃ کی آیت ۳۲ بھی دیکھیں۔

ان واردات کی سنجیدگی سے تحقیق کریں جن کی بدولت غلاموں کے اندر وہ صفات پیدا ہوئیں کہ انھوں نے دنیا کی امامت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔ اور جن کے زیرِ اثر قوموں اور نسلوں کے اخلاق و کردار اس طرح بدلے کہ ان کی زندگی نے ایک بالکل نئی شکل اختیار کر لی۔
[ص ۲۹۴]

سورۂ آلِ عمران میں اللہ پاک نے اس نعمت اور رحمت کا ذکر فرمایا ہے:

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ (آل عمران:۱۰۳)

اور اللہ کا احسان اپنے اُوپر یاد کرو۔ جب تم میں بیر تھا اُس نے تمھارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

سورۃ الانفال کی آیت ۶۳ میں بھی اس نعمت کا ذکر ہے اور سورۃ النصر کی آیات ۱۔۲ میں بھی، اور سورۃ ال عمران کی درج ذیل آیت میں بھی:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ (آل عمران:۱۶۴)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان ہی میں سے ایک رسول کو کھڑا کیا جو ان کو اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے (اللہ کے احکام سناتا ہے) اور ان کو (عیب و خرابی سے) پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

''ویزکیھم'' والی صفت نے عالم کے اخلاق و کردار کو بدل کر زندگی کی ایک بالکل نئی شکل عطا کی جس کی شہادت تاریخ میں موجود ہے۔

نفسیاتِ حاضرہ نے مذہبی زندگی کا گویا قشر تک بھی نہیں چھوا۔ وہ اُس تنوع اور گونا گونی سے بالکل بے خبر

ہے جو مذہبی واردات اور مشاہدات میں پائی جاتی ہے، لیکن جس کا تھوڑا بہت اندازہ شاید آپ سترھویں صدی کے ایک بہت بڑے مرشدِ کامل حضرت شیخ احمد سرہندی کی ایک عبارت سے کر سکیں گے۔
[ص ۲۹۸]

پھر حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کے ایک مکتوب نمبر ۲۵۳، دفتر اوّل) سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

ان بے مثال واردات اور مشاہدات سے پہلے جو وجود حقیقی کا مظہر ہیں، عالمِ امر[۱۴] یعنی اس دنیا سے گریز کرنا ضروری ہے جسے ہم رہنما توانائی کی دنیا کہتے ہیں۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ (الاعراف:۵۴) سن لو اُسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

اسلامی تصوّف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاہدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ بعینہٖ اس نے صلوٰۃ با جماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذِکر و فکر سے مصالح جماعت کو نقصان پہنچے۔
[ص ۳۰۵-۳۰۶]

حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اوّل کے مکتوبات ۲۲۱، ۲۳۴، ۲۶۱، ۲۶۶ میں اور دفتر سوم کے مکتوب ۳۴ میں سرود و نغمہ کی سختی سے تردید فرمائی ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ (باجماعت) کے لیے ان کے دفتر اوّل کے مکتوب ۱۳۷، ۲۶۱، ۲۶۶۔ ۳۰۵ ملاحظہ ہوں۔ نماز کے متعلق مکتوب ۲۶۱ میں سے چند جملے یہ ہیں (ترجمہ):

ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور احوال و مقامات اور انوار و الوان اور تلوینات و تمکینات اور تجلیاتِ با کیف و بے کیف اور ظہورات رنگا رنگ و بے رنگ، ان میں جو کچھ نماز کے بغیر میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر ظاہر ہوں ان سب کا منشا ظلال و امثال ہے بلکہ وہم و خیال سے وہ پیدا ہوئے ہیں.......... جو نمازی کہ نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے وہ نماز کے ادا کرتے وقت گویا عالمِ دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالمِ آخرت میں داخل ہو جاتا ہے لہٰذا اُس وقت وہ اُس دولت سے حصہ لیتا ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے اور اصل سے ظلیت کی آمیزش کے بغیر فائدہ حاصل کر لیتا ہے......

صفحہ ۳۰۶ میں ہے: خودی کا نصب العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھے، بلکہ یہ کہ کچھ بن جائے۔

حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۳۹، دفتر اوّل) میں فرماتے ہیں:

کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب و ابتر ہے، محض ظاہری

اعمال اور رسمی عبادت سے مقصد حاصل نہیں ہوسکتا ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ دل کو سلامت رکھنا اور اعمالِ صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کا حکم دیا، دونوں درکار ہیں۔

دفتر اوّل کے مکتوب ۴۲، ۴۶، ۶۱ وغیرہ بھی دیکھیں۔ نیز خوارقِ عادات اور کشف کے غیر معتبر ہونے کے متعلق دفتر اوّل کے مکتوب ۲۱۶۔۲۹۳، نیز دفتر دوم کا مکتوب ۹۲ وغیرہ دیکھیں۔

اسی صفحے (۳۰۶) میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

اس [خودی] کا آخری عمل فکر کا عمل نہیں۔ وہ ایک حیاتی عمل ہے جو اس میں گہرائی اور پختگی پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کو تقویت دیتے ہوئے ایک شانِ خلاقی کے ساتھ اس تیقن کا باعث ہوتا ہے کہ دنیا محض دیکھنے یا افکار و تصوّرات کی شکل میں سمجھنے کی چیز نہیں، بلکہ ایک ایسی چیز جس کو ہم اپنے مسلسل عمل سے بار بار بناتے اور بنا کر پھر بناتے رہتے ہیں۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا — وہ ہے جس نے پیدا کیا تمھارے لیے وہ سب جو زمین میں ہے۔ (البقرہ ۲:۲۹)

سورۂ لقمٰن اور سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۰ اور ۱۳ بھی اُوپر آ چکی ہیں کہ انسانی خودی میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ ان سب کے حصول کے لیے مسلسل اور ان تھک عمل کی ضرورت ہے جو سخت کوش اور مشکل پسند ہو۔

آخر میں علامہ اقبال نے جاوید نامہ کی ''تمہید زمینی'' کے چودہ اشعار نقل کر کے خطبۂ ہفتم کو ختم کیا ہے۔

صد جہاں باقی ست در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود را بسوز

[ص۸۷۹]

❁❁❁

تمّت بالخیر ـــــ الحمدللہ

حوالے اور حواشی

۱- سورۃ الدخان کی ان آیتوں کا ترجمہ یہ ہے:

اور ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ ہم نے اُنھیں نہیں بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

(یہاں ''حق کے ساتھ'' ایسی مصلحت ہے جس کو مستشرقین نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی)۔

۲- جناب مترجم کا خیال ہے کہ یہ آیت علامہ اقبال کے ارشاد پر منطبق نہیں ہوتی۔ دیکھیں صفحہ ۳۵ پر ان کا حاشیہ ۱۱۲۔

۳- وجودیہ حضرات ان آیتوں کو بھی اپنے نظریے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان سے بھی سوائے تاویل کے کوئی قطعی تائید نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے محسوسات اور مدرکات پر مختلف زاویوں سے بحث کر کے ان کے عوالم کی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔

۴- آیت کا ترجمہ یہ ہے:

سب اپنے کینڈے پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

۵- مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء) کی جلد پنجم صفحہ ۱۱۳ میں لکھا ہے۔

ہر انسان ہر روز مختلف قسم کے کاموں میں اپنی عمر کے یہ چوبیس گھنٹے بسر کرتا ہے۔ صبح کو یہ بیدار ہوتا ہے، دوپہر تک کام کر کے تھوڑی دیر سستاتا ہے، پھر سہ پہر تک اپنا بقیہ کام سر انجام دیتا ہے اور اُس کو تمام کر کے سیر و تفریح اور دلچسپ مشاغل میں دل بہلاتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو گھر آ کر خانگی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور کھا پی کر تھوڑی دیر کے بعد طویل آرام اور غفلت کی نیند کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اسلامی نمازوں کے اوقات پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے روزانہ کے ان مختلف انسانی مشاغل کے ہر آغاز پر ایک وقت کی نماز رکھی ہے۔ تاکہ پورے اوقات خدا ہی کی یاد میں محسوب ہوں۔

۶- تقدیر سے متعلق خطبۂ دوم میں بھی علامہ اقبال نے مفصل بحث کی ہے۔

۷- علامہ اقبال نے اقبال نامہ، اوّل کے مکتوب نمبر ۱۰۳، ص ۲۰۲-۲۰۳ میں لکھا ہے:

حدود خودی کے تعیین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الٰہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیہ اسلام نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اس کا نام بقا رکھا ہے۔

مکتوب نمبر ۳۵ (ص ۷۸-۷۹) میں بھی لکھتے ہیں:

میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ یہی حال سلسلۂ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں......

۸- مولوی اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب شیخ عبدالقدوس گنگوہی (کراچی ۱۹۶۱ء) کے صفحہ ۳۲۷

میں لطائفِ قدوسی کے حوالے سے یہ فقرہ نقل کیا ہے۔ سید نذیر نیازی نے اپنے حاشیے میں وضاحت کی ہے کہ چونکہ انھیں اصل عبارت دستیاب نہیں ہوسکی۔ لہٰذا انگریزی اقتباس کا یہ فارسی ترجمہ قیاسی ہے:

محمد عربی برفلک الافلاک رفت و باز آمد۔ واللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیامدے۔

۹- خواجہ محمد پارسا (المتوفی ۸۲۲ھ) کا کوئی قول یہاں علامہ اقبال نے نقل نہیں کیا۔ خواجہ نے رسالہ در زمان و مکان لکھا تھا لیکن وہ اب نایاب ہے۔ ملک محمد اقبال صاحب نے خواجہ کا رسالہ قدسیہ مرتب کیا ہے (راولپنڈی، ۱۹۷۵ء) اور اس کے مقدمے (پیش گفتار) کے صفحہ ۳۴ میں خواجہ کے زمان ومکان کے مسئلے کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے کہ وہ زمان ومکان دونوں کو جسمانی بھی اور روحانی بھی قرار دیتے تھے، اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ''سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درشبِ معراج از تنگنای زمان ومکان بیروں شد۔''، لیکن حضرت مجددِ الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے دفترِ اوّل کے مکتوب ۲۸۳ میں فرمایا ہے کہ ''رویت آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام درشبِ معراج در دنیا واقع نہ شدہ است بلکہ در آخرت واقع شدہ۔ زیرا کہ آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در آن شب چون از دائرۂ مکان وزمان بیرون جست واز تنگیِ مکان برآمد ازل و ابد را در آنِ واحد یافت وبدایت ونہایت را در یک نقطہ متحد دید.........''

۱۰- دراصل چھٹے خطبے میں صفحہ ۲۵۰ سے آخر تک فقہ اسلامی اور اجتہاد پر مختلف زاویوں سے بحث ہے۔ علامہ اقبال نے مولانا سلیمان ندوی سے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء میں اور اس کے بعد کے دو خطوں میں بھی انھی مسائل سے متعلق استفسار کیا ہے۔ اس کے بعد کے خطوں میں زمان سے متعلق بھی استفسارات ہیں۔ دیکھیں مکاتیب اقبال حصہ اوّل، مکاتیب نمبر ۷۰ تا ۷۳، ۷۶ تا ۸۰، ۸۲ مکتوب نمبر ۱۹ بھی دیکھیں۔

۱۱- محترم نذیر نیازی نے بھی ترجمہ کے صفحہ ۲۶۲ (حاشیہ ۱۵۱) میں اس پر بحث کی ہے۔

۱۲- پس چہ باید کرد مثنوی کا ایک شعر ہے:

پس طریقت چیست اے والا صفات
شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات

۱۳- رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد، اگست ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۱۹۔

اقبال نامہ (اول) مکتوب نمبر ۷ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ:

''مسلم جو حامل ہے محدثیت (محمدیت) کا اور وارث ہے موسویت کا اور ابراہیمیت کا، کیونکر کسی شے میں جذب ہوسکتا ہے؟''

۱۴- عالمِ خلق کا تعلق مادیت سے اور عالمِ امر کا مجردات سے ہے۔ صوفیہ اس مسئلے کے لیے سورۃ الاعراف کی یہی آیت (۵۴) پیش کرتے ہیں۔ عالمِ امر کے لیے حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب نمبر ۲۵۷ (دفترِ اوّل) بھی ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ اقبال نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان میں حضرت مجدد پر ایک تقریر کی تھی۔ دیکھیں ان کا مکتوب نمبر ۲۶۵۔ [اقبال نامہ (اوّل)]۔

❁❁❁